بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

اور ہم نے آپ کی طرف یہ نصیحت اتاری تا کہ آپ لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دیں جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔ (النحل: 44)

قرآنی آیات اور صحیح احادیث

پر مشتمل

تفسیر دعوۃ القرآن

جلد اول

سورۃ الفاتحۃ تا سورۃ النسآء

ترجمہ
حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

تفسیر
ابو نعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ

نام کتاب

جلد اول

سورۃ الفاتحۃ .... سورۃ النسآء

ترجمہ

حافظ عبدالسلام بن محمد ﷾

تفسیر

ابو نعمان سیف اللہ خالد

۴۔لیک روڈ، چوبرجی لاہور Ph: +92-42-37230549 Fax: +92-42-37242639

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡهِمۡ

آیاتِ قرآنی اور احادیث صحیحہ پر مشتمل تفسیر

دعوت القرآن

جلد اول

سورۃ الفاتحۃ تا سورۃ النسآء

ترجمہ

حافظ عبدالسلام بن محمد ﷾

تفسیر

ابو نعمان سیف اللہ خالد ﷾

دار الاندلس

۴۔ لیک روڈ، چوبرجی لاہور

Ph: +92-42-37230549 Fax: +92-42-37242639

فہرست

نمبر	عنوان		صفحہ
1	عرضِ مولف		3
2	پیش لفظ	پروفیسر حافظ محمد سعید	19
3	تقدیم	حافظ عبدالمنان نورپوری	21
4	تقریظ	حافظ عبدالسلام بن محمد	23
5	تقریظ	حافظ صلاح الدین یوسف	25
6	ابتدائیہ	مولانا مبشر احمد ربانی	27
7	پارہ نمبر 1		33
8	سورۃ الفاتحہ		33
9	پارہ نمبر 2		192
10	پارہ نمبر 3		340
11	سورہ آل عمران		393
12	پارہ نمبر 4		459
13	سورۃ النساء		561
14	پارہ نمبر 5		590
15	پارہ نمبر 6		723

عرضِ مؤلف

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ. أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ شَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.

قرآن وہ کتاب عظیم ہے جو ہر کلام سے اعلیٰ، ہر شک وشبہ سے بالا اور ہر نقص سے پاک ہے، یہ تمام الہامی کتابوں سے بڑھ کر شرف وعظمت اور فضیلت والی کتاب ہے۔ یہ خیر و برکت سے مالا مال، ہدایت وحکمت سے لبریز اور حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے، جہالت کے اندھیروں سے نکال کر توحید کے نور سے منور کرنے والی ہے۔ اسی میں امتِ مسلمہ کی زندگی، عزت اور سرفرازی پنہاں ہے۔ اس کے بغیر یہ امت محض ایک جسد بے روح ہے کہ جس میں حرکت ہے نہ حرارت، کوئی وزن ہے نہ وقار۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [الشوریٰ: ٥٢]

''اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے ایک روح کی وحی کی، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟ اور لیکن ہم نے اسے ایک ایسی روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں اور بلاشبہ تو یقیناً سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔''

قرآن مجید کی عظمت واہمیت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے، جس میں قرآن مجید کے سیکھنے اور سکھانے والے کو سب سے بہتر قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیر کم من تعلّم القرآن و علمه: ٥٠٢٧]

قرآن مجید کے پڑھنے والے اور نہ پڑھنے والے میں جو فرق ہے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال سے واضح فرمایا

ہے، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ مومن جو قرآن پڑھتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے، نارنگی (سنگترے) کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ بھی لذیذ ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہے اور وہ مومن جو قرآن تو نہیں پڑھتا مگر اس کے مطابق عمل کرتا ہے، کھجور کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ تو اچھا ہے مگر اس میں خوشبو نہیں، اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے، ریحان (نازبو) کے مانند ہے کہ اس کی خوشبو تو عمدہ ہے مگر ذائقہ کڑوا ہے اور اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا، اندرائن (تمّہ) کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ کڑوا اور خبیث ہے اور اس کی بو ناپسندیدہ ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب إثم من راءی بقراءة القرآن...... الخ : ٥٠٥٩]

مطلب یہ ہوا کہ قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والا مومن خوش رنگ اور خوش ذائقہ پھل کی طرح ہے، وہ عند اللہ بھی مقبول ہے اور لوگوں میں بھی اس کی عزت ہے، تاہم جو مومن قرآن نہیں پڑھتا مگر قرآن کا عامل ہے تو وہ بھی اللہ کے ہاں اور لوگوں کی نظروں میں اچھا ہے، جبکہ قرآن پڑھنے والے منافق (یا فاجر) کا ظاہر تو اچھا ہے، لیکن باطن گندا اور تاریک ہے اور وہ منافق جو قرآن نہیں پڑھتا، اس کا ظاہر اور باطن دونوں ناپاک ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت کریں اور آپس میں اسے سیکھیں اور سکھائیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، انھیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان کا ذکر اللہ تعالیٰ ان (یعنی فرشتوں) میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن و علی الذکر : ٢٦٩٩]

واضح ہوا کہ قرآن کریم کی تلاوت کرنا، اسے حفظ کرنا، اس پر عمل کرنا، اس کی تفہیم و تدریس کے حلقے قائم کرنا، اس کی تعلیم و تعلم سے وابستہ ہونا، اس کی نشر و اشاعت اور تبلیغ و دعوت کا اہتمام کرنا، اس کے ساتھ راتوں کو قیام کرنا اور اس کا آپس میں دَور کرنا، یہ سب کام نہایت پسندیدہ اور بڑی فضیلت والے ہیں۔

الغرض، اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتوں میں سے ایک انس و جن کی فلاح کے لیے قرآن حکیم کا نزول بھی ہے، یہ رشد و ہدایت کی کتاب ہے۔ اس کی آیات وقت کے ہر مسئلہ اور زمانے کی ہر اجتماعی و انفرادی ضرورت کا تسلی بخش حل لیے ہوئے ہیں۔ اس میں سعادتِ دارین کے بے مثال اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اسے پڑھنے، سمجھنے اور سیرت و کردار کو اس کے مطابق ڈھالنے والوں کو دنیا میں رفعتیں اور آخرت میں سعادتیں نصیب ہوتی ہیں اور اسے چھوڑ دینے والے ذلت و پستی اور قہر الٰہی کا نشانہ بنتے ہیں، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب (پر عمل کرنے) کی وجہ سے کچھ قوموں کو سر بلندی عطا کرتا ہے اور اس (سے اعراض کرنے) کی وجہ سے کچھ قوموں کو ذلیل و رسوا کرتا ہے۔'' [مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن و یعلمه : ٨١٧]

تاریخ گواہ ہے کہ جن قوموں اور لوگوں نے اس پر عمل کیا، انھیں زندگی کے ہر میدان میں کامیابی حاصل ہوئی اور اللہ کے وعدے کے مطابق وہ آخرت کی نعمتوں کے بھی مستحق قرار پائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قرآن مجید کے ساتھ اس گہرے تعلق ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ ان تمام فیوض و برکات سے مالا مال تھے جن کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اپنی انفرادی زندگی میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان وتقویٰ، توکل وقناعت، امانت و دیانت، صداقت و شرافت اور صبر وشکر جیسے اوصاف حمیدہ سے وہ کچھ اس طرح متصف تھے کہ ان کے بعد دوبارہ ایسے انسان ڈھونڈے سے نہیں ملتے۔ عمل کرنے کے باعث قرآن مجید کے انوار و برکات سے ان کا معاشرہ عدل واحسان، ایثار و ہمدردی، اخوت و محبت، امن وسلامتی، خوشحالی وفراوانی اور دیگر بے شمار امور خیر وفلاح میں اپنی مثال آپ تھا، قرآن مجید پر عمل کرنے ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں عظمت وعروج اور ایسا غلبہ عطا فرمایا کہ جس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ یہ قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل ہی کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں سے کفار کی بے پناہ طاقت و قوت اور اسلحہ کا خوف جاتا رہا تھا اور وہ پوری دنیا پر چھا گئے تھے۔

قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا تو نزول قرآن کے آغاز ہی سے اس کی تفسیر وتفہیم کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا تھا اور قیامت قائم ہونے تک ان شاء اللہ یہ جاری وساری رہے گا، اس سلسلے میں خاص طور پر محدثین نے کتب احادیث میں تفسیرِ قرآن، فضائلِ قرآن اور قراءتِ قرآن وغیرہ کے ابواب قائم کیے۔ یہ بات تو مسلمہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر کا سب سے بہتر، سب سے اعلیٰ اور سب سے مناسب طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر خود قرآن ہی سے کی جائے، کیونکہ کئی دفعہ قرآن مجید ایک چیز کو اگر ایک جگہ اختصار سے بیان کرتا ہے تو دوسری جگہ اسے تفصیل سے بیان کر دیتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک بڑا مقصد بھی قرآن کریم کی تفسیر بیان کرنا تھا، چنانچہ جہاں آپ اللہ تعالیٰ کی وحی کو لوگوں کے سامنے تلاوت فرماتے وہیں ساتھ ساتھ اس کی تشریح وتفسیر اور مفہوم ومطالب بھی بیان فرماتے اور پھر ان پر عمل پیرا ہو کر بھی دکھاتے، تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کو سننے اور سمجھنے کے ساتھ ساتھ عملی صورت میں بھی دیکھ سکیں۔ خود قرآن مجید نے صراحت فرمائی ہے: ﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل : ٤٤] ''اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''

اگرچہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ان افراد میں نازل فرمایا جن کی مادری زبان عربی تھی اور وہ فصیح اللسان اور عقل وفہم میں کامل ہونے میں اپنی مثال آپ تھے، لیکن اس کے باوجود قرآن مجید کے بعض اشاروں اور کنایوں کے فہم میں انھیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جاتا، جن کا حل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہی سے ممکن ہوتا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ﴾ [الأنعام : ۸۲] ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا“ تو مسلمانوں پر اس آیت کا مضمون بہت شاق گزرا۔ صحابہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس (ظلم) کا مطلب وہ نہیں جو تم سمجھے ہو، بلکہ اس کا مطلب وہ ہے جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: ﴿ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۣ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴾ [لقمان : ۱۳] ”اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔“ [مسلم، کتاب الإیمان، باب صدق الإیمان وإخلاصه : ۱۲٤۔ بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ولم یلبسوا إیمانهم بظلم ﴾ : ٤٦۲۹]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل زبان ہونے کے باوجود ” بِظُلْمٍ “ کی تنوین کو تنکیر کے لیے سمجھ کر پریشان ہو گئے کہ کون ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو، تو نبی ﷺ نے لقمان کا قول ذکر کر کے انھیں بتایا کہ یہ تنوین تعظیم کے لیے ہے، تنکیر کے لیے نہیں اور اس سے مراد شرک ہے، عام ظلم نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ قرآن سمجھنے کے لیے صرف عربی زبان جاننا کافی نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی تفسیر بھی ضروری ہے۔

اس سلسلے کی دوسری مثال وہ روایت ہے جسے سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ ﴾ [البقرة : ۱۸۷] تو میں نے ایک سیاہ اور ایک سفید دھاگا لیا اور انھیں اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو میں نے دھاگوں کو دیکھا مگر دونوں میں فرق نمایاں نہ ہو سکا، سو جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں نے تکیے کے نیچے (سفید اور سیاہ دھاگے تو) رکھے تھے (مگر بیان کردہ معاملہ نہیں ہوا)، اس پر رسول اللہ ﷺ نے (بطورِ مزاح) فرمایا: ”پھر تو تمھارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہوگا کہ سفید دھاگا (یعنی صبح کی سفیدی) اور سیاہ دھاگا (یعنی رات کی سیاہی) اس کے نیچے آ گئے تھے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وکلوا واشربوا...... الخ ﴾ : ٤٥۰۹، ۱۹۱٦]

دراصل عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ آیت کا مطلب یہ سمجھے کہ ” الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ “ اور ” الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ “ سے حقیقت میں سفید اور سیاہ دو دھاگے مراد ہیں، حالانکہ آیت میں ان سے رات کی تاریکی اور صبح کی روشنی مقصود تھی، جیسا کہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! (آیت میں) ” الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ “ اور ” الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ “ سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے دو دھاگے مراد ہیں؟ فرمایا: ”پھر تو تمھاری گدی بہت چوڑی ہے، اگر تم نے رات کو ان دونوں دھاگوں کو دیکھ لیا ہے۔“ پھر فرمایا: ”نہیں! ان سے مراد دو دھاگے نہیں، بلکہ ان سے مراد رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ وکلوا واشربوا...... الخ ﴾ : ٤٥۱۰]

ان دلائل و براہین سے واضح ہوا کہ آپ ﷺ قرآن مجید صرف پڑھ کر سنانے والے نہ تھے، بلکہ اس کی تشریح و تفسیر

کرنے والے اور اس کے مفاہیم و مطالب کو نہایت شرح و بسط سے بیان کرنے والے بھی تھے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس منصب کے مطابق قرآنی آیات کی توضیح و تشریح بھی کی اور اس کے اجمالات کی تفصیل بھی بیان فرمائی، جیسے نمازوں کی تعداد، رکعات، اوقات اور وضع و ہیئت اور زکوۃ کا نصاب، اس کی شرح، اس کی ادائیگی کا وقت اور دیگر تفصیلات۔ قرآن کریم کے اجمالات کی یہ تفسیر و توضیحِ نبوی امت میں حجت سمجھی گئی اور قرآن کریم کی طرح اسے واجب الاطاعت تسلیم کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے لیے اصل الاصول ہمیشہ دو چیزوں کو تسلیم کرتے تھے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری نبی کریم ﷺ کی سنت کہ ہر دو آپس میں لازم و ملزوم ہیں اور اس سلسلے میں ان میں کچھ بھی فرق نہیں، جیسا کہ سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(لوگو!) سن لو! بے شک مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی۔'' [مسند أحمد : ۱۳۱/٤، ح : ۱۷۱۷۹۔ أبو داوٗد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة : ٤٦٠٤]

رسول اللہ ﷺ کو قرآن کریم کے ساتھ اسی جیسی دی گئی چیز ''حدیث اور سنت'' ہے۔ قرآن کو وحی جلی اور وحی متلو کہا جاتا ہے، یعنی جس کی تلاوت ہوتی ہے، جبکہ حدیث اور سنت کو وحی خفی اور وحی غیر متلو کہتے ہیں، یعنی جس کی تلاوت نہیں ہوتی، لیکن وہ بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق قرآن ہی ہے۔ [مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب جامع صلاة اللیل و من نام عنه أو مرض : ۷٤٦۔ مسند أحمد : ۲۱٦/٦، ح : ۲۵۸٦۷]

دراصل اخلاق میں پوری سیرت آتی ہے، حیات رسول کے اعمال تفسیر قرآن ہیں، چنانچہ شریعت ہونے کے اعتبار سے قرآن مجید اور حدیثِ رسول ﷺ میں فرق روا رکھنے والوں کے لیے خود رسول اللہ ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم میں سے کسی آدمی کو اس کی چارپائی پر ٹیک لگائے ہوئے اس طرح نہ پاؤں کہ اس کے پاس میرے احکام میں سے کوئی حکم آئے کہ جسے بجا لانے کا میں نے کہا ہو، یا اس سے روکا ہو تو وہ کہہ دے کہ میں اسے نہیں جانتا، ہم تو جو قرآن میں پائیں گے صرف اسی کی پیروی کریں گے۔'' [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة : ٤٦٠٥۔ مسند أحمد : ۸/٦، ح : ۲۳۹۲۳۔ ترمذی، کتاب العلم، باب ما نهی عنه أن یقال عند حدیث رسول الله ﷺ : ۲٦٦۳]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے، وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ۱۲۱۸]

اس حدیث میں ''کتاب اللہ'' سے مراد صرف قرآن مجید ہی نہیں بلکہ حدیث نبوی بھی ہے، اس لیے کہ کتاب اللہ کا

اطلاق حدیث پر بھی ہوتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا، یا رسول اللہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، آپ ہمارا فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کر دیجیے۔ یہ سن کر اس کا فریق مخالف کھڑا ہوا، وہ اس کی نسبت زیادہ سمجھ دار تھا، اس نے کہا، یا رسول اللہ! یہ سچ کہتا ہے، بے شک میرا اور اس کا فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کر دیجیے اور مجھے اجازت دیجیے کہ میں مسئلہ بیان کروں۔ آپ نے فرمایا: ''اچھا بیان کرو۔'' وہ کہنے لگا، میرا بیٹا اس کے گھر میں کام کاج کے لیے نوکر تھا، وہ اس کی بیوی کے ساتھ زنا کر بیٹھا۔ میں نے اس کے فدیہ میں ایک سو بکریاں اور ایک غلام دے دیا۔ مگر جب میں نے اہل علم سے مسئلہ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے پڑیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن ہوگا اور اس کی بیوی سنگسار ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کروں گا، سو بکریاں اور غلام تجھے واپس کیے جائیں گے، تیرے بیٹے پر سو کوڑے پڑیں گے اور وہ ایک سال کے لیے جلاوطن ہوگا اور اے انیس! تم کل صبح اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ، اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اس کو رجم کر دو۔'' انیس رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے، اس نے زنا کا اقرار کیا تو سیدنا انیس رضی اللہ عنہ نے اس کو سنگسار کر دیا۔ [بخاری، کتاب الحدود، باب هل يأمر الإمام رجلاً فيضرب الحد غائبًا عنه ؟ : ٦٨٥٩، ٦٨٦٠۔ مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنى : ١٦٩٧، ١٦٩٨]

اس واقعہ میں جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قرآن مجید میں نہیں ہے، تاہم آپ نے فیصلہ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق کہا، جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے حدیث بھی مراد ہوتی ہے۔ اس سلسلے کی حتمی اور حقیقی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے بغیر سمجھنا ممکن ہی نہیں ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے جسم گودنے اور گدوانے والیوں پر، چہرے کے بال اکھاڑنے اور اکھڑوانے والیوں پر اور خوبصورتی کے لیے دانت (رگڑ کر) کھلے کرنے والیوں پر، نیز اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو تبدیل کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ یہ سن کر بنو اسد قبیلہ کی ایک عورت جس کا نام ام یعقوب تھا، وہ آپ کے پاس آئی اور پوچھا، کیا آپ نے اس طرح فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں! اور میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے؟ اور پھر یہ تو قرآن میں موجود ہے۔ اس نے کہا، میں نے (اپنے پاس محفوظ) پورا قرآن کہ جتنا بھی دونوں گتوں کے درمیان ہے، اول سے آخر تک پڑھا ہے، لیکن میں نے تو یہ حکم کہیں نہیں پایا۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو سوچ سمجھ کر پڑھتی تو ضرور پاتی، کیا تو نے یہ آیت: ﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ﴾ [الحشر : ٧] نہیں پڑھی؟ اس نے کہا، کیوں نہیں! (میں نے یہ آیت پڑھی ہے)۔ پھر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ما اتكم الرسول فخذوه ﴾ : ٤٨٨٦۔ مسلم، کتاب اللباس، باب تحريم فعل الواصلة والمستوصلة : ٢١٢٥]

اس سچے واقعہ سے معلوم ہوا کہ صحابیٔ رسول سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو عین اللہ کا حکم قرار دیا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر ونواہی کی پیروی ہم پر لازم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے احکامات اللہ تعالیٰ ہی کے احکام ہیں۔

قرآن مجید میں اس مفہوم کی کئی ایک آیات موجود ہیں جن سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ انسان کی رہنمائی کے لیے کتاب وسنت کے بیان کردہ احکامات ہی کافی وشافی ہیں اور یہ کہ ان کے مقابلے میں کسی اور کی بات کبھی حجت نہیں ہوسکتی، اسی منہج کو سلف صالحین میں سے بہت سے مفسرین کرام نے اختیار کیا ہے۔عربی کے علاوہ اردو زبان میں بھی تفسیر بالماثور کی نمائندہ کئی کتب منظر عام پر آ چکی ہیں، جو کسی نہ کسی امتیازی خصوصیت کی حامل ہیں۔گلشن کتاب وسنت کے ہر پھول کی اپنی مہک اور خوشبو ہے۔لیکن افسوس کہ بعض جدید وقدیم مفسرین نے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آئینی حیثیت کو قبول ہی نہیں کیا اور قرآن کی تفسیر حدیثِ رسول سے کرنے کی بجائے اپنے خود ساختہ نظریات اور مخصوص آراء سے کی ہے۔ان کتبِ تفاسیر میں قال اللہ اور قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے ''قال فلان، قال فلان'' (فلاں نے یہ کہا، فلاں نے یہ کہا) کی بھر مار ہوتی ہے۔ان اقوالِ رجال میں جو ایک دوسرے سے مخالف ومتضاد ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا حکم گم ہو کر رہ جاتا ہے اور قرآن کا طالب علم حیران رہ جاتا ہے کہ وہ کس قول کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھے اور کس پر عمل کرے۔

ان حالات میں اس بات کی ضرورت تھی کہ کتاب الٰہی کی کوئی ایسی تفسیر ہو جو ادھر ادھر کے باہم الجھے اور پیچ در پیچ اقوال کی بجائے صرف اور صرف کتاب وسنت کے واضح اور صاف ستھرے دلائل و براہین سے مرصع ہو کہ ہر خاص و عام اس سے احکام الٰہی سمجھ کر اپنے لیے راہِ عمل متعین کر سکے۔اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے قرآن کی تفسیر کا یہ سب سے بہتر، اعلیٰ اور برتر طریقہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔اس تفسیر میں میں نے ہر آیت کے ذیل میں اپنی طرف سے نہایت ضروری مگر مختصر تشریحی نوٹ لکھنے پر اکتفا کیا اور کتاب وسنت کے دلائل و براہین سے تفسیر پیش کر کے اس حقیقت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے کہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کتاب الٰہی کی بہترین تفسیر ہے۔نیز واضح کیا ہے کہ کتاب وسنت قیامت تک زندگی کے ہر مسئلے کا جامع حل پیش کرنے کے جوہر سے آراستہ ہیں۔

بنیادی طور پر یہ تفسیر درج ذیل خصوصیات پر مشتمل ہے:

❀ ترجمۃ القرآن : اس تفسیر میں قرآن مجید کا جو ترجمہ دیا گیا ہے وہ فضیلۃ الشیخ محترم حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ کا ہے۔تفسیر کے ضمن میں موجود آیات میں بھی اسی ترجمے کا اہتمام کیا گیا ہے۔یہ ترجمہ علماء وطلباء اور عوام الناس کے ہر طبقہ کے لیے یقیناً مفید ہے۔اس میں قدیم الفاظ ومحاورات اور اصطلاحات سے گریز کرتے ہوئے ہر لفظ کے ترجمے کا اہتمام کیا گیا ہے۔بعض اردو تراجم میں کئی ایک قرآنی الفاظ وحروف کے معانی نہیں ملتے، جبکہ اس ترجمہ کی

شان یہ ہے کہ اس میں ہر لفظ، حتیٰ کہ تنوین تک کا معنی بھی عیاں ملتا ہے، پھر ترجمہ پڑھتے وقت قاری ثقل محسوس نہیں کرتا، بلکہ تسلسل کے ساتھ پڑھتا اور سمجھتا چلا جاتا ہے۔

❀ قرآن کی تفسیر قرآن کے ساتھ : قرآن مجید میں بہت سی آیات ایسی ہیں کہ اگر وہ ایک موقع پر مختصر ہیں تو کسی دوسرے موقع پر مفصل، لہٰذا اس تفسیر میں ممکن حد تک ایک آیت کی تفسیر دوسری جگہ وارد تفصیلی آیات ہی سے کی گئی ہے۔

❀ صحیح احادیث سے تفسیر : بعض کتب تفاسیر میں احادیث کی صحت اور ضعف کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا، جبکہ اس تفسیر کی سب سے اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں صرف اور صرف صحیح اور حسن احادیث ہی سے قرآن کی تفسیر کی گئی ہے، کیونکہ ساری صحیح و حسن احادیث یا تو قرآنی آیات کے مضمون کی تائید کے طور پر ہیں یا قرآن کی تفسیر کے طور پر۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعض صحیح حدیثیں قرآن کی آیتوں کے مضمون کے مخالف ہیں، تو جب ان سے اس طرح کی احادیث پیش کرنے کو کہا جائے تو یہ اپنے قول کی تائید میں ایک بھی صحیح حدیث پیش نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی صحیح حدیث کبھی قرآن کے مخالف نہیں ہوتی، ہاں ہماری سمجھ میں نہ آ سکے تو اس میں ہماری عقل کا قصور ہے نہ کہ قرآن و حدیث کا۔ بہر حال ہم نے اس تفسیر میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ صرف صحیح اور حسن احادیث بیان کی جائیں، تا کہ تفسیر پڑھتے وقت ہر شخص یہ اطمینان اور سکون محسوس کرے کہ وہ جو کچھ پڑھ رہا ہے وہ یقیناً صحیح ہے، بلکہ تفسیری احادیث میں بیشتر کا تعلق تو صحیحین سے ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ان دونوں کتابوں کے بارے میں فرماتے ہیں: ''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بابت محدثین کا اتفاق ہے کہ ان میں جتنی بھی متصل و مرفوع احادیث ہیں، وہ قطعی طور پر صحیح ہیں اور وہ اپنے مصنفین تک متواتر ہیں، نیز یہ کہ جو شخص بھی ان دونوں (مجموعہ ہائے حدیث) کی شان گھٹاتا ہے، وہ بدعتی ہے اور مومنوں کا راستہ چھوڑ کر کسی اور راستے کا پیروکار ہے۔'' [حجة الله البالغة: ١/ ١٣٤]

❀ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفسیر : تفسیر میں حسب ضرورت کئی جگہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صحیح اور مستند اقوال بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو قرآن کی آیتیں پڑھنا سکھاتے تھے، بعینہٖ ان آیات کا مطلب اور تفسیر بھی سکھاتے تھے، یہی وجہ تھی کہ قرآن کی ایک ایک آیت سیکھنے کے لیے اگر انھیں طویل سفر بھی کرنا پڑتے تو بھی گریز نہ کرتے، جیسا کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نجران آیا تو وہاں کے لوگوں (یعنی نصاریٰ) نے مجھ سے سوال کیا کہ تم یہ پڑھتے ہو: ﴿ يَاُخْتَ هٰرُوْنَ ﴾ (مطلب یہ کہ یہاں مریم علیہا السلام کو ہارون علیہ السلام کی بہن کہا گیا ہے، حالانکہ ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے) اور موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام سے اتنی مدت پہلے تھے تو پھر مریم علیہا السلام، ہارون علیہ السلام کی بہن کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ فرماتے ہیں: میں نے سفر کر کے (مدینہ منورہ پہنچ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بیان کی۔ جس پر آپ نے فرمایا: ''(یہ وہ ہارون نہیں ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی تھے،

بلکہ) بنی اسرائیل کی عادت تھی کہ وہ پیغمبروں اور اگلے نیک لوگوں کے نام پر نام رکھتے تھے۔" [مسلم، کتاب الأدب، باب النهی عن التكنی بأبی القاسم ...... الخ : ۲۱۳۵]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اس اللہ کی قسم، جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ! کتاب اللہ میں نازل ہونے والی ہر سورت کے بارے میں میں یہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور کتاب اللہ کی نازل شدہ ہر آیت کے متعلق میں جانتا ہوں کہ یہ کن کن کے بارے میں نازل ہوئی۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کسی کو کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ علم ہے تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہونے سے قطعاً دریغ نہیں کروں گا، خواہ کتنا ہی طویل سفر کر کے کیوں نہ جانا پڑے۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب رسول ﷺ : ۵۰۰۲۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد الله بن مسعود و أمه رضی الله عنهما : ۲۴۶۳]

تفسیر قرآن میں خلفائے راشدین کا مقام بہت بلند ہے، ان کے علاوہ بھی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اس عظیم مشن کے لیے تیار کر دی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا: "قرآن مجید چار آدمیوں سے سیکھو: ① عبد اللہ بن مسعود، ② سالم (سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام)، ③ معاذ بن جبل، ④ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من أصحاب النبی ﷺ : ۴۹۹۹]

انھی مفسر صحابہ میں سے ایک بہت بڑا مقام سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ہے جو "ترجمان القرآن" ہیں اور جن کے لیے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: "اے اللہ ! انھیں کتاب کا علم عطا فرما۔" اور فرمایا: "اے اللہ ! انھیں حکمت و دانش سکھا۔" نیز فرمایا: "اے اللہ ! انھیں دین میں فقاہت نصیب فرما۔" [بخاری، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ ...... الخ : ۷۵، ۱۴۳، ۳۷۵۶]

❀ **ضعیف اور موضوع روایات سے اعراض** : ضعیف اور موضوع روایات نے دین پر عمل کرنے کے معاملے میں مسلمانوں میں بہت سی مشکلات اور الجھنیں پیدا کر دی ہیں۔ موضوع روایات نے تو امت میں ایسے ایسے گمراہ فرقوں کو جنم دیا ہے جنھوں نے امت مسلمہ کو بڑے بڑے فتنوں سے دو چار کر دیا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ ہی میں امت کو ایسے دروغ گو اور کذاب لوگوں کے فتنے سے بچنے کی تاکید فرما دی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "آخری زمانے میں ایسے دجال اور جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے جو تمھارے پاس ایسی حدیثیں لے کر آئیں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمھارے باپ دادا نے، پس تم خود کو ان سے اور ان کو اپنے سے دور رکھو، تاکہ وہ تمھیں گمراہ نہ کرنے پائیں اور فتنوں میں مبتلا نہ کریں۔" [مسلم، المقدمة، باب النهی عن الرواية عن الضعفاء والاحتياط فی تحمّلها : ۷]
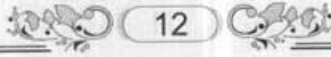
موضوع اس حدیث کو کہتے ہیں جو کلام نبوی نہ ہو، بلکہ لوگوں میں سے کسی نے حدیث کے نام سے وہ الفاظ بنائے ہوں، ایسے شخص کے متعلق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔'' [بخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ: ١١٠]

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جو کوئی میری نسبت وہ بات بیان کرے جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کر لے۔'' [بخاري، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ: ١٠٩]

لہٰذا جہاں تک موضوع روایات کا تعلق ہے انھیں تو بلا تامل ہم نے اپنی تفسیر سے خارج رکھا ہے۔ ضعیف روایات کے بارے میں اگرچہ بعض اہل علم نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ترغیب و ترہیب اور فضائل و مناقب جیسے موضوعات میں ان پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن ہم نے درج ذیل وجوہ کی بنا پر ان سے بھی اعراض ہی برتا ہے:

① ضعیف روایات سے استفادہ کا دروازہ اگر ایک دفعہ کھول دیا جائے، خواہ اس کی وجہ بظاہر بے ضرر ہی کیوں نہ ہو تو پھر اسے بند کرنا مشکل ہو جائے گا۔ سو امت میں پیدا ہونے والے بگاڑ کو روکنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس دروازے کو سرے سے کھولا ہی نہ جائے اور اسے مکمل طور پر بند ہی رہنے دیا جائے۔

② دوسری بات یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر و تفہیم میں صحیح احادیث اس کثرت کے ساتھ موجود ہیں کہ اگر ایک عام انسان ان پر پوری طرح عمل کر لے تو اس کی نجات کے لیے ان شاء اللہ وہی کافی ہیں، لہٰذا صحیح احادیث کی موجودگی میں ضعیف روایات لینے کی آخر ضرورت ہی کیا ہے؟

❀ **اسرائیلی روایات کے سلسلہ میں احتیاط**: وہ اسرائیلی روایات بیان کرنے میں تو کوئی حرج نہیں جن میں جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہوئی ہو اور وہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہوں، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ سے آگے پہنچاؤ، خواہ (تمھیں) ایک آیت ہی (معلوم) ہو اور بنی اسرائیل سے بیان کرو، اس میں بھی کوئی حرج نہیں، لیکن جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔'' [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل: ٣٤٦١]

عموماً قرآن کی تفسیر میں سابقہ اقوام و ملل کے واقعات کے ضمن میں علماء و واعظین رطب و یابس سے بھرپور اسرائیلی روایات کو بیان کرنا معیوب نہیں سمجھتے، حالانکہ ترجمان القرآن سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق کیوں پوچھتے ہو، حالانکہ تمھاری کتاب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی گئی ہے، وہ نئی و تازہ ہے؟ تم اس کی تلاوت کرتے ہو، یہ خالص ہے اور ہر قسم کی آمیزش سے پاک ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (اس کتاب میں) اہل کتاب کے بارے میں یہ بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف و تبدیلی کر دی تھی، وہ اپنے

ہاتھوں سے کتاب لکھ کر کہنے لگے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تا کہ وہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت (یعنی دنیوی منفعت) حاصل کر لیں۔ تمھارے پاس جو علم ہے کیا یہ تمھیں ان سے پوچھنے سے روکتا نہیں؟ اللہ کی قسم! ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان میں سے کسی شخص نے اس کے بارے میں تم سے پوچھا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة ، باب قول النبي ﷺ : لا تسئلوا أهل الكتاب عن شيء : ٧٣٦٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور مسلمانوں کے لیے اس کی تفسیر عربی میں کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اہل کتاب کو سچا کہو نہ جھوٹا، بس کہو: ﴿ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا ﴾ [آل عمران : ٨٤] ''ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ما يجوز من تفسير التوراة وغيرها ...... الخ : ٧٥٤٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اہل کتاب تم سے بیان کریں تو نہ ان کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب، بلکہ کہو: ﴿ اٰمَنَّا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ ﴾ [العنکبوت : ٤٦] ''ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمھاری طرف نازل کیا گیا۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبي ﷺ : لا تسئلوا أهل الكتاب عن شيء : ٧٣٦٢]

لہٰذا ایسی اسرائیلی روایات جن کے بارے میں ہمیں معلوم ہوا کہ وہ صحیح ہیں، کتاب و سنت ان کے صحیح ہونے کی شہادت دیتے ہیں تو انھیں ہم نے اپنی تفسیر میں بیان کر دیا ہے، تاہم جن کے بارے معلوم ہوا کہ یہ جھوٹی روایات ہیں، کیونکہ کتاب و سنت سے ان کا جھوٹ ہونا ثابت ہے تو ہم نے ان سے کلیتاً اعراض برتا ہے اور جن روایات سے متعلق کتاب و سنت خاموش ہیں، ہم نہ ان کی تصدیق کرتے ہیں اور نہ تکذیب۔

❀ **تفسیر بالرائے کی بجائے تفسیر بالماثور :** شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب اصول التفسیر میں فرماتے ہیں کہ محض رائے کے ساتھ قرآن مجید کی تفسیر کرنا حرام ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ﴾ [بنی إسرائیل : ٣٦] ''اور اس چیز کا پیچھا نہ کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ علم کو، اس کے بعد کہ تمھیں دے دیا ہے، ایک دم سے نہیں اٹھا لے گا، بلکہ اس کو اس طرح اٹھائے گا کہ علماء کو ان کے علم کے ساتھ اٹھا لے گا، پھر جاہل لوگ باقی رہ جائیں گے، ان سے فتویٰ پوچھا جائے گا اور وہ فتویٰ اپنی رائے کے مطابق دیں گے۔ پس وہ لوگوں کو گمراہ کریں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے۔'' [بخاری، کتاب الاعتصام، بالکتاب والسنة، باب ما يذكر من ذم الرأي و تكلف القياس : ٧٣٠٧]

ابو وائل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے (جنگ صفین کے موقع پر) کہا: ((يَا اَيُّهَا النَّاسُ !

اتَّهِمُوْا رَأْيَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ» "لوگو! اپنے دین کے معاملہ میں اپنی رائے کو بے حقیقت سمجھو۔" (سیدنا سہل رضی اللہ عنہ مزید کہتے ہیں کہ) میں نے اپنے آپ کو ابو جندل رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے دن (صلح حدیبیہ کے موقع پر) دیکھا کہ اگر میرے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہٹنے کی طاقت ہوتی تو میں (اس دن) آپ سے انحراف کرتا (اور کفارِ قریش کے ساتھ ان شرائط کو قبول نہ کرتا)۔[بخاری، کتاب الاعتصام، بالکتاب والسنة، باب ما یذکر من ذم الرأی و تکلّف القیاس : ۷۳۰۸]

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسئلہ میں جب تک کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہ ہو تو اپنی رائے کو صحیح نہ سمجھو اور صرف رائے پر فتویٰ نہ دو، بلکہ کتاب وسنت میں غور کر کے اس میں سے اس کا حکم نکالو۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی مسئلہ محض رائے یا قیاس سے نہ بتلاتے تھے، بلکہ جب آپ سے کوئی ایسی بات پوچھی جاتی جس میں وحی نہ اتری ہوتی تو آپ فرماتے : « لَا أَدْرِيْ » "میں نہیں جانتا" یا وحی اترنے تک خاموش رہتے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کھیت میں چل رہا تھا۔ آپ کھجور کی ایک چھڑی کے سہارے چل رہے تھے۔ اتنے میں کچھ یہودی سامنے سے گزرے۔ وہ آپس میں کہنے لگے، ان سے پوچھو! روح کیا چیز ہے؟ پھر کسی نے کہا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی ایسی بات کہیں جو تم کو ناگوار گزرے۔ مگر ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم ضرور پوچھیں گے، تو ان میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا، اے ابو القاسم ! روح کیا چیز ہے؟ آپ کچھ دیر خاموش رہے، ان کو کوئی جواب نہیں دیا۔ میں سمجھ گیا کہ آپ پر وحی آ رہی ہے۔ تو میں اپنی جگہ کھڑا ہو گیا، جب وحی اتر چکی تو آپ نے یہ آیت پڑھی : ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۸۵] "اور وہ تجھ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمھیں علم میں سے بہت تھوڑے کے سوا نہیں دیا گیا۔" [بخاری، کتاب العلم، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ وما أوتیتم من العلم إلا قلیلاً ﴾ : ۱۲۵۔ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب سؤال الیهود النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الروح ...... الخ : ۲۷۹۴]

اس سلسلے کی دوسری دلیل وہ روایت ہے، جسے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ یہ دونوں بزرگ پیدل چل کر آئے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے تو مجھ پر بے ہوشی طاری تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا، اس سے مجھے افاقہ ہوا تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ! میں اپنے مال کے بارے میں کس طرح فیصلہ کروں، میں اپنے مال کا کیا کروں؟ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ میراث کی آیت نازل ہوئی۔
[بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یُسأل مما لم ینزل علیه الوحی ...... الخ : ۷۳۰۹]

خیر القرون یعنی عہد رسالت سے عہد تبع تابعین تک تفسیر تقریباً اسی شاہراہ پر چلتی رہی، یعنی تفسیر بالماثور۔ اس دور میں استنباط واجتہاد حدود شریعت میں ہوتا رہا، اپنے نظریات پر مشتمل مخصوص رائے کے دائرہ میں داخل نہیں ہوا تھا، یہاں

تک کہ اسلام میں فرقوں کا ظہور ہونے لگا۔ یہ فرقے بتدریج ایک دوسرے سے دور ہوتے گئے، یہاں تک کہ عباسی سلطنت کے دور میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے تباہی کا سامان بن گئے۔ علم تفسیر میں بھی انھوں نے ایسے اسالیب فراہم کیے جن سے قرآنی تعلیمات عجمی تاویلوں اور فلسفیانہ موشگافیوں کا مجموعہ یا چیستان بن گئیں، یا صاحب تفسیر کے اپنے ژولیدہ خیالات، افکارِ پریشان، اوہام باطلہ اور تاویلات رکیکہ کا پلندہ۔ ان فرقوں میں مشہور خوارج، روافض، جہمیہ، معتزلہ، قدریہ اور مرجیہ وغیرہ تھے۔ انھوں نے ایسے ایسے مذاہب اختیار کیے جو اس حق کے صریح مخالف تھے، جسے امت کے سلف صالحین، ائمۂ ہدیٰ اور ان کی راہ پر چلنے والوں نے اختیار کیا تھا۔ ان باطل فرقوں نے قرآن کی تاویل اپنی باطل آراء کے مطابق کی اور اپنے مذہب کی مخالف آیات میں تحریف تک کرنے سے باز نہ آئے۔ پس انھوں نے لوگوں کو گمراہ کیا اور خود بھی گمراہ ہوئے۔ [أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا]

❀ **مختصر حواشی کا اہتمام اور بنیادی ماخذ** : ''تفسیر دعوت القرآن'' کی تیاری کے لیے میں نے علمائے سلف کی سیکڑوں کتب کی ورق گردانی کی اور جو بھی گوہر نایاب ہاتھ آیا تو میں اسے اپنی اس تفسیر میں پرونے میں کوشاں رہا۔ حتی المقدور یہ کوشش کی کہ کانٹوں سے بچ کر پھولوں سے اس کا دامن بھر دوں۔ اپنی کم علمی کی وجہ سے میں نے اس بات کا خاص اہتمام کیا کہ حواشی مرتب کرتے وقت تفسیر بالماثور کے منہج سے وابستہ کتب تفاسیر ہی سے انتخاب کیا جائے۔ لہٰذا خاص طور پر امام ابن جریر طبری کی ''جامع البیان فی تفسیر القرآن المعروف تفسیر طبری''، امام ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبی کی ''تفسیر قرطبی''، امام حافظ ابن کثیر کی ''تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر''، امام جلال الدین سیوطی کی ''الدرر المنثور فی التفسیر الماثور''، امام محمد بن علی الشوکانی کی ''فتح القدیر''، نواب صدیق حسن خان قنوجی کی ''فتح البیان''، مولانا سید احمد حسن محدث دہلوی کی ''احسن التفاسیر''، الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی کی ''تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان المعروف تفسیر سعدی''، مولانا عبدالرحمٰن کیلانی کی ''تیسیر القرآن''، استاذ محترم مولانا عبدہ الفلاح کی تفسیر ''اشرف الحواشی''، حافظ عبدالسلام بن محمد کی ''تفسیر القرآن الکریم''، حافظ صلاح الدین یوسف کی ''تفسیر احسن البیان''، ڈاکٹر محمد لقمان سلفی کی تفسیر ''تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن'' اور ڈاکٹر حکمت بن بشیر بن یاسین استاذ التفسیر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی '' التفسیر الصحیح '' میں سے بعض کو حسب ضرورت اور بعض کو بالاستیعاب پڑھا، بھرپور استفادہ کیا اور اکثر و بیشتر حواشی اور تشریحی نوٹ بھی انھی کتب تفاسیر سے جمع و ترتیب دیے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سلف صالحین اور اساتذۂ کرام کو اعلیٰ علیین میں بلند ترین مقام عطا فرمائے کہ ان کی علمی میراث سے خوشہ چینی کر کے ہی ہم کچھ بیان کرنے یا لکھنے کے قابل ہوئے ہیں۔ [جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا]

❀ **شانِ نزول** : عموماً تفاسیر میں آیات اور سورتوں کی شان نزول بیان کرتے ہوئے صحت وضعف کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا، لیکن ہم نے یہ التزام بھی کیا ہے کہ شان نزول میں بھی صحیح اور مستند روایات ہی ذکر کی ہیں۔ [وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ]

❀ **متنِ قرآن کی کتابت** :قرآن مجید کے متن کی کتابت معروف خطاط مولانا عنایت اللہ کیلانی ﷾ کے حسن فن کی آئینہ دار اوران کے مُوقلم کی شاہکار ہے۔تفسیر کے ضمن میں آیات اور آیات کے قطعات بھی انھی کے قلم سے ہیں۔

❀ **آیات کی ذیلی عنوان بندی** : اپنی طرف سے اردو میں عنوانات قائم کرنے کی بجائے قرآنی آیات کے متعلقہ حصوں ہی کے جا بجا عناوین قائم کر دیے ہیں۔

❀ **موضوعات سے متعلق مستند مواد کی فراہمی** :آیات میں بیان کردہ موضوعات سے متعلق قرآن اوراحادیث صحیحہ سے بھر پور مواد جمع کرنے کی سعی کی ہے، تاکہ اس سے عابد اپنی عبادت کے لیے، واعظ اپنے وعظ کے لیے، مفتی اپنے فتویٰ کے لیے، معلم اپنی تدریس کے لیے، قاضی اپنے فیصلے کے لیے، تاجر اپنے معاملات کے لیے، داعی اپنی دعوت کے لیے اور خطیب اپنے خطبہ کے لیے فائدہ اٹھا سکے۔

❀ **مسنون دعاؤں کا عربی متن** :طوالت کے پیش نظر احادیثِ رسول کا متن لگانے سے اعراض کیا ہے، البتہ تفسیر کرتے وقت جہاں بھی مسنون دعائیں وارد ہوئی ہیں تو ترجمہ کے ساتھ ساتھ ان کا اصل متن بھی دے دیا ہے، تاکہ قاری کو دعا یاد کرنے میں آسانی رہے۔

❀ **تحقیق وتخریج کا مکمل اہتمام** :ابن سیرین ﷫ بیان کرتے ہیں کہ پہلے زمانے میں جب کوئی حدیث بیان کرتا تو اس سے سند کے بارے میں نہیں پوچھا جاتا تھا، لیکن جب فتنہ پھیلا (یعنی گمراہی شروع ہوئی اور بدعتی گروہ نمودار ہوئے) تو لوگوں نے کہا، اپنی اپنی سند بیان کرو، پھر دیکھا جائے گا اگر روایت کرنے والے اہل سنت ہیں تو ان کی روایت قبول کی جائے گی اور جو بدعتی ہیں تو ان کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔
[مسلم، المقدمة، باب بيان أن الإسناد من الدين ...... الخ : ٢٧]

سیدنا ابو ہریرہ ﷜ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے اسے آگے بیان کر دے۔“ [مسلم، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع : ٨]

لہٰذا پوری تفسیر میں موجود تمام احادیث کی سند اور متن کے حوالے سے تحقیق وتخریج کر دی گئی ہے، اس کے لیے معیاری نمبرنگ کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور مکمل حوالوں کا التزام بھی کیا گیا ہے، تاکہ تفصیل کے خواہش منداہل علم کو مراجعت میں آسانی رہے۔ صحیحین کی تمام احادیث کی صحت پر تو امت کا اتفاق ہے، ان کے علاوہ دیگر کتب احادیث سے صرف صحیح یا حسن روایات ہی کا انتخاب کیا گیا ہے۔ پھر بھی انسان خطا کا پتلا ہے، لہٰذا اہل علم سے درخواست ہے کہ اگر کوئی ضعیف حدیث نقل ہوگئی ہے اور وہ اس غلطی پر مطلع ہوں تو مجھے ضرور آگاہ فرمائیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی کی جاسکے۔

اللہ شاہد ہے کہ کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہیں آیا تھا کہ مجھے یہ کام کرنا ہے، یا میں یہ کام کرنے کی اہلیت رکھتا

ہوں، یا میں اپنے فہم و ادراک کے ناخن سے کسی پیچیدہ گرہ کو کھول سکتا ہوں، یا میرے قلم میں اتنا زور ہے کہ میری نگارشات قرآن فہمی کے راستہ کی رکاوٹیں دور کر سکتی ہیں، ان تمام کوتاہیوں کا پورا احساس ہوتے ہوئے یہ کچھ ہو گیا۔ اس کی توجیہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ میں یہ کہوں کہ اللہ رب العزت نے چاہا اور یہ ہو گیا۔ بہر حال یہ ایک انسان کی کاوش ہے جس میں غلطی کا امکان بھی ہے۔ اس میں موجود ہر خوبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی غلطی رہ گئی ہے تو وہ میری یا شیطان کی طرف سے ہے جس پر میں اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار ہوں۔ میں ان حضرات کا شکر گزار ہوں گا جو اس کتاب میں کسی بھی غلطی کے بارے میں مجھے آگاہ فرمائیں گے، خواہ وہ علمی کوتاہی ہو یا طباعت کی غلطی، تاکہ اگلے ایڈیشن میں تصحیح کی جا سکے۔ [جَزَاكُمُ اللّٰهُ خَيْرًا]

آج اس عظیم کتاب کی اشاعت کے پرمسرت موقع پر مجھے بڑی شدت کے ساتھ والد محترم (حکیم محمد علی رحمہ اللہ) کی یاد تڑپا رہی ہے، جنھوں نے تنگ دستی و غربت کے باوجود مجھے دین کے لیے وقف کیا۔ والد محترم کا خلوص، محبت بھرا لہجہ اور شگفتہ و شاداب چہرہ میں کبھی نہ بھول پاؤں گا۔ رب کریم سے عاجزانہ التماس ہے کہ وہ میرے والد محترم کی قبر پر رحمت کی برکھا برسائے اور انھیں کروٹ کروٹ جنت کی بہاریں نصیب فرمائے کہ انھوں نے اپنی اولاد کے دلوں میں دین کی محبت کا بیج بونے کی مقدور بھر سعی فرمائی۔ (آمین!) سچی بات ہے کہ اگر میرے ساتھ میری والدہ محترمہ کی بے لوث محبت اور پر خلوص دعائیں نہ ہوتیں تو شاید میں یہ کام نہ کر پاتا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری والدہ کی عمر و عمل میں برکت عطا فرمائے، انھیں دین و دنیا کی ہر بھلائی عطا فرمائے اور مجھے ان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا.

میں ان تمام علمائے کرام، شیوخ الحدیث اور اساتذۂ کرام کا شکر گزار اور احسان مند ہوں جنھوں نے اسے پڑھا اور تحسین کے ساتھ ساتھ مفید مشورے بھی دیے۔ خصوصاً محترم پروفیسر حافظ محمد سعید، محترم حافظ عبد السلام بن محمد، محترم حافظ عبد المنان نور پوری، محترم حافظ صلاح الدین یوسف، محترم مفتی عبد الرحمٰن الرحمانی (رحمہ اللہ)، محترم الشیخ امین اللہ پشاوری، محترم مفتی مبشر احمد ربانی، محترم حافظ عبد اللہ رفیق، محترم الشیخ عبد العزیز آف کوئٹہ، محترم ابو سیف جمیل، محترم مفتی عبد الرحمٰن عابد، محترم مولانا گلزار احمد آف فیصل آباد حفظہم اللہ، ان میں سے بعض نے بالتفصیل اور بعض نے مختلف اجزا پڑھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

میں دار الاندلس کے رفیق ابو عمر محمد اشتیاق اصغر کا ممنون ہوں کہ جن کی نگرانی میں قرآن اور تفسیر کا یہ اہم ترین کام تکمیل کو پہنچا، نیز جنھوں نے بڑی لگن سے تہذیب و تصحیح کا کام سر انجام دیا۔ سید تنویر الحق بھائی کا سپاس گزار ہوں کہ جنھوں نے احادیث کی تحقیق و تخریج کا کام مکمل کیا اور محمد زاہد الرحمٰن بھائی کا ممنون ہوں کہ انھوں نے پروف خوانی کے

ساتھ ساتھ احادیث کی اصل کتب کے ساتھ مراجعت کا کام بھی کیا۔ ان کے علاوہ میں محمود الحسن اسد، حافظ یوسف سراج، حافظ سعید الرحمٰن اور فردوس جمال کا بھی سپاس گزار ہوں کہ جنھوں نے بڑی محنت سے پروف خوانی کا کام مکمل کیا۔ کمپوزنگ سیکشن کے رفقاء رضوان انس، محمد شفیق اور حافظ آصف رشید میرے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے بڑی تیزی سے کمپوزنگ کے مختلف مراحل کو مکمل کیا۔ اسی طرح ڈیزائننگ سیکشن کے رفقاء ضیاء الرحمٰن، حافظ محمد احمد شاکر، عمر فاروق اور عمران ندیم کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنھوں نے شب و روز محنت کر کے قرآن حکیم کا بہترین متن تیار کیا اور پھر ہر لحاظ سے تفسیر کو جاذب نظر بنانے میں اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائے۔ [جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا]

دعا ہے کہ یہ تفسیر خیالوں کا رخ موڑے، دلوں میں انقلاب برپا کرے، ہر انسان کو قرآن کریم پڑھنے، سمجھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کا خوگر بنا دے اور اسے میرے لیے، میرے والدین اور اہل و عیال کے لیے اور جمیع مسلمانوں کے لیے اس دن کا زادِ راہ بنائے جب مال و دولت اور بیٹے کام نہیں آئیں گے، وہاں صرف وہی شخص سرخرو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قلبِ سلیم کے ساتھ حاضر ہوگا۔

﴿ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [الأحقاف : ١٥]

”اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح فرما دے، بے شک میں نے تیری طرف توبہ کی اور بے شک میں حکم ماننے والوں سے ہوں۔“

« سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ »

« وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ »

الفقیر إلی عفو ربہ

ابو نعمان سیف اللہ خالد

مرکز القادسیہ چوبرجی لاہور

٦ صفر المظفر ١٤٣١ھ ـ 22 جنوری 2010ء

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ، اَمَّا بَعْدُ !

حدیث رسول ﷺ میں کہا گیا ہے کہ اللہ جس شخص سے بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں، اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔ ایک اور حدیث ہے کہ جس شخص سے اللہ بھلائی کا ارادہ رکھتے ہیں اسے دین کے لیے استعمال کر لیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو بھی اخلاص اور احتساب کے ساتھ اللہ کے لیے کام کرنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے توفیق عطا فرماتے ہیں، پھر جس قدر بندہ کوشش کرتا چلا جاتا ہے اسی قدر اللہ مدد کرتا ہے اور انسان ایسا کام کر جاتا ہے جس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ محترم بھائی سیف اللہ منکسر المزاج محنتی ساتھی ہیں۔ اللہ نے انھیں منہج کی پختگی اور سوچ کی گہرائی عطا فرمائی ہے۔ ہمیشہ مضبوط رائے پیش کرتے ہیں اور لگن سے کام کرتے ہیں۔ اللہ ان کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے اور دین کا زیادہ سے زیادہ کام لے۔

جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے فارغ ہو کر لاہور آئے اور ایک مجلس میں خطاب فرمایا، مرکز الدعوۃ والارشاد کا دعوت و جہاد کا کام ابھی ابتدائی مراحل میں تھا، میں نے جب ان کا خطاب سنا تو بہت متاثر ہوا اور اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس بھائی کو ہمارا ساتھی بنا دے، تا کہ ہم مل کر تیرے دین کا کام کریں۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی اور جلد ہم اکٹھے کام کرنے لگے۔

سیف اللہ بھائی جماعت کے ہر مرحلے میں ساتھ چلے اور ہر مشکل میں آگے بڑھے۔ اللہ نے ان سے کام لیا اور تفسیر قرآن کی بھی خاص توفیق عطا فرمائی۔ اس عظیم کام پر اللہ ہم سب کو شکر کی توفیق عطا فرمائے اور بھائی کی محنت کو قبول فرمائے۔ آمین!

سیف اللہ بھائی نے جب تفسیر کا کام شروع کیا تو چند اوراق دکھائے۔ تفسیر کا اسلوب تو واضح تھا اور جس طرح انھوں نے کتاب کے مقدمہ میں اسلوب کی وضاحت کی ہے اسی کے مطابق تھا۔ لیکن میں نے بھائی سے گزارش کی کہ عام اردو دان طبقے کے فائدے کے لیے استدلال کو زیادہ واضح کریں، تو انھوں نے اس کی طرف بھی خصوصی توجہ فرمائی اور جو حصے میں نے دیکھے ہیں، ان میں صاف نظر آتا ہے کہ جہاں خطباء کے لیے اس تفسیر میں آیات و احادیث کا اکٹھا مواد موجود ہے وہاں عام آدمی بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مدلل بھی ہے اور جامع بھی۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ایک طویل تاریکی اور فکری کج روی کے بعد اب یہ سوچ پختہ ہوتی جا رہی ہے کہ اسلام کی اصل تعبیر وتفسیر صرف قرآن مجید اور حدیثِ رسول ہی سے ممکن ہے۔ چنانچہ اس عصری فکر وشعور کا بھی تقاضا ہے کہ مستند اور معیاری تفسیر اور تفہیم ہی کو عام کیا جائے، یہ اس لیے بھی ناگزیر ہے کہ آج کا تحقیقی ذہن غیر مستند چیز بالکل قبول نہیں کرتا۔ ایسے موقع پر تحقیق اور استناد کی حامل یہ تفسیر امید ہے بہت خیر کا باعث اور قبولیت کی حامل ثابت ہوگی۔ جہاں عوام الناس اس سے خاطر خواہ دینی اور شرعی رہنمائی لیں گے، وہیں علماء، خطباء اور طلباء بھی اس کی معاونت سے اپنے وعظ وتبلیغ اور درس وارشاد کے ذریعے سے معیاری مواد لوگوں تک پہنچا سکیں گے۔ مساجد میں دروسِ قرآن کے ذریعے دعوتِ دین کا فروغ بھی اس سے آسان ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ مسلمانوں کے عقیدہ وعمل میں اصلاح فرمائے اور اس کاوش کو نجات کا موجب بنائے۔ آمین!

پروفیسر حافظ محمد سعید

امیر جماعۃ الدعوۃ پاکستان

۲۹ ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ

تقدیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَالَ : ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ، وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰى مَنْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ قُرْآنَهُ، وَ عَلٰى آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا هُدْيَهُ وَ تِبْيَانَهُ . أَمَّا بَعْدُ !

اللہ تعالیٰ نے ذکر کتاب وحکمت قرآن وسنت کی صیانت وحفاظت کا ذمہ خود اٹھایا اور فرمایا: ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر: ۹] ”بے شک ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔“ یہ حفاظت، حفاظت لفظی اور حفاظت معنوی دونوں کو شامل ہے، اللہ تعالیٰ کی خبر سچ ہی سچ ہوتی ہے: ﴿ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴾ ایک مقام پر فرمایا: ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ﴾ تو آج تک ذکر کتاب وحکمت قرآن وسنت کے الفاظ بھی محفوظ ہیں اور معانی بھی محفوظ ہیں اور تا قیامت یہ دونوں محفوظ رہیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سال دو سال صدی دو صدی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھایا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حفاظت کا ذمہ اٹھایا ہے۔

الفاظ کے محفوظ ہونے کو تو عام لوگ بھی سمجھ رہے ہیں، معانی کا محفوظ ہونا اس طرح ہے کہ سنت وحدیث میں تفصیل وتوضیح ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ جیسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے، ویسے ہی قرآن مجید کے معانی بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴾ یہ بیان، بیان الفاظ اور بیان معانی دونوں کو متناول ہے کچھ آیات کا بیان تو قرآن مجید میں موجود ہے باقی آیات کا بیان سنت وحدیث میں آ جاتا ہے اور سنت وحدیث بھی وحی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ ﴾ تو ﴿ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے جس بیان کا ذمہ اٹھایا تھا وہ ذمہ پورا پورا نبھا دیا اور قرآن مجید کو بیان فرما دیا ہم اگر اس بیان الٰہی کو جاننا پہچاننا چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح وحسن سنت وحدیث کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

ان دو طریقوں سے قرآن مجید کے بیان کو ہمارے بھائی اور دوست مولانا سیف اللہ خالد صاحب حفظه الله تعالٰى و بارك فى علمه و عمله و رزقه و عمره وولده نے اپنی اس تفسیر میں جمع فرما دیا ہے۔

اس فقیر إلی اللہ الغنی نے اس تفسیر کے چوتھے پارے کے پہلے ربع کو از اول تا آخر لفظ بلفظ بغور پڑھا اور چند مقامات پر اصلاحی نوٹ بھی لکھے۔ خواص وعوام کو چاہیے کہ رطب و یابس پر مشتمل کتب کو چھوڑ کر اس جیسی تفاسیر وکتب کو زیر مطالعہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس تفسیر کو علماء، خطباء، طلباء، وکلاء، امراء، واعظین، صانعین، تاجرین، زارعین اور تمام خواص وعوام میں مقبول بنائے اور اس کے مؤلف کو دین حنیف کی نشر واشاعت اور خدمت کی مزید توفیق سے نوازے۔ آمین! یارب العالمین!

وَ یَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ آمِیْنًا

حافظ عبدالمنان نورپوری

مدرس جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

١٧/٢/١٤٣١ھ

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ !

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی گمراہی کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی بیان فرمایا کہ وہ اللہ کی کتاب پڑھتے ہوئے، یا اس کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی طرف سے کئی باتیں اس میں شامل کر دیتے اور باور یہ کرواتے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں، حالانکہ وہ ہرگز اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۷۸] ''اور بے شک ان میں سے یقیناً کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (پڑھنے) کے ساتھ اپنی زبانیں مروڑتے ہیں، تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے بڑا ظالم اس شخص ہی کو قرار دیا جو اللہ تعالیٰ کے ذمے وہ بات لگائے جو اس نے نہیں فرمائی: ﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴾ [الزمر : ۳۲] ''پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا، کیا ان کافروں کے لیے جہنم میں کوئی ٹھکانا نہیں۔''

اس میں مشرک بھی شامل ہیں، کیونکہ شرک سب سے بڑا جھوٹ ہے اور اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول کے ذمے وہ بات لگانے والے بھی جو انھوں نے نہیں فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی کہ امت مسلمہ بھی اپنے پیشرو اہل کتاب کے نقش قدم پر چلے گی، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً تم اپنے سے پہلی امتوں کی ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ (یعنی تم ہر معاملہ) میں ان کی اتباع کرو گے، حتیٰ کہ اگر وہ کسی گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی پیروی کرو گے۔'' صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ فرمایا: ''تو اور کون (ہو سکتے ہیں)؟'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ : لتتبعن سنن من کان قبلکم : ۷۳۲۰]

چنانچہ قرآن کی تفسیر اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں بھی ایسا ہی ہوا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے صاف فرما دیا تھا:
''جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ : ۱۱۰]

مگر اس تہدید کے باوجود بہت سے بدعقیدہ مفسرین نے قرآن کو اپنے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ اہل کتاب کا فریب تو چل گیا مگر امت محمد ﷺ چونکہ آخری امت تھی، اس کے بعد کسی نبی یا کسی شریعت نے اصلاح کے لیے نہیں آنا تھا، سو رسول اللہ ﷺ پر اترنے والی وحی کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھا لیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر : ۹] ''بے شک ہم نے ہی یہ نصیحت نازل کی ہے اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لیے وہ انتظام فرمایا جو نہ پہلے کسی چیز کے لیے ہوا نہ بعد میں۔ چنانچہ ہر بات کے لیے سند کا مطالبہ، اسماء الرجال کا علم، اصول حدیث اور احادیث کی تدوین کے لیے محدثین کی محنت اسلام کا معجزہ ہے۔ اس لیے اگرچہ کتاب اللہ کی تفسیر میں یا حدیث رسول ﷺ میں بہت سے لوگوں نے بہت سی باتیں اپنی طرف سے شامل کرنے کی کوشش کی، مگر متقدمین مفسرین مثلاً امام المفسرین الطبری اور دوسرے مفسرین نے ہر بات سند سے بیان کی تھی، جس سے سچ اور جھوٹ کو الگ الگ کرنا آسان ہو گیا، پھر قرآن کی تفسیر کا سب سے بڑا ذریعہ خود قرآن مجید اور محدثین کے مرتب کردہ صحیح احادیث کے مجموعے تھے، اس لیے اہل علم کو صحیح تفسیر کی تلاش میں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آئی۔

انھی خوش نصیب لوگوں میں ہمارے عزیز بھائی سیف اللہ خالد ہیں، جنھوں نے اپنی تفسیر میں قرآن مجید اور صحیح روایات کی پابندی کی ہے۔ ان کی اپنی تفہیم میں ممکن ہے کوئی اجتہادی خطا ہو گئی ہو، اس پر بھی وہ اپنی کوشش کی وجہ سے ایک اجر ضرور پائیں گے، مگر عوام اور خطباء کے لیے انھوں نے آیات اور صحیح احادیث کا جو ذخیرہ جمع کر دیا ہے، یقیناً وہ انھیں بہت سی کتابوں سے بے نیاز کر دے گا۔ یقیناً یہ تفسیر ان عوام اور اہل علم کے لیے ایک شاندار تحفہ ہے جو نہ زیادہ تفسیروں کا مطالعہ کر سکتے ہیں اور نہ صحیح اور ضعیف کی پڑتال کی استعداد رکھتے ہیں، یا رکھتے ہیں تو اتنا وقت نہیں نکال پاتے، ان سب کے لیے قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے اور کسی درس یا خطبہ یا تحریر کی تیاری کے لیے یہ تفسیر بہترین معاون ثابت ہو گی، باقی خطا سے کون پاک ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی خطائیں معاف فرمائے۔ (آمین!)

اپنی تفسیر کا تفصیلی تعارف خود مؤلف نے کروا دیا ہے اور وہ ان شاء اللہ کافی ہے۔

(حافظ) عبد السلام بن محمد
جامعۃ الدعوۃ الاسلامیہ مرکز طیبہ مریدکے

۲۵ ذوالحجة ، ۱٤۳۰ھ

تقریظ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ وَالۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ، اَمَّا بَعۡدُ !

مولانا سیف اللہ خالد ﷾ مدیر دارالاندلس کی زیرنظر تفسیر مشہور و متداول تفاسیر سے یکسر مختلف ہے۔ عام تفاسیر کا اسلوب اور طرز بالعموم یہ ہے کہ مفسر قرآن مجید کی آیت کی تفسیر اپنے علم وفہم کی روشنی میں کرتا ہے اور اس ضمن میں اس سے ملتی جلتی آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے بھی استدلال کرتا ہے۔ یہ ان مفسرین کا انداز ہے جو صحیح منہج و تعبیر کے حامل ہیں۔

دوسری قسم کے مفسرین وہ ہیں جو فکری زیغ و ضلال کا شکار ہیں اور قرآن کریم کے مجموعی مفاہیم و مطالب اور احادیث سے یکسر بے پروا اور اپنی رائے اور اُپج کو سب سے زیادہ اہمیت دینے والے۔ ان کی تفاسیر " ضَلُّوۡا وَ اَضَلُّوۡا " کا مصداق ہیں۔ [اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنۡهَا]

یہ تفسیر اگرچہ اول الذکر تفاسیر میں سے ہے، لیکن ایک اعتبار سے ان سے مختلف ہے کہ اس میں تفسیر کے طور پر صرف اور صرف وہ آیات و احادیث جمع کر دی گئی ہیں جو آیتِ زیر بحث سے متعلق ہیں اور فاضل مفسر کی طرف سے توضیح کا مختصر اہتمام کیا گیا ہے۔ گویا یہ تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن یا تفسیر القرآن بالاحادیث کی آئینہ دار ہے۔ اس اعتبار سے علماء وخطباء کے لیے بالخصوص یہ تفسیر بہت مفید ہے۔

دوسری خوبی اس تفسیر کی یہ ہے کہ یہ ضعیف اور موضوع اور اسی طرح کی بے سروپا اسرائیلی روایات سے پاک ہے اور اس میں صرف صحیح یا حسن روایات ہی کا التزام کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف ﷾ کی اس علمی کاوش کو قبول فرمائے اور عوام و خواص کے لیے اس کو زیادہ سے زیادہ مفید اور مؤثر بنائے۔ بلاشبہ اردو تفاسیر میں یہ تفسیر ایک اچھا اضافہ اور منفرد نوعیت کی حامل ہے۔

[جَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا وَ عَنۡ جَمِيۡعِ الۡمُسۡلِمِيۡنَ خَيۡرَ الۡجَزَاءِ]

(حافظ) صلاح الدین یوسف

مدیر: شعبہ تحقیق و تالیف دارالسلام لاہور

ذوالحجۃ ۱۴۳۰ھ۔ نومبر ۲۰۰۹ء

ابتدائیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، اَمَّا بَعْدُ!

قرآن حکیم وہ مقدس، لازوال اور لاریب کتاب ہے، جسے انسانوں کے لیے رشد و ہدایت بنا کر نازل کیا گیا ہے۔ اس کی مثل و نظیر لانے سے دنیا عاجز و درماندہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں تدبر و تفکر کی دعوت دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ﴾ [النساء : ۸۲] ''تو کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے اور اگر وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔'' دوسری جگہ فرمایا: ﴿ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [صٓ : ۲۹] ''یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔'' ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُہَا ﴾ [محمد : ۲۴] ''تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے، یا کچھ دلوں پر ان کے قفل پڑے ہوئے ہیں؟''

اہل علم پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے کلام کے معانی و مفاہیم کی عقدہ کشائی کریں، اس کی صحیح نہج پر تفسیر بیان کریں اور اس کے علوم و معارف سے عامۃ الناس کو آگاہ کریں، کیونکہ اللہ کی کتاب علم و آگہی، اسرار و رموز، رشد و ہدایت اور تصفیہ و تزکیہ کا خزانہ ہے۔ کلام الٰہی کے بحر بے کنار میں غوطہ زنی کرنا اور اس کے انمول موتیوں سے عوام و خواص کی جھولیاں بھرنا اہل علم کے ذمے ہے۔

اس کتاب سے اعراض کرنا اور اس کی تفہیم و تعلیم سے دور رہنا اپنے آپ کو جہنم کے عمیق گڑھوں میں گرانے کے مترادف ہے۔ دنیا میں بے شمار اور ان گنت و لاتعداد افراد نے اس کلام کی تعبیر و توضیح کرنے کی سعی کی ہے، لیکن کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے کلام کی تفسیر کو سلف صالحین کے منہج سے ہٹ کر اپنی آراء و قیاسات اور عقل نارسا کی بھینٹ چڑھا دیا اور احادیث صحیحہ اور آثار حسنہ کی پروا کیے بغیر اپنی من مانی کی۔

حالانکہ ہمارے اسلاف اللہ کی کتاب میں اپنی عقلی تعبیریں بیان کرنے سے اجتناب کرتے تھے، ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں: '' أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ سُئِلَ عَنْ آیَۃٍ لَوْ سُئِلَ عَنْھَا بَعْضُکُمْ فَقَالَ فِیْھَا فَأَبٰی أَنْ یَقُوْلَ فِیْہِ '' [تفسیر طبری :

١/ ٦٢، ٦٣، رقم : ٩٨، ط دار الحديث العلمية بيروت] ”بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے اس کے بارے میں کچھ کہنے سے انکار کر دیا، اگر تم میں سے کسی سے اس کے بارے میں سوال کیا جاتا تو وہ اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ کہہ دیتا۔“

یعنی قرآن حکیم کی جن آیات کے بارے میں انھیں صحیح علم ہوتا اس کی تفسیر بیان کرتے اور جن آیات کے بارے میں علم نہ ہوتا اپنی مرضی اور آراء سے ان کی تفسیر بیان نہیں کرتے تھے۔

قرآن حکیم کے تعلیم وتعلم کے لیے عقل وخرد سے کام لینے کا ضرور کہا گیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی کی عقل کو اپنی کتاب پر حاکم نہیں بنایا، عقل اللہ کے کلام کو سمجھنے کے لیے دی گئی ہے، اس کا معنی ومفہوم بدلنے کے لیے نہیں، چنانچہ اگر کوئی آیت سمجھ میں نہ آئے تو اس پر مزید تفکر وتدبر کیا جائے اور اہل علم سے رجوع کر کے اس کی تفسیر تو معلوم کی جائے لیکن اپنی عقلی تاویلوں کے ذریعے اللہ کی کتاب میں رائے زنی ہرگز نہ کی جائے۔ جب لوگ قرآن حکیم کی تفسیر اپنی آراء، قیاسات اور عقلی تاویلوں سے کرنا شروع کر دیتے ہیں تو اس سے گمراہی کے دروازے کھلتے ہیں اور ہر کوئی اپنی من مانی تفسیر اخذ کرنے لگتا ہے۔ ہمارے ملک میں کتنے ہی ایسے گروہ ہیں جو کتاب اللہ کی تفسیر صرف اپنی آراء سے کرتے ہیں اور اسے اللہ کی مراد گردانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے، اس کی تفسیر وہی کر سکتا ہے جو اس کے مساوی ہو یا اس سے اونچا ہو، جب اللہ کے نہ کوئی مساوی اور برابر ہے اور نہ اس سے کوئی اونچا ہی ہے تو پھر اللہ کی کتاب کی تفسیر بھی کوئی نہیں کر سکتا، صرف قرآن ہی قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔ یہ کہہ کر ایسے لوگ اپنی عقل نارسا کے ساتھ قرآن کی تفسیر کرتے ہیں اور اسے اللہ کی تفسیر باور کراتے ہیں۔ اسی گمراہی اور ضلالت سے بچنے کے لیے اسلاف نے قرآن کی تفسیر کا جو سب سے احسن طریقہ ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر قرآن حکیم نے ایک مقام پر کوئی بات اجمالاً بیان کی ہے اور دوسرے مقام پر تفصیلاً ذکر کر دی ہے، تو ان آیات کو مدنظر رکھا جائے، تاکہ قرآن کی تفسیر قرآن سے ہو، پھر اس کے بعد اس آیت کی تفسیر کے لیے سنت وحدیث کی طرف رجوع کیا جائے، اس لیے کہ مستند حدیث قرآن کی شارح اور وضاحت کرنے والی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ﴾ [النساء : ١٠٥] ”بے شک ہم نے تیری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی، تاکہ تو لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرے جو اللہ نے تجھے دکھایا ہے۔“ نیز فرمایا: ﴿ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ﴾ [النحل : ٦٤] ”اور ہم نے تجھ پر کتاب نازل نہیں کی، مگر اس لیے کہ تو ان کے لیے وہ بات واضح کر دے جس میں انھوں نے اختلاف کیا ہے۔“ سورۂ نحل میں فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ﴾ [النحل : ٤٤] ”اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے۔“

سیدنا مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(لوگو!) سن لو! بے شک مجھے قرآن دیا گیا ہے اور

اس کے ساتھ اس کی مثل بھی۔'' [مسند أحمد : ٤/١٣١، ح : ١٧١٧٩ـ أبو داوٗد، کتاب السنة، باب في لزوم السنة: ٤٦٠٤]

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : " فَكَانَ السُّنَّةُ بِمَنْزِلَةِ التَّفْسِيرِ وَالشَّرْحِ لِمَعَانِي أَحْكَامِ الْكِتَابِ "
[الموافقات : ٤/١٠] ''گویا کہ سنت اللہ کی کتاب کی تفسیر اور شرح کے مقام ومنزلت پر ہے۔''

احادیث وسنن کے بغیر قرآن کے اجمال کو سمجھنا اور آیات کا موقع ومحل پہچاننا ایک صعب اور دشوار بلکہ ناممکن عمل ہے۔ علامہ عبدالجبار عمر پوری رحمہ اللہ نے کیا ہی خوب کہا: ''دل کی کوئی بات بغیر زبان کے ظاہر نہیں ہوسکتی اور زبان بغیر دل کے اشارہ وارادہ کے حرکت نہیں کرسکتی، یہی کیفیت قرآن وحدیث کی ہے، قرآن جہان میں ایسے ہے جیسے انسان کے اندر دل اور حدیث ایسے ہے جیسے منہ میں زبان۔ قرآن قانون وقاعدہ کلی مقرر کرنے والا ہے اور حدیث اس کی شرح وتفصیل کرنے والی اور اس کی جزئیات وفروعات کھولنے والی ہے۔'' [عظمت حدیث، ص : ٤٥، ٤٦]

لہٰذا قرآن وحدیث آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ہلاکت وگمراہی ہے، صاحب عقیدہ طحاویہ راقم ہیں: " كُلُّ مَنْ قَالَ بِرَأْيِهِ وَ ذَوْقِهِ وَ سِيَاسَتِهِ مَعَ وُجُوْدِ النَّصِّ أَوْ عَارِضِ النَّصِّ بِالْمَعْقُوْلِ فَقَدْ ضَاهِي إِبْلِيْسَ حَيْثُ لَمْ يُسَلِّمْ أَمْرَ رَبِّهِ، بَلْ قَالَ : ﴿ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴾ [الأعراف : ١٢] وَ قَالَ تَعَالٰى : ﴿ مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ﴾ [النساء : ٨٠] وَ قَالَ تَعَالٰى: ﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴾ [آل عمران : ٣١] وَ قَالَ تَعَالٰى : ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [النساء : ٦٥] أَقْسَمَ سُبْحَانَهُ بِنَفْسِهِ أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْا نَبِيَّهُ وَ يَرْضُوْا بِحُكْمِهِ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا " [شرح العقيدة الطحاويه : ص ٢٠٧، ٢٠٨] ''ہر وہ شخص جس نے نص کی موجودگی میں یا معقولات کے ساتھ نص کا معارضہ کرتے ہوئے اپنی رائے، ذوق اور سیاست سے بات کہی، اس نے ابلیس کے ساتھ مشابہت کی، اس نے اللہ کا امر تسلیم نہ کیا، بلکہ کہا: ''میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھیں تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر

اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کرلیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی قسم کھا کر فرما دیا ہے کہ جب تک لوگ اس کے نبی کا فیصلہ تسلیم نہیں کرتے اور اس کے حکم پر راضی نہیں ہوتے اور اچھے طریقے سے مان نہیں جاتے تو ایمان دار نہیں ہو سکتے۔''

لہٰذا نبی کریم ﷺ کے کیے ہوئے فیصلوں اور آپ کے ارشادات عالیہ اور افعال حسنہ اور تقاریر جیدہ کو جو لوگ تسلیم نہیں کرتے وہ اپنے ایمان کی فکر کریں، حدیث وسنت ہی سے قرآن کی صحیح تعبیر وتوضیح ہوتی ہے، اللہ کی کتاب کے بعد منبع رشد وہدایت یہی حدیث وسنت ہے۔ محض زبان دانی اور عربی کلام پر مہارت وقدرت تفسیر قرآن کے لیے کافی نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زبان ولسان سے اچھی طرح واقف تھے، ان کی مادری زبان عربی تھی، لیکن پھر بھی وہ قرآن کی تشریح و توضیح کے لیے سنت نبوی کے محتاج تھے اور اللہ کے رسول ﷺ ہی سے قرآن کی تفسیر وتوضیح معلوم کرتے تھے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو احادیث رسول کو اخبار، احاد اور ظنیات سے تعبیر کر کے پس پشت ڈال دیتے ہیں اور اس کے بعد اپنی ناقص عقل کو حاکم بنا کر فیصلہ کرنے لگ جاتے ہیں اور اس سلسلۂ ضلالت میں کئی بڑے بڑے نام نہاد مفسروں کے نام آتے ہیں، جن کا کام ہی احادیث رسول پر تیشہ زنی کرنا اور عقلی گھوڑے دوڑا کر ضلالت و گمراہی کے دروازے کھولنا اور پھر وہ بزعم خود علامۃ الزماں بن کر اپنی آراء کے نشتر اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری جیسی کتب کو بھی معاف نہیں کرتے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے حدیث کی عقائد واحکام میں اہمیت پر ایک مختصر اور جامع کتاب مرتب کی "اَلْحَدِیْثُ حُجَّةٌ بِنَفْسِهِ فِي الْعَقَائِدِ وَ الْأَحْكَامِ" اور اس میں ناقابل تردید دلائل و براہین سے واضح کیا کہ جب کوئی حدیث وسنت رسول مکرم ﷺ سے اسانید صحیحہ وحسنہ سے ثابت ہو جائے تو اس سے عقیدہ بھی ثابت ہوتا ہے اور احکامات شرعیہ بھی۔ اسی طرح اس موضوع پر ان کی ایک دوسری کتاب بھی ہے" مَنْزِلَةُ السُّنَّةِ فِي الْإِسْلَامِ وَ بَيَانِ أَنَّهُ لَا يُسْتَغْنَى عَنْهَا بِالْقُرْآنِ " ''اسلام میں سنت کی قدر و قیمت اور اس بات کا بیان کہ قرآن کے ساتھ اس سے استغنا نہیں برتا جا سکتا۔''

سنت وحدیث قرآن کے اجمال کی تفصیل، اس کے عموم کی تخصیص اور مطلق کی تقیید کرتی ہے، اس کے بغیر فہم قرآن ممکن نہیں، تفصیل کا شائق و طالب ان کتب کا مطالعہ ضرور کرے۔ اللہ تعالیٰ صحیح فہم نصیب فرمائے اور عمل کی توفیق دے۔ آمین!

اگر کسی آیت کریمہ کی تفسیر احادیث وسنن سے معلوم نہ ہو رہی ہو تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پھر ان کے معروف ترین تلامذہ سے رہنمائی لی جا سکتی ہے۔

بہر کیف سلف صالحین کے اسی منہج کو سامنے رکھ کر ہماری جماعت کے روحِ رواں، فاضل نوجوان، دارالاندلس کے مدیر،

محترم المقام سیف اللہ خالد ﷾ نے قرآن حکیم کی تفسیر مرتب کی ہے، جس میں مقدور بھر احادیث صحیحہ کو جمع کر دیا ہے۔ انداز اور اسلوب کی توضیح انھوں نے مقدمہ میں کر دی ہے۔ میں نے اس تفسیر کا تیسرا پارہ چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھ کر قرۃ العین حاصل کی ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف و جامع کی اس کوشش و کاوش کو درجۂ قبولیت پر فائز کرے اور انھیں مزید ایسے عالی شان اور بلند مرتبہ کام کرنے کی ہمت وتوفیق عنایت کرے۔ یہ قرآن کی خدمت میں ایک عظیم قدم اور تفسیر بالماثور کا عظیم شاہکار ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ان کے حق میں شافع بنائے اور تمام دیگر احباب کو اس سے کماحقہ فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین!

ابوالحسن مُبشّر احمد ربّانی عفی اللہ عنہ

سورۃ الفاتحۃ مکیۃ

سورۂ فاتحہ کے شان نزول کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک دن جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے اپنے اوپر کی طرف سے بڑے زور سے دروازہ کھلنے کی آواز سنی، انھوں نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: ''آج آسمان کا وہ دروازہ کھلا ہے، جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا اور اس سے ایک فرشتہ اترا ہے۔'' پھر فرمایا: ''اس دروازے سے یہ فرشتہ زمین پر اترا ہے، یہ آج کے دن سے پہلے کبھی نہیں اترا۔'' اس فرشتے نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) سلام کیا اور کہا: ''آپ کو ان دو نوروں کی خوشخبری ہو جو آپ کو عنایت ہوئے ہیں یہ آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئے، ان میں سے ایک سورۃ الفاتحہ ہے اور دوسرا نور ہے سورۂ بقرہ کی آخری آیات۔ آپ جب بھی ان دونوں میں سے کوئی حرف تلاوت کریں گے تو آپ کو مانگی ہوئی چیز ضرور عطا کر دی جائے گی۔'' [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل الفاتحۃ و خواتیم سورۃ البقرۃ ...... الخ : ۸۰۶]

سورۂ فاتحہ قرآنِ مجید کی سب سے زیادہ عظمت والی سورت ہے، جیسا کہ سیدنا ابوسعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میں اسی وقت حاضر نہ ہوا (بلکہ نماز پڑھ کر گیا) اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں نماز پڑھ رہا تھا (اس وجہ سے دیر ہوئی) تو آپ نے فرمایا: ''کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ﴾ [الأنفال : ۲٤] ''تم اللہ کی اور رسول کی دعوت قبول کرو، جب وہ تمھیں بلائے۔'' پھر مجھ سے فرمایا: ''تیرے مسجد سے باہر جانے سے پہلے میں تجھے قرآن کی ایک ایسی سورت بتاؤں گا جو (اجر و ثواب میں) ساری سورتوں سے بڑھ کر ہے۔'' پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، جب آپ نے باہر آنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میں تم کو ایک سورت بتلاؤں گا جو قرآن کی سب سورتوں سے بڑھ کر ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وہ سورت ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ہے، یہی السبع المثانی (یعنی سات آیتیں ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں) اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔'' [بخاری ، کتاب التفسیر، باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب : ٤٤٧٤]

اس سورۂ کریمہ کے پڑھ کر پھونکنے سے یعنی دم سے سانپ وغیرہ کے زہر کا اثر اللہ کے حکم سے ختم ہو جاتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرب کے ایک قبیلہ کے پاس سے کچھ صحابہ کا گزر ہوا، قبیلہ والوں نے صحابہ کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا، اسی اثنا میں ان کے سردار کو بچھو (یا سانپ) نے کاٹ لیا۔ قبیلہ والوں نے صحابہ سے کہا، تمھارے پاس کوئی دوا ہو، یا تم لوگوں میں کوئی دم جھاڑ کرنے والا شخص ہو؟ صحابہ نے کہا، تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، لہٰذا جب تک تم ہمیں کچھ مال نہ دو گے ہم علاج نہیں کریں گے۔ اس پر ان لوگوں نے کچھ بکریاں دینے کا وعدہ کیا تو ایک شخص نے سورۂ فاتحہ پڑھنی شروع کی اور ساتھ ساتھ وہ تھوک جمع کرتا اور (متاثرہ جگہ) تھتکارتا جاتا، تو یوں سردار اچھا ہو گیا۔ وہ بکریاں لے کر آئے تو بعض صحابہ نے کہا، ہم بکریاں نہیں لیں گے، جب تک کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت نہ کر لیں۔ واپسی پر انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، رسول اللہ ﷺ اس پر مسکرا دیے اور اس شخص سے فرمایا: ''تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ سورت رقیہ (دم) ہے؟ (تم نے ٹھیک کیا) یہ بکریاں لے لو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ نکالو۔''
[بخاری، کتاب الطب، باب الرقی بفاتحة الکتاب : ٥٧٣٦۔ مسلم، کتاب السلام، باب جواز أخذ الأجرة علی الرقیة بالقرآن والأذکار : ٢٢٠١]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ رُقیہ ہے، اس کے ذریعے سے دم کر کے علاج کیا جا سکتا ہے۔ نیز واضح ہوا کہ وقتِ ضرورت قرآن مجید پر اجرت لینا جائز ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجرت کا مطالبہ اس لیے کیا تھا کہ اہل بستی نے ان کی مہمانی سے انکار کر دیا تھا، لہٰذا جائز دم کرنا اور اس کی اجرت لینا جائز ہے، لیکن اسے ایک مستقل پیشہ بنا لینا ثابت نہیں۔ پھر مہمل الفاظ سے تعویذ لکھنا، انھیں پانی میں گھول کر پلانا، گلے میں لٹکانا یا کسی دوسری جگہ باندھنا، تو ایسے کام شرعاً حرام ہیں۔

سورۂ فاتحہ ہی نماز ہے، جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔ بندہ جب کہتا ہے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری تعریف کی ہے اور جب کہتا ہے: ﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری ثنا کی ہے اور جب کہتا ہے: ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور یوں بھی فرماتا ہے کہ میرے بندے نے (اپنا معاملہ) میرے سپرد کر دیا۔ بندہ جب کہتا ہے: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے اور جب بندہ یہ کہتا ہے: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ تو اللہ فرماتا ہے، یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے

لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔'' [مسلم، كتاب الصلوة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة ...... الخ : ٣٩٥]

تورات و انجیل اور قرآن مجید میں سورۂ فاتحہ کی مثل کوئی سورت نہیں، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ میں تمھیں ایک ایسی سورت سکھاؤں کہ اس جیسی سورت نہ تورات میں نازل ہوئی، نہ زبور میں، نہ انجیل میں اور نہ قرآن میں۔'' ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ہاں! اے اللہ کے رسول! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں امید کرتا ہوں کہ تم اس دروازے سے نہ نکلنے پاؤ گے کہ وہ تمھیں سکھا دی جائے گی۔'' سیدنا ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ سے بات کرنے لگے، میں آہستہ آہستہ چل رہا تھا، اس ڈر سے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بات ختم کرنے سے پہلے (دروازہ پر) نہ پہنچ جائیں۔ جب ہم دروازے کے قریب پہنچے تو میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! وہ کون سی سورت ہے جس کے بتانے کا آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نماز میں کیا پڑھتے ہو؟'' سیدنا ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے سورۃ الفاتحہ پڑھ کر سنائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ نے اس سورت کے مثل نہ تورات میں کوئی سورت نازل کی، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ فرقان (قرآن) میں اور بے شک وہ سبع مثانی ہے۔'' [مسند أحمد : ٢/٤١٢، ٤١٣، ح : ٩٣٦٤۔ ترمذی، كتاب فضائل القرآن، باب ما جاء في فضل فاتحة الكتاب : ٢٨٧٥]

ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔'' [بخاری، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم ...... الخ : ٧٥٦۔ مسلم، كتاب الصلوة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة ...... الخ : ٣٩٤]

ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا، جیسا کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور آخری دو میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ [بخاری، كتاب الأذان، باب يقرأ في الأخريين بفاتحة الكتاب : ٧٧٦]

امام کے پیچھے بھی سورۂ فاتحہ ضروری ہے، جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور آپ کے لیے تلاوت قرآن مشکل ہو گئی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''شاید تم اپنے امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے ہو؟'' ہم نے کہا، ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''سوائے فاتحہ کے اور کچھ نہ پڑھا کرو، کیوں کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے۔'' [ترمذی، كتاب الصلوة، باب ما جاء في القراءة خلف الإمام : ٣١١۔ أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب من ترك القراءة في صلوته بفاتحة الكتاب : ٨٢٣]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں سوچتا تھا کہ قرآن کا پڑھنا مجھ پر دشوار

کیوں ہوتا ہے (پھر میں نے جان لیا کہ تمھارے پڑھنے کی وجہ سے دشوار ہوا) پس جب میں جہراً پڑھوں (جہری نماز میں) تو قرآن سے سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ بھی نہ پڑھو۔'' [أبو داوٗد، کتاب الصلوۃ ، باب من ترك القراءۃ فی صلوته بفاتحة الکتاب : ۸۲٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ (نماز) ناقص ہے، ناقص ہے، ناقص ہے، نامکمل ہے۔'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں (تو کیا پھر بھی پڑھیں)؟ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، (ہاں!) تب تو اس کو دل میں پڑھ۔ [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب وجوب القراءۃ فی کل رکعة ...... الخ : ۳۹٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نماز پڑھائی۔ فارغ ہو کر ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: ''کیا تم اپنی نماز میں امام کی قراءت کے دوران میں کچھ پڑھتے ہو؟'' سب خاموش رہے۔ تین بار آپ نے ان سے یہی پوچھا، تو انھوں نے جواب دیا، جی ہاں! ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کیا کرو، بلکہ تم صرف سورۂ فاتحہ دل میں پڑھ لیا کرو۔'' [ابن حبان : ۱۸٤٤ ۔ السنن الکبریٰ للبیهقی : ۲/ ۱٦٦]

ان صحیح احادیث کی رو سے ہر نمازی کے لیے ہر نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا لازمی ہے۔ نمازی خواہ امام ہو، یا مقتدی، یا منفرد، اگر وہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہ بندوں کو شیطان کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴾ [النحل : ۹۸] ''پس جب تو قرآن پڑھے تو مردود شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کر۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [الأعراف : ۲۰۰] ''اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بے شک وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴾ [المؤمنون : ۹۷، ۹۸] ''اور تو کہہ اے میرے رب! میں شیطانوں کی اکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے میرے رب! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان مردود سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ شیطان انسان کا ایسا رذیل دشمن ہے جو کسی بھی بھلائی اور احسان کو نہیں مانتا اور ہر وقت اس کے خلاف سازش میں لگا رہتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ شیطان مردود کے شر سے پناہ مانگنے کے صحیح احادیث سے اخذ کردہ چند مقامات

درج ذیل ہیں۔

نماز شروع کرتے وقت شیطان کے شر سے پناہ طلب کرنا، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو قیام فرماتے تو نماز شروع کرتے ہوئے ''اللہ اکبر'' کہتے، پھر یہ پڑھتے: « سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ تَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ » ''میں پاکی بیان کرتا ہوں تیری اے اللہ! تیری ہی حمد و ثنا کے ساتھ، تیرا نام بہت برکت والا ہے، تیری شان بہت بلند و بالا ہے اور تیرے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔'' پھر آپ تین بار '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' پڑھتے، پھر یہ پڑھتے: « أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْخِهٖ »، پھر تین بار ''اللہ اکبر'' کہتے، پھر یہ پڑھتے: « اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ » ''میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں جو سننے والا، جاننے والا ہے شیطان مردود سے، یعنی اس کے وسوسے سے اور اس کی پھونک اور اس کے جادو سے۔'' [مسند أحمد : ۵۰/۳، ح : ۱۱۴۷۹۔ أبو داؤد، كتاب الصلوة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم و بحمدك : ۷۷۵۔ ترمذی ، كتاب الصلوة، باب ما يقول عند افتتاح الصلوة : ۲۴۲]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کہا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ » ''اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے اور اس کے وسوسے سے، اس کے تکبر اور اس کے جادو سے۔'' [ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب الاستعاذة في الصلوة: ۸۰۸]

غصہ کے وقت اللہ کی پناہ طلب کرنا، جیسا کہ سیدنا سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ دو آدمیوں نے آپس میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ایسا کرتے ہوئے ان میں سے ایک تو اس قدر غصے میں تھا کہ غصے کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے شک میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ اسے پڑھ لے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے اور وہ کلمہ یہ ہے: « اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ »'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس شخص سے کہا، کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں سنا؟ اس نے جواب دیا کہ میں مجنون نہیں ہوں۔ [بخاری، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب : ۶۱۱۵۔ مسلم، كتاب البر والصلة ، باب فضل من يملك نفسه عند الغضب...... الخ : ۲۶۱۰]

بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت اللہ کی پناہ طلب کرنا، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ بیت الخلا میں داخل ہوتے تو فرماتے: « اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ » ''اے اللہ! میں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' [بخاری، كتاب الوضوء، باب ما يقول عند الخلاء : ۱۴۲۔ مسلم، كتاب الحيض، باب ما يقول إذا أراد دخول الخلاء : ۳۷۵]

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ بیت الخلا (جنوں اور شیطانوں کے) حاضر ہونے کی جگہ ہے، لہٰذا جب تم میں سے کوئی بیت الخلا میں داخل ہو تو کہے: « اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ » ”میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں کے شر سے۔“ [أبو داوٗد، کتاب الطهارة، باب ما يقول الرجل إذا دخل الخلاء : ٦]

بیوی سے ہم بستری کے وقت شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ چاہنا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کے وقت یہ دعا پڑھ لے: « بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا » ”اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! ہمیں شیطان کے شر سے محفوظ رکھ اور ہمیں تو جو اولاد عطا فرمائے اسے بھی شیطان سے بچانا“ تو اگر اس ملاپ سے بچہ پیدا ہوگا تو شیطان اسے کبھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔“ [بخاری، کتاب النکاح ، باب ما يقول الرجل إذا أتى أهله : ٥١٦٥۔ مسلم، کتاب النکاح، باب ما يستحب أن يقوله عند الجماع : ١٤٣٤]

کسی وادی یا منزل پر پڑاؤ کے وقت اللہ کی پناہ میں آنا، جیسا کہ سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”جو شخص کسی جگہ پڑاؤ کرے اور یہ دعا پڑھے: « اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ » ”اللہ کے تمام کلمات کے ساتھ، ان سب چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کو اس نے پیدا کیا“ تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، یہاں تک کہ وہ وہاں سے کوچ کر جائے۔“ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب في التعوذ من سوء القضاء ...... الخ : ٢٧٠٨]

مسجد میں داخل ہوتے وقت اللہ کی پناہ میں آنا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تو یہ فرماتے تھے: « اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ » ”میں عظمت والے اللہ اور اس کے کریم چہرے کی اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں، مردود شیطان سے۔“ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ”جو ایسا کہے تو شیطان کہتا ہے کہ تو مجھ سے آج پورا دن محفوظ رہے گا۔“

[أبو داوٗد، کتاب الصلوة، باب ما يقول الرجل عند دخوله المسجد : ٤٦٦]

مسجد سے نکلتے وقت اللہ کی پناہ طلب کرنا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام پڑھے اور یہ دعا پڑھے: « اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ » ”اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔“ اور جب مسجد سے نکلے تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام پڑھے اور یہ کہے: « اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ » ”اے اللہ! مجھے شیطان مردود کے شر سے محفوظ رکھ۔“

[ابن ماجه، کتاب المساجد، باب الدعاء عند دخول المسجد : ٧٧٣]

نماز میں شیطانی وسوسوں سے اللہ کی پناہ چاہنا، جیسا کہ سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے اور میری نماز اور قراءت کے درمیان شیطان حائل ہو جاتا ہے، وہ مجھ پر قراءت کو خلط ملط کرتا ہے، تو آپ نے فرمایا: ''یہ شیطان ہے، جسے خنزب کہا جاتا ہے، جب تم اس کے حائل ہونے کو محسوس کرو تو اس (کے شر) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو (یعنی ''أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ'' پڑھو) اور تین بار اپنی بائیں جانب تھتکارو۔'' عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ عزوجل نے اس شیطان کو مجھ سے دور کر دیا۔[مسلم، کتاب السلام، باب التعوذ من شیطان الوسوسة فی الصلوة : ۲۲۰۳۔ مسند أحمد : ۲۱٦/٤، ح : ۱۷۹۱۸]

بچوں کے لیے اللہ کی پناہ کے خواہاں ہونا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لیے ان کلمات کے ذریعے پناہ طلب کیا کرتے تھے: ((أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ)) ''میں اللہ کے تمام کلمات کے ساتھ (تم دونوں کے لیے) ہر شیطان سے اور اس مخلوق سے جو بدی کا ارادہ کرے اور ہر نظر لگانے والی آنکھ سے پناہ مانگتا ہوں۔''[بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، بابٌ : ۳۳۷۱]

بیماری کے وقت اللہ کی پناہ مانگنا، جیسا کہ سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک بیماری کی شکایت کی جو اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے پہلی دفعہ محسوس کی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے ہاتھ کو اپنے جسم پر تکلیف والی جگہ رکھ کر تین مرتبہ ''بِسْمِ اللّٰهِ'' کہہ اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھ: ((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَ أُحَاذِرُ)) ''میں اللہ تعالیٰ کی اور اس کی قدرت کی پناہ پکڑتا ہوں اس چیز کے شر سے جو میں پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں۔''[مسلم، کتاب السلام، باب استحباب وضع یدہ علی موضع الألم ...... الخ : ۲۲۰۲]

برا خواب دیکھنے پر اللہ کی پناہ طلب کرنا، جیسا کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، پس اگر تم میں سے کوئی شخص برا خواب دیکھ کر اس سے ڈر جائے تو وہ اپنی بائیں جانب تھتکارے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے شر سے پناہ مانگے تو وہ اسے نقصان نہ پہنچائے گا۔''[بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبلیس وجنودہ : ۳۲۹۲]

صبح و شام اور بستر پر لیٹتے وقت اللہ کی پناہ میں آنا جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ایسی دعا سکھا دیجیے جو میں صبح و شام پڑھا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کلمات پڑھا کرو: ((اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ، وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ)) ''اے اللہ! ظاہر و پوشیدہ کو جاننے والے! آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے! ہر چیز کو پالنے والے اور اس کے مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں اپنے نفس کے شر سے اور مردود شیطان کے شر اور شرک سے تیری پناہ چاہتا

ہوں۔“ پھر آپ نے فرمایا: ”اس دعا کو صبح و شام اور رات کو بستر پر جاتے وقت پڑھا کرو۔“ [ترمذی، کتاب الدعوات، باب منہ [دعاء " اللھم عالم الغیب والشھادۃ فاطر السموات والأرض] : ۳۳۹۲]

عقائد میں شیطانی وسوسوں سے اللہ کی پناہ طلب کرنا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کسی ایک کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں اور فلاں کو کس نے پیدا کیا ہے؟ فلاں چیز کس نے پیدا کی ہے؟ حتیٰ کہ یہ تک کہتا ہے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ لہٰذا جب ایسی سوچ آئے تو بندہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے (یعنی ”أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ“ پڑھ لے) اور آئندہ ایسی سوچ سے باز رہے۔“ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ إبلیس وجنودہ : ۳۲۷۶۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الوسوسۃ فی الإیمان وما یقولہ من وجدھا : ۲۱۴/ ۱۳۴]

موت کے وقت شیطانی حملہ سے اللہ کی پناہ چاہنا، جیسا کہ سیدنا ابو الیسر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے : « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ التَّرَدِّيْ، وَالْهَدْمِ، وَالْغَرَقِ، وَالْحَرِيْقِ، وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ يَّتَخَبَّطَنِيَ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَاَعُوْذُبِكَ أَنْ اَمُوْتَ فِيْ سَبِيْلِكَ مُدْبِرًا، وَاَعُوْذُبِكَ اَنْ اَمُوْتَ لَدِيْغًا » ”اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں کسی چیز کے نیچے آنے سے، اونچی جگہ سے گرنے سے، ڈوبنے اور جلنے سے، اور تیری پناہ مانگتا ہوں کہ موت کے وقت شیطان مجھے خبطی بنائے اور میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ تیری راہ میں جہاد سے بھاگتا ہوا مروں اور اس بات سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ کسی زہریلے جانور کے ڈسنے سے مجھے موت آئے۔“ [نسائی، کتاب الاستعاذۃ، باب الاستعاذۃ من التردی والھدم : ۵۵۳۳]

صبح و شام کے وقت اللہ کی پناہ میں آنا، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر تم شام کو یہ کلمات پڑھ لیتے: « أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ » ”میں اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ تمام چیزوں کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جو اس نے پیدا کی ہیں“ تو تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچتا۔“ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی التعوذ من سوء القضاء و درک الشقاء وغیرہ : ۲۷۰۹]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورتوں کا فرق نہ پہچانتے تھے، یہاں تک کہ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" نازل کی جاتی۔ [أبو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب من جھر بھا : ۷۸۸]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔“ پھر آپ نے یوں تلاوت فرمائی : ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ

شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ﴾ ''اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ بلاشبہ ہم نے تجھے کوثر عطا کی۔ پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ یقیناً تیرا دشمن ہی لاولد ہے۔'' [مسلم، کتاب الصلوة، باب حجة من قال البسملة آية من أول كل سورة، سوى براءة : ٤٠٠]

نعیم رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے سورۂ فاتحہ سے قبل '' بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' کی تلاوت کی ...... پھر فرمایا، قسم اس ذات کی ،جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نماز پڑھنے کے لحاظ سے تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں۔ [نسائی، كتاب الافتتاح، باب قراءة بسم الله الرحمن الرحيم : ٩٠٦]

اس مسئلہ میں کہ ''بسم اللہ'' کو جہراً پڑھا جائے یا سراً، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی بات معتدل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے کبھی جہراً پڑھتے تھے اور کبھی سراً، تاہم آپ کا سراً پڑھنا زیادہ ثابت ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم الفاظ کو کھینچ کر قراءت فرمایا کرتے تھے، پھر انھوں نے '' بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ '' کی اس طرح قراءت کر کے دکھائی کہ ''بِسْمِ اللّٰهِ'' کو کھینچ کر، پھر ''الرَّحْمٰنِ'' کو کھینچ کر اور پھر ''الرَّحِيْمِ'' کو کھینچ کر پڑھا۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن ، باب مد القراءة: ٥٠٤٦]

قرآن کریم کی کئی آیات اور صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی میں ''بسم اللہ'' کی بڑی اہمیت ہے اور کوئی بھی کام کرنے سے پہلے ''بسم اللہ'' کہنا خیر و برکت کا باعث، اللہ کی نصرت و حمایت کا ذریعہ اور تائید و حفاظت کا سبب ہے۔ ''بسم اللہ'' کہنے سے شیطان ذلیل ہو جاتا ہے، جیسا کہ ابوالملیح ایک صحابی سے بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں گدھے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، گدھا ذرا پھسلا تو میں نے کہا، شیطان کا برا ہو، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''یہ نہ کہو کہ شیطان کا برا ہو، کیونکہ اس سے شیطان پھول جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اپنی قوت کے ساتھ اسے گرایا ہے، سو اگر تم ''بسم اللہ'' کہو تو اس سے شیطان اپنے آپ کو نہایت چھوٹا اور حقیر سمجھتا ہے، یہاں تک کہ مکھی سے بھی زیادہ چھوٹا اور زیادہ حقیر۔'' [مسند أحمد : ٥/ ٥٩، ح : ٢٠٦١٦۔ السنن الكبرى للنسائی : ٦/ ١٤٢، ح : ١٠٣٨٨]

خط کتابت کا آغاز ''بسم اللہ'' سے کرنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کے نام ایک خط لکھا تھا، جب بادشاہ نے اس خط کو منگوایا تو اس کے شروع میں یہ لکھا تھا: ((بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)) [بخاری، كتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ٧۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب كتب النبي صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ١٧٧٣]

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جو خط ملکہ سبا کو لکھا تھا اس کا آغاز یوں ہوتا ہے: ﴿ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

الرَّحِيْمِ ﴾ [النمل : ۳۰] ''بے شک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے، جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

سیدنا مسور بن مخرمہ اور مروان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ لکھوانے کا ارادہ کیا تو آپ نے کاتب کو بلوایا اور اس سے فرمایا: ((اُكْتُبْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)) ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو۔'' [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد......الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔ مسلم ، کتاب الجهاد، باب صلح حديبية : ۹۲/۱۷۸۳]

وضو سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنا ضروری ہے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((تَوَضَّؤُوْا بِسْمِ اللّٰهِ)) ''اللہ کے نام کے ساتھ وضو کرو۔'' [نسائی، کتاب الطهارة، باب التسمية عند الوضوء : ۷۸]

بیوی سے مباشرت کرنے سے پہلے ''بسم اللہ'' پڑھنا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے تو یہ کہے: ((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا)) ''اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو (اولاد) تو ہمیں دے اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ'' تو اب اگر اس کے مقدر میں اولاد ہے تو شیطان اس کو کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب ما یقول الرجل إذا أتى أهلهٗ : ۵۱۶۵۔ مسلم، کتاب النکاح، باب ما يستحب أن يقوله عند الجماع: ۱۴۳۴]

کسی بیماری سے شفایابی کے لیے جو دعا پڑھ کر مریض کو دم کیا جاتا ہے، وہ بھی ''بسم اللہ'' سے شروع ہوتی ہے، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا: ''اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں!'' تو جبریل علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی: ((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ)) ''اللہ کے نام کے ساتھ، میں تمھارے لیے ہر اس چیز سے جو تمھیں تکلیف پہنچاتی ہے اور ہر نفس کی برائی سے یا حاسد کی نظر بد کی برائی سے شفا طلب کرتا ہوں۔ اللہ تمھیں شفا عطا فرمائے، میں اللہ کے نام کے ساتھ تمھارے لیے شفا طلب کرتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى : ۲۱۸۶]

جس جگہ درد ہو وہاں ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ ''بسم اللہ'' پڑھنا، جیسا کہ سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے جسم میں کسی جگہ درد ہونے کی شکایت کی، جو قبول اسلام کے بعد پہلی دفعہ ہوئی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنا ہاتھ درد کے مقام پر رکھو، پھر تین مرتبہ ((بِسْمِ اللّٰهِ)) اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھو: ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ)) ''میں اللہ کی اور اس کی قدرت کی پناہ طلب کرتا ہوں اس بیماری کی برائی سے جو

اس وقت مجھے لاحق ہے اور اس سے بھی جس کے آئندہ ہونے کا اندیشہ ہے۔‘‘ [مسلم ، کتاب السلام، باب استحباب وضع يده على موضع الألم مع الدعاء : ۲۲۰۲]

بیمار کی شفایابی کے لیے انگشت شہادت زمین پر رکھیے، پھر اسے اٹھا کر یہ دعا پڑھیے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مریض کی شفا کے لیے) یہ دعا پڑھتے تھے : « بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا وَرِيْقَةُ بَعْضِنَا، يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا » ’’اللہ کے نام کے ساتھ، ہماری زمین کی مٹی اور ہم میں سے بعض کے لعاب دہن سے ہمارے رب کے حکم سے ہمارا مریض شفایاب ہو جائے۔‘‘ [بخاری، كتاب الطب، باب رقية النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۵۷۴۶]

مسلم کے الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگشت شہادت زمین پر رکھتے، پھر اٹھاتے اور مذکورہ بالا دعا پڑھتے۔ [مسلم، كتاب السلام، باب رقية المريض بالمعوذات والنفث : ۲۱۹۴]

کھانا کھانے سے پہلے ’’بسم اللہ‘‘ پڑھنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب بچہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں تھا اور (کھانا کھاتے وقت) میرا ہاتھ برتن میں چاروں طرف گھوما کرتا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « يَا غُلَامُ! سَمِّ اللّٰهَ، وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ، وَ كُلْ مِمَّا يَلِيْكَ » ’’اے لڑکے! بسم اللہ پڑھ کر اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔‘‘ [بخاری، كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين : ۵۳۷۶۔ مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب و أحكامهما : ۲۰۲۲]

اگر کھانے سے پہلے ’’بسم اللہ‘‘ پڑھنا بھول جائے تو یاد آنے پر درج ذیل دعا پڑھیے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو بسم اللہ کہے، اگر شروع میں ’’بسم اللہ‘‘ بھول جائے تو یہ دعا پڑھے: « بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ اَوَّلِهٖ وَآخِرِهٖ » ’’اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (کھاتا ہوں) اس کے شروع اور اس کے آخر میں۔‘‘ [ترمذی، كتاب الأطعمة، باب ما جاء فی التسمية على الطعام : ۱۸۵۸]

جانور ذبح کرتے وقت کی دعا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چتکبرے، سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی دی اور انھیں اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور آپ نے یہ دعا پڑھی: « بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ » ’’اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔‘‘ [بخاری، كتاب الأضاحی، باب التكبير عند الذبح : ۵۵۶۵۔ مسلم، كتاب الأضاحی، باب استحباب استحسان الضحية ...... الخ : ۱۹۶۶]

شکار کے لیے شکاری جانور یا تیر چھوڑتے وقت ’’بسم اللہ‘‘ کہنا، جیسا کہ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب تم (شکار کے لیے) اپنا کتا چھوڑو تو « بِسْمِ اللّٰهِ » کہو اور اگر تم اپنا تیر پھینکو تو « بِسْمِ اللّٰهِ » کہو۔‘‘ [مسلم، كتاب الصيد، باب الصيد بالكلاب المعلمة والرمی : ۱۹۲۹/۶۔ بخاری، كتاب الذبائح، باب ما جاء فی التصيد : ۵۴۸۷]

جس ذبیحہ کے متعلق علم نہ ہو کہ اس پر ’’بسم اللہ‘‘ پڑھی گئی ہے یا نہیں تو خود ’’بسم اللہ‘‘ پڑھ لیجیے، جیسا کہ سیدہ عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ بعض لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں، ہمیں نہیں معلوم کہ انھوں نے اس پر « بِسْمِ اللّٰهِ » پڑھی ہے یا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اس پر بسم اللہ پڑھ لو اور کھا لو۔'' عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ لوگ ابھی اسلام میں نئے نئے داخل ہوئے تھے۔ [بخاری، كتاب الذبائح، باب ذبيحة الأعراب و نحوهم : ۵۵۰۷]

گھر میں داخل ہوتے وقت ''بسم اللہ'' پڑھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا ذکر کرے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے، اب تمھارے لیے نہ ٹھکانا ہے نہ کھانا اور اگر وہ شخص داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہ لے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے، اب تمھیں رہنے کے لیے ٹھکانا مل گیا۔'' [مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب و أحكامهما : ۲۰۱۸]

سونے سے قبل ''بسم اللہ'' پڑھ کر انجام دیے جانے والے چند اعمال بیان کرتے ہوئے سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم سونے لگو تو دروازوں کو اللہ کا نام لے کر بند کر دو، کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا، اللہ کا نام لے کر مشکیزوں کے منہ باندھ دو، اللہ کا نام لے کر اپنے برتنوں کو ڈھانک دو، خواہ کسی چیز کو چوڑائی میں رکھ کر ہی ڈھک سکو اور (اللہ کا نام لے کر) اپنے دیے بجھا دو۔'' [بخاری، كتاب الأشربة ، باب تغطية الإناء : ۵۶۲۳]

لشکر کو روانہ کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت، سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو نصیحت فرماتے تو کہتے: « اُغْزُوْا بِسْمِ اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ » ''اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔'' [مسلم، كتاب الجهاد ، باب تأمير الإمام ...... الخ : ۱۷۳۱/۳]

بستر پر لیٹتے وقت، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر آئے تو وہ اپنے تہ بند کے ایک کونے (یا کسی اور کپڑے) سے اپنے بستر کو اللہ کا نام لے کر (یعنی ''بِسْمِ اللّٰهِ'' کہہ کر) تین دفعہ جھاڑے۔'' [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب الدعاء عند النوم : ۲۷۱۴ ـ بخاری، كتاب التوحيد، باب السؤال بأسماء الله تعالى والاستعاذة بها : ۷۳۹۳]

سواری پر سوار ہوتے وقت ''بسم اللہ'' پڑھنا، جیسا کہ علی بن ربیعہ کہتے ہیں، میرے سامنے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے سواری لائی گئی، جب انھوں نے رکاب میں پیر رکھا تو ''بسم اللہ'' کہا، پھر جب اس کی پیٹھ پر سیدھے بیٹھ گئے تو کہا ''الحمد للہ'' پھر کہا: ﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴾ ''اللہ تمام برائیوں سے پاک ہے، جس نے اس سواری کو ہمارے لیے مسخر کر دیا۔ حالانکہ ہم اس کو قابو میں نہ لا سکتے تھے اور بے شک ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔'' پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ بھی ایسا

ہی کرتے تھے جیسا میں نے کیا۔[أبو داؤد، کتاب الجهاد، باب ما یقول الرجل إذا رکب : ۲۶۰۲۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء ما یقول إذا رکب دابۃ : ۳۴۴۶]

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ

”سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔“

ارشاد فرمایا : ﴿ وَ تَرَى الۡمَلٰٓئِکَةَ حَآفِّیۡنَ مِنۡ حَوۡلِ الۡعَرۡشِ یُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ ۚ وَ قُضِیَ بَیۡنَهُمۡ بِالۡحَقِّ وَ قِیۡلَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ [الزمر : ۷۵] ”اور تو فرشتوں کو دیکھے گا عرش کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔“

ثنائے رحمان پر بارگاہِ الٰہی سے جواب، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ فرماتا ہے، نماز کو میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر لیا ہے اور میرے بندے کو وہ چیز مل جائے گی جس کا وہ سوال کرے گا۔ جب بندہ کہتا ہے: ﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری تعریف کی۔“[مسلم، کتاب الصلوۃ ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ ...... الخ : ۳۹۵]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایسا کوئی نہیں جس کو اللہ سے زیادہ (اپنی) تعریف پسند ہو، اسی لیے اللہ نے خود بھی اپنی تعریف کی ہے۔“[بخاری، کتاب التفسیر ، باب قول اللہ عزوجل ﴿ قل إنما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها وما بطن ﴾ : ۴۶۳۷۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب غیرۃ اللہ تعالی و تحریم الفواحش: ۲۷۶۰]

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِیْزَانَ » ”الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے۔“[مسلم، کتاب الطهارۃ، باب فضل الوضوء : ۲۲۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص آیا اس حالت میں کہ اس کا سانس چڑھا ہوا تھا، وہ صف میں داخل ہوا اور اس نے کہا: « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ » ”سب تعریف اللہ کے لیے ہے، ایسی تعریف جو بہت زیادہ ہو، پاک ہو اور اس میں برکت دی گئی ہو۔“ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو فرمایا: ”یہ کلمات کس نے کہے تھے؟“...... اس شخص نے کہا، میں آیا ، میرا سانس چڑھا ہوا تھا تو میں نے یہ کلمات پڑھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ جلدی کر رہے تھے کہ کون ان کلمات کو اوپر لے جائے۔“[مسلم، کتاب المساجد، باب ما یقال بین تکبیرۃ الإحرام والقراءۃ : ۶۰۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی اثنا میں ایک

شخص نے یہ کلمات کہے: « اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا » ”اللہ سب سے بڑا ہے، بہت بڑا، ساری تعریف اللہ کے لیے ہے، بہت زیادہ اور صبح و شام اللہ کے لیے تسبیح ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ کلمات کہنے والا کون ہے؟“ لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول! (یہ کلمات کہنے والا) میں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے بڑا تعجب ہوا کہ ان کلمات کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے۔“ [مسلم، كتاب المساجد، باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة : ٦٠١]

رات کو دیر تک « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ » پڑھنا، جیسا کہ سیدنا ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے قریب سویا کرتا تھا، کیونکہ میں آپ کے وضو کے لیے پانی مہیا کیا کرتا تھا، میں سنتا تھا کہ رات کو بہت دیر تک آپ « سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ » اور « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ » پڑھتے رہتے تھے۔ [ترمذی، كتاب الدعوات، باب منه [دعاء سمع الله لمن حمده] : ٣٤١٦۔ ابن حبان : ٢٥٩٤]

خطبے کا آغاز ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ“ سے کرنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب لوگوں کو خطاب فرماتے تو اس میں اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتے تھے۔ [مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوة والخطبة : ٤٥/٨٦٧]

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطاب کیا تو اللہ کی حمد بیان کی۔ [بخاری، كتاب الجمعة، باب من قال في الخطبة بعد الثناء، أما بعد! : ٩٢٢]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جو خطبہ سیدنا ضماد رضی اللہ عنہ کے سامنے دیا تھا، اس کی ابتدا ان الفاظ سے کی تھی: « اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ » ”ہر قسم کی تعریف اللہ کے لیے ہے اور ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں۔“ [مسلم، كتاب الجمعة ، باب تخفيف الصلوٰة والخطبة : ٨٦٨]

احرام باندھ کر سب سے پہلے ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ“ کہنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، جب رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے اور سواری آپ کو لے کر مقام بیداء پر کھڑی ہو گئی تو آپ نے ” اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ “ اور ” اَللّٰهُ اَكْبَرُ “ کہنا شروع کر دیا۔ [بخاری، كتاب الحج، باب التحميد والتسبيح والتكبير قبل الإهلال عند الركوب على الدابة : ١٥٥١]

بیدار ہوتے وقت کلماتِ حمد ادا کرنا، جیسا کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے: « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ » ”سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف (بروز قیامت) اٹھ کر جانا ہے۔“ [بخاری، كتاب الدعوات، باب وضع اليد تحت الخد اليمنى : ٦٣١٤۔ مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب الدعاء عند النوم : ٢٧١١]

سونے کے لیے بستر پر آ کر کلماتِ حمد ادا کرنا، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، بے شک رسول اللہ ﷺ جب

بستر پر آتے تو یہ دعا پڑھتے: « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَ اٰوَانَا، فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِیَ لَهُ وَلَا مُؤْوِیَ » ''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں کھلایا، پلایا، ہمارے لیے کافی ہوا اور ہمیں ٹھکانا دیا، کتنے آدمی وہ ہیں کہ جن کا نہ کوئی کفایت کرنے والا ہے اور نہ ان کو کوئی ٹھکانا دینے والا۔'' [مسلم، کتاب الدعوات، باب ما یقول عند النوم : ۲۷۱۵]

کھانا کھانے کے بعد کی دعا میں کلماتِ حمد، سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دستر خوان اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے: « اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا » ''سب تعریف اللہ کے لیے ہے، ایسی تعریف جو کثرت سے ہو، پاک ہو، بابرکت ہو، نہ کافی سمجھی گئی، نہ چھوڑی گئی اور اے ہمارے رب! کوئی بھی اس سے بے پروا نہیں۔'' [بخاری، کتاب الأطعمة، باب ما یقول إذا فرغ من طعامه : ۵۴۵۸]

چھینک آنے پر ''الحمد للہ'' کہنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو وہ ''الحمد للہ'' کہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب إذا عطس کیف یشمت ؟ : ۶۲۲۴]

اچھا خواب دیکھنے پر ''الحمد للہ'' کہنا، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے اچھا معلوم ہو تو وہ یقیناً اللہ کی طرف سے ہے، لہٰذا اسے اللہ کی حمد بیان کرنی چاہیے۔'' [بخاری، کتاب التعبیر ، باب الرؤیا من الله : ۶۹۸۵]

بہتری یا بھلائی کی کوئی چیز دیکھنے پر ''الحمد للہ'' کہنا چاہیے، جیسا کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، جو شخص بھلائی پائے اسے اللہ کی حمد بیان کرنی چاہیے اور جو اس کے علاوہ کوئی چیز پائے تو وہ اپنے نفس کے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ۲۵۷۷]

جب ابر کھل جائے تو ''الحمد للہ'' کہنا چاہیے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفاق میں سے کسی افق میں بادل آتا دیکھتے تو آپ جس کام میں بھی مشغول ہوتے، خواہ نماز ہی میں کیوں نہ ہوتے، اسے چھوڑ کر بادل کی طرف مشغول ہو جاتے اور فرماتے: « اَللّٰهُمَّ ! اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِهِ » ''یا اللہ! ہم اس چیز کے شر سے تیری پناہ میں آتے ہیں جو کچھ دے کر یہ (بادل) بھیجا گیا ہے۔'' اگر بارش شروع ہو جاتی تو دو بار یا تین بار فرماتے: « اَللّٰهُمَّ ! صَيِّبًا نَافِعًا » ''اے اللہ! اس بارش کو فائدہ مند بنا دے۔'' اور اگر اللہ ابر کھول دیتا اور بارش نہ ہوتی تو آپ اس پر بھی اللہ کی حمد بیان فرماتے۔ [ابن ماجه، کتاب الدعاء، باب ما یدعو به الرجل إذا رأی السحاب و المطر : ۳۸۸۹]

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

''بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

یہ دونوں نام ''رحم'' سے مشتق ہیں اور دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ رحمٰن میں رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے، اسی لیے ''یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ !'' کہا جاتا ہے۔ وہ رحمٰن ہے، سو دنیا میں اس کی رحمت عام ہے جس سے کافر و مومن سب بلاتخصیص فیض یاب ہو رہے ہیں، تاہم آخرت میں وہ صرف رحیم ہے، یعنی اس کی رحمت صرف مومنین کے لیے خاص ہو گی۔ نیز اسم ''رحمٰن'' بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے، کسی اور کو اس نام کے ساتھ موسوم نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾ [بنی إسرائیل : ۱۱۰] ''کہہ دے اللہ کو پکارو، یا رحمان کو پکارو، تم جس کو بھی پکارو گے سو یہ بہترین نام اسی کے ہیں۔''

اسمائے حسنیٰ کو یاد کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کے ایک کم سو (یعنی ننانوے) نام ہیں، جو انھیں یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہو گا۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب إن لله مائة اسم إلا واحدة : ۷۳۹۲۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی أسماء الله تعالی و فضل من أحصاها : ۲۶۷۷]

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں، میں نے ''رحم'' کو پیدا کیا اور اسے اپنے نام سے مشتق کیا ہے، جس نے اسے ملایا، میں اسے ملاؤں گا اور جس نے اسے توڑا میں بھی اسے توڑ دوں گا۔'' [ترمذی، کتاب البر و الصلة، باب ما جاء فی قطیعة الرحم : ۱۹۰۷۔ ابن حبان : ٤٤٣]

ثنا کے کلمات پر رحمان کے عطیات کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے، بندہ جب کہتا ہے: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری تعریف کی ہے، بندہ جب کہتا ہے: ﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴾ تو اللہ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری ثنا کی ہے۔'' [مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة ...... الخ : ۳۹۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مومن کو اللہ کے عذاب کے بارے میں صحیح علم ہو جائے تو کوئی بھی اس کی جنت کی خواہش نہ کرے اور اگر کافر کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے پاس کتنی رحمت ہے تو کوئی بھی اللہ کی جنت سے ناامید نہ ہو۔'' [مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالی و أنها تغلب غضبه : ۲۷۵۵]

اللہ کی رحمت کی بے اندازہ وسعت کا تذکرہ کرتے ہوئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو ایک کتاب میں، جو اس کے پاس عرش پر ہے، یہ لکھ دیا، بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی ﴿ ویحذر کم اللہ نفسہٗ ﴾: ٧٤٠٤۔ مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالی و أنہا تغلب غضبہ : ٢٧٥١]

اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پناہ ہے، تاہم اللہ رب العزت کی رحمت کی وسعت پر تکیہ کر کے بے عملی کی راہ اختیار نہیں کرنی چاہیے، بلکہ محنت و کاوش اور عمل کی راہ کا راہی بن کر اپنے آپ کو امیدوارِ رحمت ثابت کرنا چاہیے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ رحمتِ الٰہی کا سمندر اسی کے لیے جوش میں آتا ہے جو خود کو اس کا طالب ثابت کرتا ہے اور جو حصولِ رحمت کے لیے آگے بڑھے اللہ تعالیٰ اس کی قدر دانی کرتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اگر میرا بندہ میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں، اگر بندہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں ایک باع (دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ جتنا) اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔“ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی ﴿ ویحذر کم اللہ نفسہٗ ﴾ : ٧٤٠٥۔ مسلم ، کتاب الذکر والدعاء، باب الحث علی ذکر اللہ تعالی : ٢٦٧٥]

دنیا میں تمام باہمی محبتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث ہیں، تاہم آخرت میں اس کی رحمت اور زیادہ وسیع ہوگی، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک اللہ کے پاس سو رحمتیں ہیں، ان سو رحمتوں میں سے اس نے جن و انس، مویشی اور کیڑوں مکوڑوں میں ایک رحمت نازل فرمائی ہے۔ اسی ایک رحمت کی بدولت جنات، انسان اور حیوان ایک دوسرے پر مہربان ہوتے اور رحم کرتے ہیں اور اسی کی وجہ سے وحشی جانور تک اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں۔ ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھی ہیں، ان رحمتوں سے اللہ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔“ [مسلم کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالی و أنہا تغلب غضبہ : ٢٧٥٢/١٩۔ بخاری، کتاب الأدب، باب جعل اللّٰہ الرحمۃ فی مائۃ جزء : ٦٠٠٠]

دنیا میں محبت و مہربانی کی انتہا ماں کی محبت ہے، لیکن اللہ کی اپنے بندے سے محبت و مہربانی اس سے بھی کہیں زیادہ اور بے انتہا ہے، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی لائے گئے، ان قیدیوں میں ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی، جب اس نے ان قیدیوں میں ایک بچے کو پایا تو اسے اٹھا لیا، چھاتی سے لگایا اور دودھ پلانا شروع کر دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: ”کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟“ ہم نے کہا، نہیں، اللہ کی قسم! وہ اسے آگ میں نہیں ڈال سکتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جتنی مہربان یہ عورت اپنے بچے پر ہے اس سے زیادہ مہربان اللہ اپنے بندوں پر ہے۔“ [مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ

رحمة الله تعالى و أنها تغلب غضبه : ٢٧٥٤ـ بخاری، كتاب الأدب، باب رحمة الولد و تقبيله و معانقته : ٥٩٩٩]

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، اس لیے وہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ بندے بھی بندوں سے مہربانی ہی کا برتاؤ کریں، جیسا کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں پر رحم کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔'' [بخاری، كتاب التوحيد، باب ما جاء في قول الله تعالى ﴿ إن رحمة الله قريب من المحسنين ﴾ : ٧٤٤٨ـ مسلم، كتاب الجنائز، باب البكاء على الميت : ٩٢٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو رحم نہیں کرے گا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب رحمة الولد و تقبيله و معانقته : ٥٩٩٧]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوسروں پر رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم فرماتا ہے، تم اہل زمین پر رحم کرو تو جو آسمان میں ہے وہ تم پر رحم فرمائے گا۔'' [ترمذی، كتاب البر والصلة، باب ما جاء في رحمة الناس : ١٩٢٤]

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ

''بدلے کے دن کا مالک ہے۔''

اللہ تعالیٰ جس طرح قیامت کے دن کا مالک ہے، اسی طرح وہ دوسرے تمام دنوں کا بھی مالک ہے۔ یہاں قیامت کے دن کا ذکر بالخصوص اس لیے آیا کہ اس دن تمام مخلوقات کی بادشاہت ختم ہو جائے گی، تمام شاہانِ دنیا اور ان کی رعایا، سب آزاد و غلام اور چھوٹے بڑے برابر ہو جائیں گے اور صرف ایک اللہ کی ملوکیت و بادشاہت باقی رہے گی۔ سبھی اس کے جلال و جبروت کے سامنے سرنگوں ہوں گے، سبھی اس کی جنت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہوں گے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے اس دن اپنے اختیار اور انسان کی بے اختیاری کی کیفیت کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۙ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَ الْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ﴾ [الانفطار : ١٧ تا ١٩] ''اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ پھر تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ جزا کا دن کیا ہے؟ جس دن کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہو گا۔'' اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۙ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۙ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۚ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۚ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ؕ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴾ [الواقعة : ٥١ تا ٥٦] ''پھر بے شک تم اے گمراہو! جھٹلانے والو! یقیناً تھوہر کے پودے میں سے کھانے والے ہو۔ پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو۔ پھر اس پر کھولتے پانی سے پینے والے ہو۔ پھر پیاس کی بیماری والے اونٹوں کے پینے کی طرح پینے والے ہو۔ یہ جزا کے دن ان کی مہمانی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۙ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۙ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ

هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ۝ وَ الَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴾ [المعارج: ۱۹تا۲۸]

’’بلاشبہ انسان تھڑ دلا بنایا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے۔ اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت روکنے والا ہے۔ سوائے نماز ادا کرنے والوں کے۔ وہ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔ اور وہ جن کے مالوں میں ایک مقرر حصہ ہے۔ سوال کرنے والے کے لیے اور (اس کے لیے) جسے نہیں دیا جاتا۔ اور وہ جو جزا کے دن کو سچا مانتے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔ یقیناً ان کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے بے خوف نہیں ہوا جا سکتا۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((يَا فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! سَلِيْنِيْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِيْ لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا)) ’’اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ! میرے مال میں سے تو جو چاہے مجھ سے مانگ لے، مگر میں (روز قیامت) اللہ تعالیٰ کے حضور تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکوں گا۔‘‘ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ۴۷۷۱۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله تعالى: ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ۲۰۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بندہ جب ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔‘‘ [مسلم، كتاب الصلوة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة ...... الخ : ۳۹۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت کے دن بدترین نام اس شخص کا ہوگا جو اپنا نام ”ملك الاملاك“ (یعنی شہنشاہ) رکھے۔‘‘ [بخاري، كتاب الأدب، باب أبغض الأسماء إلى الله : ۶۲۰۵۔ مسلم، كتاب الآداب، باب تحريم التسمي بملك الأملاك أو بملك الملوك : ۲۱۴۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’روز قیامت اللہ تعالیٰ زمین کو پکڑے گا اور آسمان کو لپیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا: ’’میں ہوں بادشاہ، کہاں ہیں دنیا کے بادشاہ؟‘‘ [بخاري، كتاب الرقاق، باب يقبض الله الأرض يوم القيامة : ۶۵۱۹۔ مسلم، كتاب صفات المنافقين، باب صفة القيامة والجنة والنار : ۲۷۸۷]

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝

’’ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔‘‘

اِيَّاكَ نَعْبُدُ : ’’عبادت‘‘ کا لغوی معنی ہے بطورِ تعظیم معبود کے لیے عجز و انکسار، خشوع و خضوع اور بندگی و پرستش۔ شریعت اسلامیہ میں عبادت اس عمل کو کہتے ہیں، جو اللہ کے لیے ہو اور اس میں اللہ سے محبت کے ساتھ خشوع و خضوع اور

خوف شامل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تعلیم دی ہے کہ انسان اپنے آپ کو ہر ایک کی غلامی سے آزاد کر کے ایک اللہ کا بندہ بن جائے، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے، نہ اس کی محبت جیسی کسی سے محبت کرے اور نہ اس سے ڈرنے جیسا کسی سے ڈرے، نہ اس کی سی کسی سے امید رکھے۔ صرف اسی پر توکل کرے، نذر و نیاز، خشوع و خضوع، تذلل و تعظیم اور سجدہ و تقرب سب کا مستحق صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے، جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا ﴾ [النساء : ٣٦] ”اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴾ [الکهف : ١١٠] ”تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ [النحل : ٣٦] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ [الذاریات : ٥٦] ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔“

عبادت صرف اللہ کا حق ہے، جیسا کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گدھے پر سوار تھا، جسے عفیر کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: ”اے معاذ! جانتے ہو کہ اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟“ میں نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ جو شخص شرک نہ کرے وہ اسے عذاب نہ دے۔“ [بخاري، کتاب الجهاد، باب اسم الفرس والحمار : ٢٨٥٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بندہ جب کہتا ہے: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لیے وہ کچھ ہے جس کا وہ سوال کرے۔“ [مسلم ، کتاب الصلوة، باب وجوب قراءة الفاتحة في کل رکعة ...... الخ : ٣٩٥]

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ : ”استعانت“ کا مفہوم یہ ہے کہ حصول نفع اور دفعِ ضرر کے لیے اللہ تعالیٰ پر پورا پورا بھروسا کیا جائے اور اسی سے مدد چاہی جائے، اس یقین کے ساتھ کہ وہ اسے ضرور پورا کرے گا اور اللہ تعالیٰ نہ صرف کی گئی دعا سنتا ہے اور اس پر عطا فرماتا ہے، بلکہ انسانی حاجات پوری کرنے کے لیے خود صدا لگاتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا بزرگ و برتر رب آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے، کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے اپنی حاجات مانگے اور میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے بخشش چاہے اور میں اسے بخش دوں؟“ [بخاري،

کتاب الدعوات، باب الدعاء نصف اللیل : ۶۳۲۱]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں نبی ﷺ کے پیچھے سوار تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! یقیناً میں تجھے کچھ باتیں سکھا رہا ہوں، (وہ یہ کہ) تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت کر، وہ تیری حفاظت کرے گا، جب تو اللہ کی حفاظت کرے گا، تو اس کو اپنے روبرو پائے گا، تو جب سوال کرے تو اللہ تعالیٰ (ہی) سے سوال کر اور جب مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ (ہی) سے مدد مانگ اور اس حقیقت کو جان لے کہ اگر ساری امت تجھے کچھ نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو تجھے وہ نفع ہی پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے تحریر کر دیا ہوا ہے اور اگر تمام امت تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لیے متحد ہو جائے تو تجھے اتنا ہی ضرر پہنچا سکیں گے جو اللہ نے تیرے لیے لکھ دیا ہوا ہے، قلموں کو اٹھا لیا گیا ہے اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔'' [ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب [حدیث حنظلة ......] : ۲۵۱۶۔ مسند أحمد : ۱/ ۳۰۳، ح : ۲۷۶۶]

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ

''ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔''

صراط مستقیم سے مراد اللہ تعالیٰ کا وضع کردہ وہ سیدھا اور صاف راستہ ہے جسے دین اسلام کہتے ہیں اور ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ اس استقامت والے راستے پر استقامت سے گامزن رہنے کی دعا ہے، یعنی اے اللہ! ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھ، کہیں ہم تھک کر نہ بیٹھ جائیں، راستہ میں کہیں ڈگمگا نہ جائیں، کہیں ادھر ادھر نہ بھٹک جائیں، ہمیں شیطان کے راستوں سے بچا اور خیریت اور ایمان کی عافیت کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچا۔ یہ کامیابی بغیر اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ جو لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہوتے ہیں وہ بھی استقامت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ رسول مکرم ﷺ نے بھی اللہ کے حکم سے یہی کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۶۱ تا ۱۶۳]

''کہہ دے بے شک مجھے تو میرے رب نے سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دی ہے، جو مضبوط دین ہے، ابراہیم کی ملت، جو ایک ہی طرف کا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔ کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [المائدة : ۱۵، ۱۶]

’’اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے ان میں سے بہت سی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے، جو تم کتاب میں سے چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلیں، سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔‘‘

قرآن کریم ہی اللہ کی کتاب ہے، یہی اس کی مضبوط رسی ہے اور یہی اس کی سیدھی راہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی کمال مثال بیان فرمائی ہے۔ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی اس طرح مثال بیان کی ہے جیسے ایک راستہ ہو اور اس کے دونوں طرف دیواریں ہوں، ان میں کئی ایک کھلے دروازے ہوں اور دروازوں پر پردے لٹک رہے ہوں، راستے کے دروازے پر ایک پکارنے والا مقرر ہو، جو یہ اعلان کر رہا ہو کہ اے لوگو! تم سب سیدھے راستے پر چلو اور دائیں بائیں مت جھانکو اور ایک پکارنے والا راستے کے وسط میں ہو، جب کوئی ان میں سے کسی دروازے کو کھولنا چاہے تو وہ کہہ دے، تجھ پر افسوس! اسے نہ کھولنا، اگر تو نے اسے کھول دیا تو تو اس میں داخل ہو جائے گا۔ اس مثال میں صراط (راستہ) سے مراد اسلام ہے، دیواریں حدود الٰہی ہیں، کھلے ہوئے دروازوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ راستے کے دروازے پر پکارنے والا قرآن کریم ہے اور راستے کے وسط میں پکارنے والا اللہ تعالیٰ کا وہ خوف ہے جو ہر مسلمان کے دل میں ہوتا ہے۔‘‘ [مسند أحمد : ۴/۱۸۲، ۱۸۳، ح : ۱۷۶۵۲۔ ترمذی، کتاب الأدب، باب ما جاء فی مثل اللہ عزوجل لعبادہ : ۲۸۵۹]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے ایک خط کھینچا، پھر فرمایا: ’’یہ اللہ کا راستہ ہے۔‘‘ پھر اس کے دائیں اور بائیں چند خطوط کھینچے اور فرمایا: ’’یہ (شیطان کے) راستے ہیں، ان میں سے ہر ایک راستے پر ایک شیطان ہے، جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔‘‘ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۳] ’’اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔‘‘ [مستدرک حاکم : ۲/۲۳۹، ح : ۲۹۳۸۔ مسند أحمد : ۱/۴۳۵، ح : ۴۱۴۲]

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ

’’ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا۔‘‘

اس آیت کو گزشتہ آیت سے ملا کر معنی یہ ہوئے کہ اے اللہ! ہم کو صراط مستقیم پر چلا کر منزل مقصود پر پہنچا دے، یعنی

اس صراط مستقیم پر جس پر وہ لوگ چلتے رہے جن پر تو نے اپنا فضل و کرم کیا تھا۔ قرآن مجید نے اس ضمن میں چار قسم کے لوگ بیان فرمائے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓىِٕكَ رَفِيْقًا ؕ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴾ [النساء : ٦٩، ٧٠] ”اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کافی ہے سب کچھ جاننے والا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب بندہ کہتا ہے: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو وہ مانگے۔“ [مسلم، کتاب الصلوۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ …… الخ : ۳۹۵]

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۧ

”جن پر نہ غصہ کیا گیا اور نہ وہ گمراہ ہیں۔“

اس آیت میں ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم عمومی حیثیت سے تمام مغضوب اور گمراہ قوموں کے راستے سے بچنے کی دعا کریں، لیکن خصوصیت سے جن قوموں کی طرف اشارہ ہے وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ ”مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ“ سے مراد خاص طور پر یہود ہیں۔ قرآن مجید میں بار بار ان پر غضب نازل ہونے کا ذکر ملتا ہے، مثلاً ارشاد فرمایا: ﴿ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ [البقرۃ : ٦١] ”اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کی طرف سے بھاری غضب کے ساتھ لوٹے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ﴾ [البقرۃ : ٩٠] ”پس وہ غضب پر غضب لے کر لوٹے۔“ اور فرمایا: ﴿ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ﴾ [آل عمران : ١١٢] ”ان پر ذلت مسلط کر دی گئی جہاں کہیں وہ پائے جائیں مگر اللہ کی پناہ اور لوگوں کی پناہ کے ساتھ۔“

”ضَآلِّيْنَ“ سے بالخصوص عیسائی مراد ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴾ [المائدۃ : ٧٧] ”کہہ دے اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق حد سے نہ بڑھو اور اس قوم کی خواہشوں کے پیچھے مت چلو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور انھوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور وہ سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔“

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں عقرب میں مقیم تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر نے میری پھوپھی اور چند لوگوں کو گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ جب یہ سب لوگ ایک قطار میں آپ کے سامنے کھڑے کر دیے گئے

تو میری پھوپھی نے کہا، اے اللہ کے رسول! میری خبر گیری کرنے والا دور جا چکا ہے، اولاد جدا ہو چکی ہے اور میں عمر رسیدہ بڑھیا ہوں، میرا کوئی خدمت کرنے والا نہیں، آپ مجھ پر احسان کیجیے، اللہ تعالیٰ آپ پر احسان فرمائے گا۔ آپ نے دریافت فرمایا: ''تیری خبر گیری کرنے والا کون ہے؟'' اس نے جواب دیا، عدی بن حاتم۔ فرمایا: ''وہی جو اللہ اور اس کے رسول سے بھاگتا پھرتا ہے؟'' اس خاتون کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ پر احسان (فرماتے ہوئے مجھے آزاد) کر دیا۔ جب آپ لوٹ کر دوبارہ تشریف لائے تو آپ کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا، ان کے خیال میں وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ان سے سواری طلب کر لو۔'' چنانچہ میری پھوپھی نے سواری طلب کر لی جو اسے دے دی گئی۔ (عدی بیان کرتے ہیں کہ) میری پھوپھی میرے پاس آئی تو اس نے کہا کہ تو نے ایسا کام کیا ہے جو تیرا باپ کبھی نہ کرتا، تو ان کے پاس خوف و رغبت رکھتے ہوئے جا، کیونکہ فلاں آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے اسے اس قدر عطا فرمایا اور فلاں آیا تو آپ نے اسے اس قدر نوازا۔ بہرحال یہ سن کر میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اس وقت آپ کی خدمت میں ایک عورت اور کچھ بچے بھی موجود تھے۔ سیدنا عدی نے نبی ﷺ سے ان کی قرابت داری بھی بیان کی۔ (عدی کہتے ہیں) آپ سے ملاقات کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ آپ قیصر و کسریٰ کی طرح کے بادشاہ نہیں (بلکہ اللہ کے نبی ہیں)، آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ''اے عدی بن حاتم! کیا تو '' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' کہنے سے بھاگ رہا ہے؟ کیا اللہ کے سوا بھی کوئی الٰہ ہے؟ کیا تو ''اللہ اکبر'' کہنے سے راہ فرار اختیار کر رہا ہے؟ کیا اللہ عزوجل سے بڑا بھی کوئی اور ہے؟'' (آپ ﷺ کے یہ ارشادات سن کر) میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کو اس قدر مسرت ہوئی کہ چہرۂ انور گلنار ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ ﴿الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ﴾ یہود اور ﴿الضَّآلِّيْنَ﴾ نصاریٰ ہیں۔'' [مسند أحمد : ٤/ ٣٧٨، ٣٧٩، ح : ١٩٤٠٠]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طور طریقے اپنا لو گے بالشت برابر بالشت کے اور ہاتھ برابر ہاتھ کے (یعنی ہر چیز میں ان کی پیروی کرو گے)، حتیٰ کہ اگر وہ کسی سانڈھے کے بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی اتباع و پیروی کرو گے۔'' ہم (صحابہ) نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا ان لوگوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو اور کون ہیں؟'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ لتتبعن سنن من کان قبلکم : ٧٣٢٠۔ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیهود والنصاریٰ : ٢٦٦٩]

آمِیْن ! سورۂ فاتحہ کے آخر میں آمین کہنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے، نبی کریم ﷺ نے اس کی بڑی تاکید اور فضیلت بیان فرمائی ہے، اس لیے امام اور مقتدی ہر ایک کو باآواز بلند آمین کہنی چاہیے۔ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ پڑھا تو آمین (کہا اور اس) کے ساتھ اپنی آواز کو لمبا کیا۔ [ترمذی، کتاب الصلوٰة باب ما جاء فی التأمین : ٢٤٨۔ أبو داؤد، کتاب الصلوٰة،

باب التأمين وراء الإمام : ٩٣٢]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴾ کی تلاوت کرتے تو آمین کہتے، حتیٰ کہ آپ کے ساتھ ملنے والی پہلی صف والے اسے سن لیتے تھے۔[أبوداؤد، كتاب الصلوة، باب التأمين وراء الإمام : ٩٣٤۔ ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب الجهر بآمين : ٨٥٣]

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے مقتدیوں نے اس قدر بلند آواز سے آمین کہی کہ مسجد گونج اٹھی۔[بخاري، كتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين، قبل الحديث : ٧٨٠]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہودی جس قدر تمھارے ساتھ آمین اور سلام پر حسد کرتے ہیں اس قدر کسی اور چیز پر حسد نہیں کرتے۔“[ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوات، باب الجهر بآمين : ٨٥٦۔ مسند أحمد : ١٣٤/٦، ١٣٥، ح : ٢٥٠٨٢]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی تو اس کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔“[بخاري، كتاب الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين : ٧٨٠۔ مسلم، كتاب الصلوة، باب التسميع والتحميد والتأمين : ٤١٠]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب امام ﴿ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴾ کہے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمھاری دعا کو قبول فرمائے گا۔“[مسلم، كتاب الصلوة، باب التشهد في الصلوٰة : ٤٠٤]

سورۂ بقرہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث ہیں، چند ایک درج ذیل ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔'' [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلوۃ النافلۃ فی بیتہ ...... الخ : ۷۸۰]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو جگمگانے والی سورتیں یعنی بقرہ اور آل عمران پڑھا کرو، کیونکہ وہ دونوں قیامت والے دن اس طرح آئیں گی گویا وہ دو بادل ہوں، یا دو سائبان، یا صف باندھے ہوئے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہوں، وہ اپنے اصحاب کی طرف سے حجت پیش کریں گی۔ سورۂ بقرہ پڑھا کرو، اس لیے کہ اس کا حاصل کرنا برکت ہے، اس کا چھوڑ دینا باعث حسرت ہے اور (یہ ایسی سورت ہے کہ) جادوگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔'' [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن و سورۃ البقرۃ : ۸۰۴]

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت والے دن قرآن اور اہل قرآن جو اس پر عمل کرتے تھے، انھیں لایا جائے گا اور سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران آگے آگے ہوں گی۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سورتوں کی تین مثالیں دیں، میں ان مثالوں کو تب سے کبھی نہیں بھولا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ دو بادل ہیں، یا دو سیاہ سائبان ہیں جن کے درمیان خوب روشنی ہو رہی ہے، یا قطار باندھے ہوئے پرندوں کی دو ٹکڑیاں ہوں۔ یہ دو سورتیں اپنے اصحاب کے لیے حجت پیش کریں گی (یعنی اپنے اصحاب کے لیے اللہ سے بخشش طلب کریں گی)۔'' [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ : ۸۰۵]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر چیز کا ایک کوہان ہوتا ہے اور قرآن کا کوہان سورۂ بقرہ ہے۔ شیطان جب سورۂ بقرہ کی آواز سنتا ہے تو اس گھر سے نکل جاتا ہے جس گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جا رہی ہو۔'' [السلسلۃ الصحیحۃ : ۱۳۵/۲، ح : ۵۸۸]

سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رات کو وہ سورۂ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے کہ ان کا گھوڑا جو پاس ہی

بندھا ہوا تھا، اس نے بدکنا شروع کر دیا۔ وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی پرسکون ہو گیا، انھوں نے پھر تلاوت شروع کی تو گھوڑے نے پھر بدکنا شروع کر دیا، تو انھوں نے تلاوت ختم کر دی، کیونکہ ان کا بیٹا یحییٰ قریب ہی سو رہا تھا اور انھیں خدشہ لاحق ہوا کہ گھوڑا اسے نقصان نہ پہنچا دے۔ جب بچے کو اٹھا لیا تو آسمان کی طرف دیکھا (فرماتے ہیں) میرے سر کے اوپر بادل سا تھا جس میں قندیلیں تھیں اور وہ فضا میں اوپر جا رہا تھا، یہاں تک کہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ صبح ہوئی تو انھوں نے نبی ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابن حضیر! آپ پڑھتے رہتے، اے ابن حضیر! آپ پڑھتے رہتے (تو بہتر تھا)۔'' عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں اس سے ڈر گیا کہ کہیں گھوڑا (میرے بیٹے) یحییٰ کو نقصان نہ پہنچا دے، جو قریب ہی لیٹا ہوا تھا، میں نے سر اوپر اٹھایا اور پھر بچے کے پاس آ گیا، پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سائبان کی طرح ایک چیز ہے جس میں چراغوں کے مانند کوئی شے ہے۔ پھر جب میں دوبارہ باہر آیا تو میں نے اسے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: ''آپ جانتے ہیں یہ کیا چیز تھی؟'' عرض کی، جی نہیں! فرمایا: ''یہ تو فرشتے تھے جو آپ کی تلاوت سننے کے لیے آئے تھے، اگر آپ پڑھتے رہتے تو لوگ بھی صبح کے وقت انھیں دیکھتے اور وہ لوگوں سے چھپتے نہیں۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب نزول السکینۃ والملائکۃ عند قراءۃ القرآن : ۵۰۱۸۔ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن : ۷۹۶]

عبد الرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، اس نے انھیں دیکھا کہ انھوں نے جمرہ کبریٰ کی سات کنکریوں کے ساتھ رمی کی تو بیت اللہ ان کے بائیں ہاتھ اور منیٰ دائیں ہاتھ تھا، پھر فرمایا، یہ اس شخص کے رمی کرنے کی جگہ ہے جس پر سورۂ بقرہ نازل ہوئی (یعنی رسول اللہ ﷺ)۔ [بخاری، کتاب الحج، باب من رمی جمرۃ العقبۃ ...... الخ : ۱۷۴۹۔ مسلم، کتاب الحج، باب رمی جمرۃ العقبۃ من بطن الوادی : ۱۲۹۶]

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ حنین کے دن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کچھ سستی دیکھی تو آپ نے مجھے حکم دیا: ''اے عباس! اعلان کرو، اے اصحاب سمرہ! (یعنی اے کیکر کے درخت کے نیچے بیعت رضوان کرنے والو!) اے اصحاب سورۂ بقرہ!'' [مسند الحمیدی : ۲۱۸/۱، ح : ۴۵۹۔ مسند أحمد : ۲۰۷/۱، ح : ۱۷۸۰، ۱۷۸۰]

عروہ بیان کرتے ہیں کہ یمامہ کے دن جب مسیلمہ کذاب کے ساتھیوں سے جنگ ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو '' يَا أَصْحَابَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ ! '' کہہ کر پکارنے لگے۔ [مصنف عبد الرزاق، باب الشعار : ۲۳۲/۵، ح : ۹۴۶۵۔ سنن سعید بن منصور : ۳۵۲/۳، ح : ۲۹۰۸۔ مصنف ابن أبی شیبۃ : ۵۳۳/۶، ح : ۳۳۵۶۰]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء اس زمانہ میں نازل ہوئیں جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی۔ [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تألیف القرآن : ۴۹۹۳]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

”اللہ کے نام سے جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔“

الٓمّٓ ①

بعض سورتوں کے شروع میں جو حروف آئے ہیں انھیں حروفِ مقطعات کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ الگ الگ کر کے پڑھے جاتے ہیں۔ یہ حروف سورتوں کے شروع میں کیوں لائے گئے ہیں، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے صحیح سند کے ساتھ کوئی بات منقول نہیں۔ یہ حروف بھی قرآن مجید کا حصہ ہیں، ان کی تلاوت پر بھی وہی ثواب ملتا ہے جو باقی قرآن مجید کی تلاوت پر ملتا ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کی کتاب میں سے ایک حرف پڑھے تو اس کے لیے ایک نیکی (لکھی جاتی) ہے اور ہر نیکی کا اجر اس کا دس گنا ہوتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ”الٓمّٓ“ ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔“ [ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی من قرأ حرفًا من القرآن ما له من الأجر : ۲۹۱۰]

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ②

”یہ کتاب، اس میں کوئی شک نہیں، بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت ہے۔“

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ : قرآن مجید کے آغاز میں نہایت جزم سے یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اللہ ذوالجلال والاکرام کا کلام ہے، اس کے کلامِ الٰہی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں، اس امر کی وضاحت قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ملتی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [السجدۃ : ۲] ”اس کتاب کا نازل کرنا جس میں کوئی شک نہیں، جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [یونس: ۳۷] ”اور یہ قرآن ہرگز ایسا نہیں کہ اللہ کے غیر سے گھڑ لیا جائے اور لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور رب العالمین کی طرف سے کتاب کی تفصیل ہے، جس میں کوئی شک نہیں۔“

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ : ہدایت کا ایک معنی راستہ دکھانا ہے، اس لحاظ سے تو قرآن تمام لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ دوسرا معنی منزل تک پہنچا دینا ہے، اس لحاظ سے یہ صرف متقین کے لیے ہدایت ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۸] ”یہ لوگوں کے لیے ایک وضاحت ہے اور بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴾ [حم السجدۃ : ۴۴] ”کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے

جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں بہت دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَآيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یونس : ۵۷] ''اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا جو سینوں میں ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت آئی ہے۔''

لِلْمُتَّقِيْنَ : اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا یعنی متقی وہ شخص ہے جو نہ صرف حرام چیزوں کو چھوڑ دے، بلکہ ان چیزوں کو بھی چھوڑ دے جن کا حرام ہونا یقینی نہیں، بلکہ مشکوک ہو۔ جب تک کوئی شخص شک و شبہ والی چیزوں کو نہیں چھوڑتا متقی نہیں کہلا سکتا اور نہ وہ اپنا دین محفوظ رکھ کر نجات حاصل کر سکتا ہے، جیسا کہ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''حلال واضح ہے، حرام واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے، تو جس نے اپنے آپ کو شبہ والی چیزوں سے بچا لیا اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لیا اور جو مشکوک چیزوں میں جا پڑا وہ اس چرواہے کی مثل ہے جو (شاہی) چراگاہ کے گرد (اپنے مویشی) چرائے تو قریب ہے کہ وہ (شاہی چراگاہ میں) اپنے مویشی داخل کر دے۔ خبردار! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب فضل من استبرأ لدینہ : ۵۲۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، باب أخذ الحلال وترك الشبہات : ۱۵۹۹]

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ۝۳

''وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے اور اس میں سے، جو ہم نے انھیں دیا ہے، خرچ کرتے ہیں۔''

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ : ایمان بالغیب سے مراد یہ ہے کہ انسان ایسی چیزوں پر ایمان لائے جو پوشیدہ ہیں، نظروں سے اوجھل ہیں، جیسے جنت اور دوزخ وغیرہ۔ حدیثِ جبریل میں ایمان کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، یوم آخرت پر اور اچھی یا بری تقدیر پر ایمان لائے۔ یہ سب چیزیں غیب میں شامل ہیں، ان تمام چیزوں پر بغیر دیکھے ایمان لانا ضروری ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [المائدۃ : ۹۴] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً اللہ تمھیں شکار میں سے کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائے گا، جس پر تمھارے ہاتھ اور نیزے پہنچتے ہوں گے، تاکہ اللہ جان لے کون اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے، پھر جو اس کے بعد حد سے بڑھے تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَ ضِيَآءً

﴿وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٨﴾ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُم مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ﴾ [الأنبياء : ٤٨، ٤٩] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو خوب فرق کر دینے والی چیز اور روشنی اور نصیحت عطا کی ان متقی لوگوں کے لیے۔ جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور وہ قیامت سے ڈرنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ [الحديد : ٢٥] ''اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کے لیے بہت سے فائدے ہیں اور تا کہ اللہ جان لے کہ کون دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا ﴿٦٠﴾ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّهُ كَانَ وَعْدُهُ مَأْتِيًّا﴾ [مريم : ٦٠، ٦١] ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔ ہمیشگی کے باغات میں، جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے (ان کے) بن دیکھے وعدہ کیا ہے۔ بلاشبہ حقیقت یہ ہے کہ اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر رہنے والا ہے۔''

ابو محیریز رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جمعہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث بیان کریں جسے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو؟ تو انھوں نے کہا، ہاں ! میں تمھیں ایک بہت اچھی حدیث سناتا ہوں، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا، ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے، انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! کیا ہم سے بھی کوئی بہتر ہو سکتا ہے (اس کے باوجود کہ) ہم آپ پر ایمان لائے اور ہم نے آپ کے ساتھ مل کر جہاد بھی کیا ہے؟ فرمایا: ''ہاں ! وہ لوگ جو تمھارے بعد ہوں گے اور مجھ پر ایمان رکھتے ہوں گے، حالانکہ انھوں نے مجھے دیکھا نہیں ہو گا۔'' [مسند أحمد : ١٠٦/٤، ح : ١٦٩٧٩۔ سنن الدارمی، کتاب الرقاق، باب فی فضل آخر هذه الأمة : ٧٦٤/٢، ح : ٢٦٤٢]

وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ : متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والوں کی دوسری نشانی نماز قائم کرنا ہے، نماز قائم کرنے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز ادا کرنا ہے، یعنی متقی لوگ جب نماز ادا کرتے ہیں تو اس کے تمام ارکان و شروط کا پورا پورا خیال رکھتے ہوئے اسے خشوع و خضوع اور حضور قلب کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ یہ دراصل اللہ سے محبت اور اس پر سچے ایمان کا امتحان ہے، اللہ تعالیٰ آزمانا چاہتا ہے کہ کون بن دیکھے اسے مانتا ہے اور کون نہیں۔ خشوع و خضوع کے ساتھ ساتھ نماز پر دوام بھی نہایت لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق کامیابی والا انسان وہی ہے جو نماز پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ﴾ [المؤمنون : ١، ٢] ''یقیناً کامیاب ہو گئے مومن۔ وہی جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾

﴿ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآىِٕمُوْنَ ﴾ [المعارج : ۱۹ تا ۲۳] ''بلاشبہ انسان تھڑدلا بنایا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت روکنے والا ہے، سوائے نماز ادا کرنے والوں کے۔ وہ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴾ [المعارج : ۳٤] ''اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ﴾ [التوبۃ : ۱۱] ''پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: ① اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ ② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ④ بیت اللہ کا حج کرنا۔ ⑤ اور رمضان کے روزے رکھنا۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب دعاء کم إیمانکم …… الخ : ۸۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أرکان الإسلام …… الخ : ۱٦]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، پھر جب وہ ایسا کریں تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے اموال کو بچا لیا، سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوة و آتوا الزکاة فخلوا سبیلهم ﴾ : ۲۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتی یقولوا لا إله إلا الله …… الخ : ۲۲]

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں، تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔'' صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا ایسی حالت میں ہم انھیں تلوار سے نہ ہٹا دیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں! جب تک وہ تمھارے درمیان نماز قائم رکھیں۔'' [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب خیار الأئمة وشرارهم : ۱۸۵۵]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عنقریب تم پر ایسے امیر مقرر کیے جائیں گے جن کی بعض باتیں تمھیں اچھی لگیں گی اور بعض باتیں بری معلوم ہوں گی، تو جس شخص نے ان کی بری باتوں سے کراہت اختیار کی وہ بری ہو گیا اور جس شخص نے انکار کیا وہ سلامت رہا، لیکن جو شخص ان سے راضی ہوا اور ان کی پیروی کی (وہ گمراہ ہو گیا)۔'' صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔'' [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب وجوب الإنکار علی الأمراء فیما یخالف الشرع …… الخ : ۱۸۵٤]

﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ : متقی لوگوں کی تیسری نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے کچھ نہ کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴾ [الحديد : ۷] ”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن میں اس نے تمھیں (پہلوں کا) جانشین بنایا ہے، پھر وہ لوگ جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے خرچ کیا ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴾ [إبراهيم : ۳۱] ”میرے بندوں سے جو ایمان لائے ہیں، کہہ دے کہ وہ نماز قائم کریں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا ہے، پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الأنفال : ۲ تا ٤] ”(اصل) مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا، خرچ کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے مومن ہیں، انھی کے لیے ان کے رب کے پاس بہت سے درجے اور بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ڔ وَاَحْسِنُوْا ڔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [البقرة : ۱۹۵] ”اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۳۳، ۱۳٤] ”اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دوڑو اپنے رب کی جانب سے بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین (کے برابر) ہے، ڈرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

احادیث میں انفاق فی سبیل اللہ پر بہت زور دیا گیا ہے، جیسا کہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: ”خرچ کرتی رہو، گن گن کر نہ دو ورنہ اللہ بھی گن گن کر دے گا، ہاتھ نہ روکو، ورنہ اللہ بھی تم سے ہاتھ روک لے گا۔“ [بخاری، کتاب الهبة، باب هبة المرأة لغير زوجها ...... الخ : ۲۵۹۱۔ مسلم ، کتاب الزکوة، باب الحث

على الإنفاق و كراهة الإحصاء : ١٠٢٩]

انفاق فی سبیل اللہ ایسی پرعظمت صفت ہے کہ اس پر رشک کیا جانا چاہیے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دو آدمیوں کے علاوہ کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے، ایک تو وہ جس کو اللہ نے مال دیا اور پھر اسے حق (کے کام) میں خرچ کرنے کی توفیق بخشی اور ایک وہ آدمی جس کو اللہ نے حکمت دی، پھر وہ اس حکمت کے ذریعے فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔'' [بخاري، كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة : ٧٣۔ مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل من يقوم بالقرآن و يعلمه ...... الخ : ٨١٦]

فی سبیل اللہ خرچ کرنے والوں کے لیے فرشتوں کی دعا، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انسانوں پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں دو فرشتے نہ اترتے ہوں، ان میں سے ایک فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! جس نے تیری راہ میں خرچ کیا اسے بہترین نعم البدل عطا کر اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے کا مال تلف فرما دے۔'' [بخاري، كتاب الزكوة، باب قول الله تعالى ﴿ فأما من أعطى واتقى ﴾ : ١٤٤٢۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب في المنفق والممسك : ١٠١٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا۔'' [مسلم، كتاب الزكوة، باب الحث على النفقة و تبشير المنفق بالخلف : ٩٩٣]

رب کی راہ میں تھوڑا خرچ بھی نار جہنم سے آزادی کا باعث بن جاتا ہے، سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آگ سے بچو! اگرچہ آدھی کھجور ہی کا صدقہ میسر ہو۔'' [بخاري، كتاب الزكوة، باب اتقوا النار ولو بشق تمرة ...... الخ : ١٤١٧۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب الحث على الصدقة ...... الخ : ١٠١٦]

وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴

''اور وہ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اور آخرت پر وہی یقین رکھتے ہیں۔''

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ : متقین کی چوتھی صفت یہ بتائی کہ وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں۔ البتہ اب عمل صرف اسی پر ہو گا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، باقی سب منسوخ ہو چکیں اور پھر قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے، سو یہ ہمیشہ باحفاظت رہا ہے اور رہے گا، جبکہ دیگر کتب آج اصلی حالت میں موجود ہی نہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴾ [محمد : ٢] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا اور وہی ان کے رب کی

طرف سے حق ہے، اس نے ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کا حال درست کر دیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ﴾ [النساء : ۱۳٦] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی اور اس کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جب اہل کتاب تم سے کوئی چیز بیان کریں تو نہ ان کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب، بلکہ کہو کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو تمھاری طرف نازل کیا گیا۔‘‘ [بخاری، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم : لا تسئلوا أهل الكتاب عن شيء : ۷۳٦۲۔ مسند أحمد : ۱۳٦/٤، ح : ۱۷۲۳۰۔ أبو داؤد ، كتاب العلم، باب رواية حديث أهل الكتاب : ۳٦٤٤]

وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ : آخرت سے مراد ہر وہ بات ہے جو موت کے بعد وقوع پذیر ہوگی۔ اس کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا گیا کہ یہ ایمان کا ایک رکن ہے۔ آخرت پر یقین ہی آدمی کو عمل صالح پر ابھارتا اور عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ۝ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَ هُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴾ [النمل : ۱ تا ۵] ’’طٰسٓ ، یہ قرآن اور واضح کتاب کی آیات ہیں۔ مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہیں۔ وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین بھی وہی رکھتے ہیں۔ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے ہیں، پس وہ حیران پھرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور وہ آخرت میں، وہی سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ الٓمّٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [لقمان : ۱ تا ۵] ’’الٓمّٓ ۔ یہ کمال حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔ نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں۔ وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین بھی وہی رکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے سراسر ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔‘‘

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے کہ نہایت سفید کپڑوں میں ملبوس، نہایت سیاہ بالوں والا ایک شخص حاضر ہوا، اس پر سفر کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے اور ہم میں سے کوئی اسے جانتا بھی نہ تھا، وہ اپنے زانو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو سے ملا کر بیٹھ گیا، اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانوؤں پر رکھ لیے اور پوچھنے لگا: ’’اے محمد!...... مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے

(کہ ایمان کیا ہے)؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یوم آخرت پر اور اچھی یا بری تقدیر پر ایمان لائے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان...... الخ : ۸]

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵

''یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے بڑی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔''

یعنی وہی لوگ متقی ہیں جن میں یہ اوصاف ہوں گے۔ وہی رب تعالیٰ کی طرف سے سیدھے راستے پر قائم رہیں گے اور مکمل کامیابی سے سرفراز ہوں گے۔ قرآن مجید نے خوب وضاحت فرمائی ہے کہ کامیابی کا مدار صرف اور صرف 'تقویٰ' پر ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۸۹] ''اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [المائدة : ۱۰۰] ''پس اللہ سے ڈرو اے عقلوں والو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۶

''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر برابر ہے، خواہ تو نے انھیں ڈرایا ہو، یا انھیں نہ ڈرایا ہو، ایمان نہیں لائیں گے۔''

نبی ﷺ کی شدید خواہش تھی کہ سب لوگ مسلمان ہو جائیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی کرتوت اور اعمال کے باعث کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ ایمان ان کے نصیب ہی میں نہیں۔ اس سے سب کافر مراد نہیں، کیونکہ بے شمار کافر مسلمان ہوئے اور ہو رہے ہیں، اس لیے یہاں مراد وہ لوگ ہیں جو پچھلی آیات میں مذکور سب چیزوں کا یا ان میں سے بعض کا انکار کر دیتے ہیں اور ہٹ دھرمی کی اس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ اگر یہ حق بھی ہو تو ہم اسے نہیں مانیں گے، جیسے بعض یہود مدینہ اور ابوجہل اور اس کے ساتھی وغیرہ، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ [یونس : ۹۶، ۹۷] ''بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ خواہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ﴾ [البقرة : ۱۴۵] ''اور یقیناً اگر تو ان لوگوں کے پاس جنھیں کتاب دی گئی ہے، ہر نشانی بھی لے آئے وہ تیرے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے۔'' نیز فرمایا: ﴿ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ﴾ [القمر: ۳ تا ۵] ''اور انھوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس کئی خبریں آئی ہیں، جن میں باز آنے کا سامان ہے۔ کامل دانائی کی بات ہے، پھر (بھی) ڈرانے والی چیزیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔''

﴿ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَ عَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ٝ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۷ ﴾ ع

’’اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی اور ان کی نگاہوں پر ایک پردہ ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔‘‘

کفر و معصیت کے مسلسل ارتکاب کی وجہ سے ان کے دلوں سے قبول حق کی استعداد ختم ہو چکی ہے۔ ان کے کان حق بات سننے کے لیے آمادہ نہیں اور ان کی نگاہیں کائنات میں پھیلی ہوئی رب کی نشانیاں دیکھنے سے محروم ہو چکی ہیں، تو اب وہ کس طرح ایمان لا سکتے ہیں؟ یہ مہر اگرچہ اللہ نے لگائی ہے مگر اس کا باعث ان کا عمل اور ہٹ دھرمی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الجاثیة : ۲۳] ’’پھر کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنا لیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا۔ پھر اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ سَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۰۸] ’’یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں اور ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہی لوگ ہیں جو بالکل غافل ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [المطففین : ۱۲ تا ۱۴] ’’اور اسے کوئی نہیں جھٹلاتا مگر ہر حد سے نکل جانے والا، سخت گناہ گار۔ جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔‘‘

یہ مہر کیسے لگتی ہے؟ اس کی وضاحت حدیث میں ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے، پھر جب وہ اس گناہ سے دور ہو جاتا ہے، معافی مانگ لیتا اور توبہ کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ اس گناہ کو دوبارہ کرتا ہے تو اس نقطے کو بڑھا دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے وہ سیاہی پورے دل پر چھا جاتی ہے اور یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ نے (اس آیت میں) کیا ہے: ﴿ كَلَّا بَلْ ٚ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [المطففین : ۱٤] ’’ہرگز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔‘‘ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ویل للمطففین : ۳۳۳٤۔ ابن ماجه، کتاب الزھد، باب ذکر الذنوب : ٤۲٤٤۔ کتاب التوبة لابن أبی دنیا : ۱۹۱]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دلوں پر فتنے اس طرح وارد ہوں گے (ایک کے بعد ایک) جیسے چٹائی کے تنکے ایک کے بعد ایک ہوتے ہیں۔ جو دل انھیں قبول کر لے گا اس میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو

جائے گا اور جو دل انھیں قبول کرنے سے انکار کر دے گا اس میں ایک سفید نقطہ پیدا ہو جائے گا، حتیٰ کہ دل دو طرح کے ہو جائیں گے، یا تو دل چٹان کی طرح سفید ہوگا کہ جب تک آسمان و زمین باقی رہیں گے کوئی فتنہ اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یا دل سیاہ ہو کر الٹے کوزے کی طرح ہو جائے گا کہ وہ نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہیں سمجھے گا۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب رفع الأمانة والإیمان ...... الخ : ١٤٤]

سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے : ((یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ! ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِیْنِكَ)) "اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔" [ابن حبان : ٩٤٣۔ ترمذی ، کتاب القدر ، باب ما جاء أن القلوب بین أصبعی الرحمن : ٢١٤٠]

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۸

"اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں۔"

یہاں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر فرما رہے ہیں جو موقع پرست ہوتے ہیں۔ دنیوی فائدہ حاصل کرنے کے لیے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن دل سے ایمان قبول نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کو منافق کہا جاتا ہے۔ ان کے جھوٹ اور فریب کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بار بار کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [المنافقون : ١] "جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بلاشبہ تو یقیناً اس کا رسول ہے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ٦١] "اور جب وہ تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے، حالانکہ یقیناً وہ کفر کے ساتھ داخل ہوئے اور یقیناً اسی کے ساتھ وہ نکل گئے اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ چھپاتے تھے۔"

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ ہوں وہ خالص منافق ہوتا ہے اور جس شخص میں ان خصلتوں میں سے کوئی ایک ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (وہ خصلتیں یہ ہیں) جب اسے امانت دار سمجھا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ کہے، جب عہد کرے تو اسے توڑ ڈالے اور جب جھگڑے تو بدزبانی کرے۔" [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ٣٤۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ٥٨]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "منافق کی مثال اس بکری کی ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہو، کبھی اس ریوڑ میں آتی ہو اور کبھی اس میں۔" [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفات المنافقین و أحکامهم : ٢٧٨٤]

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ؕ۝۹

’’اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔‘‘

یعنی وہ دل میں کفر چھپائے ہوئے ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو دھوکا دینے میں کامیاب ہیں، حالانکہ دھوکا ان کے ساتھ ہو رہا ہے کہ دنیا میں ان کو مسلمان قرار دیا گیا اور انھیں مسلمانوں والے حقوق و فوائد حاصل رہے مگر آخرت میں وہ آگ کے سب سے نچلے حصے میں ہوں گے اور انھیں اس خود فریبی کا شعور ہی نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ ﴾ [النساء : ١٤٢] ’’بے شک منافق لوگ اللہ سے دھوکا بازی کر رہے ہیں، حالانکہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴾ [المجادلة : ١٨] ’’جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو وہ اس کے سامنے قسمیں کھائیں گے جس طرح تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور گمان کریں گے کہ بے شک وہ کسی چیز پر (قائم) ہیں، سن لو! یقیناً وہی اصل جھوٹے ہیں۔‘‘

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ۬ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۝۱۰

’’ان کے دلوں ہی میں ایک بیماری ہے تو اللہ نے انھیں بیماری میں اور بڑھا دیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔‘‘

یہ اس سوال کا جواب ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کوئی شخص اللہ کو دھوکا دے جو عالم الغیب ہے اور مومنوں کو دھوکا دے جن سے زیادہ فراست والا کوئی ہو نہیں سکتا اور سمجھے کہ میں دھوکا دینے میں کامیاب ہوں۔ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دل ہی ایک ایسے مرض میں مبتلا ہیں جس نے انھیں خود فریبی کی آخری حد تک پہنچا دیا ہے۔ وہ مرض نفاق ہے جو کفر چھپانے کی کوشش کا نام ہے۔ اس بیماری سے بے شمار مزید نفسیاتی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور پھر بڑھتی چلی جاتی ہیں، مثلاً جھوٹ، خیانت، وعدہ خلافی، بدعہدی، خود پسندی اور دو رخی وغیرہ۔ جنھیں رسول اللہ ﷺ نے منافق کی نشانیاں قرار دیا ہے۔ پھر اگر توبہ نہ کی جائے اور آدمی باز نہ آئے تو ان بیماریوں میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ۝ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ ﴾ [التوبة: ١٢٤، ١٢٥] ’’پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور رہے وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی میں زیادہ کر دیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [الأحزاب : ١٢] ’’اور

جب منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، کہتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے محض دھوکا دینے کے لیے وعدہ کیا تھا۔‘‘

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں تھے، اتفاق سے وہاں ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات مار دی۔ انصاری پکار اٹھا، اے انصاریو! دوڑو۔ مہاجر پکارنے لگا، اے مہاجرو! ادھر آؤ۔ دونوں کی یہ بات رسول اللہ ﷺ نے سن لی، آپ نے پوچھا: ’’یہ جاہلیت کی پکار کیسی ہے؟‘‘ لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! ایک مہاجر نے ایک انصاری کو لات مار دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’ایسی باتیں (جن سے باہمی فساد اور خانہ جنگی ہو) چھوڑ دو، یہ ناپاک باتیں ہیں۔‘‘ عبداللہ بن ابی منافق نے اس تکرار کی خبر سنی (جو مہاجر اور انصاری میں ہو گئی تھی) تو کہنے لگا، مہاجرین اپنی حکومت جتانے لگے ہیں، اللہ کی قسم! اگر ہم واپس مدینہ پہنچے تو جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ یہ بات جب نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! حکم دیجیے! میں اس منافق کی گردن اتار دوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’اسے چھوڑیے! لوگ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) خود ہی اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔‘‘ جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تھے اس وقت انصار مہاجرین سے زیادہ تھے، پھر اس کے بعد مہاجرین زیادہ ہو گئے۔ [بخاري، كتاب التفسير ، باب قوله: ﴿ سوآء عليهم أستغفرت لهم ﴾: ٤٩٠٥]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت ڈالو تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ سن لو! یقیناً وہی تو فساد ڈالنے والے ہیں اور لیکن وہ نہیں سمجھتے۔‘‘

جب منافقین سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ یعنی کفر و معاصی کا ارتکاب نہ کرو، کافروں کے ساتھ دوستی نہ کرو، مسلمانوں کے بھید ان کے دشمنوں کو نہ دو اور کافروں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر جنگ کی آگ نہ سلگاؤ، تو کہتے ہیں کہ دراصل ہم ہی لوگ تو اصلاح کرنے والے ہیں کہ مسلمانوں اور کافروں سے مدارات سے کام لیتے ہیں اور ان کے درمیان اصلاح کرتے ہیں۔ مسلمان کیا اصلاح کریں گے؟ اس طرح انھوں نے حقائق کو تبدیل کر کے زمین میں فساد پھیلایا اور ظاہر کیا کہ ان کا عمل فساد فی الارض نہیں، بلکہ اصلاح بین الناس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے زعم باطل کی تردید کی کہ ان سے بڑھ کر فسادی کون ہو سکتا ہے اور اس سے بڑا فساد اور کیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا جائے، اس کے دین سے لوگوں کو روکا جائے، اللہ اور اس کے اولیاء کو دھوکا دیا جائے اور اس کے دشمنوں سے دوستی کی جائے۔ اب بھی مسلمانوں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے ساتھ شرک کو اولیاء کا

ادب، بدعات کو قربِ الٰہی کا ذریعہ، کفار سے دوستی اور ان کے غلبے کے لیے کوشش کو حالات کا تقاضا قرار دیتے ہیں، مسلمانوں کی نسل کشی کو خاندانی منصوبہ بندی کہتے ہیں، بدکاری و بے حیائی پھیلاتے ہیں اور اسے عورتوں کے حقوق کا تحفظ قرار دیتے ہیں۔ ہر برے سے برا کام نام بدل کر خوش نما بنا لیتے ہیں، کچھ لوگوں نے زنا کو متعہ اور حلالہ کا، باجوں گاجوں اور موسیقی کو قوالی اور روح کی غذا کا اور نشہ آور مشروبات کو نبیذ کا نام دے کر حلال کر رکھا ہے۔ یہ سب نفاق کے مختلف مظاہر ہیں۔

منافقین اپنے اسلام کے جھوٹے دعوے کی بنیاد پر مومنوں سے میل جول رکھتے تھے، لیکن ان کی اصل دوستی یہودیوں سے تھی، وہ یہودیوں کو جنگ پر اکساتے تھے، ان کی پوری کوشش تھی کہ اسلام مٹ جائے اور اہلِ ایمان نیست و نابود ہو جائیں۔ اپنے ان مذموم مقاصد کے لیے وہ دیگر لوگوں کو بھی تیار کرتے، انھیں اپنی تائید و نصرت کی یقین دہانیاں کرواتے رہتے، حالانکہ وہ اپنے اس دعوے میں بھی جھوٹے اور قطعی کھوکھلے تھے، جیسا کہ قرآن مجید نے خبر دی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴾ [الحشر : ۱۱] ”کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے منافقت کی، وہ اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جنھوں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا، یقیناً اگر تمھیں نکالا گیا تو ضرور بالضرور ہم بھی تمھارے ساتھ نکلیں گے اور تمھارے بارے میں کبھی کسی کی بات نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ضرور بالضرور ہم تمھاری مدد کریں گے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ﴾ [الأعراف : ۵۶] ”اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْھُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ﴾ [النساء : ۸۱] ”اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی، پھر جب تیرے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو اس کے خلاف مشورے کرتا ہے جو وہ کہہ رہا تھا اور اللہ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں۔“

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں شریک تھا، میں نے عبداللہ بن ابی کو یہ کہتے ہوئے سنا، لوگو! تم ایسا کرو کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں انھیں کچھ نہ دو، تو وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اس کے پاس سے الگ ہو جائیں گے اور اگر ہم اس لڑائی سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو جو عزت والا ہے وہ ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ میں نے عبداللہ بن ابی کی یہ بات اپنے چچا (سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ) یا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کی۔ انھوں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور میں نے یہ واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے عبداللہ بن ابی اور اس

کے ساتھیوں کو بلوایا مگر وہ مکر گئے اور قسمیں کھانے لگے کہ ہم نے ہرگز ایسا نہیں کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جھوٹا اور عبداللہ بن ابی کو سچا جانا، مجھے اتنا رنج ہوا کہ کبھی ویسا رنج نہیں ہوا تھا۔ پھر میں گھر میں بیٹھ گیا، میرے چچا نے کہا، میرا خیال نہیں تھا کہ آپ ﷺ تمھاری تکذیب کریں گے اور تم پر ناراض ہوں گے۔ پھر اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۂ منافقون نازل کی۔ تب رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور سورۂ منافقون پڑھ کر سنائی۔ فرمایا: ''زید! اللہ نے تجھ کو سچا کیا۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله:﴿ إذا جاء ك المنافقون قالوا نشهد إنك لرسول الله ﴾ : ٤٩٠٠ـ مسلم ، كتاب صفات المنافقين، باب صفات المنافقين و أحكامهم : ٢٧٧٢]

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے ہیں، تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسے بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ سن لو! بے شک وہ خود ہی بے وقوف ہیں اور لیکن وہ نہیں جانتے۔''

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ : اس آیت میں ''النَّاسُ'' سے مراد سچے مومن ہیں، یعنی مہاجرین و انصار وغیرہ اور منافق انھیں ''بے وقوف'' اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سچے مومن تھے، ان کی طرح مفاد پرست نہیں تھے، بلکہ دین کی خاطر کٹھن سے کٹھن حالات کا مقابلہ کرنے حتیٰ کہ جان تک دینے کو بھی تیار رہتے تھے۔ اس آیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کہ منافقین کو ان کے ایمان جیسا ایمان لانے کا حکم دیا گیا اور ایمان لانے کے سلسلے میں انھیں معیار قرار دیا گیا۔

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ : رسول اللہ ﷺ جب انھیں ایمانِ خالص کی دعوت دیتے، تو وہ لوگ اپنی نجی مجلسوں میں کہتے کہ ''کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جیسے بے وقوف ایمان لائے ہیں۔'' صحابہ کرام کو سفیہ اور بیوقوف سمجھتے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے، اپنا گھر بار چھوڑا اور کافروں سے دشمنی مول لی۔ حالانکہ ان کے نزدیک عقل کا تقاضا اس کے برعکس تھا، اس لیے صحابہ کرام کو کم عقلی اور بیوقوفی کی طرف منسوب کیا اور اپنے آپ کو دنیا والوں کے سامنے اربابِ عقل وخرد باور کرایا۔ وہ لوگ صحابہ کرام کو اس لیے سفیہ کہتے تھے کہ اس زمانے میں اکثر مسلمان غریب وفقیر اور منافقین وکفار اصحابِ ریاست وثروت تھے، ان کا یہ کام صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحقیر کی غرض سے تھا۔

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۴

''اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب اپنے شیطانوں کی طرف

اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں بے شک ہم تمھارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف مذاق اڑانے والے ہیں۔''

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا : اہل ایمان سے ان کی ملاقات سرسری ہوتی ہے، کبھی کسی مجلس میں کبھی سر راہ، مگر اپنے شیطانوں کے ساتھ اہتمام کے ساتھ خلوت ہوتی ہے۔ یہاں ان کے کردار و گفتار میں تناقض اور تباین کو انھی کی زبانی بیان کیا گیا ہے کہ جب مسلمانوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم مسلمان ہیں، تاکہ مسلم معاشرہ کے منافع اور مصالح سے مستفید ہوں اور جب اپنے سرداروں کی مجلسوں میں جاتے ہیں تو انھیں یقین دلاتے ہیں کہ ہم تو آپ لوگوں کے ساتھ ہیں، ہم تو یونہی مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہی منافقت ہے، آج تو وہ بظاہر بڑے خوش ہیں، دراصل یہ کل کے اپنے انجام سے بے خبر ہیں کہ اس منافقت کا انجام کیا ہے؟ ان کا بھیانک انجام حدیث میں یوں بیان ہوا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے بدتر اس شخص کو پاؤ گے جو دو رخا ہوگا، ان کے پاس آیا تو ان کا سا بن گیا اور ان کے پاس گیا تو ان کا سا بن گیا۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب ما قيل في ذي الوجهين : ٦٠٥٨۔ مسلم ، كتاب فضائل الصحابة ، باب خيار الناس : ٢٥٢٦]

وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ : شیاطین سے مراد کافروں کے سردار ہیں، خواہ وہ مشرکین و یہود سے ہوں، یا خود ان منافقین سے۔ شیطان ہر سرکش اور مفسد شخص کو کہتے ہیں، شیاطین جنوں اور انسانوں دونوں سے ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں صراحت ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ﴾ [الأنعام : ١١٢] ''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے۔''

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾

''اللہ ان کا مذاق اڑاتا ہے اور انھیں ڈھیل دے رہا ہے، اپنی سرکشی ہی میں حیران پھرتے ہیں۔''

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ : اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ منافقین تم لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کا مذاق اڑائے گا، یعنی ان سے انتقام لے گا، انھیں دنیا میں ذلت و پستی میں مبتلا کرے گا اور آخرت میں ان سے مذاق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مومن جب اپنے نور لے کر چلیں گے تو اچانک منافقوں کا نور بجھ جائے گا اور وہ ظلمت و تاریکی میں بھٹکتے رہ جائیں گے۔ اس سے بڑھ کر ان کا استہزا اور کیا ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴾ [الحديد : ١٣] ''جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے کہیں گے جو ایمان لائے ہمارا انتظار کرو کہ ہم تمھاری روشنی سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پس کچھ روشنی تلاش کرو، پھر ان کے درمیان ایک دیوار بنا دی جائے گی

جس میں ایک دروازہ ہوگا،اس کی اندرونی جانب،اس میں رحمت ہوگی اوراس کی بیرونی جانب،اس کی طرف عذاب ہوگا۔“

﴿وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ : یہ بھی منافقین کے ساتھ اللہ کا استہزا ہی ہے کہ وہ انھیں ڈھیل دیتا ہے اور انھیں کفر و فجور میں آگے بڑھنے کی مہلت دیتا ہے، درآں حالیکہ وہ حیران و پریشان ہوتے ہیں اور اس سے باہر نکلنے کا انھیں کوئی راستہ نہیں ملتا، ارشاد فرمایا: ﴿وَ نُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ [الأنعام : ۱۱۰] ”اور ہم ان کے دلوں اوران کی آنکھوں کو پھیر دیں گے، جیسے وہ اس پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور انھیں چھوڑ دیں گے، اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں گے۔“ اور فرمایا: ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ﴾ [الأنعام : ٤٤] ”پھر جب وہ اس کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کے ساتھ خوش ہوگئے جو انھیں دی گئی تھیں، ہم نے انھیں اچانک پکڑ لیا تو اچانک وہ ناامید تھے۔“

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾

”یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی، تو نہ ان کی تجارت نے نفع دیا اور نہ وہ ہدایت پانے والے بنے۔“

اللہ نے ان کی تجارت کو گھاٹے اور خسارے والی بتایا، تو یہاں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وہ بدنصیب تجارت کے اصولوں سے واقف ہی نہ تھے۔ ان کے اندر سے یہ صلاحیت مسلوب تھی کہ وہ نفع ونقصان، خیر وشر، نور وظلمت اور ہدایت وگمراہی میں تمیز کر پاتے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّاۤ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾

”ان کی مثال اس شخص کی مثال کی سی ہے جس نے ایک آگ خوب بھڑکائی، تو جب اس نے اس کے اردگرد کی چیزوں کو روشن کر دیا تو اللہ ان کے نور کو لے گیا اور انھیں کئی طرح کے اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے۔“

منافقین کی تشبیہ اس شخص سے کس طرح دی گئی جس نے ایک آگ خوب بھڑکائی پھر اس کی آگ بجھ گئی اور اللہ ان کا نور لے گیا؟ جواب یہ ہے کہ دو وجہ سے۔ پہلی یہ کہ یہ لوگ پہلے ایمان لائے تو نورِ ایمان سے ان کے لیے ہر چیز روشن ہوگئی، پھر نفاق میں مبتلا ہو گئے تو وہ نور بجھ گیا اور وہ کفر ونفاق اور شکوک وشبہات کے اندھیروں میں بھٹکتے رہ گئے۔

تشبیہ کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بظاہر ایمان لانے سے دنیا میں انھیں مسلمان ہونے کی عزت حاصل ہوئی، مسلمانوں کے ساتھ ان کے رشتے ناتے رہے، وہ ایک دوسرے کے وارث رہے، مال غنیمت اور دوسرے بے شمار فوائد حاصل کرتے رہے، مگر جب فوت ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ عزت چھین لی، جیسے اس آگ والے سے اس کی روشنی

چھین لی اور انھیں اندھیروں یعنی قبر، یوم محشر اور جہنم کے عذاب میں چھوڑ دیا۔

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝۱۸

”بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ نہیں لوٹتے۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں بتایا کہ دراصل ان کا دل، ان کی بصیرت اور سوجھ بوجھ ہی اندھی ہو چکی ہے کہ وہ خیر کی باتیں سننے سے بہرے ہیں، انھیں اپنی زبان سے ادا کرنے سے عاجز ہیں اور نعمت بصیرت سے محروم ہیں، اس لیے اب وہ لوگ حق کی طرف کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ [الحج : ٤٦] ”پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ [الأعراف : ١٧٩] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بہت سے جن اور انسان جہنم ہی کے لیے پیدا کیے ہیں، ان کے دل ہیں جن کے ساتھ وہ سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں جن کے ساتھ وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے نہیں، یہ لوگ چوپاؤں جیسے ہیں، بلکہ یہ زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، یہی ہیں جو بالکل بے خبر ہیں۔“

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۱۹ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۰

”یا جیسے آسمان سے اترنے والی بارش، جس میں کئی اندھیرے ہیں اور گرج اور چمک ہے، وہ کڑکنے والی بجلیوں کی وجہ سے موت کے ڈر سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں اور اللہ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔ بجلی قریب ہے کہ ان کی نگاہیں اچک کر لے جائے، جب کبھی وہ ان کے لیے روشنی کرتی ہے اس میں چل پڑتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا کر دیتی ہے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور ان کی سماعت اور ان کی نگاہیں لے جاتا، بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک دوسری مثال دی کہ ان کی مثال آسمان سے نازل ہونے والی بارش کی سی ہے جس میں تاریکیاں ہوں، کڑک ہو اور بجلی ہو۔ جب اس بجلی سے ذرا روشنی ہوتی ہے تو وہ چلنے لگتے ہیں اور جب تاریکی عود کر آتی ہے تو گھبرا کر ٹھہر جاتے ہیں۔

یہی حال منافقین کا تھا کہ جب قرآن کریم میں مذکور اوامر و نواہی اور وعدہ و وعید سنتے، تو مارے ڈر کے اور رعب و

خوف کی وجہ سے اپنی انگلیوں کو کانوں میں ڈال لیتے، جتنا ان کے لیے ممکن ہوتا اتنا قرآن اور اس کی تعلیمات سے اعراض کرتے اور اسے برا جانتے۔ بالکل اس آدمی کی طرح جو بارش میں کڑک کی وجہ سے، موت کے ڈر سے، اپنی انگلیوں کو اپنے کانوں میں ٹھونس لیتا ہے، وہ سوچتا ہے کہ شاید اس طرح موت کا خطرہ اس سے ٹل جائے گا، لیکن منافقین کو کہاں سے نجات مل سکتی ہے، اللہ تعالیٰ انھیں ہر طرف سے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں ان کے کرتوتوں کا پورا پورا بدلہ دے کر رہے گا۔

بارش سے مراد اسلام ہے، اندھیروں اور گرج سے مراد وہ تکلیفیں اور مصیبتیں ہیں جو اسلام کی راہ میں پیش آتی ہیں۔ چمک سے مراد مسلمانوں کو حاصل ہونے والی کامیابیاں ہیں اور کڑکنے والی بجلیوں سے مراد جہاد کے احکام ہیں، جن میں منافقوں کو موت دکھائی دیتی ہے۔ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہدایت اور علم جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسی مثال اس بارش کی جو کثرت سے ہو، وہ بارش جب زمین پر پہنچتی ہے تو زمین کا وہ حصہ جو صاف ہوتا ہے پانی جذب کر لیتا ہے، پھر اس سے گھاس اور سبزہ اگتا ہے اور زمین کا جو حصہ سخت ہوتا ہے وہ پانی کو روک لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے، لوگ اس سے پیتے ہیں، پلاتے ہیں اور کھیتی میں آبپاشی کرتے ہیں اور زمین کا بعض حصہ بالکل چٹیل میدان ہوتا ہے، نہ پانی کو روکتا ہے اور نہ اس پر گھاس اگتی ہے۔ بس یہی مثال اس شخص کی ہے جو اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کرے اور جس چیز کو دے کر مجھے اللہ نے بھیجا ہے وہ اس کو نفع پہنچائے، پھر وہ شخص اس کو پڑھے اور پڑھائے اور (چٹیل میدان کی) مثال اس شخص کی سی ہے جو ہدایت اور علم دین کی طرف متوجہ نہ ہو اور جس ہدایت کو دے کر میں مبعوث کیا گیا ہوں اسے قبول نہ کرے۔'' [بخاري، كتاب العلم، باب فضل من علم و علّم : ۷۹]

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۲۱

''اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم بچ جاؤ۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے انسانو! دیکھو، دھوکے میں نہ آؤ اور اپنی تخلیق کے مقصد کو فراموش نہ کرو، کبر و غرور سے کام نہ لو اور اس اللہ کی بندگی کے لیے جھک جاؤ جس نے تمھیں پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ یہی تقویٰ کی راہ ہے اور یہی ذریعہ ہے اللہ کی ناراضی اور اس کے عذاب سے بچنے کا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا ﴾ [النساء : ۳٦] ''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴾ [الكهف : ۱۱۰] ''تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا

ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔" اور فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ [الذاریات : ٥٦] "اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: "احسان کیا ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے دیکھنے کی کیفیت پیدا نہ کر سکو تو (یہ تصور پیدا کر لو کہ) وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔" [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل علیہ السلام عن الإیمان ...... الخ : ٥٠۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان و الإسلام...... الخ : ٨]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے معاذ! کیا جانتے ہو کہ اللہ کا اس کے بندوں پر کیا حق ہے؟" معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: "یہ کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔" [بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء في دعاء النبي صلی اللہ علیہ وسلم أمته إلى توحيد الله تبارك و تعالى : ٧٣٧٣۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعًا : ٣٠]

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

"جس نے تمھارے لیے زمین کو ایک بچھونا اور آسمان کو ایک چھت بنایا اور آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ کئی طرح کے پھل تمھاری روزی کے لیے پیدا کیے، پس اللہ کے لیے کسی قسم کے شریک نہ بناؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔"

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا : یعنی اللہ وہ ذات ہے جس نے تمھارے اوپر نعمتوں کی بارش کی، زمین کو تمھارے لیے فرش بنایا، جس پر تم مکان بناتے ہو، کاشت کرتے ہو اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَالْأَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ﴾ [الذاریات : ٤٨] "اور زمین، ہم نے اسے بچھا دیا، سو (ہم) اچھے بچھانے والے ہیں۔" اور فرمایا: ﴿الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ [الزخرف : ١٠] "وہ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں تمھارے لیے راستے بنائے، تاکہ تم راہ پاؤ۔" اور فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا﴾ [نوح : ١٩] "اور اللہ نے تمھارے لیے زمین کو ایک فرش بنا دیا۔"

وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً : یعنی آسمان کو تمھارے لیے چھت بنایا، اس میں شمس و قمر اور ستاروں کو بسایا، تاکہ وہ تمھیں فائدہ پہنچائیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰهَا ۞ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا﴾ [النازعات : ٢٨،٢٧] "کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔" اور فرمایا: ﴿اَفَلَمْ يَنْظُرُوْا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ﴾ [ق : ٦] "تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان

کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے اسے بنایا اور اسے سجایا اور اس میں کوئی درزیں نہیں ہیں۔“

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً : ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰۗي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٧] ”اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، پھر اس سے پانی اتارتے ہیں پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“

فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ : یعنی بادل سے پانی برسایا، جس کے ذریعے مختلف قسم کے پھل پیدا کیے، تاکہ تم انھیں استعمال کرو، ان سے قوت حاصل کرو اور زندہ رہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ﴾ [الأعراف : ٥٧] ”پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ﴾ [الفاطر : ٢٧] ”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ کئی پھل نکالے، جن کے رنگ مختلف ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [النحل : ١٠، ١١] ”وہی ہے جس نے آسمان سے کچھ پانی اتارا، تمھارے لیے اسی سے پینا ہے اور اسی سے پودے ہیں جن میں تم چراتے ہو۔ وہ تمھارے لیے اس کے ساتھ کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔“

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا : ذکر کردہ تمام نعمتوں کا تقاضا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک نہ بناؤ، جو تمھاری طرح مخلوق ہیں اور آسمان و زمین کے درمیان ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں اور تم یہ جانتے بھی ہو کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں، وہ تنہا پیدا کرنے والا ہے، روزی دینے والا ہے اور وہی آسمان و زمین کے درمیان سارے امور کی تدبیر کرنے والا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اے اللہ کے رسول! سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(سب سے بڑا گناہ یہ ہے) کہ تم اللہ کا شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔“ [بخاری، كتاب الأدب، باب قتل الولد خشية أن يأكل معه : ٦٠٠١]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جو غصہ دلانے والی بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا ہو، بے شک لوگ (کسی کو) اس کا شریک بناتے ہیں، کسی کو اس کا بیٹا بناتے

ہیں، اس کے باوجود وہ (صبر کرتا ہے اور) ان کو رزق دیتا ہے، عافیت دیتا ہے اور (ہر قسم کی چیزیں) عطا فرماتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب في الكفار: ۵۰/ ۲۸۰۴]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص اس حالت میں مر گیا کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی شریک کو پکارتا تھا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔‘‘ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله تعالٰى: ﴿ و من الناس من يتخذ...... الخ ﴾ : ۴۴۹۷]

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ١۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝۲۳

’’اور اگر تم اس کے بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو اس کی مثل ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتی بلا لو، اگر تم سچے ہو۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی نبوت کی صداقت پر عقلی دلیل پیش کی ہے اور کہا ہے کہ اے میرے رسول کی مخالفت کرنے والو! اس دعوت کو رد کرنے والو اور اسے جھوٹا بتانے والو! اگر تمھیں اس بارے میں شبہ ہے کہ یہ قرآن ہم نے اپنے بندے پر نہیں اتارا ہے، تو جان لو کہ وہ تمھاری طرح ایک انسان ہے۔ تم اسے یوم پیدائش سے جانتے ہو کہ نہ وہ لکھتا ہے نہ پڑھتا ہے۔ وہ ایک کتاب لایا ہے اور تمھیں خبر دی کہ یہ اللہ کی کتاب ہے، تو تم نے کہا کہ اس نے خود گھڑا ہے اور اللہ پر افترا پردازی کی ہے۔ اگر بات ویسی ہی ہے جیسا تم کہتے ہو، تو اس کتاب جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا تمھارے جتنے معاون و مددگار ہوں ان سب کی مدد حاصل کر لو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر کافروں کو یہ چیلنج کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ١ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [يونس : ۳۸] ’’یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے؟ کہہ دے تو تم اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ١ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ١ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [هود : ۱۳، ۱۴] ’’یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے۔ کہہ دے پھر اس جیسی دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکتے ہو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔ پس اگر وہ تمھاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم حکم ماننے والے ہو؟‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾ [بني إسرائيل : ۸۸] ’’کہہ دے اگر سب انسان اور جن جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہیں لائیں گے، اگرچہ ان کا بعض بعض کا مددگار ہو۔‘‘

ہر زمانے میں جو چیز کمال کو پہنچی ہوئی تھی اس کے مطابق اس زمانے کے پیغمبر کو ایسا معجزہ دیا گیا جس کے سامنے انسانی کمال عاجز اور بے بس ہو، جیسے فرعون کے جادوگر اور عصائے موسیٰ، اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے باکمال طبیب اور عیسیٰ علیہ السلام کا مردہ کو زندہ کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اہل عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر فخر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ایسا معجزہ عطا فرمایا جس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثال سیکڑوں برس گزرنے کے باوجود نہ کوئی پیش کر سکا، نہ کر سکے گا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کوئی نبی ایسا نہیں جس کو معجزے نہ دیے گئے ہوں، ان معجزوں کے مطابق لوگ ان پر ایمان لاتے رہے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی (یعنی قرآن) ہے جو اللہ نے میری طرف کی ہے (اور یہ سب سے بڑا معجزہ ہے)، لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے فرماں بردار ان انبیاء کے فرماں برداروں کی نسبت بہت زیادہ ہوں گے۔“ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : بعثت بجوامع الکلم : ۷۲۷٤۔ مسلم ، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا ...... الخ : ۱۵۲]

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝۲۴

”پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا اور نہ کبھی کرو گے تو اس آگ سے بچ جاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔“

یعنی اگر تم قرآن کی مثل نہیں لا سکتے (جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ آج تک کوئی شخص اس چیلنج کو قبول نہ کر سکا) تو یہ کھلی نشانی اور اس امر کی واضح دلیل ہو گی کہ میرا رسول سچا ہے اور وہ کتاب (قرآن) سچی ہے جو میں نے اس پر اتاری ہے، تمھارے عجز کا یہ اعتراف اس بات کا متقاضی ہے کہ تم اس کی اتباع کرو اور اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گا اور یہ آگ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ : عام آگ انسانی جسم اور پتھروں سے بجھ جاتی ہے یا مدھم ہو جاتی ہے، مگر جہنم کی آگ کی حرارت اس قدر ہے کہ انسان اور پتھر اس کا ایندھن بن کر اسے مزید بھڑکائیں گے، ارشاد فرمایا : ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ [التحریم : ٦] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ [النساء : ٥٦] ”بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم انھیں عنقریب ایک سخت آگ میں جھونکیں گے،

جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی ہم انھیں ان کے علاوہ اور کھالیں بدل دیں گے، تا کہ وہ عذاب چکھیں، بے شک اللہ ہمیشہ سے سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ : یعنی جہنم اصلاً کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے، کوئی مومن اس میں جائے گا تو کسی کفریہ کام کے ارتکاب کی وجہ ہی سے جائے گا، اگرچہ ہمیشہ اس میں نہیں رہے گا، نیز یہ دلیل ہے کہ جنت اور جہنم اللہ کی مخلوق ہیں اور دونوں اب بھی موجود ہیں، احادیث سے جنت اور جہنم کا اس وقت موجود ہونا ثابت ہے۔ اہل سنت اور سلف امت کا یہی عقیدہ ہے، ان کے وجود کا انکار صریح آیات و احادیث کا انکار ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زوردار آواز سنی، تو دریافت فرمایا: ’’کیا تم جانتے ہو یہ کس چیز کی آواز ہے؟‘‘ کہتے ہیں ہم نے کہا، اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ اس پتھر کی آواز ہے جسے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا، وہ مسلسل گرتا رہا، اب اس کے پیندے تک پہنچا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جہنم نے اپنے رب سے شکایت کرتے ہوئے عرض کی، اے میرے رب! میرے ایک حصے نے دوسرے کو کھا لیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اسے ایک سردی کے موسم اور ایک گرمی کے موسم میں، دو سانس لینے کی اجازت عطا فرما دی۔‘‘ [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲۶۰۔ مسلم ، كتاب المساجد، باب استحباب الإبراد بالظهر ...... الخ : ۶۱۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تمھاری یہ (دنیا کی) آگ جسے ابن آدم جلاتا ہے، جہنم کی آگ کی گرمی کا سترواں حصہ ہے۔‘‘ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، واللہ! یا رسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو) یہی دنیا کی آگ کافی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’لیکن وہ تو دنیا کی آگ سے انہتر (۶۹) درجے زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔‘‘ [مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب جهنم أعاذنا الله منها : ۲۸۴۳]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’(نماز کسوف کے دوران میں) جہنم میرے سامنے لائی گئی اور یہ اس وقت لائی گئی جب تم نے (دوران نماز میں) مجھے (اپنی جگہ سے) پیچھے ہٹتے دیکھا، میں (اس وقت) اس ڈر سے پیچھے ہٹا کہ کہیں مجھے جہنم کی لو نہ لگ جائے۔‘‘ [مسلم، كتاب الكسوف، باب ما عرض على النبي صلی اللہ علیہ وسلم في صلوة الكسوف من أمر الجنة والنار : ۹۰۴]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس آدمی کو ہو گا جسے آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی، ان جوتیوں کی وجہ سے اس کا دماغ کھولنے لگے گا۔‘‘ [مسلم، كتاب الإيمان، باب أهون أهل النار عذابًا : ۲۱۱]

وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ١ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا١ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ١ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا١ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ١ۙۗ وَّ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝۲۵

''اور ان لوگوں کو خوش خبری دے دے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے کہ بے شک ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، جب کبھی ان سے کوئی پھل انھیں کھانے کے لیے دیا جائے گا، کہیں گے یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے ہمیں دیا گیا تھا اور وہ انھیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیا جائے گا، اور ان کے لیے ان میں نہایت پاک صاف بیویاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ : ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور اس کے مطابق عمل کا نام ہے یہاں ایمان کے بعد عمل صالح کا ذکر خاص طور پر اس لیے کیا گیا ہے کہ عموماً اس میں کوتاہی کی جاتی ہے، حالانکہ عمل سے خالی ایمان کافی نہیں اور عمل صالح کیا ہے؟ ایسا عمل جو سنت کے مطابق ہو اور خالص رضائے الٰہی کی نیت سے کیا جائے۔ خلافِ سنت عمل بھی نامقبول اور نمود و نمائش اور ریا کاری کے لیے کیے گئے عمل بھی مردود و مطرود ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ١ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ [البقرة : ۸۲] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے وہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا١ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ١ٞ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا﴾ [النساء : ۵۷] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ہم انھیں عنقریب ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں ہمیشہ، ان کے لیے ان میں نہایت پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم انھیں بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔''

اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ : جنت میں صاف پانی اور خالص دودھ، شہد اور شراب کی نہریں ہوں گی، ارشاد فرمایا: ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ١ؕ فِيْهَاۤ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ١ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ١ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ١ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾ [محمد : ۱۵] ''اس جنت کا حال جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں۔''

اور فرمایا: ﴿لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ١ؕ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ﴾

[آل عمران : ۱۹۸] ”ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، اللہ کے پاس سے مہمانی کے طور پر اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہتر ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سیحان، جیحان، فرات اور نیل جنت کی نہروں میں سے ہیں۔“ [مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها، باب ما في الدنيا من أنهار الجنة : ۲۸۳۹]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا، کوثر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ ایک نہر ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ نے جنت میں عطا فرمائی ہے، جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں اونٹوں کی سی ہیں۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، وہ پرندے تو خوب مزے میں ہیں، آپ نے فرمایا: ”ان پرندوں کو کھانے والے زیادہ مزے میں ہیں۔“ [ترمذی، كتاب صفة الجنة، باب ما جاء في صفة طير الجنة : ۲۵٤۲]

حکیم بن معاویہ اپنے باپ سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت میں پانی، شہد، دودھ اور شراب کی نہریں ہیں اور ان نہروں سے (چھوٹی) نہریں نکلیں گی (جو جنتیوں کے محلات میں جائیں گی)۔“ [ترمذی، كتاب صفة الجنة، باب ما جاء في صفة أنهار الجنة : ۲۵۷۱]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جس جس کو چاہے گا جنت میں داخل فرما دے گا اور آگ والوں کو بھی آگ میں داخل فرما دے گا، پھر (جتنی مدت بعد چاہے گا) ارشاد فرمائے گا، دیکھو! جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو اس کو آگ سے نکال لو۔ چنانچہ وہ لوگ اس حال میں نکلیں گے کہ ان کے جسم کوئلے کی طرح جلے ہوئے ہوں گے، تب وہ نہر حیات یا نہر حیا میں ڈالے جائیں گے اور وہ لوگ اس میں اس طرح اگ پڑیں گے (یعنی بالکل صحیح سالم ہو جائیں گے) جس طرح بیج سیلاب کی ایک جانب اگتا ہے۔ کبھی تم نے دیکھا نہیں وہ بیج کیسا زرد لپٹا ہوا اگتا ہے۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين من النار : ۱۸٤]

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا : جنت میں ہر قسم کے پھل اور میوے ہوں گے۔ ”مُتَشَابِهًا“ کا مطلب یا تو جنت کے تمام میووں کا آپس میں ہم شکل ہونا ہے، یا دنیا کے میووں کے ہم شکل ہونا، تاہم یہ مشابہت صرف شکل یا نام کی حد تک ہی ہو گی، ورنہ جنت کے میووں کے مزے اور ذائقے سے دنیا کے میووں کو کوئی نسبت نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ﴾ [محمد : ۱۵] ”اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴾ [الرحمٰن : ٦٨] ”ان دونوں میں پھل اور کھجوروں کے درخت اور انار ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ۬ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ؕ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ﴾

﴿ وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۙ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۙ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۙ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۙ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ﴾ [الواقعة : ٢٧ تا ٣٣] ''اور دائیں ہاتھ والے، کیا (ہی اچھے) ہیں دائیں ہاتھ والے۔ (وہ) ایسی بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے ہوئے ہیں۔ اور ایسے کیلوں میں جو تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے۔ اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے اور بہت زیادہ پھلوں میں۔ جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے کوئی روک ٹوک ہوگی۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نماز کسوف کی حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم نے آپ کو (دوران نماز میں) دیکھا کہ آپ نے اپنی اس جگہ کوئی چیز لی ہے، پھر ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ (وہ چیز لینے سے) رک گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے جنت دیکھی اور اس کے ایک خوشہ کو لینا چاہا، اگر میں اسے توڑ لیتا تو جب تک دنیا رہتی تم لوگ اسے کھاتے رہتے۔'' [مسلم ، کتاب الکسوف ، باب ما عرض علی النبی ﷺ فی صلاۃ الکسوف من أمر الجنة والنار : ۹۰۷]

وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ : یعنی وہ ہر قسم کی ظاہری آلائشوں مثلاً پیشاب، پاخانہ، تھوک، حیض ونفاس وغیرہ سے اور باطنی آلائشوں مثلاً جھوٹ، کینہ، حسد اور بغض وغیرہ سے پاک ہوں گی، ارشاد فرمایا: ﴿ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴾ [الرحمٰن : ٥٦] ''ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں، جنھیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ عُرُبًا اَتْرَابًا ۙ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴾ [الواقعة : ٣٥ تا ٣٨] ''بلاشبہ ہم نے ان (بستروں والی عورتوں) کو پیدا کیا، نئے سرے سے پیدا کرنا۔ پس ہم نے انھیں کنواریاں بنا دیا۔ جو خاوندوں کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔ دائیں ہاتھ والوں کے لیے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی راہ (جہاد) میں پہلے پہر یا پچھلے پہر نکلنا دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے اور اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت دنیا میں (لمحہ بھر کے لیے) جھانک لے تو شرق و غرب کے درمیان ہر چیز کو روشن کر دے اور فضا کو خوشبو سے بھر دے، جنتی عورت کے سر کا دوپٹا دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب الحور العین وصفتهن :۲۷۹٦]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی عورت اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے اس (آدمی) کی بیوی کہتی ہے، اللہ تجھے ہلاک کرے! اسے تکلیف نہ دے، یہ چند روز کے لیے تیرے پاس ہے، عنقریب تجھے چھوڑ کے ہمارے پاس آنے والا ہے۔'' [ابن ماجه، کتاب النکاح، باب فی المرأة تؤذی زوجها : ۲۰۱٤]

وَهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ : اہلِ جنت ہمیشہ ہمیش جنت میں رہیں گے اور خوش رہیں گے اور اہل دوزخ ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے اور مبتلائے عذاب رہیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ

﴿وَلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ [يونس : ۲٦] ”جن لوگوں نے نیکی کی انھی کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے اور ان کے چہروں کو نہ کوئی سیاہی ڈھانپے گی اور نہ کوئی ذلت، یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو (اس حالت میں) لایا جائے گا (گویا کہ وہ ایک چتکبرا مینڈھا ہے) اسے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی آواز لگائے گا، اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی (ہر شخص ہمیشہ اسی حالت میں رہے گا جس میں وہ اب ہے) یہ سن کر جنتیوں کی خوشی اور بڑھ جائے گی اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔“ [بخاري، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ٦٥٤٨۔ مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء : ٢٨٥٠/٤٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص جنت میں داخل ہو گا وہ ہمیشہ عیش میں رہے گا، رنج و غم سے اسے کبھی واسطہ نہیں پڑے گا، اس کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوں گے اور اس کی جوانی کبھی زائل نہیں ہو گی۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في دوام نعيم أهل الجنة : ٢٨٣٦]

سیدنا ابو سعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک منادی ندا کرے گا (اے اہل جنت!) بے شک (اب) تم تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں پڑو گے، تم زندہ رہو گے، تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی، تم جوان رہو گے، تمھیں بڑھاپا کبھی نہیں آئے گا، تم عیش میں زندگی گزارو گے، تمھیں حزن و ملال کبھی نہیں ہو گا، یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ [الأعراف : ٤٣] ”اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔“ [مسلم، كتاب الجنة و صفة نعيمها، باب في دوام نعيم أهل الجنة : ٢٨٣٧]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْىٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ﴿۲۶﴾

”بے شک اللہ اس سے نہیں شرماتا کہ کوئی بھی مثال بیان کرے، مچھر کی ہو پھر اس کی جو اس سے اوپر ہے، پس لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے سو جانتے ہیں کہ بے شک ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور رہے وہ جنھوں نے کفر کیا تو وہ کہتے ہیں اللہ نے اس کے ساتھ مثال دینے سے کیا ارادہ کیا؟ وہ اس کے ساتھ بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ

بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔“

کفار اور منافقین جب قرآن کے چیلنج کا جواب نہ دے سکے تو اعتراض جڑ دیا کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی مثالوں کی کیا ضرورت تھی۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کو بطور مثال بیان کر سکتا ہے، یہ کوئی عیب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے حیا کرے وہ مچھر کی ہو یا پھر اس کی جو اس سے بھی بڑھ کر حقیر ہو، مثلاً مچھر کا پر یا ایک ذرہ۔ مچھر سے بڑھ کر ہونے سے مراد اس سے بڑی چیزیں، مثلاً مکھی، مکڑا وغیرہ بھی ہو سکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح بڑی سے بڑی مخلوق اللہ کی قدرت پر اور غیر اللہ کی بے بسی پر دلالت کرتی ہے، چھوٹی سے چھوٹی مخلوق بھی اسی طرح اللہ کی قدرت کا شاہکار ہے، پھر بات سمجھانے کے لیے اگر چھوٹی مخلوق کی مثال زیادہ موزوں ہو تو اس میں حیا کی کیا بات ہے؟ آیت زیر تفسیر میں مچھر کی مثال کا ذکر ہے، لیکن قرآن میں مچھر کی مثال کہیں نہیں ہے، البتہ حدیث میں مچھر کی مثالیں ملتی ہیں، کیونکہ حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے، لہٰذا ہو سکتا ہے کہ حدیث میں بیان کی ہوئی مچھر کی مثالوں ہی پر کفار نے اعتراض کیا ہو، ایسی چند ایک حدیثیں درج ذیل ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن ایک بڑا اور موٹا آدمی آئے گا، اللہ کے نزدیک اس کی وقعت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہو گی۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ أولئك الذين كفروا بآيات ربهم ولقائه فحبطت أعمالهم ﴾ : ۴۷۲۹]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر دنیا کی وقعت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔“ [ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء فی هوان الدنيا على الله عزوجل : ۲۳۲۰]

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ﴾ [الأحزاب : ۵۳] ”اور اللہ حق سے شرم نہیں کرتا۔“ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک موقع پر عرض کیا تھا، بے شک اللہ حق بات سے نہیں شرماتا۔ [بخاری، كتاب الغسل، باب إذا احتلمت المرأة : ۲۸۲۔ مسلم، كتاب الحيض، باب وجوب الغسل على المرأة بخروج المنی منها : ۳۱۳]

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۲۷

”وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو، اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو قطع کرتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“

اہل فسق کی صفت یہ ہوتی ہے کہ یہ اپنے رب سے اور دوسرے انسانوں سے کئے گئے عہد و میثاق کی پروا نہیں کرتے اور اللہ کے اوامر کو پس پشت ڈال کر نواہی کا ارتکاب کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ

مِيۡثَاقِهٖ وَ يَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ يُّوۡصَلَ وَ يُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ ۙ اُولٰٓـئِكَ لَهُمُ اللَّعۡنَةُ وَ لَهُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ ﴾ [الرعد : ۲۵] ''اور وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے اس گھر کی خرابی ہے۔''

وَ يَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ يُّوۡصَلَ : یعنی اہل فسق تمام ہی رشتوں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، دینِ حق کا مذاق اڑاتے ہیں اور لوگوں کو ایمان لانے سے روکتے ہیں۔ درحقیقت یہی لوگ گھاٹا اٹھانے والے ہیں، اس لیے کہ انھوں نے نقضِ عہد، قطع تعلقات اور فساد فی الارض کو اپنا شیوہ بنا لیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ وَتُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَكُمۡ ﴾ [محمد : ۲۲] ''پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔''

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رشتہ داری کو کاٹنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب إثم القاطع : ۵۹۸۴۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها : ۲۵۵۶]

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صلہ رحمی کرنے والا شخص وہ نہیں جو برابر کا معاملہ کرتا ہے، بلکہ اصل صلہ رحمی کرنے والا شخص وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ داری قطع کی جائے تو وہ اسے ملائے۔''
[بخاری، كتاب الأدب، باب ليس الواصل بالمكافئ : ۵۹۹۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے رشتہ داری ملاتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں، میں ان سے احسان کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں اور میں ان سے حلم و بردباری کا معاملہ کرتا ہوں اور وہ مجھ سے جہالت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر ایسے ہی ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو تو گویا کہ تم ان کے منہ میں گرم راکھ ڈال رہے ہو اور جب تک اس عمل پر قائم رہو گے، ہمیشہ ان کے مقابلے میں اللہ کی طرف سے ایک مددگار تمھارے ساتھ رہے گا۔''
[مسلم، كتاب البر و الصلة، باب صلة الرحم و تحريم قطيعتها : ۲۵۵۸]

كَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَكُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡيَاكُمۡ‌ۚ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۸﴾

''تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر وہ تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

اللہ کے ساتھ تمھارے کفر پر تعجب ہے جس نے تمھیں اس وقت زندگی بخشی جب تم بے جان تھے، یعنی موجود ہی نہ

تھے، پھر وہ تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں قیامت کے دن زندہ کرے گا، پھر اس کی طرف لوٹ کر جاؤ گے، تاکہ تمھارے اعمال کا بدلہ تمھیں دے، زندگی اور موت کا یہ سلسلہ جو تمھارے سامنے ہے، یہ اللہ کے وجود و توحید کی بھی دلیل ہے اور تمھیں دوبارہ زندہ کر کے اپنے سامنے حاضر کرنے کی بھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [الجاثیۃ : ۲٦] ''کہہ دے اللہ ہی تمھیں زندگی بخشتا ہے، پھر تمھیں موت دیتا ہے، پھر تمھیں قیامت کے دن کی طرف (لے جا کر) جمع کرے گا، جس میں کوئی شک نہیں اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ﴾ [الطور : ۳۵، ۳٦] ''یا وہ کسی چیز کے بغیر ہی پیدا ہو گئے ہیں، یا وہ (خود) پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے، حالانکہ یہ اس کو زیبا نہیں، ابن آدم مجھے گالی دیتا ہے، حالانکہ یہ اس کو زیبا نہیں، اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ میں اس کو دوبارہ اسی طرح پیدا کرنے پر قادر نہیں جس طرح وہ پہلے تھا اور رہا اس کا مجھے گالی دینا تو یہ اس کا وہ قول ہے کہ میری اولاد ہے، حالانکہ میں اس بات سے پاک ہوں کہ میں کسی کو بیوی یا اولاد بناؤں۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿وقالوا اتخذ الله ولدًا سبحانه﴾ : ٤٤٨٢]

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۲۹

''وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمھارے لیے پیدا کیا، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا، پس انھیں درست کر کے سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

انسان پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل و احسان کے باوجود انسان کے کفر پر تعجب کا اظہار ہوا، اب اس کی بصیرت کے لیے چند مزید احسانات ذکر ہوئے کہ زمین میں جو کچھ ہے سب اس اکیلے نے پیدا کیا ہے، پھر اسی نے آسمانوں کو درست کر کے سات آسمان بنائے، ایسے محسن سے تم کس طرح کفر کرتے ہو؟ اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے، تمھارا کفر بھی اس سے مخفی نہیں، سو اپنا انجام خود سوچ لو۔ ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۝ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ۝ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ

﴿ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾ [حم السجدة : ۹ تا ۱۲] ”کہہ کیا بے شک تم واقعی اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور اس کے لیے شریک بناتے ہو؟ وہی سب جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے اس میں اس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنائے اور اس میں بہت برکت رکھی اور اس میں اس کی غذائیں اندازے کے ساتھ رکھیں، چار دن میں، اس حال میں کہ سوال کرنے والوں کے لیے برابر (جواب) ہے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ دونوں نے کہا ہم خوشی سے آگئے۔ تو اس نے انھیں دو دنوں میں سات آسمان پورے بنا دیا اور ہر آسمان میں اس کے کام کی وحی فرمائی اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں کے ساتھ زینت دی اور خوب محفوظ کر دیا۔ یہ اس کا اندازہ ہے جو سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾ [الأنعام : ۱۰۱، ۱۰۲] ”وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہوگی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ یہی اللہ تمھارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ سو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ”مٹی کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ والے دن پیدا کیا، پہاڑوں کو اتوار کے دن، درختوں کو پیر کے دن، مکروہ و ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن، نور کو بدھ کے دن، جانوروں کو جمعرات کے دن اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد، سب مخلوقات کے آخر میں، جمعہ کی آخر ساعت میں عصر کے بعد سے رات تک۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب ابتداء الخلق و خلق آدم علیه السلام : ۲۷۸۹]

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۞

”اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔ انھوں نے کہا کیا تو اس میں اس کو بنائے گا جو اس میں فساد کرے گا اور بہت سے خون بہائے گا اور ہم تیری تعریف کے ساتھ ہر عیب سے پاک ہونا بیان کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ فرمایا بے شک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔“

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً : خلیفہ وہ ہے جو کسی کی موت کے بعد یا اس کے غائب ہونے کی صورت میں اس کا جانشین بنے، یا تمام امور خود سرانجام نہ دے سکنے کی صورت میں بعض معاملات میں اس کا نائب ہو، یہاں خلیفہ سے اللہ کا خلیفہ مراد لینا درست نہیں، کیونکہ نہ اللہ تعالیٰ پر موت آئے گی نہ وہ غائب ہے اور نہ وہ

اپنے کاموں میں کسی کا محتاج ہے، بلکہ اس سے ایسے لوگ مراد ہیں جو نسل بعد نسل ایک دوسرے کے جانشین بنیں گے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖؗ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ١٦٥] ''اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین کے جانشین بنایا اور تمھارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کر دیا، تا کہ وہ ان چیزوں میں تمھاری آزمائش کرے جو اس نے تمھیں دی ہیں۔ بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴾ [ص : ٢٦] ''اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، سو تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور خواہش کی پیروی نہ کر، ورنہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے، اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ [النور : ٥٥] ''اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ : سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا کلام سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں اور اپنے بندوں کے لیے چنا: «سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ»'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل سبحان اللہ وبحمدہ : ٢٧٣١]

قَالَ اِنِّيْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے تمھارے پاس یکے بعد دیگرے آتے ہیں، کچھ رات کو اور کچھ فرشتے دن کو اور یہ سب فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں، پھر جو فرشتے رات کو تمھارے پاس رہے ہیں وہ (آسمان پر) چڑھ جاتے ہیں، تو تب ان سے ان کا پروردگار پوچھتا ہے، حالانکہ وہ خود اپنے بندوں سے خوب واقف ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے انھیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا اور (جب) ہم ان کے پاس پہنچے تھے (تب بھی) وہ نماز پڑھ رہے تھے۔'' [بخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب فضل صلوۃ العصر : ٥٥٥۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاتی الصبح والعصر والمحافظۃ علیہما : ٦٣٢]

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾

’’اور آدم کو سب کے سب نام سکھلا دیے، پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا، پھر فرمایا مجھے ان کے نام بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔‘‘

فرشتوں کے سوال میں اس طرف اشارہ تھا کہ وہ آدم سے افضل ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں بتانا چاہا کہ آدم اس علم کی بدولت جو اللہ نے انھیں دیا ان سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے متعلق ضروری علم انھیں ودیعت کر دیا۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’قیامت کے دن مومن جمع ہو کر کہیں گے کہ اگر ہم کسی سے اللہ کے سامنے سفارش کروائیں (تو اس مشکل مرحلہ سے نجات مل جائے)، چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ آپ تمام انسانوں کے جد امجد ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا اور آپ کو تمام اشیا کے نام سکھائے، سو اپنے رب کے سامنے ہماری سفارش فرمایئے، تاکہ ہمیں اس مرحلے سے نجات نصیب ہو۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالی: ﴿ وعلم آدم الأسماء كلها ﴾ : ٤٤٧٦۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ١٩٣]

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾

’’انھوں نے کہا تو پاک ہے، ہمیں کچھ علم نہیں مگر جو تو نے ہمیں سکھایا، بے شک تو ہی سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

فرشتوں کو اپنی غلطی اور علمی کم مائیگی کا احساس ہوا تو انھوں نے فوراً اللہ کے حضور توبہ کی اور کہا اے اللہ! ہم تو اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا تو نے ہمیں عطا فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ﴾ [البقرة : ٢٥٥] ’’اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرتے مگر جتنا وہ چاہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [آل عمران : ٢٩] ’’کہہ دے اگر تم اسے چھپاؤ جو تمھارے سینوں میں ہے، یا اسے ظاہر کرو اللہ اسے جان لے گا اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔‘‘

قَالَ يٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّاۤ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْۤ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

’’فرمایا اے آدم! انھیں ان کے نام بتا، تو جب اس نے انھیں ان کے نام بتا دیے، فرمایا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ

بے شک میں آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں جانتا ہوں اور جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے تھے۔“

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْۤ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کا علم جزوی ہے اور وہ مقرب ہونے کے باوجود علم غیب نہیں رکھتے، اور غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٥] ”کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص تمھیں کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے تو بلاشبہ اس نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه أحدًا ﴾ ...... الخ : ۷۳۸۰]

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ٝ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۳۴

”اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافروں سے ہو گیا۔“

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ : یہ عبادت کا سجدہ نہیں تھا، کیونکہ غیر اللہ کی عبادت تو شرک ہے، جس کی اجازت کسی بھی امت میں نہیں تھی، پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو شرک کا حکم کیسے دے سکتا تھا؟ بلکہ یہ تعظیم کا سجدہ تھا جو پہلی امتوں میں جائز تھا، لیکن ہماری امت میں یہ بھی حرام ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴾ [الأعراف : ۱۱، ۱۲] ”پھر ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ سجدہ کرنے والوں سے نہ ہوا۔ فرمایا تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا، جب میں نے تجھے حکم دیا؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٦١] ”اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، اس نے کہا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ﴾ [الکهف : ٥٠] ”اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، وہ جنوں میں سے تھا، سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔“

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن سب مومن جمع ہو کر

آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، آپ تمام انسانوں کے جدِ امجد ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کروایا اور آپ کو تمام اشیا کے نام سکھائے، تو آپ ہمارے لیے اپنے رب کے حضور میں سفارش فرما دیں، تاکہ ہمیں آج کی اس مصیبت سے نجات مل جائے۔'' [بخاری، كتاب التفسير، باب قول الله تعالى: ﴿ وعلم آدم الأسماء كلها ﴾ : ٤٤٧٦ ۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ١٩٣]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی، اے اللہ! مجھے وہ آدم دکھا جنھوں نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو آدم علیہ السلام کا دیدار کروا دیا۔ تو انھوں نے کہا، کیا آپ ہی ہمارے باپ آدم ہیں؟ آدم علیہ السلام نے جواب دیا، ہاں! موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے، وہ آپ ہی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی تھی اور آپ کو تمام (چیزوں) کے نام سکھائے اور جنھیں اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا؟'' [أبو داؤد، كتاب السنة، باب في القدر : ٤٧٠٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب آدم کا بیٹا سجدہ کی آیت تلاوت کرتا ہے اور پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک طرف ہو کر رونے لگتا ہے اور کہتا ہے، ہائے افسوس! ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کر لیا، اس لیے اسے جنت ملے گی، مجھے سجدہ کرنے کا حکم ملا تھا مگر میں نے نافرمانی کی تو مجھے جہنم ملے گی۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلوة : ٨١۔ مسند أحمد : ٤٤٣/٢، ح : ٩٧٢٦]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب یمن سے لوٹے تو انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں نے یمن میں دیکھا کہ وہاں کے لوگ لوگوں (یعنی اپنے پیشواؤں اور علماء) کو سجدہ کرتے ہیں، کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں! اگر میں کسی انسان کو حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔'' [مسند أحمد : ٢٢٧/٥، ٢٢٨، ح : ٢٢٠٤٦۔ ترمذی، كتاب الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة : ١١٥٩]

مگر افسوس کہ جاہل صوفی اور عوام جب پیروں کے پاس حاضری دیتے ہیں تو انھیں سجدہ کرتے ہیں اور وہ بھی اس پر خاموش رہ کر ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ : ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور راندۂ درگاہ ہو گیا۔ ابلیس حسب صراحتِ قرآن جنات میں سے تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اعزازاً فرشتوں میں شامل کر رکھا تھا۔ بحکم الٰہی اس کے لیے بھی سجدہ کرنا ضروری تھا، لیکن اس نے حسد اور تکبر کی بنا پر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ گویا حسد اور تکبر وہ گناہ ہیں جن کا ارتکاب دنیائے انسانیت میں سب سے پہلے کیا گیا اور ابلیس اسی کا مرتکب تھا۔ ابلیس کے انکار کا باعث اس کا کبر تھا، تکبر سے متعلق چند احادیث ملاحظہ ہوں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے دل میں رائی کے دانے

جتنا بھی تکبر ہوا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانہ : ۹۱]

سیدنا ابوسعید خدری اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’عزت اللہ کا ازار ہے اور کبریائی اس کی چادر اور (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو شخص ان دونوں میں سے کسی کو بھی مجھ سے چھینے گا میں اسے عذاب میں مبتلا کردوں گا۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الکبر : ۲۶۲۰]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تکبر حق کو جھٹلانے اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنے کا نام ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانہ : ۹۱]

سیدنا حارثہ بن وہب الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کیا میں تمھیں جہنمیوں کے بارے میں نہ بتلاؤں؟ ہر اکھڑ مزاج، حرام خور موٹا اور غرور و تکبر کرنے والا جہنمی ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ عتل بعد ذلك زنيم ﴾ : ۴۹۱۸]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اسی اثنا میں ایک شخص اپنا تہ بند گھسیٹتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ تا قیامت زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔‘‘ [بخاری، کتاب اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء : ۵۷۹۰]

وَ قُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

’’اور ہم نے کہا اے آدم! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور دونوں اس میں سے کھلا کھاؤ جہاں چاہو اور تم دونوں اس درخت کے قریب نہ جانا، ورنہ تم دونوں ظالموں سے ہو جاؤ گے۔‘‘

اللہ نے آدم کو پیدا کیا، ان کو عزت دی اور پھر ان کی بیوی کو ان کی پسلی سے پیدا کیا، تاکہ آدم ان کے ذریعے سکون حاصل کریں اور اللہ نے اپنی نعمت ان پر تمام کر دی کہ دونوں کو حکم دیا کہ جنت میں رہیں اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۹] ’’اور اے آدم! تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو، پس دونوں کھاؤ جہاں سے چاہو اور اس درخت کے قریب مت جاؤ کہ دونوں ظالموں سے ہو جاؤ گے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴾ [طٰهٰ : ۱۱۸، ۱۱۹] ’’بے شک تیرے لیے یہ ہے کہ تو اس میں نہ بھوکا ہوگا اور نہ ننگا ہوگا اور یہ کہ بے شک تو اس میں نہ پیاسا ہوگا اور نہ دھوپ کھائے گا۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’عورتوں سے حسن سلوک کی نصیحت قبول کرو، کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور سب سے ٹیڑھی پسلی وہ ہے جو سب سے اوپر والی ہے، اگر تو اسے سیدھا کرنا چاہے گا تو اسے

توڑ بیٹھے گا اور اگر اسے چھوڑ دے گا تو ٹیڑھی رہے گی، اس لیے عورتوں سے حسن سلوک کی نصیحت قبول کرو۔'' [بخاری، كتاب أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم و ذريته : ٣٣٣١۔ مسلم، كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء : ٦٠/١٤٦٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوا جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم کو پیدا کیا گیا، اسی دن انھیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن انھیں جنت سے نکالا گیا۔'' [مسلم، كتاب الجمعة، باب فضل يوم الجمعة : ٨٥٤۔ نسائی، كتاب الجمعة، باب ذكر فضل يوم الجمعة : ١٣٧٤]

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۠ وَ قُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

''تو شیطان نے دونوں کو اس سے پھسلا دیا، پس انھیں اس سے نکال دیا جس میں وہ دونوں تھے اور ہم نے کہا اتر جاؤ، تمھارا بعض بعض کا دشمن ہے اور تمھارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔''

شیطان ان کے پیچھے لگا رہا، انھیں طرح طرح سے بہکاتا رہا، ان کے دل و دماغ میں یہ بات ڈالتا رہا کہ وہ اس شجر ممنوعہ کا پھل کھا لینے کے بعد ہمیشہ کے لیے جنت میں رہیں گے اور کبھی اس سے نہ نکلیں گے، الغرض وہ اس کے دھوکے میں آ گئے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴾ [طٰهٰ: ١١٥] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آدم کو اس سے پہلے تاکید کی، پھر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں ارادے کی کچھ پختگی نہ پائی۔'' اور فرمایا: ﴿ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ﴾ [طٰهٰ : ١٢٠، ١٢١] ''پس شیطان نے اس کے دل میں خیال ڈالا، کہنے لگا، اے آدم! کیا میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور ایسی بادشاہی بتاؤں جو پرانی نہ ہو؟ پس دونوں نے اس میں سے کھا لیا تو دونوں کے لیے ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں اور وہ دونوں اپنے آپ پر جنت کے پتے چپکانے لگے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ قَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ﴾ [الأعراف : ٢٠ تا ٢٢] ''پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تاکہ ان کے لیے ظاہر کر دے جو کچھ ان کی شرم گاہوں میں سے ان سے چھپایا گیا تھا اور اس نے کہا تم دونوں کے رب نے تمھیں اس درخت سے منع نہیں کیا مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور اس نے دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بے شک میں تم دونوں کے لیے یقیناً خیر خواہوں سے ہوں۔ پس اس نے دونوں کو دھوکے سے نیچے اتار لیا، پھر جب دونوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کے لیے ان کی شرم گاہیں ظاہر ہو گئیں اور دونوں جنت کے پتوں سے (لے لے کر) اپنے آپ پر چپکانے لگے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر حوا نہ ہوتیں (یعنی غلط مشورہ نہ دیتیں) تو کبھی عورت اپنے شوہر کی خیانت نہ کرتی۔'' [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب خلق آدم و ذریته : ۳۳۳۰۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب لو لا حواء لم تخن أنثی زوجها الدهر : ۱۴۶۸]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام جنت میں نماز عصر سے لے کر غروب آفتاب تک رہے۔ [مستدرک حاکم : ۵۴۲/۲، ح : ۳۹۹۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدم کو جمعہ کے دن پیدا کیا گیا اور اسی دن انھیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن نکالا گیا۔'' [مسلم، کتاب الجمعة، باب فضل یوم الجمعة : ۸۵۴]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو آپ کو ہر چیز بنانا سکھایا اور جنت کے کچھ پھل عطا فرمائے، تمھارے یہ (زمینی) پھل جنت کے پھلوں میں سے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان میں تبدیلی آتی ہے (خراب بھی ہو جاتے ہیں) اور ان میں تبدیلی نہیں آتی۔ [مستدرک حاکم : ۵۴۳/۲، ح : ۳۹۹۶۔ تفسیر الطبری : ۳۹۳/۱، ح : ۵۳۷]

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ : یعنی ابلیس اور اس کی اولاد آدم اور ان کی اولاد کے دشمن ہوں گے اور یہ معلوم ہی ہے کہ ہر شخص اپنے دشمن کو ہر ممکن طریقے سے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ اس کا دشمن ہر نعمت سے محروم ہو جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ [فاطر : ٦] ''بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ والوں کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ بھڑکتی آگ والوں سے ہو جائیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴾ [الکهف : ۵۰] ''تو کیا تم اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمھارے دشمن ہیں، وہ (شیطان) ظالموں کے لیے بطور بدل برا ہے۔''

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾

''پھر آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیے، تو اس نے اس کی توبہ قبول کر لی، یقیناً وہی ہے جو بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

وہ کلمات جو اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو سکھائے، تاکہ ان کے ذریعے اپنی توبہ کا اعلان کریں، یہ دعا تھی: ﴿ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۲۳] ''دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم ضرور خسارہ پانے والوں سے ہو جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴾ [طٰهٰ : ۱۲۲] ''پھر اس کے رب نے

اسے چن لیا، پس اس پر توجہ فرمائی اور ہدایت دی۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ ﴾ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ آدم نے کہا: "یا رب! کیا تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا؟" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کیوں نہیں!" آدم علیہ السلام نے کہا: "اے میرے رب! کیا تو نے مجھ میں اپنی روح نہیں پھونکی؟" اللہ نے فرمایا: "کیوں نہیں!" آدم علیہ السلام نے کہا: "اے میرے رب! کیا تو نے مجھے اپنی جنت میں نہیں بسایا؟" فرمایا: "کیوں نہیں!" آدم علیہ السلام نے کہا: "اے میرے رب! کیا تیری رحمت تیرے غصے پر غالب نہیں ہے؟" فرمایا: "کیوں نہیں!" آدم علیہ السلام نے کہا: "اگر میں توبہ کروں اور اپنی حالت درست کرلوں، تو کیا تو مجھے دوبارہ جنت میں لوٹا دے گا؟" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہاں!" [مستدرك حاكم : ۲/ ۵٤۵، ح: ٤۰۰۲]

فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ : خالص توبہ کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں۔ اپنے گناہوں کے نقصان کا احساس، اس پر ندامت اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم۔ ﴿ فَتَابَ عَلَيْهِ ﴾ سے معلوم ہوا کہ گناہ کے اثرات لازمی اور طبعی نہیں کہ لامحالہ ان کے نتیجے میں سزا ہی مل کر رہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، چاہے تو گناہ کی سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ انسان توبہ کر لے تو گناہ کا اثر ختم کر دیا جاتا ہے۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

"ہم نے کہا سب کے سب اس سے اتر جاؤ، پھر اگر کبھی تمھارے پاس میری طرف سے واقعی کوئی ہدایت آ جائے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا سو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"

توبہ کی قبولیت کے بعد پھر پہلا حکم دہرایا، مقصد یہ تھا کہ گناہ کی معافی کے باوجود اب تمھیں اور تمھاری اولاد سب کو زمین ہی پر رہنا ہوگا جس کی خلافت کے لیے تمھیں پیدا کیا گیا ہے۔ جنت میں واپسی کے لیے تمھیں اس ہدایت کے راستے پر چلنا ہوگا جو میری طرف سے تمھارے پاس آئے گی۔

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا : یہاں مراد آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے کہ اب تمھیں اور تمھاری اولاد سب کو زمین ہی پر رہنا ہوگا، ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۲٤، ۲۵] "فرمایا اتر جاؤ، تمھارا بعض بعض کا دشمن ہے اور تمھارے لیے زمین میں ایک وقت تک ایک ٹھکانا اور کچھ (زندگی کا) سامان ہے۔ فرمایا تم اسی میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے نکالے جاؤ گے۔" اور فرمایا: ﴿ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ﴾ [طٰهٰ : ۱۲۳] "فرمایا تم دونوں اکٹھے اس سے اتر جاؤ، تم میں سے بعض بعض کا دشمن ہے۔"

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ : مخاطب آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی ہیں، مگر مراد ان کی اولاد ہے، یعنی تمھارے پاس میری طرف سے انبیاء و رسل بذریعہ وحی ہدایت لے کر آتے رہیں گے، تو جو لوگ میری بھیجی گئی ہدایت کی اتباع کریں گے وہ آخرت میں نہ دنیا کی زندگی پر افسوس کریں گے، جیسا کہ کفار کو افسوس ہوگا اور نہ قیامت کے دن کی سختی سے انھیں کوئی ڈر ہوگا، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۲۳] ”پھر اگر کبھی واقعی تمھارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کے پیچھے چلا تو نہ وہ گمراہ ہوگا اور نہ مصیبت میں پڑے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۳۵] ”اے آدم کی اولاد! اگر کبھی تمھارے پاس واقعی تم میں سے کچھ رسول آئیں، جو تمھارے سامنے میری آیات بیان کریں تو جو شخص ڈر گیا اور اس نے اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔“

ہدایت کا یہ سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، قرآن مجید اور حدیث نبوی آخری وحی الٰہی ہے۔ آج ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ دونوں ہی چیزیں ہیں۔

ع

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

”اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو (اس حالت میں) لایا جائے گا (گویا کہ وہ ایک چتکبرا مینڈھا ہے) اسے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا، پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر ایک منادی ندا دے گا، اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی (ہر شخص ہمیشہ ہمیش اس حالت میں رہے گا جس میں وہ اب ہے، یہ سن کر) جنتیوں کی خوشی میں اور دوزخیوں کے غم میں اضافہ ہو جائے گا۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار : ۶۵۴۸۔ مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء : ۲۸۵]

يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾

”اے بنی اسرائیل! میری نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور تم میرا عہد پورا کرو، میں تمھارا عہد پورا کروں گا اور صرف مجھی سے پس ڈرو۔“

يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ : اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو گوناگوں نعمتیں دیں۔ ان کی

ہدایت کے لیے بڑے بڑے انبیاء و رسل بھیجے، کتابیں نازل کیں، انھیں فرعون اور اس کے لشکر سے نجات دی، زمین پر بادشاہت دی، پتھروں سے پانی کے چشمے جاری کیے اور کھانے کے لیے من و سلویٰ اتارا وغیرہ وغیرہ، رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے بنی اسرائیل کو یہ چیزیں یاد دلائی گئیں، حالانکہ یہ سب کچھ پہلے بنی اسرائیل پر گزرا تھا۔ ''نِعْمَتِیَ'' اگرچہ لفظ واحد ہے مگر جنس مراد ہے، جس میں تمام نعمتیں شامل ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ [الدخان : ۳۲] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں علم کی بنا پر جہانوں سے چن لیا۔'' اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ﴾ [الدخان : ۳۰] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے والے عذاب سے نجات دی۔'' اور فرمایا: ﴿وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ﴾ [البقرۃ : ۵۰] ''اور جب ہم نے تمھاری وجہ سے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر ہم نے تمھیں نجات دی۔'' اور فرمایا: ﴿وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ [البقرۃ : ۵۳] ''اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور (حق و باطل میں) فرق کرنے والی چیز عطا کی، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ [البقرۃ : ۵۶] ''پھر ہم نے تمھیں تمھارے مرنے کے بعد زندہ کیا، تاکہ تم شکر کرو۔'' اور فرمایا: ﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ﴾ [البقرۃ : ۵۷] ''اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا۔'' اور فرمایا: ﴿وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى﴾ [البقرۃ : ۵۷] ''اور ہم نے تم پر من اور سلویٰ اتارا۔'' اور فرمایا: ﴿فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا﴾ [البقرۃ : ۶۰] ''تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔'' اور فرمایا: ﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [المائدۃ : ۲۰] ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمھیں بادشاہ بنا دیا اور تمھیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔''

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِيْۤ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ : اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد کیا تھا کہ اگر انھوں نے اللہ سے کیے گئے عہد و پیمان کو پورا کیا تو اللہ انھیں جنت میں داخل کرے گا، ارشاد فرمایا: ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [البقرۃ : ۶۳] ''اور جب ہم نے تمھارا پختہ عہد لیا اور تمھارے اوپر پہاڑ کو بلند کیا۔ پکڑو قوت کے ساتھ جو ہم نے تمھیں دیا ہے اور جو اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ جاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۫ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ [البقرۃ : ۸۳] ''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور ماں باپ اور قرابت والے اور یتیموں اور مسکینوں سے احسان کرو گے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، پھر تم پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے اور تم منہ پھیرنے والے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ

اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴾ [البقرة : ٨٤] ''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم اپنے خون نہیں بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے، پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود شہادت دیتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ﴾ [الأعراف : ١٦٩] ''کیا ان پر کتاب کا عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾ [النساء : ١٥٤] ''اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتے کے دن میں زیادتی مت کرو اور ہم نے ان سے ایک مضبوط عہد لیا۔'' اسی عہد و پیمان کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴾ [المائدة : ١٢] ''اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ہم نے ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور انھیں قوت دی اور اللہ کو قرض دیا، اچھا قرض تو یقیناً میں تم سے تمھارے گناہ ضرور دور کروں گا اور یقیناً تمھیں ایسے باغوں میں ضرور داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، پھر جس نے اس کے بعد تم میں سے کفر کیا تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''

وَ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَ لَا تَكُوْنُوْۤا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۠ وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۫ وَ اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝۴۱

''اور اس پر ایمان لاؤ جو میں نے اتارا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمھارے پاس ہے اور تم سب سے پہلے اس سے کفر کرنے والے نہ بنو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت مت لو اور صرف مجھی سے پس ڈرو۔''

وَ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا : تھوڑی قیمت کا مطلب یہ نہیں کہ زیادہ قیمت لے لو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ آیات الٰہی کے بدلے میں پوری دنیا بھی ملے تو متاع قلیل ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۤ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴾ [البقرة : ٧٩] ''پس ان لوگوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے، تاکہ اس کے ساتھ تھوڑی قیمت حاصل کریں، پس ان کے لیے بڑی ہلاکت اس کی وجہ سے ہے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور ان کے لیے بڑی ہلاکت اس کی وجہ سے ہے جو وہ کماتے ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اس علم کو جس سے اللہ کی رضا مندی حاصل

ہوتی ہے، اس لیے سیکھے کہ اس سے دنیا کمائے تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔“ [أبو داوٗد، كتاب العلم، باب في طلب العلم لغير الله : ٣٦٦٤۔ ابن ماجه ، المقدمة ، باب الانتفاع بالعلم والعمل به : ٢٥٢]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے اہل صفہ کے کچھ افراد کو قرآن پڑھایا اور لکھنا سکھایا تو ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان تحفہ میں دی، میں نے (دل میں) کہا، یہ کوئی اہم مال نہیں ہے اور میں جہاد میں اس کے ذریعے تیر اندازی ہی کر سکتا ہوں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا ہوں اور اس کے متعلق پوچھتا ہوں۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مجھے ایک آدمی نے ایک کمان ہدیہ کی ہے، جسے میں نے لکھنا سکھایا اور قرآن پڑھایا ہے اور یہ کوئی اہم مال بھی نہیں، میں اس کے ذریعے جہاد میں تیر اندازی ہی کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تمھیں یہ پسند ہو کہ تمھیں آگ کا طوق پہنایا جائے تو اسے قبول کر لو۔“ [أبو داوٗد، كتاب البيوع، باب في كسب المعلم : ٣٤١٦۔ ابن ماجه ، كتاب التجارات، باب الأجر على تعليم القرآن : ٢١٥٧]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک اجرت مقرر کی اور ایک شخص پر قرآن پڑھ کر دم کیا، جسے سانپ نے ڈس لیا تھا، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ قصہ پیش ہوا تو آپ نے فرمایا: ”جس چیز پر تم سب سے زیادہ اجرت لینے کے حق دار ہو، وہ اللہ کی کتاب ہے۔“ [بخاري، كتاب الطب، باب الشروط في الرقية بفاتحة الكتاب : ٥٧٣٧]

سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا نکاح ایک عورت سے کیا اور فرمایا: ”جاؤ! میں نے تمھارا نکاح ان سے اس قرآن پر کیا جو تم کو یاد ہے۔“ [بخاري، كتاب النكاح، باب التزويج على القرآن و بغير صداق : ٥١٤٩۔ مسلم، كتاب النكاح، باب الصداق وجواز كونه تعليم قرآن و خاتم حديد ...... الخ : ١٤٢٥]

یہاں دونوں قسم کی احادیث کا بیان ہوا ہے۔ بعض میں قرآن مجید کی تعلیم دینے والے کی اجرت سے سختی سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس سے مراد ایسے لوگ ہیں جن کا پیشہ ہی مانگنا ہوتا ہے۔ بھیک کے لیے قرآن کو استعمال کرنا، چونکہ یہ قرآن کی عظمت و حرمت کے منافی ہے، اس لیے واقعی یہ انداز مذموم اور حرام ہے، لیکن دوسری روایات سے اس کا جواز ثابت ہے۔ بہر حال قرآن مجید کی تعلیم مسلمان معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری ہے، تمام ایسے لوگ جو قرآن مجید کا علم رکھتے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے کام کاج سے وقت نکال کر قرآن مجید کی تعلیم دیں۔ یہ عمل خالصتاً لوجہ اللہ ہونا چاہیے۔ اس پر کسی طرح کی اجرت لینا مستحسن نہیں، لیکن اگر کوئی حکومت یا ادارہ محسوس کرے کہ قرآن مجید کی تعلیم کے لیے عمومی کوششیں ناکافی ہیں اور وہ ایسے لوگوں کی خدمات حاصل کریں جو دیگر ذرائع معاش کو ترک کر کے صرف اسی کام میں مشغول ہو جائیں تو ان کے لیے مناسب وظیفۂ معاش مقرر کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم!

وَلَا تَكُونُوٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ : سب سے پہلے کافر بننے سے مراد یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تمھیں تو سب سے پہلے ایمان لانا چاہیے تھا، اس کے برعکس اگر تم ان کے ساتھ کفر کرتے ہو تو تم پہلے کافر ہوئے جو جانتے بوجھتے ہوئے کفر کر رہے ہو۔ اس سے پہلے مشرکین مکہ نے جو کفر کیا تھا وہ جہالت کی وجہ سے تھا۔ اس لیے اشکال لازم نہیں آتا۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

''اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ حق کو چھپاؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔''

یہاں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حق و باطل کو خلط ملط کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کتمانِ حق سے منع فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۱۵۹] ''بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلیلوں اور ہدایت میں سے اتارا ہے، اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، ایسے لوگ ہیں کہ ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔''

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گزرا۔ حالت اس شخص کی (زنا کی پاداش میں) کچھ اس طرح تھی کہ اسے راکھ اور کوئلے سے سیاہ کیا گیا تھا اور وہ جسم پر کوڑے کھائے ہوئے تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو اپنے پاس بلا لیا اور فرمایا: ''کیا تم اپنی کتاب میں زانی کی یہی سزا پاتے ہو؟'' یہودیوں نے کہا، جی ہاں! رسول اللہ ﷺ نے علمائے یہود میں سے ایک شخص کو بلا کر فرمایا: ''میں تجھے قسم دیتا ہوں اس اللہ کی، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی! تم یہ بتاؤ کہ کیا تمھاری کتاب میں زنا کی یہی حد ہے؟'' یہودی عالم نے کہا، نہیں! اگر آپ مجھے اللہ کی قسم نہ دیتے تو میں حق بات نہ کہتا (مگر اب سچ کہنا ہی پڑے گا اور وہ یہ ہے کہ) ہماری کتاب میں زنا کی حد تو ''رجم'' ہی ہے، لیکن جب ہمارے شرفا میں زنا بہت زیادہ پھیل گیا، تو پہلے یہ ہوا کہ جب ہمارے شرفا اور معززین جرم زنا میں پکڑے جاتے تو ہم انھیں چھوڑ دیتے اور جب کوئی غریب اور کمزور پکڑا جاتا تو ہم اس پر حد جاری کر دیتے۔ پھر ہم نے جمع ہو کر باہمی مشورہ سے طے کیا کہ امیر اور غریب کے لیے ایک درمیانی سزا مقرر کر لی جائے (اور سب کو وہی سزا دی جائے) چنانچہ پھر ہم نے ''رجم'' کے بدلے زنا کی سزا منہ کالا کرنا اور کوڑے لگانا مقرر کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودی عالم کی بات سنی، پھر کہا: ''اے اللہ! سب سے پہلے میں ہی تیرے حکم ''رجم'' کو زندہ کرتا ہوں، جبکہ ان لوگوں (یہودیوں) نے اسے مردہ کر ڈالا تھا۔'' پھر آپ کے حکم سے یہودی مجرم کو رجم کیا گیا۔

[مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیہود، أھل الذمۃ فی الزنٰی : ۱۷۰۰]

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝

”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“

اپنے عہد کے مطابق نبی ﷺ پر ایمان لا کر یہ تینوں کام اہتمام سے کرو، اس آیت سے با جماعت نماز کی تاکید ظاہر ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [التوبة : ٥] ”پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں نے ارادہ کیا کہ ایندھن کا حکم دوں، وہ اکٹھا کیا جائے، پھر نماز کا حکم دوں اس کے لیے اذان کہی جائے، پھر کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کروائے، پھر ان آدمیوں کی طرف جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان سمیت ان کے گھروں کو جلا دوں۔“ [بخاری، کتاب الأذان، باب وجوب صلاة الجماعة : ٦٤٤، ٦٥٧۔ مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة الجماعة : ٦٥١]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، پھر جب وہ ایسا کریں تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے اموال کو بچا لیا سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوة ...... الخ ﴾ : ٢٥۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله ...... الخ : ٢٢]

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

”کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟“

بنی اسرائیل کے بارے میں سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے اللہ نے فرمایا کہ تمھارے اندر ایک اور بہت ہی بری صفت ہے کہ تم لوگوں کو تو ایمان اور بھلائی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم تورات پڑھتے ہو جس میں خیانت، ترک خیر اور قول و عمل میں تضاد پر بہت شدید وعید آئی ہے۔ دوسرے مقام پر اہل ایمان سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾ [الصف : ٢، ٣] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے۔ اللہ کے نزدیک ناراض ہونے کے اعتبار سے بڑی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم نہیں کرتے۔“

اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جو شخص خود عمل نہ کرے وہ دوسروں کو بھی نیکی کا حکم نہ دے، کیونکہ یہود کو اس بات پر

عار دلائی ہے کہ وہ عمل نہیں کرتے، اس پر نہیں کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور جو شخص دعوت دے کر خود عمل نہ کرے اسے دوسری سزا ملے گی، جیسا کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کی انتڑیاں آگ میں نکل پڑیں گی اور وہ اس کے گرد اس طرح گھومے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے۔ دوزخی اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور اس سے کہیں گے، اے فلاں! تمھارا کیا حال ہے؟ کیا تم ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور بری بات سے روکتے نہیں تھے؟ وہ شخص جواب دے گا کہ دراصل میں تمھیں نیک کام کا حکم تو دیتا تھا لیکن وہ کام خود نہیں کرتا تھا، میں تم کو بری بات سے منع کرتا تھا لیکن خود وہی کام کرتا تھا۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار و أنها مخلوقة : ۳۲۶۷۔ مسلم، کتاب الزهد، باب عقوبة من يأمر بالمعروف ولا يفعله : ۲۹۸۹]

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۙ﴿۴۵﴾

''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو اور بلاشبہ وہ یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔''

یعنی کسی بھی مصیبت کے برداشت کرنے میں ان دو چیزوں کا سہارا لو، صبر کے بغیر تو کوئی کار خیر وجود میں نہیں آسکتا، اور نماز کا لب لباب اللہ کے حضور دل کا جھکاؤ ہے، جو ایمان و عمل کے میدان میں ثابت قدمی کے لیے سب سے بڑی مدد گار ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ [الکهف : ۲۸] ''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھ جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۙ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ [النحل : ۴۱، ۴۲] ''اور جن لوگوں نے اللہ کی خاطر وطن چھوڑا، اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا، بلاشبہ ہم انھیں دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے اور یقیناً آخرت کا اجر سب سے بڑا ہے۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔ وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [البقرة : ۱۵۳] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۙ۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ۝ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۙ۝ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۙ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآىِٕمُوْنَ ﴾ [المعارج : ۱۹ تا ۲۳] ''بلاشبہ انسان تھڑدلا بنایا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے۔ اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت روکنے والا ہے۔ سوائے نماز ادا کرنے والوں کے۔ وہ جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سفر کر رہے تھے، راستہ میں کسی نے خبر دی کہ آپ کے گھر میں کوئی فوت ہو گیا ہے، تو یہ سن کر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دو رکعت نماز ادا کی اور کہا کہ ہم نے اللہ کا حکم سمجھ کر ایسا کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ﴾ ''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو۔'' [مستدرك حاكم : ۲/ ۲۶۹، ۲۷۰، ح : ۳۰۶۷]

الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾

''وہ جو یقین رکھتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور یہ کہ بے شک وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

نماز کی پابندی ویسے تو ایک نہایت مشکل ذمہ داری ہے مگر جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کی ملاقات کا شوق اور آخرت کا یقین ہو ان پر یہ بھاری نہیں، البتہ جو شخص رب کی ملاقات پر یقین نہیں رکھتا، روز قیامت اللہ تعالیٰ سے ملاقات اسے بڑی بھاری ہوگی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ (روز قیامت) ایک بندے سے فرمائے گا، اے فلاں! کیا میں نے تجھے عزت نہیں بخشی تھی؟ تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا میں نے گھوڑے اور اونٹ کو تیرے لیے مسخر نہیں کر دیا تھا؟ اور کیا میں نے تجھے حکومت کرنے اور چوتھا حصہ بطور ٹیکس وصول کرنے کی مہلت نہیں دی تھی؟ بندہ عرض کرے گا، کیوں نہیں! (اے میرے پروردگار!) تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا تجھے یقین تھا کہ ایک دن تو میری ملاقات کے لیے آئے گا؟ بندہ عرض کرے گا نہیں، تو اللہ فرمائے گا، (آج) میں تجھے بھلا رہا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔'' [مسلم، كتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر : ۲۹۶۸]

يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾

''اے بنی اسرائیل! میری نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور یہ کہ بلاشبہ میں نے ہی تمھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔''

''جہانوں پر فضیلت بخشی'' سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے زمانوں کے لوگ ہیں، یعنی اللہ نے ان میں رسولوں کو بھیجا، کتابیں اتاریں اور انھیں بادشاہت عطا فرمائی، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الجاثية : ۱۶] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور انھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الدخان : ۳۲] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں علم کی بنا پر جہانوں سے چن لیا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [المائدة : ۲۰] ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمھیں بادشاہ بنا دیا اور تمھیں وہ کچھ دیا جو جہانوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔''

وَ اتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا

عَدۡلٌ وَّ لَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۴۸﴾

’’اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔‘‘

نعمت یاد دلانے کے بعد انھیں قیامت کے عذاب سے ڈرایا، بنی اسرائیل میں فساد کی اصل وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے انبیاء اور علماء پر ناز رکھتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہم خواہ کتنے ہی گناہ کر لیں ہمارے بزرگ اور آباؤ اجداد ہمیں بخشوا لیں گے۔ ان کے اسی باطل گمان کی تردید کی ہے۔

کسی گرفتار شخص کو چھڑانے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں، کسی کی سفارش کام آ جائے یا فدیہ دے کر چھڑا لیا جائے یا زبردستی حملہ کر کے چھڑا لیا جائے۔ قیامت کے دن ان میں سے کوئی بھی ممکن نہیں۔

وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا لَّا تَجۡزِىۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـًٔا : قیامت کا دن بہت ہولناک ہے، اس دن سب کو اپنی اپنی پڑی ہو گی، ارشاد فرمایا: ﴿ لِكُلِّ امۡرِیٴٍ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ يُّغۡنِيۡهِ ﴾ [عبس : ۳۷] ’’اس دن ان میں سے ہر شخص کی ایک ایسی حالت ہو گی جو اسے (دوسروں سے) بے پروا بنا دے گی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ وَاخۡشَوۡا يَوۡمًا لَّا يَجۡزِىۡ وَالِدٌ عَنۡ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوۡلُوۡدٌ هُوَ جَازٍ عَنۡ وَّالِدِهٖ شَيۡـًٔا اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمۡ بِاللّٰهِ الۡغَرُوۡرُ ﴾ [لقمان : ۳۳] ’’اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو کہ نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ایسا ہو گا جو اپنے باپ کے کسی کام آنے والا ہو۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچ ہے، تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دغا باز اللہ کے بارے میں تمھیں دھوکا نہ دے جائے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ يَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـًٔا وَالۡاَمۡرُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴾ [الانفطار : ۱۹] ’’جس دن کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہو گا۔‘‘

وَلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَاعَةٌ : قیامت کے دن کوئی شخص کسی کو اپنا سفارشی بنا کر پیش نہیں کر سکتا اور نہ اس قسم کی کوئی سفارش قبول کی جائے گی، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا بَيۡعٌ فِيۡهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالۡكٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴾ [البقرۃ : ۲۵٤] ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہو گی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ءَاَتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنۡ يُّرِدۡنِ الرَّحۡمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغۡنِ عَنِّىۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَيۡـًٔا وَّلَا يُنۡقِذُوۡنِ ﴾ [یٰس : ۲۳] ’’کیا میں اس کے سوا ایسے معبود بنا لوں کہ اگر رحمان میرے بارے میں کسی نقصان کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے بچائیں گے۔‘‘

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کوئی سفارش قبول نہ ہو گی، مگر دوسرے مقامات پر وضاحت فرمائی ہے کہ جس شفاعت کی نفی کی گئی ہے وہ کفار کے لیے شفاعت ہے، ہاں جس کے لیے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اس کے لیے سفارش ہو گی اور اسے نفع بھی دے گی۔ قیامت کے دن اہل ایمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کی احادیث متواتر ہیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، ① مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے کہ ایک مہینا کی مسافت سے میرا دشمن مجھ سے مرعوب ہو جاتا ہے۔ ② میرے لیے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنا دی گئی ہے، میرے امتی کو جہاں نماز کا وقت آ جائے نماز پڑھ لے۔ ③ میرے لیے اموال غنیمت حلال کر دیے گئے ہیں۔ ④ ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ ⑤ اور مجھے شفاعت دی گئی ہے۔'' [بخاری کتاب الصلوۃ، باب قول النبی ﷺ : جعلت لی الأرض مسجدًا و طھورًا : ۴۳۸]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''میں سفارش کے لیے روانہ ہوں گا، یہاں تک کہ میں اپنے رب سے اجازت لوں گا، مجھے اجازت دے دی جائے گی۔ جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ مجھے سجدہ میں پڑا رہنے دے گا، جب تک وہ چاہے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا، اپنا سر اٹھاؤ اور سوال کرو، تمھیں وہ چیز عطا کر دی جائے گی جس کا تم سوال کرو گے، کہو، تمھاری بات سنی جائے گی، سفارش کرو تمھاری سفارش قبول کی جائے گی۔ تب میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور پھر اللہ کی تعریف ان الفاظ میں کروں گا جن الفاظ کی تعلیم اللہ مجھے اس وقت دے گا اور پھر میں سفارش کروں گا، پھر اللہ میرے لیے ایک حد مقرر کر دے گا تو میں ان لوگوں کو (سفارش کر کے) جنت میں داخل کراؤں گا۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ و علم ادم الأسماء کلھا ﴾ : ۴۴۷۶]

وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ : قیامت کے دن کوئی شخص کسی قسم کا فدیہ دے کر اپنے آپ کو دوزخ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا، وہاں فدیہ قبول نہیں ہو گا اور بدلہ یا معاوضہ بھی نہیں لیا جائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ [المائدۃ : ۳۶] ''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، اگر واقعی ان کے پاس زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو، تاکہ وہ اس کے ساتھ قیامت کے دن کے عذاب سے فدیہ دے دیں تو ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴾ [آل عمران : ۹۱] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ

اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴾ [المعارج : ۱۰ تا ۱۵] ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہیں پوچھے گا۔ حالانکہ وہ انھیں دکھائے جا رہے ہوں گے۔ مجرم چاہے گا کاش کہ اس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔ اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچا لے۔ ہرگز نہیں! یقیناً وہ (جہنم) ایک شعلہ مارنے والی آگ ہے۔''

وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ : قیامت کا دن ایسا دن نہیں کہ وہاں ایک شخص اپنی مرضی سے دوسرے کی سفارش و مدد کر سکے، کسی کو کسی دوسرے کے معاملہ میں ذرا سا بھی اختیار نہیں ہوگا، ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۳] ''جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ [الشوریٰ : ۴۶] ''اور ان کے لیے کوئی حمایتی نہیں ہوں گے جو اللہ کے سوا ان کی مدد کریں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے فاطمہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی! (اپنی جان کو دوزخ سے بچا لو) جو مال مجھ سے مانگنا ہو یہیں مانگ لو کہ (آخرت میں) اللہ کے سامنے میں تمھارے چنداں کام نہیں آ سکتا۔''
[بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ...... الخ ﴾ : ۴۷۷۱۔ مسلم، کتاب الإیمان باب فی قوله تعالٰی : ﴿ و أنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ۲۰۶]

﴿ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۴۹ ﴾

''اور جب ہم نے تمھیں فرعون کی قوم سے نجات دی، جو تمھیں برا عذاب دیتے تھے، تمھارے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتے اور تمھاری عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔''

یہاں سے بنی اسرائیل پر کیے جانے والے انعامات اور انھیں دی جانے والی فضیلت کی تفصیل شروع ہو رہی ہے۔
آل فرعون سے مراد فرعون، اس کا لشکر اور اس کے پیروکار ہیں، قرآن کریم کے ذکر کردہ واقعے کے مطابق فرعون نے ایک خواب دیکھا، جس کی تاویل اسے یہ بتائی گئی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ذریعے اس کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا، اس نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو ذبح کر دیا جائے، بنی اسرائیل ان پریشانیوں سے گزرتے رہے، یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اور انھیں فرعون کے عذاب سے نجات دلائی۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾ [إبراهيم : ٦] ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب اس نے تمھیں فرعون کی آل سے نجات دی، جو تمھیں برا عذاب دیتے تھے اور تمھارے بیٹے بری طرح ذبح کرتے اور تمھاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمھارے رب کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ [الشعراء : ٢٢] ''اور یہ کوئی احسان ہے جو تو مجھ پر جتلا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔''

وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾

''اور جب ہم نے تمھاری وجہ سے سمندر کو پھاڑ دیا، پھر ہم نے تمھیں نجات دی اور ہم نے فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر یہ احسان جتایا کہ اس نے ایک خطرناک موقع پر ان کے لیے سمندر پھاڑ دیا اور بنی اسرائیل نے سمندر کو پار کر لیا، لیکن جب فرعون اور اس کی فوج نے جو بنی اسرائیل کا پیچھا کر رہے تھے، سمندر کو پار کرنا چاہا اور وہ بیچ راستہ میں پہنچے تو سمندر کا پانی دونوں طرف سے مل گیا اور فرعون مع اپنی فوج کے اس میں غرق ہو گیا، ارشاد فرمایا: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٣٦] ''تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پس انھیں سمندر میں غرق کر دیا، اس وجہ سے کہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ جٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ جُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّ عَدْوًا ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ [یونس : ٩٠] ''اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور زیادتی کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے نے پا لیا تو اس نے کہا میں ایمان لے آیا کہ بے شک حق یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرماں برداروں سے ہوں۔''

یہ واقعہ عاشوراء (دس محرم) کے دن پیش آیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: ''تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا، یہ بڑی عظمت والا دن ہے، کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی، سو موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تمھاری نسبت موسیٰ علیہ السلام کا زیادہ حق دار ہوں۔'' پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو

بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔[بخاري، كتاب الصوم، باب صوم يوم عاشوراء : ۲۰۰۴۔ مسلم، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء : ۱۱۳۰]

پھر رمضان کے روزے فرض ہونے پر عاشوراء کا روزہ نفل قرار دے دیا گیا اور وفات سے پہلے آپ نے فرمایا: ''اگر آئندہ سال میں زندہ رہا تو میں ضرور نو (محرم) کا روزہ رکھوں گا۔'' مگر آپ اس سے پہلے فوت ہو گئے۔[مسلم، كتاب الصيام، باب أي يوم يصام في عاشوراء ؟ : ۱۱۳۴]

وَ اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾

''اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کی میعاد مقرر کی، پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو پکڑ لیا اور تم ظالم تھے۔''

فرعون سے نجات پانے کے بعد جب بنی اسرائیل صحرائے سینا میں پہنچے تو وہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دینے کے لیے چالیس راتوں کے لیے کوہِ طور پر بلایا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ﴾ [الأعراف : ۱۴۲] ''اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی اور اسے دس راتوں کے ساتھ پورا کر دیا، سو اس کے رب کی مقررہ مدت چالیس راتیں پوری ہوگئی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ﴾ [الأعراف : ۱۴۳] ''اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا۔''

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ : موسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد بنی اسرائیل نے سامری کے پیچھے لگ کر بچھڑے کی پوجا شروع کر دی، اسی بنا پر یہاں ان کو ظالم قرار دیا گیا ہے۔ وہ صریح طور پر شرک کے مرتکب ہوئے تھے، سو شرک سے بڑھ کر اور کون سا ظلم ہو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَ لَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۴۸] ''اور موسیٰ کی قوم نے اس کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنا لیا، جو ایک جسم تھا، جس کی گائے جیسی آواز تھی۔ کیا انھوں نے یہ نہ دیکھا کہ بے شک وہ نہ ان سے بات کرتا ہے اور نہ انھیں کوئی راستہ بتاتا ہے۔ انھوں نے اسے پکڑا اور وہ ظالم تھے۔''

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾

''پھر ہم نے اس کے بعد تمھیں معاف کر دیا، تاکہ تم شکر کرو۔''

ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ﴾ [النساء : ۱۵۳] ''پھر انھوں نے بچھڑے کو پکڑ لیا، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکی تھیں، تو ہم نے اس سے درگزر کیا۔''

وَ اِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

''اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور (حق و باطل میں) فرق کرنے والی چیز عطا کی، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

ممکن ہے کتاب یعنی تورات ہی کو فرقان سے بھی تعبیر کیا گیا ہو، کیونکہ ہر آسمانی کتاب حق و باطل کو واضح کرنے والی ہوتی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْۤ اَحْسَنَ وَ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام: ١٥٤] ''پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اس شخص پر (نعمت) پوری کرنے کے لیے جس نے نیکی کی اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت کے لیے، تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَ اَوْرَثْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ۝ هُدًى وَّ ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴾ [المؤمن: ٥٣، ٥٤] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔ جو عقلوں والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔''

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىِٕكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝۵۴

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! بے شک تم نے بچھڑے کو اپنے پکڑنے کے ساتھ اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف توبہ کرو، پس اپنے آپ کو قتل کرو، یہ تمھارے لیے تمھارے پیدا کرنے والے کے نزدیک بہتر ہے، تو اس نے تمھاری توبہ قبول کر لی، بے شک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

بچھڑے کو معبود بنانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دنیا میں سخت سزا دی، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴾ [الأعراف: ١٥٢] ''بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو پکڑا عنقریب انھیں ان کے رب کی طرف سے بڑا غضب پہنچے گا اور بڑی رسوائی دنیا کی زندگی میں اور ہم جھوٹ باندھنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔''

فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ : بنی اسرائیل نے ایک دوسرے کو قتل کیا، وہ اپنے کیے پر نادم ہوئے اور مغفرت کی دعائیں کرنے لگے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ يَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ [الأعراف: ١٤٩] ''اور جب وہ پشیمان ہوئے اور انھوں نے دیکھا کہ بے شک وہ تو گمراہ ہوگئے ہیں، تو انھوں نے کہا یقیناً اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم ضرور ہی خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ : بنی اسرائیل میں جس طرح شادی شدہ زانی کی سزا رجم تھی، اسی طرح شرک کے ارتکاب پر

بھی انھیں قتل کی سزا سنائی گئی اور اس پر عمل ہوا۔ ہماری امت میں بھی ارتداد کی سزا قتل ہے، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص (اپنا دین بدل لے) یعنی مرتد ہو جائے اسے قتل کر دو۔'' [بخاري، كتاب الجهاد، باب لا يعذب بعذاب الله : ٣٠١٧]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے مگر تین میں سے ایک سبب سے، (قصاص میں) جان کے بدلے جان، شادی شدہ زانی، اپنے دین کو چھوڑنے والا، جماعت کو ترک کر دینے والا۔'' [بخاري، كتاب الديات، باب قول الله تعالى : إن النفس بالنفس ...... الخ : ٦٨٧٨]

مگر اتنی تخفیف کر دی گئی کہ مرتد توبہ کر لے تو اسے معاف کر دیا جائے گا۔ البتہ رجم کی حد توبہ کے باوجود جاری کی جائے گی۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

''اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم ہرگز تیرا یقین نہ کریں گے، یہاں تک کہ ہم اللہ کو کھلم کھلا دیکھ لیں، تو تمھیں بجلی نے پکڑ لیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے تمھیں تمھارے مرنے کے بعد زندہ کیا، تاکہ تم شکر کرو۔''

بنی اسرائیل نے کوہِ طور پر پہنچ کر مطالبہ کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو علانیہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے اس مطالبہ پر اللہ تعالیٰ نے ایک عذاب بھیجا۔ وہ عذاب زلزلہ اور صاعقہ کی صورت میں تھا۔ زلزلہ آیا، بجلی گری تو زلزلہ اور بجلی کے گرنے سے وہ لوگ ہلاک ہو گئے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴾ [الأعراف : ١٥٥] ''اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی ہمارے مقررہ وقت کے لیے چنے، پھر جب انھیں زلزلے نے پکڑا تو اس نے کہا اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو انھیں اس سے پہلے ہلاک کر دیتا اور مجھے بھی، کیا تو ہمیں اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو ہم میں سے بے وقوفوں نے کیا ہے؟ یہ نہیں ہے مگر تیری آزمائش، جس کے ساتھ تو گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت بخشتا ہے جسے چاہتا ہے، تو ہی ہمارا یار و مددگار ہے، سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بخشنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔''

معلوم ہوا کہ ایمان لانے کی شرط کے طور پر اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کا مطالبہ بہت بڑی گستاخی ہے۔

وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾

’’اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور ہم نے تم پر من اور سلویٰ اتارا، کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمھیں دی ہیں اور انھوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ اپنے آپ ہی پر ظلم کیا کرتے تھے۔‘‘

صحرائے سینا میں ان کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ تھا اور صحرا کی دھوپ انھیں جلائے دیتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر خاص قسم کے بادل کا سایہ کر دیا اور کھانے کے لیے ’من و سلویٰ‘ کا انتظام فرما دیا۔

من و سلویٰ کا ذکر ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اس طرح کرتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ۝ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ [طٰهٰ: ۸۰، ۸۱] ’’اے بنی اسرائیل! بے شک ہم نے تمھیں تمھارے دشمن سے نجات دی اور تمھیں پہاڑ کی دائیں جانب کا وعدہ دیا اور تم پر من اور سلویٰ اتارا۔ کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمھیں دی ہیں۔‘‘

’’اَلْمَنَّ‘‘ کی تفسیر میں سب سے صحیح رسول اللہ ﷺ کی تفسیر ہے، جسے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’کھمبی ’’اَلْمَنَّ‘‘ (کی قسم) سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لیے شفا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الطب، باب المن شفاء للعین : ۵۷۰۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’عجوہ (مدینہ منورہ کی اعلیٰ کھجور) جنت سے ہے اور یہ زہر سے شفا ہے اور کھمبی ’’اَلْمَنَّ‘‘ سے ہے، اس کا پانی آنکھ کے لیے شفا ہے۔‘‘ [ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی الکمأۃ والعجوۃ : ۲۰۶۶]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ’’اَلْمَنَّ‘‘ متعدد چیزیں تھیں، جو صحرا میں خود بخود پیدا ہوتی تھیں ان میں سے ایک ’’کھمبی‘‘ بھی تھی۔ اسی طرح وہ میٹھی گوند بھی ’’اَلْمَنَّ‘‘ کی ایک قسم تھی جو ابن عباس اور مجاہد سے ’’اَلْمَنَّ‘‘ کی تفسیر میں آئی ہے۔

’’اَلسَّلْوٰى‘‘ اسم جنس ہے واحد ’’سلواۃ‘‘ آتا ہے، بٹیر یا بٹیر سے ملتا جلتا پرندہ ہے۔ صحرا میں اللہ کے حکم سے بے شمار پرندے آ جاتے اور وہ انھیں پکڑ کر کھا لیتے تھے۔

وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۸ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۵۹ ع ۶

’’اور جب ہم نے کہا اس بستی میں داخل ہو جاؤ، پس اس میں سے کھلا کھاؤ جہاں چاہو اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور کہو بخش دے، تو ہم تمھیں تمھاری خطائیں بخش دیں گے اور ہم نیکی کرنے والوں کو جلد ہی زیادہ دیں گے۔ پھر ان لوگوں نے جنھوں نے ظلم کیا، بات کو اس کے خلاف بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی، تو ہم نے ان لوگوں پر جنھوں نے ظلم کیا تھا، آسمان سے ایک عذاب نازل کیا، اس لیے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔‘‘

بیت المقدس فتح ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ اس فتح کی شکر گزاری میں اللہ تعالیٰ کے عاجز بندوں کی طرح سجدہ ریز ہو کر اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے شہر میں داخل ہو جاؤ اور "حِطَّةٌ" کہتے جاؤ، لیکن وہ اپنے سرینوں کے بل "حِطَّةٌ" کی بجائے "حَبَّةٌ فِیْ شَعَرَةٍ" کہتے ہوئے داخل ہوئے۔ چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی غایت درجہ اہانت تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں طاعون میں مبتلا کر دیا۔

اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر اس طرح بیان کرتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَ كُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ﴾ [الأعراف : ۱۶۱، ۱۶۲] "اور جب ان سے کہا گیا اس بستی میں رہو اور اس میں سے جہاں چاہو کھاؤ اور کہو بخش دے اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو تو ہم تمھارے لیے تمھاری خطائیں معاف کر دیں گے، عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔ تو ان میں سے جنھوں نے ظلم کیا، انھوں نے بات کو اس کے خلاف بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی، تو ہم نے ان پر آسمان سے ایک عذاب بھیجا، اس وجہ سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بنی اسرائیل کو حکم تو یہ ہوا تھا کہ وہ سجدہ کرتے ہوئے اور "حِطَّةٌ" (ہمیں بخش دے) کہتے ہوئے داخل ہوں لیکن وہ اپنی سرینوں کو گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے اور "حِطَّةٌ" کو بدل کر "حَبَّةٌ فِیْ شَعَرَةٍ" کہنے لگے (یعنی ہم گندم کے دانے چاہتے ہیں)۔" [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ و إذ قلنا ادخلوا هذه القرية ...... الخ ﴾ : ۴۴۷۹]

فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ : چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی حد درجہ نافرمانی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں طاعون میں مبتلا کر دیا۔ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "طاعون کا مرض رجز (یعنی عذاب) ہے، تم سے پہلے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے اسے عذاب کے طور پر نازل فرمایا تھا۔" [مسلم، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة و نحوها : ۲۲۱۸۔ السنن الكبرىٰ للنسائي : ۳۶۳/۴، ح : ۷۵۲۳۔ ابن حبان : ۲۹۵۲]

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کسی علاقہ کے بارے میں یہ سنو کہ وہاں طاعون کا مرض پھیلا ہوا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب یہ مرض کسی ایسے علاقے میں پھیل جائے جہاں تم موجود ہو تو تم اس علاقے کو چھوڑ کر نہ جاؤ۔" [بخاري، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون : ۵۷۲۸۔ مسلم، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة ...... الخ : ۲۲۱۸/۹۷]

وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا

عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾

''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنی لاٹھی اس پتھر پر مار، تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، بلاشبہ سب لوگوں نے اپنی پینے کی جگہ معلوم کر لی، کھاؤ اور پیو اللہ کے دیے ہوئے میں سے اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ۔''

بنی اسرائیل ایسی سرزمین میں آباد تھے، جہاں نہ پانی کے چشمے تھے نہ دریا، موسیٰ علیہ السلام نے پانی کے لیے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ پتھر پر اپنی لاٹھی مارو۔ انھوں نے ماری تو بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴾ [الأعراف: ١٦٠] ''اور ہم نے انھیں بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا، جو کئی گروہ تھے اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی، جب اس کی قوم نے اس سے پانی مانگا کہ اپنی لاٹھی اس پتھر پر مار تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، بلاشبہ سب لوگوں نے اپنی پانی پینے کی جگہ معلوم کر لی اور ہم نے ان پر بادل کا سایہ کیا اور ان پر من اور سلویٰ اتارا، کھاؤ ان پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمھیں عطا کیں اور انھوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ اپنے آپ ہی پر ظلم کرتے تھے۔''

وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـِٕيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴾ [الأعراف: ١٦٥] ''پھر جب وہ اس بات کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے منع کرتے تھے، اور ان کو سخت عذاب میں پکڑ لیا جنھوں نے ظلم کیا تھا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔''

وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ۗ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع ۷

''اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ کریں گے، سو ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، وہ ہمارے

لیے کچھ ایسی چیزیں نکالے جو زمین اپنی ترکاری اور اپنی ککڑی اور اپنی گندم اور اپنے مسور اور اپنے پیاز میں سے اگاتی ہے۔ فرمایا کیا تم وہ چیز جو کمتر ہے، اس چیز کے بدلے مانگ رہے ہو جو بہتر ہے، کسی شہر میں جا اترو تو یقیناً تمھارے لیے وہ کچھ ہوگا جو تم نے مانگا، اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کی طرف سے بھاری غضب کے ساتھ لوٹے۔ یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے اور نبیوں کو حق کے بغیر قتل کرتے تھے، یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔''

من اور سلویٰ کو ایک کھانا اس لیے قرار دیا کہ روزانہ یہی کھانے کو ملتا اور اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوتی تھی، پرندوں کا گوشت اور صحرا کی فطری خود رو چیزیں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور صحت کے لیے بہترین غذا تھیں، پھر انھیں آزادی اور فراغت حاصل تھی جس میں وہ علم حاصل کر سکتے تھے اور جہاد کی تیاری کر کے عزت و اقتدار حاصل کر سکتے تھے۔ مگر انھوں نے ان نعمتوں کی قدر نہ کی اور ان چیزوں کا مطالبہ کرنے لگے جن کے وہ زمانۂ غلامی میں عادی تھے۔ اور جو ''من وسلویٰ'' کے مقابلے میں بالکل ہیچ تھیں، پھر اس کے لیے کھیتی باڑی میں مشغول ہونا پڑتا تھا، جو ہمیشہ فاتح قومیں مفتوح قوموں سے کرواتی ہیں اور جس میں مکمل مشغولیت کا نتیجہ ذلت و مسکنت ہے۔

سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے ہل اور کھیتی باڑی کا کوئی اوزار دیکھا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: ''یہ چیزیں کسی گھر میں داخل نہیں ہوتیں مگر اللہ تعالیٰ اس گھر میں ذلت داخل کر دیتا ہے (یعنی جو حد سے زیادہ کھیتی باڑی میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اپنے دینی فرائض سے بھی غافل ہو جاتے ہیں تو ذلت ان کا مقدر بن جاتی ہے)۔'' [بخاری، کتاب المزارعة، باب ما یحذر من عواقب الاشتغال بآلة الزرع ...... الخ : ۲۳۲۱]

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ ۚ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ : ارشاد فرمایا:

﴿ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴾ [المائدة : ۲۲،۲۱] ''اے میری قوم! اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جو اس نے تمھارے لیے لکھ دی ہے اور اپنی پیٹھوں پر نہ پھر جاؤ، ورنہ خسارہ اٹھانے والے ہو کر لوٹو گے۔ انھوں نے کہا اے موسیٰ! بے شک اس میں ایک بہت زبردست قوم ہے اور بے شک ہم ہرگز اس میں داخل نہ ہوں گے، یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائیں، پس اگر وہ اس سے نکل جائیں تو ہم ضرور داخل ہونے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [المائدة : ۲۶] ''فرمایا پھر بے شک وہ ان پر چالیس سال حرام کی ہوئی ہے، زمین

میں سر مارتے پھریں گے، پس تو ان نافرمان لوگوں پر غم نہ کر۔'' اور فرمایا: ﴿ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوٓا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُو بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴾ [آل عمران : ۱۱۲] ''ان پر ذلت مسلط کر دی گئی جہاں کہیں وہ پائے جائیں مگر اللہ کی پناہ اور لوگوں کی پناہ کے ساتھ اور وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹے اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی، یہ اس لیے کہ بے شک وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو کسی حق کے بغیر قتل کرتے تھے، یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔''

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تکبر یہ ہے کہ ہٹ دھرمی کی بنا پر حق بات کو نہ مانا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔'' [مسلم ، كتاب الإيمان ، باب تحريم الكبر وبيانه : ۹۱]

وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روز قیامت سب سے زیادہ سخت عذاب اس شخص کو ہوگا جسے کسی نبی نے قتل کیا، یا جس نے کسی نبی کو قتل کیا، دوسرا اس شخص کو جو ضلالت و گمراہی کا امام ہو اور تیسرا تصویریں بنانے والے کو۔'' [مسند أحمد : ۱/ ۴۰۷، ح : ۳۸۶۷۔ كشف الأستار عن زوائد البزار : ۲/ ۲۳۸، ح : ۱۶۰۳]

یہود قتل انبیاء میں بہت بے باک تھے، خود ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! خیبر میں کھایا ہوا (زہر آلود) لقمہ مسلسل مجھے تکلیف دیتا رہا، حتیٰ کہ اب میری شہ رگ کٹنے کا وقت (آ گیا) ہے۔'' [بخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي صلی اللہ علیہ وسلم و وفاته ......الخ : ۴۴۲۸، بعد الحديث : ۴۴۳۰]

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۲﴾

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے اور نصاریٰ اور صابی، جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

اس آیت سے پہلی آیات اور اس کے بعد والی آیات میں بنی اسرائیل پر انعامات اور ان کے مقابلے میں ان کی بداعمالی کا تذکرہ ہے۔ یہ آیت درمیان میں ایک خاص مناسبت کی بنا پر آئی ہے، وہ یہ کہ جب بات ان پر ذلت و مسکنت مسلط ہونے اور اللہ کے غضب کا نشانہ بننے تک پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق ان کے لیے اپنی رحمت کا تذکرہ ضروری سمجھا کہ بنی اسرائیل کا ہر فرد اس ذلت و مسکنت اور غضب الٰہی کا نشانہ نہیں، پہلے بھی اللہ تعالیٰ بے حد مہربان تھا

اور توبہ کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایمان اور عمل صالح سے متصف ہو گا، خواہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہو، جیسے آپ سے پہلے اپنے اپنے انبیاء پر ایمان لا کر عمل صالح کرنے والے لوگ ہوں، یا آپ کے زمانے میں یہود و نصاریٰ میں سے ایمان لانے والے ہوں، مثلاً عبد اللہ بن سلام، صہیب اور سلمان رضی اللہ عنہم سب کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے، ارشاد فرمایا : ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۳۰] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرة : ۳۸] ''تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا سو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری اس امت میں جو شخص بھی میری بابت سن لے، وہ یہودی ہو یا عیسائی، پھر وہ اس چیز پر ایمان نہ لائے جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں تو وہ جہنم میں جائے گا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ : ۱۵۳]

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ١ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝۶۳ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ١ۚ فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ۝۶۴

''اور جب ہم نے تمھارا پختہ عہد لیا اور تمھارے اوپر پہاڑ کو بلند کیا۔ پکڑو قوت کے ساتھ جو ہم نے تمھیں دیا ہے اور جو اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ جاؤ۔ پھر تم اس کے بعد پھر گئے تو اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوتے۔''

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے تورات پر عمل کا عہد لیتے ہوئے ایک ہیبت ناک منظر پیدا فرما دیا، تاکہ وہ یہ عہد دل سے کریں۔ اس وقت وہ کوہ طور کے دامن میں تھے، زلزلے کے ساتھ پہاڑ ان پر جھکا اور سائبان کی طرح ان پر سایہ فگن ہو گیا، حتیٰ کہ انھیں یقین ہو گیا کہ وہ ان پر گرنے ہی والا ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ١ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۷۱] ''اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اٹھایا، جیسے وہ ایک سائبان ہو اور انھوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ ان پر گرنے والا ہے۔ جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ جاؤ۔''

اگلی آیت میں فرمایا کہ اس سارے عہد و پیمان کے بعد انھوں نے بہت سی باتوں میں تورات سے کنارہ کشی اختیار

کی۔ چنانچہ انھوں نے تورات میں تحریف کی، اس کی آیات کو چھپایا، انبیاء کے احکام کی نافرمانی کی، بعض کو قتل کیا۔ میدان تیہ میں عجیب وغریب نعمتوں کے مشاہدے کے باوجود موسیٰ علیہ السلام پر بار بار اعتراض کیے، ان کی حکم عدولی کی، انھیں سخت ایذا پہنچائی، ارضِ مقدس میں داخلے کا حکم ہوا تو صاف انکار کر دیا، حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام نے خود کو ان نافرمانوں سے الگ کر دینے کی دعا کی، لیکن ان تمام نافرمانیوں کے باوجود فوراً عذاب کے ساتھ ہلاک کرنے کی بجائے تمھیں توبہ واستغفار کی مہلت دی گئی۔

وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَ مَا خَلْفَهَا وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۶﴾

”اور بلاشبہ یقیناً تم ان لوگوں کو جان چکے ہو جو تم میں سے ہفتے (کے دن) میں حد سے گزر گئے تو ہم نے ان سے کہا ذلیل بندر بن جاؤ۔ تو ہم نے اسے ان لوگوں کے لیے جو اس کے سامنے تھے اور جو اس کے پیچھے تھے، ایک عبرت اور ڈرنے والوں کے لیے ایک نصیحت بنا دیا۔“

یہاں یہود کی ایک بستی والوں کی بدعہدی اور حیلہ سازی کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار حرام کر دیا تھا۔ اس دن ان کی آزمائش کے لیے مچھلیاں زیادہ آتی تھیں۔ انھوں نے حیلہ سے کام لیا، ہفتہ کے دن وہ گڑھے کھود کر اور جال لگا کر آجاتے اور مچھلیاں آکر ان کے جالوں اور گڑھوں میں پھنس جاتی تھیں۔ بستی والے ہفتہ کا دن گزر جانے کے بعد ان کا شکار کر لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے انھیں حیلہ سازی اور بدعہدی کی یہ سزا دی کہ ان کی صورتوں کو بندر کی صورت میں بدل دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴾ [النساء : ۱۵۴] ”اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتے کے دن میں زیادتی مت کرو اور ہم نے ان سے ایک مضبوط عہد لیا۔“ لیکن بنی اسرائیل نے اس عہد کو توڑا اور حکم الٰہی سے سرتابی کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ سْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّ يَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۶۳] ”اور ان سے اس بستی کے بارے پوچھ جو سمندر کے کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرتے تھے، جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتے کے دن سر اٹھائے ہوئے ان کے پاس آتیں اور جس دن ان کا ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہ آتی تھیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے، اس کی وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔“ حکم الٰہی کی مسلسل خلاف ورزی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو بندر بنا دیا اور اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴾ [الأعراف : ۱۶۶] ”پھر جب وہ اس بات میں حد سے

بڑھ گئے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہہ دیا کہ ذلیل بندر بن جاؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴾ [النساء : ٤٧] ”اے لوگو جنھیں کتاب دی گئی ہے! اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمھارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، پھر انھیں ان کی پیٹھوں پر پھیر دیں، یا ان پر لعنت کریں، جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہمیشہ (پورا) کیا ہوا ہے۔“

اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ اس وقت موجود لوگوں اور بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت بنا دیا۔ ڈرنے والوں کے لیے نصیحت میں یہ بھی شامل ہے کہ امت محمد ﷺ بنی اسرائیل کی ان نافرمانیوں اور ان پر ملنے والی سزاؤں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۞ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۞ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۞ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَ اِنَّاۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۞ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَ لَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَ مَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۞ ع ٨

”اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو، انھوں نے کہا کیا تو ہمیں مذاق بناتا ہے؟ کہا میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں کہ میں جاہلوں سے ہو جاؤں۔ انھوں نے کہا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، وہ ہمارے لیے واضح کرے وہ (گائے) کیا ہے؟ کہا بے شک وہ فرماتا ہے بے شک وہ ایسی گائے ہے جو نہ بوڑھی ہے اور نہ بچھڑی، اس کے درمیان جوان عمر کی ہے، تو کرو جو تمھیں حکم دیا جاتا ہے۔ انھوں نے کہا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، وہ ہمارے لیے واضح کرے اس کا رنگ کیا ہے؟ کہا بے شک وہ فرماتا ہے کہ بلاشبہ وہ گائے زرد رنگ کی ہے، اس کا رنگ خوب گہرا ہے، دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہے۔ انھوں نے کہا ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، وہ ہمارے لیے واضح کرے وہ (گائے) کیا ہے؟ بے شک گائیں ہم پر ایک دوسری کے مشابہ ہو گئی ہیں اور یقیناً ہم

اگر اللہ نے چاہا تو مقصد کو پہنچنے ہی والے ہیں۔ کہا بے شک وہ فرماتا ہے کہ بے شک وہ ایسی گائے ہے جو نہ جوتی ہوئی ہے کہ زمین میں ہل چلاتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہے، صحیح سالم ہے، اس میں کسی اور رنگ کا نشان نہیں۔ انھوں نے کہا اب تو صحیح بات لایا ہے۔ پس انھوں نے اسے ذبح کیا اور وہ قریب نہ تھے کہ کرتے۔"

مصر میں غلامی کے زمانے میں غالب قوم کے اثر سے بنی اسرائیل میں گائے کی تقدیس کا عقیدہ سرایت کر گیا تھا۔ اس کا ظہور اس وقت بھی ہوا جب موسیٰ علیہ السلام تورات لینے کے لیے طور پہاڑ پر گئے، تو انھوں نے بچھڑا بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی۔ اب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اس عقیدے کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے کوئی گائے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اس پر انھوں نے اسے مذاق سمجھا کہ بھلا گائے بھی ذبح کی جا سکتی ہے۔ کہنے لگے کیا تو ہم سے مذاق کرتا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں کہ جاہلوں سے ہو جاؤں۔ معلوم ہوا مذاق اور ٹھٹھا جاہلوں کا کام ہے، البتہ مزاح اور خوش طبعی الگ چیز ہے، اس میں کوئی بات حقیقت کے خلاف نہیں ہوتی، نہ اس میں کسی کی تحقیر و تنقیص ہوتی ہے، بلکہ جس سے خوش طبعی کی جائے وہ خود بھی خوشی محسوس کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مزاح کیا کرتے تھے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً : "بَقَرَةً" کی تنوین سے ظاہر ہے کہ وہ کوئی گائے ذبح کر دیتے تو کافی تھا، مگر وہ تو گائے ذبح کرنے پر آمادہ ہی نہ تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے سرتابی بھی نہیں کر سکتے تھے، اس لیے انھوں نے پے در پے سوال کیے، جن کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ کسی طرح جان چھوٹ جائے، مگر وہ جتنے سوال کرتے گئے پھنستے گئے، آخر اس شوخ زرد رنگ کی گائے پر بات آ پہنچی جو عبادت کے لیے مثال سمجھی جاتی تھی۔

اس واقعہ سے بیجا سوالات کی قباحت بھی ظاہر ہے۔ عمل پر آمادہ انسان زیادہ سوالات کرتا ہی نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خاص طور پر بچنے کی تاکید بھی فرمائی ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم مجھے چھوڑے رکھو جب تک میں تمھیں (کسی چیز کا حکم دینے میں) چھوڑے رکھوں، کیونکہ تم سے پہلے لوگ کثرت سے سوال اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے برباد ہو گئے۔ میں جب تمھیں کوئی حکم دوں تو اپنی استطاعت کے مطابق اسے لے لو اور جب میں تمھیں کسی چیز سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو۔" [مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر : ۱۳۳۷]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ مجھے لکھ دیجیے، تو انھوں نے لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے فائدہ بہت سوال کرنے سے منع کرتے تھے اور مال ضائع کرنے اور ماؤں کی نافرمانی کرنے سے منع کرتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے اور اپنا حق محفوظ رکھنے اور دوسروں کا حق نہ دینے سے اور بلا ضرورت مانگنے سے منع فرماتے تھے۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکرہ من کثرة السؤال ...... الخ : ۷۲۹۲۔ مسلم، کتاب الأقضیة، باب النهی عن کثرة المسائل ...... الخ : ۵۹۳، بعد الحدیث : ۱۷۱۵]

وَ اِذۡ قَتَلۡتُمۡ نَفۡسًا فَادّٰرَءۡتُمۡ فِيۡهَا ؕ وَ اللّٰهُ مُخۡرِجٌ مَّا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۷۲﴾ فَقُلۡنَا اضۡرِبُوۡهُ بِبَعۡضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحۡىِ اللّٰهُ الۡمَوۡتٰى ۙ وَ يُرِيۡكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۷۳﴾

''اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا، پھر تم نے اس کے بارے میں جھگڑا کیا اور اللہ اس بات کو نکالنے والا تھا جو تم چھپا رہے تھے۔ تو ہم نے کہا اس پر اس کا کوئی ٹکڑا مارو، اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا اور تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تاکہ تم سمجھو۔''

بنی اسرائیل کے کسی شخص نے دوسرے کو قتل کر دیا اور جو لوگ قاتل کو جانتے تھے انھوں نے اس پر پردہ ڈال دیا، اب وہ ایک دوسرے پر الزام دھرنے لگے اور جھگڑا شروع ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے ذبح شدہ گائے کا کوئی حصہ مقتول پر مارنے کا حکم دیا، جس سے اس نے زندہ ہو کر مقتول کی نشاندہی کر دی۔ شروع سے یہودیوں کی عادت بد ہے کہ وہ پہلے قتل و غارت اور فتنہ و فساد کرتے ہیں اور پھر حقائق کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے پتھر سے ایک لڑکی کا سر کچل ڈالا اور وہ اس کے چاندی کے زیور اتار کر لے گیا، پھر اس لڑکی کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا تو اس کے جسم میں جان ابھی باقی تھی، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تجھے فلاں نے مارا؟'' اس نے سر کے اشارے سے کہا کہ نہیں، آپ نے دوبارہ پوچھا (کہ کیا فلاں نے مارا؟) تو اس نے سر کے اشارے سے انکار کیا۔ آپ نے جب تیسری مرتبہ (ایک یہودی کے بارے میں) پوچھا تو اس نے سر کے اشارے سے اقرار کیا، چنانچہ آپ نے اس یہودی کو دو پتھروں میں کچل کر قتل کر دیا۔ [بخاری، کتاب الدیات، باب من أقاد بالحجر : ۶۸۷۹۔ مسلم، کتاب القسامة، باب ثبوت القصاص فی القتل بالحجر وغیرہ …… الخ : ۱۶۷۲]

كَذٰلِكَ يُحۡىِ اللّٰهُ الۡمَوۡتٰى : اس سے صاف ظاہر ہے کہ گائے کا ٹکڑا مارنے سے وہ مقتول زندہ ہو گیا، فرمایا، اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، تاکہ تم سمجھو۔ یعنی یہ واقعہ قیامت کے دن مردوں کو زندہ کرنے کی بھی دلیل اور ایک نشانی ہے۔ کیونکہ جو ایک مردہ کو زندہ کر سکتا ہے وہ تمام مردوں کو بھی زندہ کرنے پر قادر ہے۔

ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً ؕ وَ اِنَّ مِنَ الۡحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنۡهُ الۡاَنۡهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخۡرُجُ مِنۡهُ الۡمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۷۴﴾

''پھر اس کے بعد تمھارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں جیسے ہیں، یا سختی میں (ان سے بھی) بڑھ کر ہیں اور بے شک پتھروں میں سے کچھ یقیناً وہ ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور بے شک ان سے کچھ یقیناً وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں، پس ان سے پانی نکلتا ہے اور بے شک ان سے کچھ یقیناً وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ اس سے ہرگز

غافل نہیں جو تم کر رہے ہو۔‘‘

اس چشم دید واقعے کا تقاضا تھا کہ ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہوتی اور اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاتے، لیکن ان کے دلوں کی سختی کی گواہی اللہ نے دے دی کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں اور ان کے دل کی سختی کی مثال پتھر کی سختی سے اس لیے دی کہ پتھر لوہے اور سیسے سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے، کیونکہ لوہا تو آگ میں پگھل جاتا ہے، پتھر نہیں پگھلتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ پتھر ان کے دلوں سے بہتر ہے، اس لیے کہ بعض پتھر تو ایسے ہوتے ہیں جن سے نہریں جاری ہوتی ہیں، بعض پھٹ جاتے ہیں اور ان سے چشمے جاری ہو جاتے ہیں اور بعض پتھر تو ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ کے ڈر سے اپنی جگہ سے لڑھکتے ہوئے نیچے آ جاتے ہیں۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اہل کتاب کا رویہ اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾ [الحدید : ۱۶] ’’کیا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے، وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں، جنھیں ان سے پہلے کتاب دی گئی، پھر ان پر لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔‘‘

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ : معلوم ہوا کہ پتھروں سے نہروں کا پھوٹ نکلنا، ان کا پھٹ جانا اور ان سے پانی کا نکلنا اور ان کا گر پڑنا اللہ کے خوف کی وجہ سے ہے۔ اگر کوئی کہے کہ پتھر تو بے جان چیز ہیں، وہ کیسے ڈرتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل والی مخلوقات کے علاوہ ان میں بھی ایک حد تک شعور اور فہم رکھا ہے، جس کی حقیقت وہی جانتا ہے۔ فلسفے کا مارا ہوا شخص انکار کرے تو کرے اہل یقین اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کے علاوہ احادیث میں بھی اس کی کئی مثالیں ہیں، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یہ (احد) پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔‘‘ [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب فضل الخدمة فی الغزو : ۲۸۸۹۔ مسلم، كتاب الحج، باب فضل المدينة ...... الخ : ۱۳۶۵]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’یقیناً میں مکہ کے اس پتھر کو جانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا، بلاشبہ میں اسے اب تک پہچانتا ہوں۔‘‘ [مسلم، كتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... الخ : ۲۲۷۷]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اس پتھر (حجر اسود) کو قیامت کے دن لایا جائے گا، اس کی دو آنکھیں ہوں گی، جن سے یہ دیکھے گا اور زبان ہو گی جس سے کلام کرے گا اور جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے اسے بوسہ دیا ہو گا قیامت کے دن یہ اس کے حق میں گواہی دے گا۔‘‘ [ترمذی، كتاب الحج،

باب ما جاء في الحجر الأسود : ۹٦١۔ ابن ماجه، كتاب المناسك، باب استلام الحجر : ۲۹٤٤]

اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا لَـكُمۡ وَقَدۡ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوۡنَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡهُ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۵﴾

”تو کیا تم طمع رکھتے ہو کہ وہ تمھارے لیے ایمان لے آئیں گے، حالانکہ یقیناً ان میں سے کچھ لوگ ہمیشہ ایسے چلے آئے ہیں جو اللہ کا کلام سنتے ہیں، پھر اسے بدل ڈالتے ہیں، اس کے بعد کہ اسے سمجھ چکے ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں۔“

یہود کے دلوں کی سختی بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خطاب کیا کہ کیا اب بھی تم لوگ امید کرتے ہو کہ یہ لوگ تمھارے دین میں داخل ہو جائیں گے؟ ان کے آباو اجداد کی تاریخ یہ ہے کہ تورات سنتے تھے، اچھی طرح سمجھتے تھے اور پھر اسے بدل دیتے تھے، حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دیتے تھے، ارشاد فرمایا: ﴿فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ لَعَنّٰهُمۡ وَجَعَلۡنَا قُلُوۡبَهُمۡ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوۡنَ الۡـكَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِهٖ﴾ [المائدة : ۱۳] ”تو ان کے اپنے عہد کو توڑنے کی وجہ ہی سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿وَاِنَّ مِنۡهُمۡ لَفَرِيۡقًا يَّلۡوٗنَ اَلۡسِنَتَهُمۡ بِالۡكِتٰبِ لِتَحۡسَبُوۡهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الۡكِتٰبِ ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ﴾ [آل عمران : ۷۸] ”اور بے شک ان میں سے یقیناً کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (پڑھنے) کے ساتھ اپنی زبانیں مروڑتے ہیں، تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔“

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قَالُوۡاۤ اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَا بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ قَالُوۡاۤ اَتُحَدِّثُوۡنَهُمۡ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ لِيُحَآجُّوۡكُمۡ بِهٖ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۷۶﴾

”اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب ان میں سے بعض بعض کی طرف اکیلا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کیا تم انھیں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر کھولی ہیں، تاکہ وہ ان کے ساتھ تمھارے رب کے پاس تم سے جھگڑا کریں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟“

یہود کی اخلاقی پستی اور اللہ تعالیٰ سے بے خوفی کا یہ عالم تھا کہ جب وہ مسلمانوں سے ملتے تو کہتے کہ ہم لوگ آپ ہی کی طرح مسلمان ہیں، لیکن جب آپس میں مل بیٹھتے تو ایک دوسرے کو تنبیہ کرتے کہ تم ان مسلمانوں کو وہ باتیں کیوں بتاتے ہو جو اللہ نے صرف تم کو بتائی ہیں، کیا تم نہیں سمجھتے کہ یہ مسلمان آخرت میں اللہ کے پاس تمھاری اپنی دی ہوئی معلومات کی بنا پر تم پر حجت قائم کریں گے کہ تم نبی آخر الزمان کو جاننے اور پہچان لینے کے باوجود ان پر ایمان نہیں لائے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اس امت میں جو شخص بھی ہے، خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، اگر وہ میرے متعلق سنے اور میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ دوزخی ہے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم إلی جمیع الناس...... الخ : ۱۵۳]

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا، آپ ایک یہودی لڑکے کی عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے اس کے باپ کو اس کے سرہانے تورات خوانی کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: ''اے یہودی! میں تجھے اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی! کیا تو تورات میں میری تعریف، میری صفتیں اور میرے ہجرت کرنے کے تذکرہ کو پاتا ہے؟'' اس نے سر کے ساتھ اشارہ کیا کہ نہیں! تو لڑکا فوراً بول اٹھا، ہاں، اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! ہم تورات میں آپ کی تعریف، آپ کی صفتیں اور آپ کا ہجرت کرنا پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا: ''اس یہودی کو اس کے سرہانے سے اٹھا دو۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے وارث بنے، اسے کفن دیا، خوشبو لگائی اور اس پر نماز جنازہ ادا کی۔ [دلائل النبوۃ للبیہقی : ۲۷۲/۶۔ مسند أحمد : ۴۱۱/۵، ح : ۲۳۵۵۳]

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾

''اور کیا وہ نہیں جانتے کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں؟''

ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [آل عمران : ۲۹] ''کہہ دے اگر تم اسے چھپاؤ جو تمھارے سینوں میں ہے، یا اسے ظاہر کرو اللہ اسے جان لے گا اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''
اور فرمایا: ﴿ اَلَاۤ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴾ [ہود : ۵] ''سن لو! بلاشبہ وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں، تاکہ اس سے چھپے رہیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑے اچھی طرح لپیٹ لیتے ہیں وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''

وَ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِيَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾

''اور ان میں سے کچھ ان پڑھ ہیں، جو کتاب کا علم نہیں رکھتے سوائے چند آرزوؤں کے اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ گمان کرتے ہیں۔''

لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِيَّ : یہود میں ایک طبقہ جو ان پڑھ اور عوام کا ہے، انھیں تورات کا تو کچھ علم نہیں، مگر وہ اپنے سینوں میں بغض اور بے بنیاد قسم کی آرزوئیں پالے ہوئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان کے بزرگوں کی وجہ سے اللہ انھیں ضرور بخش دے گا، یا یہ کہ جنت میں یہود کے سوا کوئی نہیں جائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرة : ۱۱۱، ۱۱۲] ”اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔ یہ ان کی آرزوئیں ہی ہیں، کہہ دے لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔ کیوں نہیں، جس نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو اس کے لیے اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۳] ”نہ تمھاری آرزوؤں پر (موقوف ہے) اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔“

وَ مِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ : اُمّی وہ ہے جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہم اُمّی اور ان پڑھ لوگ ہیں، نہ لکھنا جانیں اور نہ حساب کتاب، مہینا کبھی اتنا اور کبھی اتنا ہوتا ہے۔“ ایک دفعہ آپ نے ہاتھ کے اشارے سے ۲۹ دن اور دوسری دفعہ ۳۰ دن بتائے۔ [بخاري، كتاب الصوم، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم لا نكتب ولا نحسب : ۱۹۱۳۔ مسلم، كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان ...... الخ : ۱۰۸۰/۱۵]

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝

”پس ان لوگوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے، تاکہ اس کے ساتھ تھوڑی قیمت حاصل کریں، پس ان کے لیے بڑی ہلاکت اس کی وجہ سے ہے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور ان کے لیے بڑی ہلاکت اس کی وجہ سے ہے جو وہ کماتے ہیں۔“

علمائے یہود کے لیے وعید کا ذکر ہو رہا ہے جو تورات کی آیات اور اس کے احکام کو دنیا کی حقیر متاع کی خاطر بدل دیتے تھے اور تحریف کردہ کلام کے بارے میں لوگوں کو باور کراتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ حق بات کو ظاہر نہیں کرتے تھے کہ مبادا ان کے عقیدت مند ان سے متنفر ہو جائیں اور ان کے نذرانے بند ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے بڑی خرابی اور عذاب کی وعید سنائی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ

ثَمَنًا قَلِيۡلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاۡكُلُوۡنَ فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيۡهِمۡ ۖۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴾ [البقرۃ : ۱۷٤] ''بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے ہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اس آیت پر ان حضرات کو خاص طور پر غور کرنا چاہیے جو قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے صحیح احادیث کو چھوڑ کر تورات، انجیل اور تلمود کے ساتھ شوق فرماتے ہیں، جن میں تحریف کی اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے اور جن میں انبیاء پر تہمتیں، بے سروپا باتیں اور آیات کا باہمی تضاد، لفظی تحریف کے واضح ثبوت ہیں، جیسا کہ ترجمان القرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق کیوں پوچھتے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ پر جو کتاب نازل فرمائی ہے وہ سب سے آخر میں آنے والی ہے، تم اس کی تلاوت کرتے ہو، یہ خالص ہے اور ہر قسم کی آمیزش سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں اہل کتاب کے بارے میں یہ بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف اور تبدیلی کر دی تھی، وہ اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھ کر کہنے لگے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، تاکہ وہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت، (یعنی دنیوی منفعت) حاصل کر لیں۔ تمھارے پاس جو علم ہے کیا یہ تمھیں ان سے پوچھنے سے روکتا نہیں؟ اللہ کی قسم! ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ان میں سے کسی شخص نے اس کے بارے میں تم سے پوچھا ہو جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ : لا تسئلوا أهل الكتاب عن شيء : ۷۳٦۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور مسلمانوں کے لیے اس کی تفسیر عربی میں کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اہل کتاب کو سچا کہو اور نہ جھوٹا، بس کہو کہ ہمارا اللہ پر ایمان ہے اور اس چیز پر جو ہماری جانب نازل کی گئی۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ما یجوز من تفسیر التوراة وغیرها ...... الخ : ۷۵٤۲]

وَ قَالُوۡا لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدَةً ؕ قُلۡ اَتَّخَذۡتُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ عَهۡدًا فَلَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ عَهۡدَهٗۤ اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۸۰﴾

''اور انھوں نے کہا ہمیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن۔ کہہ دے کیا تم نے اللہ کے پاس کوئی عہد لے رکھا ہے تو اللہ کبھی اپنے عہد کے خلاف نہیں کرے گا، یا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔''

اس آیت میں یہود کی ہمہ گیر گمراہی کا بیان ہے جس میں عوام اور علماء سبھی مبتلا تھے، یعنی ہم اللہ کے محبوب اور پیارے ہیں۔ ہم چاہے جتنے بھی گناہ کریں جہنم میں نہیں ڈالے جائیں گے اور اگر ڈالے بھی گئے تو چند دن وہاں رکھ کر

نکال لیے جائیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ﴾ [المائدۃ : ۱۸] ''اور یہود و نصاریٰ نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتا دیا کہ نجات کا دارومدار ایمان اور عمل صالح پر ہے۔ گناہ کر کے اس خوش فہمی میں رہنا کہ ہمارا نسب یا کسی بزرگ سے نسبت معافی کا سبب بن جائے گی، صریح دھوکا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۳، ۱۲۴] ''نہ تمھاری آرزوؤں پر (موقوف ہے) اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔ اور جو شخص نیک کاموں میں سے (کوئی کام) کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے نقطے کے برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو بکری کے زہر آلود گوشت کا تحفہ دیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہاں جو یہودی موجود ہیں، انھیں میرے پاس جمع کرو۔'' جب وہ سب جمع ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: ''میں تم سے کچھ پوچھنے لگا ہوں، کیا تم مجھے سچ سچ بتا دو گے؟'' انھوں نے کہا، جی ہاں! اے ابوالقاسم! تو نبی ﷺ نے پوچھا: ''تمھارا باپ کون ہے؟'' انھوں نے کہا، فلاں۔ آپ نے فرمایا: ''نہیں تم جھوٹ کہتے ہو، تمھارا باپ تو فلاں ہے۔'' انھوں نے جواب دیا کہ آپ سچ فرماتے ہیں، آپ درست فرماتے ہیں۔ پھر آپ نے ان سے فرمایا: ''اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو کیا تم سچ سچ بتا دو گے؟'' انھوں نے جواب دیا، ہاں، ابو القاسم! ہم سچ بتائیں گے اور اگر ہم نے جھوٹ بولا تو آپ اسی طرح ہمارے جھوٹ کو پہچان لیں گے جس طرح ہمارے باپ کے بارے میں ہمارے جھوٹ کو پہچان لیا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''یہ بتاؤ کہ جہنمی کون لوگ ہیں؟'' کہنے لگے کہ تھوڑی مدت کے لیے ہم لوگ جہنم میں رہیں گے، پھر ہمارے بعد تم آ جاؤ گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ تم ذلیل و خوار ہو کر جہنم ہی میں رہو گے، ہم کبھی تمھارے جانشین نہیں بنیں گے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: ''اگر میں تم سے کچھ پوچھوں تو کیا سچ سچ بتاؤ گے؟'' انھوں نے جواب دیا، ہاں، ابوالقاسم! آپ نے فرمایا: ''کیا تم نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے؟'' انھوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: ''تم نے ایسا کیوں کیا؟'' انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا ارادہ یہ تھا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو ہم آپ سے نجات حاصل کر لیں گے اور اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو پھر یہ زہر آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ [بخاري، كتاب الطب، باب ما يذكر في سم النبي ﷺ : ۵۷۷۷]

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

''کیوں نہیں! جس نے بڑی برائی کمائی اور اسے اس کے گناہ نے گھیر لیا تو وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے وہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

اس آیت میں ان کے گزشتہ دعویٰ کی تردید ہے کہ وہ آگ میں ہمیشہ کے لیے نہیں رہیں گے۔ اللہ نے فرمایا کہ جس آدمی کے گناہ اسے چہار جانب سے گھیرے میں لے لیں، حتیٰ کہ اس کے پاس کوئی نیکی باقی نہ رہے تو اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، جہاں وہ ہمیشہ کے لیے رہے گا، اور یہی حال یہود کا ہے، ان کے گناہوں نے بھی انھیں ہر طرف سے گھیر لیا ہے، اس لیے وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔ اس رسوا کن عذاب سے ایمان اور عمل صالح ہی بچاؤ کا ذریعہ ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى ۝ وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴾ [طٰهٰ: ۷٤ تا ۷٦] ''بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا تو یقیناً اسی کے لیے جہنم ہے، نہ وہ اس میں مرے گا اور نہ جیے گا۔ اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔ ہمیشگی کے باغات، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدۃ: ۱۹] ''لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، مہمانی اس کے بدلے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴾ [النساء: ۱۲۳، ۱۲٤] ''نہ تمھاری آرزوؤں پر (موقوف ہے) اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو بھی کوئی برائی کرے گا اسے اس کی جزا دی جائے گی اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔ اور جو شخص نیک کاموں میں سے (کوئی کام) کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے نقطے کے برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''چھوٹے اور حقیر گناہوں سے بھی بچو (کیونکہ یہ بھی جمع ہو کر آدمی کی ہلاکت و بربادی کا سبب بن جاتے ہیں)۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دے کر فرمایا: ''جیسے کچھ لوگ جنگل میں جمع ہوں اور (جب کھانا پکانے کا وقت ہو تو) ہر آدمی ایک ایک لکڑی لے آئے، حتیٰ کہ وہ اپنی

روٹیاں پکا لیں، لہٰذا جب آدمی کو اس کے چھوٹے گناہوں کی وجہ سے پکڑا جائے گا تو یہ گناہ اسے ہلاک کر دیں گے۔'' [مسند أحمد : ۵/ ۳۳۱، ح : ۲۲۸۷۵]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''اے عائشہ! چھوٹے اور حقیر گناہ کے کاموں سے بھی بچنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے بارے میں بھی جواب طلبی ہوگی۔'' [ابن حبان : ۵۵۶۸]

اگلی آیت میں گناہگاروں کے لیے وعید کے بعد نیک لوگوں کو جنت کی خوش خبری دی گئی ہے، تاکہ اللہ کا عدل و انصاف ظاہر ہو کہ اگر وہ کفر پر اصرار کرنے والوں کو ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دے گا، تو ایمان پر قائم رہنے والوں کو ہمیشہ کے لیے جنت اور اس کی بے بہا نعمتوں سے نوازے گا۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو گے اور ماں باپ اور قرابت والے اور یتیموں اور مسکینوں سے احسان کرو گے اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، پھر تم پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے اور تم منہ پھیرنے والے تھے۔''

گزشتہ آیات میں بنی اسرائیل کو وہ تاریخی احسانات یاد دلائے گئے ہیں جو ان کے آبا و اجداد پر کیے گئے اور انھوں نے شکر گزاری کی بجائے کفر کیا جس کے نتیجہ میں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئی بار عتاب نازل ہوا۔ اب ان کو وہ عہد یاد دلایا جا رہا ہے جو بنیادی احکام (عبادات و معاملات) دیتے وقت ان سے لیا گیا تھا اور بتایا جا رہا ہے کہ بنی اسرائیل نے اس عہد کی پابندی نہ کی اور اس سے سراسر بے پروائی اختیار کی۔

لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ : اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ دوسروں کو عبادت میں شریک نہ بنائیں گے، ارشاد فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ [الأنبياء : ۲۵] ''اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔'' اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ [النحل : ۳۶] ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا : ماں باپ کے ساتھ نیکی سے پیش آنے کو اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں عبادت الٰہی کے

ساتھ بیان فرمایا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ [لقمان : ۱۴] ''میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲۳] ''اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، اے اللہ کے رسول ! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وقت پر نماز ادا کرنا۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''جہاد فی سبیل اللہ۔'' [بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب فضل الصلوٰۃ لوقتها : ۵۲۷۔ مسلم ، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللہ تعالٰی أفضل الأعمال : ۸۵]

وَذِي الْقُرْبٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴾ [النساء : ۳۶] ''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت والے ہمسائے اور اجنبی ہمسائے اور پہلو کے ساتھی اور مسافر (کے ساتھ) اور (ان کے ساتھ بھی) جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یقیناً اللہ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا، شیخی مارنے والا ہو۔''

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے، جو مجھے جنت میں داخل کر دے ...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب فضل صلة الرحم : ۵۹۸۳۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الإیمان الذی یدخل به الجنة ...... الخ : ۱۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کر دی جائے اور اس کی عمر دراز کر دی جائے تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب من بسط له فی الرزق لصلة الرحم : ۵۹۸۶۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب صلة الرحم وتحریم قطیعتها : ۲۵۵۷]

وَالْيَتٰمٰى : یتیم وہ ہے جس کا والد بچپن میں فوت ہو جائے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ وَ اَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴾ [الضحی : ۹، ۱۰] ''پس لیکن یتیم، پس (اس پر) سختی نہ کر۔ اور لیکن سائل، پس (اسے) مت جھڑک۔''

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں

اس طرح (قریب) ہوں گے۔" اور آپ ﷺ نے شہادت اور درمیانی انگلیوں کے اشارہ سے (قرب کو) بتایا۔[بخاری، کتاب الأدب، باب فضل من یعول یتیمًا : ۶۰۰۵]

وَالْمَسٰكِيْنِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے گرد چکر کاٹتا پھرتا ہے اور اسے ایک یا دو لقمے، یا ایک یا دو کھجوریں دے دی جاتی ہیں، بلکہ مسکین تو وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ وہ اسے کافی ہو جائے اور نہ اس کے بارے میں (عام لوگوں کو) علم ہوتا ہے کہ اسے صدقہ دیا جائے اور نہ وہ خود کھڑا ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔"[بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ عزوجل: ﴿ لا یسئلون الناس إلحافًا ﴾ ...... الخ : ۱۴۷۹]

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا : سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "معمولی سی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو، خواہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملنا ہو۔"[مسلم ، کتاب البر و الصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء : ۲۶۲۶]

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بھی مجھے دیکھا تو آپ مجھ سے خندہ پیشانی سے ملے۔[بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ذکر جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنه : ۳۸۲۲۔ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنه : ۲۴۷۵]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے عائشہ! بے شک اللہ نرم خو ہے اور نرمی کو پسند فرماتا ہے اور نرم رویہ کی وجہ سے وہ کچھ عطا فرما دیتا ہے جو سخت روی پر نہیں دیتا۔"[مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل الرفق : ۲۵۹۳]

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ : اس سے مراد بنی اسرائیل کے وہ تھوڑے سے لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے اس عہد پر قائم رہے یا آپ کے تشریف لانے کے بعد آپ پر ایمان لائے، باقی سب نے اس عہد و پیمان کو پس پشت پھینک دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حد درجہ انصاف ہے کہ ان کی عہد شکنی کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی سب کو مجرم قرار نہیں دیا، بلکہ عہد پر قائم رہنے والوں کو خواہ وہ تھوڑے تھے، عہد توڑنے والوں سے الگ ذکر فرمایا۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾

"اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ تم اپنے خون نہیں بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے، پھر تم نے اقرار کیا اور تم خود شہادت دیتے ہو۔"

لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ : "ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے اور ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے نہیں نکالو گے" کی بجائے فرمایا کہ "تم اپنے خون نہیں بہاؤ گے اور نہ اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نکالو گے" کیونکہ امت مسلمہ کے

افراد ایک جسم کی طرح ہیں، کسی بھی مسلم کا خون بہانا اپنا خون بہانے کے مترادف ہے۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومنوں کی مثال آپس کی محبت، رحمت و شفقت اور صلہ رحمی کے اعتبار سے ایک ہی جسم کی طرح ہے کہ اگر کسی ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم بخار اور بیداری کے باعث بے قرار ہو جاتا ہے۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم : ۶۰۱۱۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين ...... الخ : ۲۵۸۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو حرام ہے۔'' [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم ...... الخ : ۲۵۶۴]

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ٘ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ؕ وَ اِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۸۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ٘ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝۸۶ ع

ع ۱۰

''پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنے آپ کو قتل کرتے ہو اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد گناہ اور زیادتی کے ساتھ کرتے ہو، اور اگر وہ قیدی ہو کر تمھارے پاس آئیں تو ان کا فدیہ دیتے ہو، حالانکہ اصل یہ ہے کہ ان کا نکالنا تم پر حرام ہے، پھر کیا تم کتاب کے بعض پر ایمان لاتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تو اس شخص کی جزا جو تم میں سے یہ کرے اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے خریدی، سو نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے تورات میں یہ عہد لیا تھا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہیں کریں گے، گھروں سے نہیں نکالیں گے اور غلام نہیں بنائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہودِ مدینہ کو وہی عہد یاد دلایا جا رہا ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم لوگوں نے اس عہد کا پاس نہ رکھا، ایک دوسرے کو قتل کیا اور ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکال دیا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ اوس اور خزرج والے عہد جاہلیت میں بت پرست لوگ تھے اور آپس میں جنگ کرتے رہتے تھے۔ قبیلہ بنو قینقاع اور قبیلہ بنو نضیر خزرج کے حلیف ہوتے تھے اور بنو قریظہ اوس کے۔ جب لڑائی چھڑتی تھی تو ہر فریق اپنے حلیف کا ساتھ دیتا تھا اور یہود جہاں اپنے دشمنوں کو قتل کرتے تھے وہاں اپنے حریف اور عربوں کے حلیف

یہودیوں کو بھی قتل کرتے تھے، ان کو گھروں سے نکال دیتے تھے اور تمام مال و متاع لوٹ لیتے تھے، حالانکہ ایسا کرنا تورات میں ان پر حرام قرار دیا گیا تھا اور جب جنگ کے بادل چھٹ جاتے تو تورات کے ایک حکم پر عمل کرتے ہوئے غالب فریق کے پاس سے یہودی قیدیوں کو چھڑا کر آزاد کر دیتے تھے۔

ان کے اسی مبغوض عمل کی وجہ سے اللہ نے ان کے اوپر دنیا میں ذلت و رسوائی مسلط کر دی اور اپنے رسول ﷺ کو ان کے خلاف جہاد کا حکم دیا، جس کے نتیجہ میں یہود قتل، قید و بند اور جلا وطنی کی مصیبتوں میں مبتلا ہوئے اور آخرت میں بھی شدید عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ وَ قَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ١٘ وَ اٰتَیْنَا عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَ اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ١ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ١ۚ فَفَرِیْقًا كَذَّبْتُمْ١٘ وَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ۝۸۷

”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد پے در پے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو واضح نشانیاں دیں اور اسے پاک روح کے ساتھ قوت بخشی۔ پھر کیا جب بھی کوئی رسول تمھارے پاس وہ چیز لے کر آیا جسے تمھارے دل نہ چاہتے تھے، تم نے تکبر کیا تو ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔“

بنی اسرائیل کے بعض دوسرے جرائم کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ اللہ نے انھیں تورات دی جسے بدل ڈالا، موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان میں دیگر انبیاء و رسل بھیجے، تاکہ تورات کو نافذ کریں، لیکن بنی اسرائیل نے ان کے ساتھ بدترین معاملہ کیا، ان کو جھٹلایا، اور بعض کو قتل کیا اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا، جنھوں نے اللہ کے حکم سے تورات کے بعض احکام میں تبدیلی کی، تو بنی اسرائیل نے ان کو جھٹلایا اور ان کے خلاف حسد و عناد کا شیوہ اختیار کیا، انبیاء کے ساتھ ان کا ایسا معاملہ اس لیے رہا کہ ان کی خواہشات نفس کے مطابق ان کی باتیں نہیں ہوتی تھیں، حالانکہ وہ انھیں تورات کے صحیح احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیتے تھے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ١ۚ یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَآءَ ﴾ [المائدۃ : ۴۴] ”بے شک ہم نے تورات اتاری، جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے انبیاء جو فرماں بردار تھے، ان لوگوں کے لیے جو یہودی بنے اور رب والے اور علماء، اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے اور وہ اس پر گواہ تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآىِٕهٖ وَ جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴾ [السجدۃ : ۲۳] ”اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، پس تو اس کی ملاقات سے شک میں نہ ہو اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے

لیے ہدایت بنایا۔‘‘

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جنت میں) آدم و موسیٰ علیہما السلام کی آپس میں بحث کے متعلق بیان کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کا کلام بیان کیا کہ آدم علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ’’اللہ نے تمھارے لیے تورات اپنے ہاتھ سے لکھی۔‘‘ [أبو داوٗد، کتاب السنة، باب فی القدر : ۴۷۰۱۔ مسند الحمیدی : ۴۷۵/۲، ح : ۱۱۱۵]

وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا ﴾ [السجدة : ۲۴] ’’اور ہم نے ان میں سے کئی پیشوا بنائے، جو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ﴾ [المؤمنون : ۴۴] ’’پھر ہم نے اپنے رسول پے در پے بھیجے۔‘‘

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بنی اسرائیل میں سیاست کے فرائض انبیاء سرانجام دیا کرتے تھے، جب ایک نبی کا انتقال ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا تھا۔‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب ما ذکر عن بنی إسرائیل : ۳۴۵۵۔ مسلم ، کتاب الإمارة ، باب وجوب الوفاء ببیعة الخلیفة، الأول فالأول : ۱۸۴۲]

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ : اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کے مسجد میں شعر پڑھنے پر اعتراض کیا تو سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے تصدیق کرواتے ہوئے کہا کہ کیا اللہ کے رسول نے یہ نہیں فرمایا: « اَللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ » ’’اے اللہ! حسان کی روح القدس (یعنی جبریل علیہ السلام) کے ساتھ مدد فرما۔‘‘ [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة صلوات اللہ علیهم : ۳۲۱۲]

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے عائشہ! خیبر میں کھایا ہوا (زہر آلود) لقمہ مسلسل مجھے تکلیف دیتا رہا، حتیٰ کہ اب میری شہ رگ کٹنے کا وقت (آ گیا) ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته ...... الخ : ۴۴۲۸، بعد الحدیث : ۴۴۳۰]

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

’’اور انھوں نے کہا ہمارے دل غلاف میں (محفوظ) ہیں، بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی، پس وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں۔‘‘

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود مدینہ کو دعوت اسلام دی، تو انھوں نے آپ کو ناامید کرنے کے لیے، تاکہ آپ دوبارہ ان کو دعوت نہ دیں، یہ بات کہی۔ اللہ نے ان کے قول کی تردید کی اور کہا کہ ایسی بات نہیں کہ ان کے دل قبول حق کی صلاحیت نہیں رکھتے، بلکہ اللہ نے ان کے کفر و عناد کی وجہ سے ان کے دلوں پر لعنت بھیج دی ہے اور ان پر مہر لگا دی ہے، اسی لیے ان کا حال یہ ہے کہ تورات کے تھوڑے احکام پر ایمان رکھتے ہیں۔

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ : یہود کہا کرتے تھے کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں، ان پر تمھاری باتوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۵] ''اور انھوں نے کہا ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [النساء : ۱۵۵] ''پھر ان کے اپنے عہد کو توڑ دینے ہی کی وجہ سے (ہم نے ان پر لعنت کی) اور ان کے اللہ کی آیات کا کفر کرنے اور ان کے انبیاء کو کسی حق کے بغیر قتل کرنے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں، بلکہ اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے مہر کر دی تو وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم۔''

حق کو تسلیم نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا تکبر ہے اور تکبر جس شخص میں بھی ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو۔'' ایک شخص نے کہا، اے اللہ کے رسول! بے شک آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا اچھی چیز کو پسند کرنا بھی تکبر میں داخل ہے)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه : ۹۱]

وَ لَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ؗ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

''اور جب ان کے پاس اللہ کے ہاں سے ایک کتاب آئی جو اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس ہے، حالانکہ وہ اس سے پہلے ان لوگوں پر فتح طلب کیا کرتے تھے جنھوں نے کفر کیا، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آ گئی جسے انھوں نے پہچان لیا تو انھوں نے اس کے ساتھ کفر کیا، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جب یہودی عرب کے مشرکین سے مغلوب ہوتے تو کہتے کہ عنقریب آخری نبی مبعوث ہونے والا ہے، ہم اس کے ساتھ مل کر تم سے جنگ کریں گے اور غلبہ حاصل کریں گے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس آخری نبی کو عربوں میں مبعوث کیا تو حسد کے مارے کہ یہ نبی بنی اسرائیل میں کیوں نہ ہوا، ان پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کے واقعہ میں یہودیوں کو خطاب کر کے کہا تھا کہ اے قوم یہود! اللہ سے ڈرو، اس اللہ کی قسم، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ دین حق لے کر آئے ہیں۔ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ و أصحابه إلى المدينة : ۳۹۱۱]

یہود کے اس صریح کفر اور انکار حق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت بھیج دی، ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ [النساء : ٥٤] ”یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۖۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ﴾ [البقرة : ١٠٩] ”بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔“

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾

”بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انھوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا کہ اس چیز کا انکار کر دیں جو اللہ نے نازل فرمائی، اس ضد سے کہ اللہ اپنا کچھ فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔ پس وہ غضب پر غضب لے کر لوٹے اور کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“

یعنی انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان لینے کے باوجود کہ یہ وہی نجات دلانے والا ہے جس کے آنے کی وہ دعائیں کرتے تھے، انکار کیا تو اس کی وجہ صرف ان کی یہ ضد، نسلی تعصب اور حسد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری نبی ان میں کیوں نہیں بھیجا اور اپنے فضل سے ایک ان پڑھ قوم عرب کو کیوں نوازا؟ یہ نہ سوچا کہ اللہ اپنے فضل کا خود مالک ہے، وہ جسے چاہے نواز دے۔ ان کے اس حسد کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ غضب پر غضب لے کر پلٹے۔ پہلے جرائم جن کا گزشتہ آیات میں ذکر ہے، ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث تھا، مثلاً بچھڑے کی عبادت، تورات میں تحریف، رسولوں کا قتل، عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب وغیرہ، اب آخر الزماں نبی ﷺ کو جھٹلایا تو مزید غضب کا نشانہ بنے۔ چنانچہ ﴿ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ﴾ کا معنی پہلا اور دوسرا غضب نہیں، بلکہ بار بار اور بڑا غضب ہے، جس کی وجہ سے انھیں ﴿ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ ﴾ قرار دیا گیا ہے اور چونکہ انھوں نے کبر و حسد کی وجہ سے ایسا کیا، اس لیے غضب الٰہی کے ساتھ جہنم کا رسوا کن عذاب ان کا انتظار کر رہا ہے، جو فخر و تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴾ [المؤمن : ٦٠] ”اور تمھارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔ بے شک وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔“

سیدنا عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے کہ تم لوگ تواضع اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص پر فخر نہ کرے۔“ [مسلم، کتاب الجنة و صفة

نعیمها، باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا، أهل الجنة و أهل النار : ٢٨٦٥/٦٤]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب ما ینهی عن التحاسد ...... الخ : ٦٠٦٤۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم التحاسد ...... الخ : ٢٥٥٩، عن أنس رضی الله عنه]

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ : عمرو بن شعیب نے اپنے باپ اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تکبر کرنے والوں کو آدمیوں کی شکل میں چیونٹیوں کی مثل اٹھایا جائے گا اور ان پر ہر طرح کی ذلت و رسوائی چھائی ہوئی ہوگی، حتیٰ کہ انھیں جہنم کے ایک قید خانے میں داخل کیا جائے گا، جس کا نام ''بولس'' ہوگا۔ آگوں کی آگ ان پر مسلط ہوگی اور انھیں جہنمیوں کا لہو اور پیپ پینے کو دیا جائے گا۔'' [مسند أحمد : ١٧٩/٢، ح : ٦٦٨٦۔ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب ما جاء فی شدة الوعید للمتکبرین : ٢٤٩٢]

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۚ وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۹۱ وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝۹۲

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس پر ایمان لاؤ جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو اس کے علاوہ ہے اسے وہ نہیں مانتے، حالانکہ وہی حق ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو ان کے پاس ہے۔ کہہ دے پھر اس سے پہلے تم اللہ کے نبیوں کو کیوں قتل کیا کرتے تھے، اگر تم مومن تھے؟ اور بلاشبہ یقیناً موسیٰ تمھارے پاس واضح نشانیاں لے کر آیا، پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو پکڑ لیا اور تم ظالم تھے۔''

جب یہود مدینہ سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب اتاری ہے، اس پر ایمان لے آؤ، تو وہ کہتے کہ ہم تو صرف تورات پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی کے مکلف ہیں، اس کے سوا ہم کوئی چیز نہیں مانتے، اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا، اول تو تمھارا قرآن کو نہ ماننا بے معنی بات ہے، کیونکہ وہ تورات کی تصدیق کرنے والی ہے اور جیسا کہ پچھلی آیت میں ذکر ہے تم پہچان بھی چکے ہو کہ یہ وہی رسول ہے جس کی آمد کا تم شدت سے انتظار کر رہے تھے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے ان کے قول و عمل میں تضاد کو بیان کیا کہ اگر تم اور تمھارے آبا و اجداد اپنے دعویٰ میں صادق ہو کہ تم لوگ تورات پر ایمان رکھتے ہو تو پھر انبیاء کو کیوں قتل کرتے تھے، جو تورات کے احکام نافذ کرنے کے لیے بھیجے جاتے تھے؟ اور تورات میں تمھیں انبیاء کے قتل سے منع کیا گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ تم اپنے نفس کے غلام ہو اور صرف اپنی خواہشات نفس کی پرستش کرتے ہو۔

﴿ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ﴾ : قرآن مجید حق وصداقت سے لبریز کتاب ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴾ [محمد : ۲] ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور اس پر ایمان لائے جو محمد پر نازل کیا گیا اور وہی ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اس نے ان سے ان کی برائیاں دور کر دیں اور ان کا حال درست کر دیا۔'' اور فرمایا: ﴿ بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ ﴾ [ق : ۵] ''بلکہ انھوں نے سچ کو جھٹلا دیا جب وہ ان کے پاس آیا۔''

﴿ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنبِيَاءَ اللَّهِ مِن قَبْلُ ﴾ : ارشاد فرمایا: ﴿ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾ [آل عمران : ۱۸۳] ''جنھوں نے کہا بے شک اللہ نے ہمیں تاکیدی حکم دیا ہے کہ ہم کسی رسول کی بات کا یقین نہ کریں، یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی لائے جسے آگ کھا جائے، کہہ دے بے شک مجھ سے پہلے کئی رسول تمھارے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے اور وہ چیز لے کر بھی جو تم نے کہی ہے، پھر تم نے انھیں کیوں قتل کیا، اگر تم سچے تھے۔''

اگلی آیت میں ایک اور وجہ سے ان کے تورات پر ایمان کے دعوے کا رد ہے کہ تم نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا سلوک کیا، جو اپنی نبوت کی واضح نشانیاں اور نا قابل تردید دلائل لے کر تمھارے پاس آئے؟ جیسے عصا، ید بیضاء، طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈک، خون، سمندر کا پھٹنا، من وسلویٰ، پتھر سے بارہ چشموں کا نکلنا اور بادل کا سایہ وغیرہ، پھر ان نشانیوں کے آنے کے بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر پوجنا شروع کر دیا تو کیا یہ تمھارا تورات پر ایمان تھا؟

وَ إِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ ۖ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَّ اسْمَعُوا ۖ قَالُوا سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا ۚ وَ أُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۚ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُم بِهِ إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۹۳﴾

''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور تمھارے اوپر پہاڑ کو بلند کیا، پکڑو قوت کے ساتھ جو ہم نے تمھیں دیا ہے اور سنو۔ انھوں نے کہا ہم نے سنا اور نہیں مانا، اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں میں اس بچھڑے کی محبت پلا دی گئی۔ کہہ بری ہے وہ چیز جس کا حکم تمھیں تمھارا ایمان دیتا ہے، اگر تم مومن ہو۔''

یعنی اس سے بھی بڑا ان کا عناد اور نفس پرستی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ہیبت پیدا کرنے کے لیے طور پہاڑ کو ان کے سروں کے اوپر اٹھا دیا اور ان سے کہا کہ تورات کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو، اس میں موجود اوامر ونواہی کو غور سے سنو اور ان پر عمل کرو، تو انھوں نے کہا کہ ہم نے تمھاری بات سن لی اور تمھارے حکم کی نافرمانی کی۔ یہ کفر وانکار کی

انتہا ہے کہ زبان سے تو اقرار کہ سن لیا، یعنی اطاعت کریں گے اور دل میں یہ نیت کہ ہم نے کون سا عمل کرنا ہے۔

وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ : ایک تو محبت خود ایسی چیز ہوتی ہے کہ انسان کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے، دوسرے اس کو "اُشْرِبُوْا" (پلا دی گئی) سے تعبیر کیا گیا کہ پانی انسان کے رگ و ریشہ میں خوب دوڑتا ہے، جب کہ کھانے کا گزر اس طرح نہیں ہوتا، سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی چیز کی "اندھی" محبت تمھیں اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔[شعب الإيمان للبيهقي : ١/٣٦٨، ح : ٤١٢]

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ : ان کا دعویٰ تھا کہ وہ تورات پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ ایمان پر نقد کرتے ہوئے کہا کہ اگر تمھارا ایمان تمھیں ان کاموں کا حکم دیتا ہے جو تم کرتے آ رہے ہو، تو تمھارا ایمان تمھیں بڑی بری باتوں کا حکم دیتا ہے۔ آگے فرمایا: ﴿ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ "اگر تم مومن ہو" یہ ان کے اس دعویٰ پر مزید چوٹ ہے کہ "ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا" یعنی حقیقت میں تم تورات پر بھی ایمان نہیں رکھتے ورنہ تورات پر ایمان تمھیں ﴿ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا ﴾ کہنے کا اور بچھڑے کی عبادت جیسے صریح شرک کا حکم کیسے دے سکتا ہے؟ اور اگر دیتا ہے تو تمھارا ایمان تمھیں بہت بری باتوں کا حکم دیتا ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَ لَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾

"کہہ دے اگر آخرت کا گھر اللہ کے ہاں سب لوگوں کو چھوڑ کر خاص تمھارے ہی لیے ہے تو موت کی آرزو کرو، اگر تم سچے ہو۔ اور وہ ہرگز اس کی آرزو کبھی نہیں کریں گے، اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔"

یہودی دعویٰ کرتے تھے کہ جنت صرف ان کے لیے ہے، دوسرے لوگ اس میں داخل نہیں ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو، تاکہ تم جلد از جلد دنیا کی پریشانیوں سے نجات پا کر جنت کی راحتوں کو پا لو، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ﴾[البقرة : ١١١] "اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔" اور فرمایا: ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَ لَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الجمعة : ٦ تا ٨] "کہہ دے اے لوگو جو یہودی بن گئے ہو! اگر تم نے گمان کر رکھا ہے کہ بے شک تم ہی اللہ کے دوست ہو (دوسرے) لوگوں کے سوا تو موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو۔ اور

وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے، اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔ کہہ دے بلاشبہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، سو یقیناً وہ تم سے ملنے والی ہے، پھر تم ہر پوشیدہ اور ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔‘‘

اگلی آیات میں فرمایا کہ وہ بھلا موت کی تمنا کیسے کر سکتے تھے؟ وہ تو طویل عمر کی حد درجہ خواہش رکھتے تھے، کیونکہ موت کے بعد انھیں اپنے برے انجام کا پتا تھا۔ وہ تو چاہتے تھے کہ جتنے دن ہو سکے موت ان سے ٹلی رہے، تاکہ وہ عذاب سے بچے رہیں۔

وَ لَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَ مَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ ع

’’اور بلاشبہ یقیناً تو انھیں سب لوگوں سے زیادہ زندہ رہنے پر حریص پائے گا اور ان سے بھی جنھوں نے شرک کیا۔ ان کا (ہر) ایک چاہتا ہے کاش! اسے ہزار سال عمر دی جائے، حالانکہ یہ اسے عذاب سے بچانے والا نہیں کہ اسے لمبی عمر دی جائے اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔‘‘

اس آیت میں فرمایا کہ آپ یہود کو زندہ رہنے پر سب لوگوں سے زیادہ حریص پائیں گے، خواہ انھیں کسی بھی طرح زندہ رہنا پڑے، غلام بن کر یا عزت و آبرو کی بربادی کے ساتھ۔ مشرکین بھی زندہ رہنے کے بہت خواہش مند ہیں، کیونکہ ان کے سامنے صرف دنیا ہی کی لذتیں ہیں، آخرت پر ان کا یقین نہیں، نہ آخرت سے انھیں کچھ خوف ہے اور نہ امید۔ مگر یہودی زندہ رہنے کے ان سے بھی زیادہ حریص ہیں، کیونکہ مشرکین مرنے کے بعد زندہ ہونے کا عقیدہ ہی نہیں رکھتے، اس لیے وہ موت سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا یہودی ڈرتے ہیں۔ جنھیں خوب علم ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ کو جاننے پہچاننے کے باوجود ان کے ساتھ کفر کے نتیجے میں انھیں کیا رسوائی اٹھانا پڑے گی، اس لیے ان کا ہر شخص ہزار برس زندہ رہنے کی خواہش رکھتا ہے، خواہ کیسی ہی ذلیل زندگی ہو، کیونکہ آخرت کے عذاب سے تو بہر حال وہ بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے کسی شخص کو لمبی عمر مل بھی جائے تو وہ اسے عذاب سے بچانے والی ہرگز نہیں۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾

’’کہہ دے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو بے شک اس نے یہ کتاب تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتاری ہے، اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور مومنوں کے لیے سراسر ہدایت اور خوشخبری ہے۔ جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں

اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکال کا دشمن ہو تو بے شک اللہ کافروں کا دشمن ہے۔‘‘

یعنی اے محمد (ﷺ)! آپ ان یہودیوں سے کہہ دیجیے جو گمان کرتے ہیں کہ وہ آپ پر اس لیے ایمان نہیں لاتے کہ آپ کے دوست جبریل ہیں کہ تمھارا یہ خیال بکواس ہے اور کبر و عناد پر مبنی ہے۔ اس لیے کہ جبریل اللہ کے پیغامبر ہیں اور اللہ کے حکم سے آپ کے قلب مبارک پر قرآن اتارتے ہیں، جو گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے۔ جبریل سے عداوت درحقیقت اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور اس کے تمام رسولوں سے عداوت ہے، اس لیے کہ جبریل سے ان کی عداوت اس حق کی وجہ سے ہے جو وہ اللہ کی طرف سے تمام رسولوں پر نازل کرتے رہے ہیں اور سن لو کہ جو ان سب کا دشمن ہے تو ایسے کافروں کا اللہ بھی دشمن ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی رکھی تو میں اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع : ۶۵۰۲]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بارے میں سنا تو اس وقت وہ اپنی زمین میں پھل چننے کے لیے گئے ہوئے تھے، آپ جب تشریف لے آئے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ میں آپ سے تین سوال پوچھتا ہوں کہ جن کے جواب نبی کے علاوہ اور کسی کو معلوم نہیں ہیں: ① قیامت کی سب سے پہلی نشانی کیا ہے؟ ② اہل جنت کو سب سے پہلے کیا کھانا دیا جائے گا؟ ③ اور وہ کون سی چیز ہے جو بچے کو کبھی باپ کے مشابہ بنا دیتی ہے اور کبھی ماں کے؟ آپ نے فرمایا: ’’ان سوالوں کے جواب ابھی ابھی مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتائے ہیں۔‘‘ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا، جبرائیل نے؟ آپ نے فرمایا: ’’ہاں!‘‘ تو انھوں نے کہا کہ فرشتوں میں سے یہ یہود کا دشمن ہے، تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ ’’جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو بے شک اس نے یہ کتاب تیرے دل پر اللہ کے حکم سے اتاری ہے۔‘‘ پھر آپ نے ان سوالوں کے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ’’① قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو جمع کر کے مشرق سے مغرب کی طرف لے آئے گی۔ ② اہل جنت جو سب سے پہلے کھانا کھائیں گے وہ مچھلی کے جگر کا بڑھا ہوا حصہ ہوگا۔ ③ اور جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو بچے کی مشابہت باپ سے ہوتی ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو بچے کی مشابہت ماں سے ہوتی ہے۔‘‘ یہ جواب سن کر عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پکار اٹھے: ((اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ)) پھر انھوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! یہودی بڑی بہتان باز قوم ہے، اگر اس سے پہلے کہ آپ میرے متعلق ان سے پوچھیں، انھیں میرے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا تو یہ مجھ پر جھوٹی تہمت لگانے لگ جائیں گے۔ بعد میں یہود آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ’’تم میں

عبداللہ بن سلام کیسے ہیں؟'' وہ کہنے لگے، ہم میں سب سے بہتر ہیں اور سب سے بہتر کے بیٹے ہیں، ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر عبداللہ بن سلام مسلمان ہو جائیں تو تمھارا کیا خیال ہے؟'' کہنے لگے، اللہ انھیں اس سے بچائے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو باہر آ گئے اور کہنے لگے: «اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ» یہودی کہنے لگے کہ یہ تو ہم میں سے بہت برے ہیں اور بہت برے انسان کے بیٹے ہیں، اور وہ ان کی برائیاں کرنے لگ گئے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں اسی بات سے ڈرتا تھا۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ من کان عدوا لجبریل ﴾ : ٤٤٨٠]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے ابو القاسم! ہم آپ سے چند سوال کرتے ہیں، جن کے صحیح جواب نبی کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا (اگر آپ سچے نبی ہیں تو ان کے جوابات دیجیے)، آپ نے فرمایا: ''مجھ سے جو چاہو پوچھو، مگر میں تم سے اللہ تعالیٰ کا عہد لیتا ہوں اور وہ عہد جو یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے لیا تھا کہ اگر میں ٹھیک ٹھیک جواب دوں گا تو تم میری نبوت کا اقرار کر لو گے اور میری فرماں برداری کے پابند ہو جاؤ گے۔'' انھوں نے آپ سے وعدہ کیا اور عہد کیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''مجھ سے جو چاہتے ہو سوال کرو۔'' انھوں نے کہا، پہلے تو یہ بتائیے کہ تورات نازل ہونے سے پہلے اسرائیل (یعنی یعقوب علیہ السلام) نے اپنے نفس پر کس چیز کو حرام کیا تھا؟ دوسرا ہم پوچھتے ہیں کہ عورت اور مرد کے پانی کی کیا کیفیت ہے؟ اور کیوں کبھی لڑکا پیدا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی؟ تیسرا یہ بتائیے کہ تورات میں جس نبی اُمی کی خبر ہے اس کی خاص نشانی کیا ہے؟ اور اس کے پاس کون سا فرشتہ وحی لے کر آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مجھے تم عہد دے چکے ہو نا کہ اگر میں نے صحیح جواب دیے تو تم میری پیروی کرو گے؟'' ان یہودیوں نے وہ عہد اور میثاق دے دیا جو آپ چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی تھی! کیا تم نہیں جانتے کہ جب یعقوب علیہ السلام عرق النساء کی بیماری میں سخت تکلیف میں تھے تو نذر مانی کہ اگر اللہ مجھے اس مرض سے شفا دے گا تو میں اپنے کھانے کی سب سے مرغوب چیز اور پینے کی سب سے زیادہ محبوب چیز چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ جب تندرست ہوئے تو انھوں نے اونٹ کا گوشت کھانا اور اونٹنی کا دودھ پینا، جو آپ کے پسند خاطر تھا، چھوڑ دیا۔'' ان سب نے قسم کھا کر کہا کہ ہاں! یہ سچ ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ! ان پر گواہ ہو جا، میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی! کیا تم جانتے ہو کہ مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زردی مائل ہوتا ہے، جو بھی غالب آ جائے اس کے مطابق پیدائش ہوتی ہے اور شکل وصورت بھی، جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو حکم الٰہی سے اولاد نرینہ ہوتی ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو حکم الٰہی سے اولاد مؤنث ہوتی ہے۔''

سب نے قسم کھا کر کہا، بے شک آپ نے بجا فرمایا۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! ان پر گواہ ہو جا۔ میں تمھیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی، کیا تم جانتے ہو کہ اس اُمی نبی کی خاص نشانی یہ ہے کہ اس کی آنکھیں تو سوتی ہیں مگر اس کا دل جاگتا رہتا ہے۔'' سب نے قسم کھا کر کہا، آپ نے بالکل صحیح جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! ان پر گواہ ہو جا۔'' انھوں نے کہا، اب ایک اور سوال کا جواب بھی عنایت فرما دیجیے، اسی پر بحث کا خاتمہ ہے، ہم آپ سے مل جائیں گے یا جدا ہو جائیں گے، وہ یہ کہ فرشتوں میں سے آپ کا ولی کون ہے (یعنی کون وحی لے کر آتا ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''میرا ولی جبریل ہے اور وہی تمام انبیاء کے پاس پیغام باری تعالیٰ لاتا رہا۔'' انھوں نے کہا کہ ہم آپ سے جدا ہوتے ہیں، اگر آپ کے پاس کوئی دوسرا فرشتہ وحی لے کر آتا تو ہم آپ کی فرماں برداری اور تصدیق کرتے۔ آپ نے فرمایا: ''اس کی تصدیق کرنے سے تمھیں کس چیز نے روکا؟'' انھوں نے جواب دیا کہ یہ ہمارا دشمن ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ [مسند أحمد : ۲۷۸/۱، ح : ۲۵۱۸۔ مسند أبی داوٗد الطیالسی : ۲۸۵۴۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورۃ الرعد : ۳۱۱۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے کسی دوست سے دشمنی رکھے میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع : ۶۵۰۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو قیام فرماتے تو یہ دعا پڑھا کرتے: « اَللّٰهُمَّ! رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَإِسْرَافِيْلَ، فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ » ''اے اللہ! اے جرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! پوشیدہ اور ظاہر کا علم رکھنے والے! جن باتوں میں تیرے یہ بندے اختلاف کر رہے ہیں تو ہی ان کا فیصلہ فرمائے گا۔'' [مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودعاءہ باللیل : ۷۷۰]

وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَ مَا يَكْفُرُ بِهَاۤ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝۹۹

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تیری طرف واضح آیات نازل کی ہیں اور ان سے کفر نہیں کرتے مگر جو فاسق ہیں۔''

اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ : اس سے مراد قرآن کریم کی وہ آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے مخفی علوم و اسرار، بنی اسرائیل کے آباء و اجداد کی خبریں، تورات اور ان کی دیگر کتب سماویہ کی وہ باتیں بیان کی ہیں جنھیں ان کے علماء کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا اور جنھیں قدیم و جدید یہودیوں نے بدل ڈالا تھا، نیز ان سے مراد وہ کھلی نشانیاں بھی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا واضح ثبوت موجود ہے۔ قرآن کریم کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام معجزات اس کے تحت آ سکتے ہیں۔ ان آیات و معجزات کے سننے اور دیکھنے کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے، لیکن وہ اس نعمت

سے محروم رہے، یہاں ﴿الْفٰسِقُوْنَ﴾ سے مراد یہود ہیں۔

اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

”اور کیا جب کبھی انھوں نے کوئی عہد کیا تو اسے ان میں سے ایک گروہ نے پھینک دیا، بلکہ ان کے اکثر ایمان نہیں رکھتے۔“

یہاں سے یہود کی ایک اور قبیح عادت کا بیان ہو رہا ہے۔ یہودیوں سے نبی آخر الزمان ﷺ کی مدد کرنے اور اس پر ایمان لانے کا بھی عہد لیا گیا تھا مگر وہ اس عہد سے پھر گئے اور کہنے لگے ہم سے اس قسم کا کوئی عہد نہیں لیا گیا۔ اس آیت میں آپ ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ ان لوگوں کا پرانا شیوہ ہے۔ جب بھی ان سے کوئی عہد لیا گیا ان میں سے ایک گروہ نے اسے پس پشت ڈال دیا، بلکہ ان میں سے بہت سے لوگ تو تورات پر سرے سے ایمان ہی نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ اگر اب عہد شکنی کرتے ہیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

وَ لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙۗ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾

”اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول اس کی تصدیق کرنے والا آیا جو ان کے پاس ہے تو ان لوگوں میں سے ایک گروہ نے، جنھیں کتاب دی گئی تھی، اللہ کی کتاب کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا، جیسے وہ نہیں جانتے۔“

یعنی اسی بری عادت کا نتیجہ تھا کہ جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے اور قرآن نے تورات کی تصدیق کی تو یہود کی بدنصیبی کہ انھوں نے آپ ﷺ کو جھٹلا کر تورات کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا۔ گویا انھیں اپنی کتاب کا بھی پتا نہیں۔

وَ لَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ : یعنی رسول اللہ ﷺ میں وہ تمام اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے جو تورات اور دوسری کتب میں نبی آخر الزماں کے مذکور تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ﴾ [الأعراف : ۱۵۷] ”وہ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو امی نبی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [الأنعام: ۲۰] ”وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔“ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَ لَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴾ [المائدة : ۱۲] ”اور بلاشبہ یقیناً اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ہم نے

ان میں سے بارہ سردار مقرر کیے اور اللہ نے فرمایا بے شک میں تمھارے ساتھ ہوں، اگر تم نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور میرے رسولوں پر ایمان لائے اور انھیں قوت دی اور اللہ کو قرض دیا، اچھا قرض تو یقیناً میں تم سے تمھارے گناہ ضرور دور کروں گا اور یقیناً تمھیں ایسے باغوں میں ضرور داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، پھر جس نے اس کے بعد تم میں سے کفر کیا تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔‘‘

وَ اتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ؕ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۫ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۲ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰۳

’’اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین سلیمان کے عہد حکومت میں پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا اور لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور (وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتاری گئی، حالانکہ وہ دونوں کسی ایک کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے ہم تو محض ایک آزمائش ہیں، سو تو کفر نہ کر۔ پھر وہ ان دونوں سے وہ چیز سیکھتے جس کے ساتھ وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے اور وہ اس کے ساتھ ہرگز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر اللہ کے اذن کے ساتھ۔ اور وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو انھیں نقصان پہنچاتی اور انھیں فائدہ نہ دیتی تھی۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً وہ جان چکے تھے کہ جس نے اسے خریدا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں اور بے شک بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انھوں نے اپنے آپ کو بیچ ڈالا۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔ اور اگر واقعی وہ ایمان لاتے اور بچتے تو یقیناً اللہ کے پاس سے تھوڑا ثواب بھی بہت بہتر تھا، کاش! وہ جانتے ہوتے۔‘‘

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ : رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری پر یہودیوں نے جاننے پہچاننے کے باوجود حسد اور عناد کی بنا پر آپ کی پیروی سے انکار کر دیا۔ میدان میں وہ آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ حق پر ہونے کا عقیدہ و عمل ہی قوت کی بنیاد ہوتا ہے، جس سے ان کے ہاتھ خالی تھے۔ چنانچہ وہ ہر اس قوم کی طرح جو عقیدہ اور عمل کی قوت سے خالی ہوتی ہے، جادو، ٹونے اور عملیات کے پیچھے پڑ گئے اور ایسی تدبیریں ڈھونڈنے لگے جن سے کسی

مشقت اور جدو جہد کے بغیر سارے کام بن جایا کریں۔

آیت میں اسی طرف اشارہ ہے کہ یہودیوں نے ان شیاطین سے وہ سیکھا جو جھوٹ تھا اور جسے انھوں نے سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا تھا، اس طرح یہود نے انبیاء ورسل کے علوم وانوار کو چھوڑ کر شیاطین سے جادو سیکھا۔

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ : یہودیوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ سلیمان علیہ السلام (نعوذ باللہ) جادوگر تھے اور ان کی حکومت کا مدار جادو پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید فرمائی اور بتایا کہ جادو تو کفر ہے، سلیمان علیہ السلام صاحب معجزہ پیغمبر تھے، انھوں نے کفر نہیں کیا، بلکہ شیاطین نے ان کے عہد میں کفر کا یہ کام کیا کہ وہ خود بھی جادو کرتے اور لوگوں کو بھی جادو سکھاتے۔ یہود ایک تو اس علم سحر کے پیچھے لگ گئے اور ایک اس علم کے پیچھے لگ گئے جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا، جو سحر سے الگ ایک علم تھا اور جسے عمل میں لانا بعض اوقات کفر تھا۔ وہ فرشتے بھی کسی کو وہ علم نہیں سکھاتے تھے جب تک اسے اچھی طرح آگاہ نہ کر دیتے کہ ہم تو محض ایک آزمائش ہیں، لہٰذا تم اس علم کو کفر کے لیے استعمال نہ کرنا۔ مگر یہود کی اخلاقی پستی کا یہ حال تھا کہ وہ ان سے وہ علم ضرور سیکھتے اور اس میں سے بھی وہ باتیں سیکھتے جو سراسر نقصان پہنچانے والی ہیں اور جنھیں عمل میں لانا کفر ہے اور جن پر شیطان سب سے زیادہ خوش ہوتا ہے، یعنی ایسے عملیات جن سے وہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے۔ فرشتوں کا آزمائش کے لیے بھیجا جانا کچھ تعجب کی بات نہیں، افسوس مسلمان بھی جب پستی کا شکار ہوئے تو جادو کے پیچھے پڑ گئے۔ اس کے علاوہ انھوں نے قرآن کی آیات مثلاً، ﴿ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ ﴾ وغیرہ کو بھائیوں کے درمیان اور میاں بیوی کے درمیان عداوت ڈالنے کے لیے عمل میں لانا شروع کر دیا، حالانکہ یہودی جانتے تھے اور یہ مسلمان بھی جانتے ہیں کہ یہ فعل کفر ہے اور ایسا کرنے والے کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ : اسلام نے جادو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کو کفر قرار دیا اور اسے کبائر میں شمار کیا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات ہلاک کر دینے والے گناہوں سے بچو!'' صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ کون کون سے گناہ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اللہ نے جس جان کا قتل کرنا حرام کیا ہے اسے ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن، غافل ومومن عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [بخاری، کتاب الحدود، باب رمی المحصنت ...... الخ : ٦٨٥٧۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر و أکبرها : ٨٩]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قبیلہ بنو زریق سے تعلق رکھنے والے ایک شخص لبید بن الاعصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا (جس سے آپ متاثر ہوئے) چنانچہ آپ کا خیال ہوتا کہ آپ نے فلاں کام کر لیا ہے، حالانکہ آپ نے

نہیں کیا ہوتا تھا۔ (یہ معاملہ ایسے ہی چلتا رہا) یہاں تک کہ آپ ایک دن (یا ایک رات) میرے پاس تھے اور بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے، اس کے بعد مجھ سے فرمانے لگے: ''اے عائشہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ بتا دیا ہے جو میں نے اس سے پوچھا، میرے پاس دو آدمی آئے تھے جن میں سے ایک میرے سر اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا اور ایک نے دوسرے سے پوچھا، اس شخص کو کیا ہوا ہے؟ دوسرے نے کہا، اس پر جادو کیا گیا ہے۔ اس نے پوچھا، کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، لبید بن الاعصم نے۔ اس نے پوچھا، کس چیز میں کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، کنگھی، بالوں اور کھجور کے خوشے کے غلاف میں۔ اس نے پوچھا، جس چیز میں اس نے جادو کیا ہے وہ کہاں ہے؟ دوسرے نے جواب دیا، بئر ذروان میں۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ اس کنویں کے پاس گئے اور پھر واپس آ گئے اور فرمانے لگے: ''اے عائشہ! اس کا پانی ایسے (سرخ) تھا جیسے منہدی کا نچوڑ ہوتا ہے اور اس کی کھجوروں کے سر ایسے تھے جیسے شیطان کے سر ہوں (یعنی وہ بڑی بدشکل تھیں)۔'' میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ نے جادو کو نکالا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ لوگ کسی شر اور فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔'' اس کے بعد آپ نے حکم دیا اور اس (کنویں) کو بھر دیا گیا۔ [بخاري، كتاب الطب، باب السحر ...... الخ : ٥٧٦٣۔ مسلم، كتاب السلام، باب السحر : ٢١٨٩]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ستاروں کا علم سیکھا، گویا اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھ لیا، پھر وہ ستاروں کے علم میں جتنا آگے جائے گا، اتنا اس کے جادو کے علم میں اضافہ ہوگا۔'' [أبو داوٗد، كتاب الطب، باب في النجوم : ٣٩٠٥۔ ابن ماجه، كتاب الأدب، باب تعلّم النجوم : ٣٧٢٦]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے صبح سات عجوہ کھجوریں کھا لیں تو اس دن اس پر زہر اور جادو کا اثر نہیں ہو سکتا۔'' اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جو شخص سات کھجوریں، جو مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان ہیں، صبح کے وقت کھا لے تو شام تک اس کو کوئی زہر نقصان نہیں پہنچا سکتا۔'' [بخاري، كتاب الطب، باب الدواء بالعجوة للسحر : ٥٧٦٩۔ مسلم، كتاب الأشربة، باب فضل تمر المدينة : ٢٠٤٧]

فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ : یہ آیت دلیل ہے کہ جادو حقیقت ہے اور وہ اللہ کے ارادہ کے مطابق نقصان پہنچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صراحت کر دی ہے کہ جادوگر دنیاوی تعلقات میں سب سے قوی رشتہ یعنی میاں بیوی کے تعلقات کو بھی توڑنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ابلیس اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے اور (لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے) اپنے لشکر روانہ کرتا ہے۔ شیطان کے دربار میں سب سے زیادہ تقرب اسے حاصل ہوتا ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ فتنہ و فساد میں مبتلا کر دے۔

(مثلاً) ان میں سے ایک آ کر کہتا ہے کہ میں نے یہ یہ کیا۔ ابلیس کہتا ہے، نہیں! تجھ سے کچھ نہیں بن پڑا۔ پھر ایک اور شیطان آ کر اسے یہ کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کے پیچھے پڑ گیا اور اس وقت تک میں نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا جب تک اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی نہیں ڈال دی، تو ابلیس خوش ہو کر اسے اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں واقعی تو نے بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔" اعمش کہتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ فرمایا تھا: "تو (ابلیس) اسے گلے لگا لیتا ہے۔" [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان وبعثه سرایاه ...... الخ : ۲۸۱۳/۶۷]

قتادہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے پوچھا، اگر کسی شخص پر جادو کیا گیا ہو، یا اسے اس کی بیوی کے پاس جانے سے باندھ دیا گیا ہو تو کیا اس کا دفعیہ کرنا اور جادو کو باطل کرنے کے لیے دم کرنا درست ہے یا نہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا، اس میں کوئی قباحت نہیں، جادو کو باطل کرنے والوں کی نیت اچھی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع نہیں فرمایا جس سے فائدہ ہو (جب تک اس میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں اور نہ کوئی شرکیہ طریقہ ہو)۔ [بخاری، کتاب الطب، باب هل یستخرج السحر ؟ قبل الحدیث : ۵۷۶۵]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم "رَاعِنَا" (ہماری رعایت کر) مت کہو اور "اُنْظُرْنَا" (ہماری طرف دیکھ) کہو اور سنو۔ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتے اور کوئی بات آپ سے دوبارہ سمجھنا چاہتے تو "رَاعِنَا" کا لفظ استعمال کرتے، جس کا معنی ہے "ذرا ہمارا خیال کیجیے اور دوبارہ ارشاد فرما دیجیے" ان مجلسوں میں یہود بھی ہوتے تھے، جب یہ لفظ انھوں نے سنا تو ان کا خبث باطن حرکت میں آ گیا اور انھوں نے اپنی زبان موڑ کر اس لفظ کو "رَاعِيْنَا" بنا دیا، یعنی ہمارا چرواہا اور خود عبرانی زبان میں "رَاعِنَا" کا معنی احمق یا نہایت درجے کا جاہل آدمی ہے تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ایسا کلمہ استعمال کرنے سے منع فرمایا، جس سے کسی شر کا دروازہ کھلتا ہو اور قول و فعل میں کافروں سے مشابہت ہوتی ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَ اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِي الدِّيْنِ ﴾ [النساء : ۴۶] "وہ لوگ جو یہودی بن گئے، ان میں سے کچھ لوگ بات کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا (ہم نے سنا اور نہیں مانا) اور اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ (سن اس حال میں کہ تجھے نہ سنایا جائے) اور رَاعِنَا (ہماری رعایت کر) (یہ الفاظ) اپنی زبانوں کو پیچ دیتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے (کہتے ہیں)۔" اور فرمایا: ﴿ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ [النساء : ۴۶] "اور اگر بے شک وہ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا (ہم نے سنا اور مانا) اور اِسْمَعْ وَ انْظُرْنَا (سن اور ہماری طرف دیکھ) کہتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر اور

زیادہ درست ہوتا اور لیکن اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کی، پس وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم۔''

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے الفاظ جن میں بے ادبی یا گستاخی کا شبہ بھی پیدا ہوتا ہو، استعمال کرنا درست نہیں۔ یہودیوں کی اسی طرح کی ایک اور کمینگی کا ذکر حدیث میں آیا ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہودی نبی ﷺ کے ہاں آتے اور ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ'' کے بجائے ''اَلسَّامُ عَلَیْكَ'' کہتے (یعنی نعوذ باللہ آپ پر موت طاری ہو)...... تو رسول اللہ ﷺ فرماتے: '' وَعَلَیْکُمْ '' (یعنی جو بھی کہا ہے وہ خود تمھی پر ہو)۔ [بخاری، کتاب الاستیذان، باب کیف الرد علی أهل الذمة بالسلام ؟ : ٦٢٥٦]

اس سے یہودیوں کی دشمنی، ان کی طبیعت کی کمینگی اور شرارت صاف واضح ہے۔ مسلمانوں کو ان کے اعمال کے علاوہ ان کے الفاظ و اقوال کی مشابہت سے بھی منع فرمایا گیا، جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے قیامت سے پہلے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے، تاکہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی جائے، میرا رزق میرے نیزے کے سائے تلے رکھ دیا گیا ہے، نیز ذلت و رسوائی اس کے مقدر میں لکھ دی گئی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے اور جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انھی میں سے ہے۔'' [مسند أحمد : ٢/ ٥٠، ح : ٥١١٤، ٥١١٥ ۔ شعب الإیمان : ٢/ ٧٥، ح : ١١٩٩]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً تم اپنے سے پہلے لوگوں کے طور طریقے (اس طرح کامل طور پر) اپنا لو گے کہ بالشت برابر بالشت کے اور ہاتھ برابر ہاتھ کے ہو جاؤ گے، حتیٰ کہ اگر وہ لوگ گوہ کے بل میں گھسے تھے تو تم بھی ان کے پیچھے جاؤ گے۔'' پوچھا گیا اے اللہ کے رسول! کیا یہود و نصاریٰ کے؟ آپ نے فرمایا: ''تو اور کون؟'' [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ : لتتبعن سنن من کان قبلکم : ٧٣٢٠۔ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیهود و النصاریٰ : ٢٦٦٩]

مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۱۰۵﴾

''اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، نہ وہ پسند کرتے ہیں اور نہ مشرکین کہ تم پر تمھارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی اتاری جائے اور اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔''

مشرکینِ عرب اپنے کسی عظیم سردار کی بجائے ان کی نگاہ میں ایک عام آدمی پر وحی کا نزول ماننے کے لیے تیار نہ تھے اور اہل کتاب اللہ کی اس رحمت (نبوت) کو اپنی نسل سے باہر نہیں دیکھ سکتے تھے، فرمایا کہ اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہے خاص کرے، ارشاد فرمایا: ﴿ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ [النساء : ٥٤] ''یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ لَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ

اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ يُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۚ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ [آل عمران : ۷۳، ۷٤]

''اور کسی کے لیے یقین نہ کرو، سوائے اس کے جو تمھارے دین کی پیروی کرے۔ کہہ دے اصل ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے، (یہ یقین نہ کرو) کہ جو کچھ تمھیں دیا گیا ہے اس جیسا کسی اور کو بھی دیا جائے گا، یا وہ تم سے تمھارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے۔ کہہ دے بے شک سب فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴾ [الحديد : ۲۹] ''تاکہ کتاب والے یہ نہ جانیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے اور (جان لیں) کہ یقیناً فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔''

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَاۤ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۰۶ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۝۱۰۷

''جو بھی آیت ہم منسوخ کرتے ہیں، یا اسے بھلا دیتے ہیں، اس سے بہتر، یا اس جیسی (اور) لے آتے ہیں، کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ اللہ ہی ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ کے سوا تمھارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔''

''نسخ'' کا معنی ہے بعد میں آنے والے شرعی حکم کے ساتھ پہلے کسی شرعی حکم کو ختم کر دینا، جیسے پہلے بیت المقدس قبلہ مقرر ہوا، پھر بیت اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ہوا اور جیسے ہماری شریعت میں پہلی شریعتوں کے بہت سے احکام منسوخ کر دیے گئے۔ یہود نسخ کے منکر تھے، اس لیے انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا کہ انھوں نے تورات کے بعض احکام کیوں منسوخ کیے؟ قرآن پر بھی انھوں نے اعتراض کیا کہ جب پہلا حکم اللہ کا تھا اور درست تھا تو وہ کیوں منسوخ ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے کئی جواب دیے۔ پہلے جواب کی تفصیل یہ ہے کہ پہلا حکم درحقیقت ہوتا ہی اتنی مدت کے لیے ہے، نسخ اس مدت کے ختم ہونے کا اعلان ہے۔ اس وقت وہ پہلا حکم عین حکمت تھا، بعد میں اس جیسے یا اس سے بہتر دوسرے حکم کی ضرورت تھی تو وہ جاری کر دیا گیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلا حکم غلط تھا۔

ایک جواب اس اعتراض کا یہ دیا کہ اللہ تعالیٰ اگر اپنا حکم منسوخ نہ کر سکتا ہو تو وہ عاجز ٹھہرا، کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

مزید فرمایا کہ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ زمین و آسمان کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ بادشاہ ہی کیا ہوا جو پہلے حکم کی جگہ نیا حکم نافذ نہ کر سکے۔ وہ جو مناسب سمجھے کرے، جس وقت جو حکم اس کی مصلحت و حکمت کے مطابق ہو، اسے نافذ کرے اور جسے چاہے منسوخ کر دے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [النحل : ۱۰۱] ''اور جب ہم کوئی آیت کسی دوسری آیت کی جگہ بدل کر لاتے ہیں اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو وہ نازل کرتا ہے، تو وہ کہتے ہیں تو تو گھڑ کر لانے والا ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے۔'' بعض آیات و احکام جنھیں باقی رکھنا مقصود نہ تھا اللہ تعالیٰ نے بھلا دیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ﴾ [الأعلی : ۶، ۷] ''ہم ضرور تجھے پڑھائیں گے تو تو نہیں بھولے گا۔ مگر جو اللہ چاہے۔''

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۱۰۸

''یا تم ارادہ رکھتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال کرو، جس طرح اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے اور جو کوئی ایمان کے بدلے کفر کو لے لے تو بے شک وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔''

اس آیت میں مسلمانوں کو ایسی چیزوں کے بارے میں کثرتِ سوال سے منع کیا گیا ہے، جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئیں، نیز مسلمانوں یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ تم یہودیوں کی طرح اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ازراہِ سرکشی سوالات مت کیا کرو، گستاخانہ سوالات کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے بدلے کفر لے لینا قرار دیا ہے۔ اہل کتاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسی ہی گستاخی کا رویہ اختیار کیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ﴾ [النساء : ۱۵۳] ''اہل کتاب تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتارے، سو وہ تو موسیٰ سے اس سے بڑی بات کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے کہا ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھلا، تو انھیں بجلی نے ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑ لیا۔'' اللہ تعالیٰ نے گستاخی پر مشتمل سوالات کے علاوہ وحی اترنے کے زمانہ میں ایسی چیزوں کے متعلق سوال سے بھی منع فرما دیا، جو اگر ظاہر کر دی جائیں تو ناگوار ہوں۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴾ [المائدة : ۱۰۱، ۱۰۲] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان چیزوں کے بارے میں سوال مت کرو جو اگر تمھارے لیے ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں بری لگیں اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جب قرآن نازل کیا جا رہا ہے تو تمھارے لیے ظاہر کر دی جائیں گی۔ اللہ نے ان سے درگزر فرمایا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت

بردبار ہے۔ بے شک تم سے پہلے ان کے بارے میں کچھ لوگوں نے سوال کیا، پھر وہ ان سے کفر کرنے والے ہو گئے۔“

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمانوں میں سے سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس نے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہ تھی مگر اس کے سوال کرنے کی وجہ سے حرام قرار دے دی گئی۔“ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکره من کثرة السؤال ...... الخ : ۷۲۸۹۔ مسلم ، کتاب الفضائل، باب توقیره صلی اللہ علیہ وسلم و ترك إكثار سؤاله : ۲۳۵۸]

سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عویمر بن حارث رضی اللہ عنہ بنی عجلان کے سردار عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا، آپ لوگوں کا ایسے آدمی کے بارے میں کیا خیال ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پالیتا ہے، کیا وہ اسے قتل کر دے؟ لیکن تم اسے قصاصاً قتل کر دو گے، آخر ایسی صورت میں انسان کیا طریقہ اختیار کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر مجھے بتاؤ۔ چنانچہ عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! (صورت مذکورہ میں خاوند کیا کرے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسائل کو ناپسند کیا۔ جب عویمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تو انھوں نے بتا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسائل کو ناپسند کیا ہے۔ عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ کی قسم! میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھوں گا۔ (چنانچہ انھوں نے سارا معاملہ گوش گزار کیا تو اس کے جواب میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے تمھارے اور تمھاری بیوی کے بارے میں قرآن نازل کیا ہے۔“ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو لعان کا حکم دیا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله عزوجل: ﴿ والذین یرمون أزواجهم ولم یکن لهم شهداء ﴾ : ۴۷۴۵۔ مسلم ، کتاب اللعان : ۱۴۹۲]

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضول گفتگو (قیل و قال)، کثرت سوال اور مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکره من کثرة السؤال ......الخ : ۷۲۹۲۔ مسلم، کتاب الأقضية، باب النهی عن کثرة المسائل ...... الخ : ۱۷۱۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے، تو تم حج کیا کرو۔“ ایک آدمی نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ اس نے تین بار یہ پوچھا اور آپ خاموش رہے، پھر فرمایا: ”نہیں! اگر میں ”ہاں“ کہہ دیتا تو حج ہر سال واجب ہو جاتا، تو تمھیں ہر سال کرنے کی استطاعت نہ ہوتی۔ مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمھیں چھوڑے رکھوں، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو کثرت سوال اور اپنے انبیاء سے اختلاف ہی نے تباہ و برباد کر دیا تھا، لہٰذا میں جب تمھیں کوئی حکم دوں تو مقدور بھر اسے بجا لاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے مکمل اجتناب کرو۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر : ۱۳۳۷۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة : ۳۰۵۵]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں منع کر دیا گیا تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے بارے میں سوال کریں، اس لیے ہماری خواہش ہوتی تھی کہ کوئی دیہاتی آدمی آئے، وہ آپ سے پوچھے اور ہم سنیں۔ [مسلم، کتاب الإیمان، باب السؤال عن أرکان الإسلام : ۱۲]

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنۢ بَعْدِ إِيمَٰنِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِۦٓ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٠٩﴾

’’بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔ سو تم معاف کرو اور درگزر کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اہل کتاب کافروں کی راہ اپنانے سے منع فرمایا ہے اور انھیں خبر دی ہے کہ یہ اہل کتاب مسلمانوں سے زبردست عداوت رکھتے ہیں۔ ان سے حسد کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ مسلمان پھر سے کافر بن جائیں اور اس کے لیے انھوں نے ہر قسم کی سازش اور مکروفریب کو روا رکھا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عفو و درگزر اور تحمل سے کام لینے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا، یہاں تک کہ اللہ کا کوئی اور حکم ان کے بارے میں آ جائے۔ چنانچہ جہاد کا حکم نازل ہوا، تو بہت سے یہودی قتل ہو گئے، بہت سے غلام بنائے گئے اور بہت سے جلاوطن کر دیے گئے۔ قرآن میں دیگر کئی مقامات پر انھی امور سے متعلق اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ يَٰٓأَهْلَ الْكِتَٰبِ هَلْ تَنقِمُونَ مِنَّآ إِلَّآ أَنْ ءَامَنَّا بِاللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَٰسِقُونَ ﴾ [المائدۃ : ۵۹] ’’کہہ دے اے اہل کتاب! تم ہم سے اس کے سوا کس چیز کا انتقام لیتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو اس سے پہلے نازل کیا گیا اور یہ کہ بے شک تمھارے اکثر نافرمان ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوٓا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴾ [آل عمران : ۱۸۶] ’’یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔‘‘

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے، جس پر (شہر) فدک کی (بنی ہوئی) چادر پڑی تھی اور مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی حارث بن خزرج کے محلے میں، سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کو تشریف لے جا رہے تھے، یہ واقعہ غزوۂ بدر سے پہلے کا ہے۔ راستے میں ایک مجلس کے پاس سے گزرے،

جس میں (رئیس المنافقین) عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی بیٹھا ہوا تھا، اس وقت تک عبداللہ بن ابی (بظاہر بھی) مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اس مجلس میں ہر قسم کے لوگ تھے کہ کچھ مسلمان، کچھ مشرک، کچھ بت پرست اور کچھ یہودی۔ اس مجلس میں سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جب گدھے کے پاؤں کی گرد مجلس والوں پر پڑنے لگی (یعنی سواری قریب آپہنچی) تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک چادر سے ڈھک لی اور کہا کہ ہم پر گرد مت اڑاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا، آپ ٹھہر گئے، سواری سے اتر پڑے اور ان کو قرآن پڑھ کر سنانے اور اللہ کی طرف بلانے لگے۔ اس وقت عبداللہ بن ابی نے کہا، اے شخص! اگرچہ تیرا کلام بہت اچھا ہے، تاہم اگر یہ سچ بھی ہے تو بھی ہماری مجلسوں میں آ کر ہمیں تکلیف نہ دیا کرو، اپنے گھر کو جا، وہاں جو تیرے پاس آئے اس کو یہ قرآن سنا۔ سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا، ہرگز نہیں یا رسول اللہ! آپ ہماری مجلس میں ضرور آیا کریں، ہمیں یہ بہت اچھا لگتا ہے۔ اس بات پر مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں میں تو تکار ہونے لگی اور قریب تھا کہ لڑائی شروع ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو چپ کرانے لگے، تو بالآخر وہ سب خاموش ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا: ''اے سعد! تو نے ابوحباب کی باتیں نہیں سنیں!'' آپ کی ابوحباب سے مراد عبداللہ بن ابی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس نے ایسا ایسا کہا ہے۔'' سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! آپ اسے معاف کر دیجیے اور اس سے درگزر فرمائیے، قسم اس ذات کی، جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے! اللہ کی طرف سے جو آپ پر اترا ہے وہ برحق اور سچ ہے، (وجہ یہ ہے کہ) اس بستی کے لوگوں نے (آپ کے آنے سے پہلے) یہ فیصلہ کیا تھا کہ عبداللہ بن ابی کو سرداری کا تاج پہنائیں گے اور اس کو اپنا والی اور رئیس بنائیں گے، لیکن جب اللہ نے یہ بات (عبداللہ بن ابی کا سردار ہونا) نہ چاہی، بوجہ اس حق کے جو آپ کو عطا کیا ہے تو اس کو آپ کا آنا ناگوار ہوا، اس لیے اس نے (آپ سے) ایسے برے کلمات کہے۔ آپ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی عادت مبارکہ تھی کہ بت پرستوں اور یہودیوں سے درگزر کیا کرتے تھے، جیسے اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا تھا اور ان کی اذیتوں پر صبر کیا کرتے تھے۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذی شان ہے: ﴿ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا ﴾ [آل عمران : ۱۸٦] ''اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے۔'' اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ ﴾ [البقرة : ۱۰۹] ''بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے۔'' آخر آیت تک، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کفار کو معاف کر دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ نے ان سے لڑنے کا حکم دیا۔ جب آپ نے بدر میں جنگ کی تو بڑے بڑے قریش کے رئیسوں کو اللہ نے قتل کرایا تو عبداللہ بن ابی ابن سلول نے اور جو اس کے ساتھ

مشرک اور بت پرست تھے، انھوں نے کہا کہ اب (تو اس دین میں شریک ہونے کا) موقع آن پہنچا (کہ اس کا غلبہ ہو گیا) تو رسول اللہ ﷺ سے اسلام پر بیعت کر لی اور وہ سب (ظاہری طور پر) مسلمان ہو گئے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و لتسمعن من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم ......الخ ﴾ : ٤٥٦٦]

وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾

”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جو بھی نیکی تم اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس پا لو گے۔ بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔“

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ : ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [التوبة : ٥] ”پس جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انھیں پکڑو اور انھیں گھیرو اور ان کے لیے ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ﴾ [التوبة : ١١] ”پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمھارے بھائی ہیں۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ① اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ ② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ④ حج کرنا۔ ⑤ اور رمضان کے روزے رکھنا۔“ [بخاری، کتاب الإيمان، باب : دعائكم إيمانكم...... الخ : ٨۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أركان الإسلام و دعائمه العظام : ١٦]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انھیں یمن روانہ کیا تو ان سے فرمایا: ”تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو تو سب سے پہلے تم انھیں اس بات کی دعوت دو کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ اللہ کو پہچان لیں تو انھیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، پھر جب وہ اس پر عمل کرنے لگیں تو انھیں بتانا کہ اللہ نے ان پر ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے، جو ان کے مال داروں سے لے کر ان کے محتاجوں کو دی جائے گی، پھر جب وہ یہ بھی مان لیں تو ان سے زکوٰۃ لے لینا، لیکن ان کے بہترین مال لینے سے بچنا۔“ [مسلم، كتاب الإيمان، باب الدعاء إلى الشهادتين و شرائع الإسلام : ١٩۔ بخاری، کتاب الزکوة، باب وجوب الزكوة : ١٣٩٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جب میں

وہ عمل کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کرو، فرض نماز قائم کرو، فرض زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ و قول اللہ تعالیٰ: ﴿ وأقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ ﴾ : ۱۳۹۷]

ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ﴾ [المزمل : ۲۰] ''نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ کو قرض دو، اچھا قرض دینا اور جو نیکی بھی تم اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے کہ وہ بہتر اور ثواب میں کہیں بڑی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ٤٧] ''اور ہم قیامت کے دن ایسے ترازو رکھیں گے جو عین انصاف ہوں گے، پھر کسی شخص پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے ایک دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾ [الزلزال : ۷، ۸] ''تو جو شخص ایک ذرہ برابر نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔''

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

''اور انھوں نے کہا جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گے مگر جو یہودی ہوں گے یا نصاریٰ۔ یہ ان کی آرزوئیں ہی ہیں، کہہ دے لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔''

یہاں اہل کتاب کے اس غرور اور فریب نفس کو پھر بیان کیا جا رہا ہے جس میں وہ مبتلا تھے کہ صرف انھی کی ملت کے لوگ جنت میں جائیں گے، جیسا کہ سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ یہ کہا کرتے تھے: ﴿ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ﴾ [المائدۃ: ۱۸] ''ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ محض ان کی آرزوئیں ہیں، جن کے لیے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

''کیوں نہیں، جس نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو تو اس کے لیے اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاریٰ کے دعویٰ کی دوبارہ تردید کی اور فرمایا کہ یہ محض تمھارا دعویٰ ہے کہ صرف تم لوگ ہی جنت میں جاؤ گے۔ جنت میں ہر وہ شخص داخل ہوگا جو موحد اور اپنے عمل میں مخلص ہوگا اور متبع سنت ہوگا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہود و نصاریٰ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، اس لیے کہ نہ وہ موحد ہیں، نہ اپنے عمل میں مخلص ہیں اور نہ متبع سنت ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ النَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ١ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [البقرة : ٦٢] ”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے اور نصاریٰ اور صابی، جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ٤٨] ”پھر جو شخص ایمان لے آئے اور اصلاح کر لے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۙ۰۰۷۵ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا١ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴾ [طٰهٰ : ٧٥، ٧٦] ”اور جو اس کے پاس مومن بن کر آئے گا کہ اس نے اچھے اعمال کیے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جن کے لیے سب سے بلند درجے ہیں۔ ہمیشگی کے باغات، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں موجود تھے، آپ نے ایک شخص کے متعلق جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا، فرمایا: ”یہ شخص دوزخ والوں میں سے ہے۔“ جب جنگ شروع ہوئی تو وہ شخص (مسلمانوں کی طرف سے) بڑی بہادری کے ساتھ لڑا اور وہ زخمی ہو گیا۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخ میں جائے گا، وہ تو آج بڑی بے جگری سے لڑا ہے اور (زخمی ہو کر) فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے اب بھی وہی جواب دیا : ”وہ جہنم میں گیا۔“ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ قریب تھا کہ بعض لوگوں کے دلوں میں کوئی شبہ پیدا ہوتا اور وہ اسی غور وفکر میں تھے کہ کسی نے بتایا کہ ابھی وہ مرا نہیں، البتہ زخم کاری ہے۔ پھر جب رات آئی تو اس نے زخموں کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: ”اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔“ پھر آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انھوں نے لوگوں میں یہ اعلان کر دیا: ”مسلمان کے سوا جنت میں کوئی اور داخل نہیں ہوگا اور کبھی اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد کسی فاجر شخص سے بھی لے لیتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الجهاد، باب أن الله ليؤيد الدين بالرجل الفاجر : ٣٠٦٢۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه ...... الخ : ١١١]

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ١۪ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى

شَيْءٍ ۙ وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

''اور یہودیوں نے کہا نصاریٰ کسی چیز پر نہیں ہیں اور نصاریٰ نے کہا یہودی کسی چیز پر نہیں ہیں، حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں، اسی طرح ان لوگوں نے بھی جو کچھ علم نہیں رکھتے، ان کی بات جیسی بات کہی، اب اللہ ان کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔''

پہلے اہل کتاب نے اپنے علاوہ تمام اہل ادیان کی گمراہی کا دعویٰ کیا، اب ایک دوسرے پر گمراہی اور کفر کا الزام لگا رہے ہیں۔ اس سے ان کی آپس کی نفرت اور دشمنی کا بھی اندازہ ہوتا ہے، حالانکہ اہل کتاب ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرتے، کیونکہ تورات و انجیل میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے۔ اسی طرح وہ تمام کتابیں جو اللہ نے بھیجی ہیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ حد یہ ہے کہ بت پرست، جن کے پاس نہ کوئی علم ہے نہ کوئی آسمانی کتاب، وہ بھی آسمانی ادیان والوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ صحیح راہ پر نہیں ہیں۔ افسوس! مسلمان بھی جب فرقوں میں تقسیم ہوئے تو ہر ایک نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ دوسرے فرقے کی بات کتاب و سنت کے مطابق ہے اسے غلط اور اپنے فرقے کی بات کو غلط جانتے ہوئے بھی درست قرار دیا، نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ : جو لوگ ایمان نہیں لائے اور ضد و ہٹ دھرمی سے اپنے اختلافات پر اڑے رہے، ان کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہی کرے گا، اس سے پہلے ممکن نہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ﴾ [البقرۃ : ۲۱۳] ''لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ [الجاثیۃ : ۱۷] ''اور انھیں (دین کے معاملے میں) واضح احکام عطا کیے، پھر انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس میں ضد کی وجہ سے، بے شک تیرا رب ان کے درمیان قیامت کے دن اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔''

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ لَهُمْ فِي

الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

''اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں سے منع کرے کہ ان میں اس کا نام لیا جائے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے؟ یہ لوگ، ان کا حق نہ تھا کہ ان میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے۔ ان کے لیے دنیا ہی میں ایک رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے پہلے یہود و نصاریٰ کی مذمت کی، پھر ان مشرکین کی بھی مذمت کی جنھوں نے رسول اکرم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے روک دیا اور اپنے بتوں اور معبودانِ باطلہ کے ساتھ ان پر غلبہ حاصل کر لیا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْۤا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [الأنفال : ۳۴] ''اور انھیں کیا ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے، جب کہ وہ مسجد حرام سے روک رہے ہیں، حالانکہ وہ اس کے متولی نہیں، اس کے متولی نہیں ہیں مگر جو متقی ہیں اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴾ [التوبة : ۱۷، ۱۸] ''مشرکوں کا کبھی حق نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں، اس حال میں کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی شہادت دینے والے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ آگ ہی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ کی مسجدیں تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا۔ تو یہ لوگ امید ہے کہ ہدایت پانے والوں سے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [الفتح : ۲۵] ''یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمھیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو بھی، اس حال میں کہ وہ اس سے روکے ہوئے تھے کہ اپنی جگہ تک پہنچیں۔ اور اگر کچھ مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں جنھیں تم نہیں جانتے تھے (اگر یہ نہ ہوتا) کہ تم انھیں روند ڈالو گے تو تم پر لاعلمی میں ان کی وجہ سے عیب لگ جائے گا (تو ان پر حملہ کر دیا جاتا) تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کر لے، اگر وہ (مومن اور کافر) الگ الگ ہو گئے ہوتے تو ہم ضرور ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے کفر کیا تھا، سزا دیتے، دردناک سزا۔'' اور فرمایا: ﴿ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ﴾ [العلق : ۹، ۱۰] ''کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابو جہل نے کہا، اگر میں نے محمد (ﷺ) کو کعبہ کے پاس

نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کی گردن کو روند ڈالوں گا۔ یہ بات نبی ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا: ''اگر اس نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو فرشتے اس کو پکڑ لیں گے۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالٰی : ﴿ كلا لئن لم ينته لنسفعًا بالناصية ...... الخ ﴾ : ٤٩٥٨]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ نماز پڑھ رہے تھے، اس نے اپنی چادر آپ کی گردن میں ڈال کر شدت کے ساتھ آپ کا گلا دبانا شروع کر دیا، اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، انھوں نے اسے ہٹایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾ [المؤمن : ٢٨] ''کیا تم ایک آدمی کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے ''میرا رب اللہ ہے'' حالانکہ یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح دلیلیں لے کر آیا ہے۔'' [بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ، باب : ٣٦٧٨]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، ابوجہل اور اس کے ساتھی بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے، کسی نے کہا، کون ہے جو بنوفلاں کے اونٹ کی اوجھڑی لا کر، جب یہ سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر رکھ دے؟ قوم کا بدبخت ترین شخص اٹھا اور اوجھڑی لے آیا، پھر وہ انتظار کرتا رہا، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا تو اس نے اس اوجھڑی کو رسول اللہ ﷺ کی پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں دیکھ رہا تھا، لیکن میں انھیں روک نہیں سکتا تھا، کاش مجھ میں روکنے کی سکت ہوتی۔ وہ ایک دوسرے پر ہنسی کی وجہ سے جھکے جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ سجدہ ہی میں رہے اور سر نہ اٹھایا، اتنے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور انھوں نے وہ اوجھڑی ہٹا دی، تو پھر رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک اٹھا سکے۔ [بخاری، کتاب الوضوء، باب إذا ألقی علی ظهر المصلی قذر ...... الخ : ٢٤٠۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب ما لقی النبی ﷺ من أذی المشرکین والمنافقین : ١٧٩٤]

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ : یعنی ایسے ظالم لوگوں کا اللہ کی مساجد کا متولی ہونا تو درکنار ان کو تو داخل بھی ڈرتے ہوئے ہونا چاہیے کہ انھوں نے کوئی شرارت کی تو سزا سے نہیں بچ سکیں گے۔ چونکہ مسجدیں اللہ کی ہیں اور حق یہ ہے کہ ان میں صرف اللہ کا نام لیا جائے، اس لیے تمام مشرکین کو مسجد حرام کے قریب آنے سے روک دیا گیا، خواہ وہ بت پرست ہوں یا عزیر و مسیح پرست، کیونکہ وہ اکیلے اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ منیٰ کے مقام پر حج کے موقع پر قربانی کے دن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کرنے والوں کے ساتھ مجھے بھی بھیجا، ہم اعلان کرتے تھے کہ ہرگز ہرگز اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے۔ [بخاری، کتاب الصلوة، باب ما یستر من العورة : ٣٦٩۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة : ٣٠٩١]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جزیرۃ العرب میں دو دین نہ رہنے دیے جائیں۔''

[مسند أحمد : ۲۷۵/٦، ح : ۲٦۳۰٦۔ موطأ إمام مالك، كتاب الجامع، باب ما جاء في إجلاء اليهود من المدينة : ۱۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ''میں ارادہ رکھتا ہوں کہ تمھیں سرزمین عرب سے جلا وطن کر دوں۔'' [بخاری، كتاب الجزية والموادعة، باب إخراج اليهود من جزيرة العرب : ۳۱٦۷]

وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

''اور اللہ ہی کے لیے مشرق و مغرب ہے، تو تم جس طرف رخ کرو، سو وہیں اللہ کا چہرہ ہے۔ بے شک اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ : اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں، بلکہ مراد خاص صورتوں میں قبلہ کی پابندی ختم کرنا ہے، کیونکہ اس سے پہلے ان ظالموں کا ذکر ہے جو اللہ کی مسجدوں سے روکتے ہیں، یعنی ان ظالموں کی اللہ کی مسجدوں سے روکنے اور انھیں ویران کرنے کی کوشش اللہ تعالیٰ کی عبادت کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ مشرق و مغرب کا مالک اللہ ہی ہے، سو انسان کو قبلہ کی طرف رخ کرنے میں اگر کوئی دشواری ہو، دشمن کا خوف ہو یا قبلہ معلوم نہ ہو سکے تو جس طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے درست ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ﴾ [البقرة : ۱٤٤] ''یقیناً ہم تیرے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں، تو ہم تجھے اس قبلے کی طرف ضرور پھیر دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے، سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور تم جہاں بھی ہو سو اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو۔''

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ جا رہے تھے، دوران سفر میں آپ اپنی سواری پر جدھر بھی اس کا رخ ہوتا نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: ﴿ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ﴾ ''تم جدھر بھی منہ کرو گے ادھر اللہ کا منہ ہوگا۔'' [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب جواز صلوة النافلة على الدابة في السفر حيث توجهت : ۷۰۰/۳۳]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز سواری پر پڑھ لیا کرتے تھے، اگرچہ سواری کا منہ کسی طرف بھی ہوتا اور وتر بھی اسی پر پڑھ لیا کرتے تھے، البتہ فرض نماز سواری پر نہیں پڑھتے تھے۔ [بخاری ، كتاب التقصير، باب ينزل للمكتوبة : ۱۰۹۸۔ مسلم ، كتاب صلاة المسافرين ، باب جواز صلوة النافلة ...... الخ : ۷۰۰/۳۹]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر مشرق (غیر قبلہ) کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیا کرتے تھے، پھر جب آپ فرض نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر جاتے اور قبلہ کی طرف منہ

کرتے۔[بخاری ، کتاب التقصیر ، باب ینزل للمکتوبۃ : ۱۰۹۹]

انس بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ جب شام سے آئے تو ہم نے ان کا استقبال کیا۔ ہم نے ان سے عین التمر میں ملاقات کی ، میں نے دیکھا کہ وہ گدھے پر قبلہ کی بائیں جانب منہ کر کے نماز پڑھ رہے ہیں۔ (وہ نماز پڑھ چکے تو) میں نے ان سے پوچھا کہ میں نے آپ کو غیر قبلہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ (اس کی کیا وجہ ہے؟) انھوں نے فرمایا، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی ایسا نہ کرتا۔[بخاری، کتاب التقصیر، باب صلوۃ التطوع علی الحمار : ۱۱۰۰۔ مسلم ، کتاب صلوۃ المسافرین ، باب جواز صلوۃ النافلۃ علی الدابۃ فی السفر حیث توجهت : ۷۰۲]

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز خوف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کی کیفیت بیان کی ، پھر فرمایا، اگر خوف اس سے بھی زیادہ شدید ہو تو پا پیادہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر یا سواریوں پر نماز پڑھ لو، خواہ رخ قبلے کی طرف ہو یا نہ ہو۔ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات نبی ﷺ کے حوالے ہی سے بیان فرمائی تھی۔[بخاری ، کتاب التفسیر ، باب قوله : ﴿ فإن خفتم فرجالًا أو ركبانًا فإذا أمنتم ﴾ : ۴۵۳۵]

وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

”اور انھوں نے کہا اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے، وہ پاک ہے، بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔“

اللہ کی مسجدوں سے روکنے والوں کا یہ ایک اور ظلم بیان فرمایا کہ انھوں نے کہا کہ اللہ نے کوئی اولاد بنا رکھی ہے۔ چنانچہ یہود نے عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، اسی طرح مشرکینِ عرب نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴾[التوبۃ : ۳۰] ”اور یہودیوں نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کا اپنے مونہوں کا کہنا ہے وہ ان لوگوں کی بات کی مشابہت کر رہے ہیں جنھوں نے ان سے پہلے کفر کیا۔ اللہ انھیں مارے، کدھر بہکائے جا رہے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۴۰] ”پھر کیا تمھارے رب نے تمھیں بیٹوں کے ساتھ چن لیا اور خود فرشتوں میں سے بیٹیاں بنا لی ہیں؟ بے شک تم یقیناً ایک بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾

لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مریم : ۸۸ تا ۹۵] ''اور انھوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنا لی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ کہ انھوں نے رحمان کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا۔ حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔''

سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : فرمایا کہ اللہ کی ذات ان باطل دعووں سے پاک ہے۔ آسمان و زمین کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب اللہ کے مملوک اور بندے ہیں اور اس کے حضور عجز و انکسار کے ساتھ جھکے ہوئے ہیں۔ بندوں میں سے کوئی اللہ کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ اولاد تو دو متناسب ذاتوں کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہے، اللہ کا کوئی شریک اور نظیر نہیں اور نہ اس کی کوئی بیوی ہے، پھر اللہ کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ابن آدم میری تکذیب کرتا ہے، حالانکہ یہ اسے زیبا نہیں، وہ مجھے گالیاں دیتا ہے اور یہ بھی اسے زیبا نہیں۔ تکذیب تو اس کی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میں اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں اور گالی اس کی یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میری اولاد ہے۔ میں پاک ہوں اس بات سے کہ میری کوئی بیوی ہو یا کوئی اولاد ہو۔'' [بخاری ، کتاب التفسیر ، باب : ﴿ وقالوا اتخذ اللہ ولدًا سبحانہ ﴾ : ۴۴۸۲]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: '' (میدان محشر میں) نصاریٰ کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا، تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے، تو ان سے کہا جائے گا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ کی تو کوئی بیوی ہی نہیں۔'' [بخاری ، کتاب التفسیر ، باب قولہ : ﴿ إن اللہ لا يظلم مثقال ذرة ﴾ : ۴۵۸۱]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اذیت و تکلیف کی بات سن کر اللہ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں، لوگ اس کی اولاد بناتے ہیں، پھر بھی وہ ان کو عافیت دیتا ہے اور رزق فراہم کرتا ہے۔'' [بخاری ، کتاب الأدب ، باب الصبر فی الأذی ...... الخ : ۶۰۹۹]

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۱۱۷

''آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے بس یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔''

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : یعنی اللہ تو وہ ہے کہ آسمان و زمین کو بغیر کسی نمونے کے بنانے والا ہے۔ وہ جو کام کرنا

چاہے اس کے لیے صرف لفظ ''کُنْ'' کافی ہے۔ ایسی ذات کو بھلا اولاد کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟ ارشاد فرمایا: ﴿ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ۱۰۱] ''وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اس کی اولاد کیسے ہوگی، جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

لفظ ''بدعت'' بدیع سے ماخوذ ہے، تو ہر وہ بات جو اسلام میں نئی پیدا کی جائے اور جس کی تائید قرآن و سنت سے نہ ملے، اسے بدعت کہا جاتا ہے۔ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ)) ''بے شک (دین میں) ہر نئی چیز بدعت ہے۔'' [أبو داؤد ، کتاب السنة ، باب فی لزوم السنة : ۴۶۰۷]

وَاِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ : اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالِ قدرت اور عظیم بادشاہی کی خبر دی ہے کہ جب وہ کسی چیز کے ہو جانے کا فیصلہ کرتا ہے، تو (کُنْ) یعنی ''ہو جا'' کہتا ہے اور وہ چیز اللہ کے ارادے کے مطابق وجود میں آ جاتی ہے۔ کوئی شے (وجود میں آنے سے) نافرمانی نہیں کر سکتی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [یٰسٓ : ۸۲] ''اس کا حکم تو، جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کے سوا نہیں ہوتا کہ اسے کہتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴾ [آل عمران : ۵۹] ''بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی طرح ہے کہ اسے تھوڑی سی مٹی سے بنایا، پھر اسے فرمایا ہو جا، سو وہ ہو جاتا ہے۔''

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

''اور ان لوگوں نے کہا جو نہیں جانتے ہم سے اللہ کلام کیوں نہیں کرتا؟ یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ ایسے ہی ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے، ان کی بات جیسی بات کہی، ان کے دل ایک دوسرے جیسے ہو گئے ہیں۔ بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں جو یقین کرتے ہیں۔''

اس سے مراد مشرکین عرب ہیں جنھوں نے یہودیوں کی طرح مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے براہِ راست گفتگو کیوں نہیں کرتا یا کوئی بڑی نشانی کیوں نہیں دکھا دیتا؟ جسے دیکھ کر ہم مسلمان ہو جائیں۔ یہاں ''آیت'' سے مراد مشرکین کی مرضی کی نشانیاں ہیں، جن سے ان کی عقلِ فاسد اور جرأت علی اللہ کا پتا چلتا ہے، مشرکین مکہ اس قسم کے سوالات ہمیشہ ہی کیا کرتے تھے۔ کبھی کہتے تھے ''ہم اللہ کو دیکھنا چاہتے ہیں''، کبھی کہتے ''اگر تم رسول ہو تو ایک فرشتہ تمھارے ساتھ کیوں نہیں رہتا جو لوگوں کو تمھاری طرف بلاتا رہے'' اور کبھی کہتے ''اگر تم رسول ہو تو تمھارے پاس خزانہ کیوں نہیں

ہے۔'' یا یہ کہ ''تمھارے پاس کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہونا چاہیے۔'' ان کا مقصد طلب ہدایت نہیں بلکہ شرارت اور فتنہ انگیزی ہوتا تھا، ان کے بعض ایسے مطالبوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۲۴] ''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ ہمیں اس جیسا دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا، اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔ عنقریب ان لوگوں کو جنھوں نے جرم کیے، اللہ کے ہاں بڑی ذلت پہنچے گی اور بہت سخت عذاب، اس وجہ سے کہ وہ فریب کیا کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۹۰ تا ۹۳] ''اور انھوں نے کہا ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے، یہاں تک کہ تو ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ جاری کرے۔ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگور کا ایک باغ ہو، پس تو اس کے درمیان نہریں جاری کر دے، خوب جاری کرنا۔ یا آسمان کو ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے، جیسا کہ تو نے دعویٰ کیا ہے، یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے۔ یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر ہو، یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کا ہرگز یقین نہ کریں گے، یہاں تک کہ تو ہم پر کوئی کتاب اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔ تو کہہ میرا رب پاک ہے، میں تو ایک بشر کے سوا کچھ نہیں جو رسول ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴾ [الفرقان : ۲۱] ''اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے، ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے، یا ہم اپنے رب کو دیکھتے؟ بلاشبہ یقیناً وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انھوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔''

اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّ لَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ۝۱۱۹

''بے شک ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور تجھ سے جہنم والوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔''

یعنی آپ کا کام حق پہنچاتے ہوئے خوشخبری دینا اور ڈرانا ہے۔ آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ لوگ مسلمان کیوں نہیں ہوئے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴾ [الغاشیۃ : ۲۱، ۲۲] ''پس تو نصیحت کر، تو صرف نصیحت کرنے والا ہے۔ تو ہرگز ان پر کوئی مسلط کیا ہوا نہیں ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ

﴿وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾ [ق : ٤٥] ”ہم اسے زیادہ جاننے والے ہیں جو یہ کہتے ہیں اور تو ان پر کوئی زبردستی کرنے والا نہیں، سو قرآن کے ساتھ اس شخص کو نصیحت کر جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے۔“

عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا، یہ آیت جو قرآن میں ہے: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ [الفتح : ۸] ”بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تورات میں بھی یہی فرمایا ہے: ”اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور ان پڑھوں (عربوں) کی حفاظت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ بدخو ہیں اور نہ سخت دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا) وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے، بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے اور اللہ ان کی روح اس وقت تک قبض نہیں کرے گا جب تک وہ کج قوم (عرب) کو سیدھا نہ کر لیں، یعنی جب تک وہ ان سے ”لا الٰہ الا اللہ“ کا اقرار نہ کرا لیں، پس اس کلمۂ توحید کے ذریعے وہ اندھی آنکھوں کو، بہرے کانوں کو، پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں گے۔“ [بخاری ، کتاب التفسیر ، باب ﴿ إنا أرسلناك شاهدًا ...... الخ ﴾ : ٤٨٣٨]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھے اور پکارا: ”یا صباحاہ!“ (لوگو، دوڑو!) اس آواز پر قریش جمع ہو گئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تمھاری کیا رائے ہے، اگر میں تمھیں بتاؤں کہ دشمن صبح کے وقت یا شام کے وقت تم پر حملہ کرنے والا ہے، تو کیا تم میری بات کی تصدیق نہیں کرو گے؟“ انھوں نے کہا کہ ہم آپ کی تصدیق کریں گے۔ آپ نے فرمایا: ”پھر میں تم کو سخت ترین عذاب (دوزخ) سے ڈرانے والا ہوں۔“ ابولہب (مردود) بولا، تو ہلاک ہو جائے، کیا تو نے اسی لیے ہمیں بلایا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾ نازل فرمائی۔ [بخاری ، کتاب التفسیر ، باب ﴿ إن هو إلا نذير لكم ...... الخ ﴾ : ٤٨٠١۔ مسلم کتاب الإیمان ، باب قوله تعالى : ﴿ وأنذر عشيرتك الأقربين ﴾ : ٢٠٨/٣٥٥]

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾

”اور تجھ سے یہودی ہرگز راضی نہ ہوں گے اور نہ نصاریٰ، یہاں تک کہ تو ان کی ملت کی پیروی کرے۔ کہہ دے بے شک اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اور اگر تو نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، اس علم کے بعد جو تیرے پاس آیا ہے، تو

تیرے لیے اللہ سے (چھڑانے میں) نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مدد گار۔“

اس میں یہود و نصاریٰ کے ایمان لانے سے غایت درجہ کی نا امیدی کی خبر دی گئی ہے۔ فرمایا اے میرے رسول! یہود و نصاریٰ آپ سے کبھی خوش نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ آپ ان کے دین کو قبول کر لیں۔ اس لیے ان کی مرضی حاصل کرنے کی کوشش اچھی بات نہیں۔ آپ بس اللہ کی رضا طلب کریں اور ان کے سامنے دین حق پیش کریں، جو آپ کو دے کر بھیجا گیا ہے اور جس کے علاوہ کوئی بھی دین، دین حق نہیں۔ ان کی عداوت و دشمنی آپ کو ہرگز نقصان نہ دے گی۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ یہود و نصاریٰ کے پاس ہدایت نہیں خواہشِ نفس ہے، اور وہ دوسروں کو اسی کی طرف بلاتے ہیں۔ اس میں امتِ مسلمہ کے لیے شدید وعید ہے کہ اگر قرآن و سنت کا علم آ جانے کے بعد یہود و نصاریٰ کی راہ اپنائیں گے تو اللہ کے عذاب سے انھیں کوئی نہیں بچا سکتا۔ لہٰذا وہی لوگ کامیاب ہیں جو کتاب و سنت سے تمسک اور اس کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر لڑتے ہوئے غالب رہے گی، ان کی مخالفت کرنے والے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، حتیٰ کہ قیامت آ جائے گی۔“ [مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم : لا تزال طائفة ...... الخ : ۱۹۲۰۔ بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لا تزال طائفة من ...... الخ : ۷۳۱۱]

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع ۱۴

”وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی ہے، اسے پڑھتے ہیں جیسے اسے پڑھنے کا حق ہے، یہ لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کوئی اس کے ساتھ کفر کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔“

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ : اہل کتاب کے اعمال بد کا ذکر کرنے کے بعد اب ان میں سے نیک اور اللہ سے ڈرنے والے لوگوں کا ذکر فرمایا کہ وہ کتاب کو اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح اسے پڑھنے کا حق ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [صٓ : ۲۹] ”یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دو آدمیوں کے علاوہ کسی پر رشک نہیں کیا جا سکتا، ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا، وہ رات اور دن کے اوقات میں اسے تلاوت کرتا ہے، اس کا پڑوسی سنتا ہے تو کہتا ہے کاش! مجھے بھی وہ چیز دی جاتی جو فلاں کو دی گئی ہے تو میں بھی اس کے مثل عمل کرتا، اور دوسرے اس شخص پر

اور وہ اس کو راہ حق میں خرچ کرتا ہو، پھر کوئی شخص (بطور رشک) کہے کہ کاش! مجھے بھی اسی طرح مال و دولت ملتی جس طرح فلاں کو دی گئی تو میں بھی اسی کی طرح (راہ حق میں) خرچ کرتا۔'' [بخاری ، کتاب فضائل القرآن ، باب اغتباط صاحب القرآن : ۵۰۲۶]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ مومن جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے، ایسے ہے جیسے ترنجبین کہ جس کا مزا بھی اچھا اور خوشبو بھی اچھی اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا لیکن اس پر عمل کرتا ہے، ایسے ہے جیسے کھجور کہ مزا تو اچھا ہے لیکن خوشبو کچھ نہیں۔'' [بخاری ، کتاب فضائل القرآن، باب إثم من راءى بقراءة القرآن ...... الخ : ۵۰۵۹]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب آیتِ رحمت سے گزر ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے اور جب آیت عذاب کی تلاوت کرتے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔ [مسند أحمد : ۳۸۲/۵، ح : ۲۳۳۰۲۔ مسلم ، کتاب صلوة المسافرین ، باب استحباب تطویل القراء ة فی صلاة اللیل : ۷۷۲]

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ : یعنی جو لوگ دین حق کا انکار کریں وہی درحقیقت خسارہ پانے والے ہوں گے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اس امت میں سے (یعنی اس زمانے کا) کوئی ایک یہودی یا عیسائی (یا کوئی اور دین والا) اگر میرے بارے میں سنے اور اس حالت میں مرے کہ وہ میرے ساتھ ایمان نہ لائے تو وہ جہنم رسید ہوگا۔'' [مسلم، کتاب الإیمان ، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا ...... الخ : ۱۵۳۔ السنن الکبریٰ للنسائی : ۳۶۳/۶، ح : ۱۱۲۴]

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

''اے بنی اسرائیل! میری نعمت یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور یہ کہ بلاشبہ میں نے ہی تمھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔ اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ اسے کوئی سفارش نفع دے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

آیت کے تکرار سے مقصود بنی اسرائیل کو اللہ کے انعامات یاد دلا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دلانا ہے کہ وہ محض حسد کی بنیاد پر ان کا انکار نہ کریں اور تورات میں ان کی جو صفات بیان کی گئی ہیں انھیں نہ چھپائیں اور قیامت کے دن کے عذاب سے ڈریں، وہاں کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [البقرة : ۲۵۴]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤٨] ''اور اس دن سے بچو جب نہ کوئی جان کسی جان کے کچھ کام آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔''

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾

''اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں کے ساتھ آزمایا تو اس نے انھیں پورا کر دیا۔ فرمایا بے شک میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ کہا اور میری اولاد میں سے بھی؟ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔''

بنی اسرائیل سے خطاب کی ابتدا اللہ کی نعمتیں یاد دلانے اور قیامت اور اس کی ہولناکیوں سے ڈرانے سے ہوئی، مسلسل چوراسی آیات میں ان پر اللہ کی نعمتوں کے ساتھ ساتھ ان کی نافرمانیوں کا ذکر فرمایا۔ آخر میں دوبارہ انھیں اللہ کی نعمتیں یاد دلائی گئیں اور آخرت کے دن سے ڈرایا گیا اور متنبہ کیا گیا کہ اوپر بیان کی ہوئی بدکرداریوں کی وجہ سے تم ظالم ٹھہرے، سو اب امامت و قیادت بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل میں منتقل ہو رہی ہے، جن میں ایک پیغمبر مبعوث کرنے کی دعا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی بنیادیں اٹھاتے وقت کی تھی۔ مقصود ان آیات کا اور پچھلی تمام آیات کا اہل کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی پیروی کرنے پر ابھارنا ہے۔

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ : بعض مفسرین نے ان باتوں سے مراد والد، قوم اور بادشاہ کو توحید کی دعوت، بت پرستی، ستارہ پرستی اور شاہ پرستی کی تردید، آگ میں پھینکے جانے پر صبر، پھر ہجرت، مصر کے جبار کی دست درازی کے باوجود استقامت، بیوی بچے کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑنا، اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے پر مکمل آمادگی کو لیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ۝ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴾ [الأنبياء : ٦٨ تا ٧٠] ''انھوں نے کہا اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو، اگر تم کرنے والے ہو۔ ہم نے کہا اے آگ! تو ابراہیم پر سراسر ٹھنڈک اور سلامتی بن جا۔ اور انھوں نے اس کے ساتھ ایک چال کا ارادہ کیا تو ہم نے انھی کو انتہائی خسارے والے کر دیا۔'' اور فرمایا: ﴿ رَبَّنَاۤ اِنِّيْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْۤ اِلَيْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴾ [إبراھیم : ٣٧] ''اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں آباد کیا ہے، جو کسی کھیتی والی نہیں، تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ سو کچھ لوگوں کے دل ایسے کر دے کہ ان کی

طرف مائل رہیں اور انھیں پھلوں سے رزق عطا کر، تا کہ وہ شکر کریں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴾ [الصافات : ۹۹] ''اور اس نے کہا بے شک میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ؗ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَ نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴾ [الصافات : ۱۰۲ تا ۱۰۶] ''پھر جب وہ اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا تو اس نے کہا اے میرے چھوٹے بیٹے! بلاشبہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ بے شک میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھ تو کیا خیال کرتا ہے؟ اس نے کہا اے میرے باپ! تجھے جو حکم دیا جا رہا ہے کر گزر، اگر اللہ نے چاہا تو تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ تو جب دونوں نے حکم مان لیا اور اس نے اسے پیشانی کی ایک جانب پر گرا دیا۔ اور ہم نے اسے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے خواب سچا کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ بے شک یہی تو یقیناً کھلی آزمائش ہے۔''

ان کلمات کی تعیین کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو طہارت کے ساتھ آزمایا، جن میں پانچ چیزیں سر سے متعلق ہیں اور پانچ چیزیں باقی جسم سے متعلق، سر سے متعلق جو چیزیں ہیں ان میں مونچھیں کاٹنا، کلی کرنا، وضو کے دوران میں ناک میں پانی چڑھانا، مسواک کرنا اور درمیان سے مانگ نکالنا ہے، جو چیزیں باقی جسم سے متعلق ہیں ان میں ناخن کاٹنا، زیر ناف بال صاف کرنا، ختنہ، بغلوں کے بال نوچنا اور بول و براز کے بعد پانی سے استنجا کرنا ہے۔ [تفسیر طبری : ۱/ ۵۷۲، ح : ۱۹۱۲]

صحیح احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امور کو فطرت میں سے شمار کیا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دس باتیں فطرت سے ہیں: ① مونچھیں کاٹنا۔ ② داڑھی بڑھانا۔ ③ مسواک کرنا۔ ④ وضو کے دوران میں ناک میں پانی چڑھانا۔ ⑤ ناخن تراشنا۔ ⑥ پوروں کو دھونا۔ ⑦ بغلوں کے بال نوچنا۔ ⑧ زیر ناف بال صاف کرنا۔ ⑨ اور جسم پر پانی بہانا۔'' راوی کا بیان ہے کہ دسویں بات میں بھول گیا ہوں، یہ شاید کلی کرنا تھی۔ وکیع کہتے ہیں کہ جسم پر پانی بہانے سے مراد استنجا کرنا ہے۔ [مسلم ، کتاب الطهارة ، باب خصال الفطرة : ۲۶۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امور فطرت پانچ ہیں: ① ختنہ کرنا۔ ② زیر ناف بال صاف کرنا۔ ③ بغلوں کے بال نوچنا۔ ④ ناخن تراشنا۔ ⑤ اور مونچھیں کاٹنا۔'' [بخاری ، کتاب اللباس ، باب قص الشارب : ۵۸۸۹۔ مسلم ، کتاب الطهارة ، باب خصال الفطرة : ۲۵۷]

حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش میں یہ سب چیزیں شامل ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں جو بھی حکم دیا انھوں نے پورا کر دکھایا، بڑھاپے میں بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تو پورا کر دیا، اسّی سال کی عمر میں ختنے کا حکم ہوا تو وہ کر دیا۔ [بخاری ، کتاب الاستئذان ، باب الختان بعد الكبر و نتف الإبط : ۶۲۹۸]

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ؕ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآىِٕفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

''اور جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لیے لوٹ کر آنے کی جگہ اور سراسر امن بنایا، اور تم ابراہیم کی جائے قیام کو نماز کی جگہ بناؤ۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکیدی حکم دیا کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔''

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا : لوگ بار بار اللہ کے گھر کی طرف لوٹ کر آتے ہیں، کبھی ان کا دل نہیں بھرتا اور اسے سراسر امن والا بنا دیا گیا ہے۔ جاہلیت میں بھی آدمی اس گھر میں اپنے دشمن کو دیکھتا مگر اسے کچھ نہ کہتا، اسلام نے اس احترام میں تاکید اور اضافہ ہی کیا، ارشاد فرمایا: ﴿ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ ﴾ [المائدۃ : ۹۷] ''اللہ نے کعبہ کو، جو حرمت والا گھر ہے، لوگوں کے قیام کا باعث بنایا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۚ﴿۹۶﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ۬ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۹۶، ۹۷]
''بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا، یقیناً وہی ہے جو بکہ میں ہے، بہت بابرکت اور جہانوں کے لیے ہدایت ہے۔ اس میں واضح نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو کوئی اس میں داخل ہوا امن والا ہو گیا اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج (فرض) ہے، جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھے اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ تمام جہانوں سے بہت بے پروا ہے۔''

وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى : سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے تین باتوں میں اپنے رب کی موافقت کی، یا آپ نے یہ فرمایا کہ میرے رب نے تین باتوں میں میری موافقت کی۔ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! کاش! آپ مقام ابراہیم کو نماز کے لیے جائے قیام بنا لیں (تو مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی) اور میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! نیک و بد ہر قسم کے لوگ آپ کے پاس آتے ہیں، کیوں نہ آپ امہات المومنین کو پردے کا حکم دے دیں، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب کو نازل فرما دیا اور جب مجھے یہ بات پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں سے خفا ہیں تو میں نے ان سے کہا کہ تم یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنے سے باز آ جاؤ گی یا پھر اللہ تعالیٰ تمھارے بدلے میں اپنے نبی کو تم سے بھی اچھی بیویاں عطا فرمائے گا، حتیٰ کہ جب میں امہات المومنین میں سے ایک کے پاس گیا تو اس نے کہا، اے عمر! اپنی بیویوں کو وعظ کرنے کے لیے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کافی نہیں ہے کہ آپ نے انھیں وعظ فرمانا شروع کر دیا ہے؟ بہرحال اس موقع پر اللہ

تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ﴾ [التحريم : ٥] ''اس کا رب قریب ہے، اگر وہ تمھیں طلاق دے دے کہ تمھارے بدلے اسے تم سے بہتر بیویاں دے دے، جو اسلام والیاں، ایمان والیاں، اطاعت کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں ہوں، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں۔'' [بخاری ، کتاب التفسیر ، باب ﴿ و اتخذوا من مقام إبراهيم مصلى ﴾ : ٤٤٨٣۔ مسلم ، کتاب فضائل الصحابة ، باب من فضائل عمر رضی الله عنه : ٢٣٩٩]

عمرو بن دینار رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے سات چکروں میں بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ [بخاری، کتاب الحج، باب من صلى ركعتي الطواف خلف المقام : ١٦٢٧]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (طواف کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم کی طرف آئے اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ﴾ پھر آپ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان کر لیا اور دو رکعت نماز پڑھی، جن میں آپ نے ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ اور ﴿ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ کی تلاوت کی۔ [مسلم ، کتاب الحج، باب حجة النبي صلی اللہ علیہ وسلم : ١٢١٨]

وَعَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ : طہارت سے مراد کوڑے کرکٹ سے صفائی ہی نہیں، بلکہ بت پرستی اور شرک کی تمام نجاستوں سے صفائی بھی ہے، کیونکہ طواف، اعتکاف، رکوع اور سجدہ اللہ کے سوا کسی کا حق نہیں۔ تطہیر مساجد کا حکم بھی اسی آیتِ کریمہ سے ماخوذ ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ﴾ [النور : ٣٦، ٣٧] ''ان گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ بلند کیے جائیں اور ان میں اس کا نام یاد کیا جائے، اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں ان میں صبح و شام۔ وہ مرد جنھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ کوئی تجارت غافل کرتی ہے اور نہ کوئی خرید و فروخت۔''

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسجدیں اسی کام کے لیے ہیں جن کے لیے انھیں بنایا جاتا ہے۔'' [مسلم، کتاب المساجد ، باب النهي عن نشد الضالة ...... الخ : ٥٦٩]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محلوں میں مسجدیں بنانے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی کہ انھیں صاف ستھرا رکھا جائے اور خوشبودار بنایا جائے۔ [أبو داوٗد ، کتاب الصلوة ، باب اتخاذ المساجد في الدور : ٤٥٥۔ ترمذی ، کتاب الجمعة، باب ما ذكر في تطييب المساجد : ٥٩٤]

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ

مِنۡهُمۡ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنۡ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۲۶﴾

''اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس (جگہ) کو ایک امن والا شہر بنا دے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق دے، جو ان میں سے اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ فرمایا اور جس نے کفر کیا تو میں اسے بھی تھوڑا سا فائدہ دوں گا، پھر اسے آگ کے عذاب کی طرف بے بس کروں گا اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بھی قبول فرمائی اور مکہ معظمہ کو امن والا شہر بنا دیا۔ اب حرم کی حدود میں کسی کا خون بہانا، اس کے درختوں کو کاٹنا، شکار کو بھگانا وغیرہ جائز نہیں، اور رزق کی وہ فراوانی فرمائی کہ مکہ میں کھیتی باڑی نہ ہونے کے باوجود وہاں سارا سال دنیا بھر کے تازہ پھل اور ہر قسم کا غلہ اتنی فراوانی سے ملتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت ہر شخص کو آنکھوں سے نظر آتی ہے۔

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجۡنُبۡنِىۡ وَبَنِىَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ﴾ [إبراهيم : ٣٥] ''اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔''

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو حرم اور امن والا قرار دیا تھا اور میں مدینہ اور اس کے دونوں کناروں کے مابین کے علاقے کو حرم قرار دیتا ہوں، لہٰذا یہاں کا شکار نہ مارا جائے اور اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔'' [السنن الكبرىٰ للنسائي : ٤٨٧/٢، ح : ٤٢٨٤]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ارشاد فرمایا تھا: ''اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت والا قرار دے دیا تھا جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت کے دن تک یہ شہر حرمت والا ہے، مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس شہر میں جنگ و قتال حلال نہ تھا اور میرے لیے بھی صرف ایک دن کے کچھ حصے میں اسے حلال قرار دیا گیا تھا اور اب اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے یہ روز قیامت تک حرمت والا ہے۔ لہٰذا اس کے کانٹے کو نہ کاٹا جائے، اس کے شکار کو نہ بھگایا جائے، اس کے لقطہ (یعنی گری ہوئی چیز) کو صرف وہی شخص اٹھائے جو لقطہ کا اعلان کرائے، اسی طرح اس کی گھاس کو بھی نہ کاٹا جائے۔'' سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اِذخر نامی گھاس کے کاٹنے کی اجازت دے دیجیے، کیونکہ یہ گھروں میں اور لوہاروں کی بھٹیوں میں استعمال ہوتی ہے، تو آپ نے فرمایا: ''ہاں! اذخر نامی گھاس اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔'' [بخاري، كتاب الجزية والموادعة، باب إثم الغادر للبر والفاجر : ٣١٨٩۔ مسلم، كتاب الحج، باب تحريم مكة وتحريم صيدها ...... الخ : ١٣٥٣]

ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عمرو بن سعید (والیٔ مدینہ) سے اس وقت کہا جب وہ (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف) مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا کہ اے امیر محترم! مجھے اجازت دیجیے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد بیان کروں جسے آپ نے فتح مکہ کے دن صبح کے وقت ارشاد فرمایا تھا، جو خود میرے کانوں نے سنا، جسے میرے دل نے یاد رکھا اور جب آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا تو میری آنکھوں نے آپ کا دیدار کیا تھا، آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا تھا: ''مکہ کو (یہاں رہنے والے) لوگوں نے نہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے حرم قرار دیا ہے، چنانچہ کسی بھی ایسے شخص کے لیے جس کا اللہ تعالیٰ کی ذات اور روز آخرت پر ایمان ہو، یہ حلال نہیں کہ وہ یہاں خون بہائے، یا یہاں کے کسی درخت کو کاٹے، اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد وقتال سے استدلال کرے تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس کی خصوصی اجازت عطا فرمائی تھی، جبکہ تمھیں اس کی اجازت نہیں بخشی اور میرے لیے بھی صرف آج کے دن صرف کچھ وقت کے لیے یہاں جہاد حلال قرار دیا گیا ہے اور آج پھر حرمت اسی طرح لوٹ آئی ہے، جس طرح کل تھی۔ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ باتیں ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔'' ابو شریح رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ عمرو بن سعید نے یہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سن کر تمھیں کیا جواب دیا؟ انھوں نے کہا، انھوں نے مجھے یہ جواب دیا، ابو شریح! ان باتوں کا مجھے آپ سے زیادہ علم ہے، میں جانتا ہوں کہ حرم کسی نافرمان کو، کسی قاتل کو اور کسی تخریب کار کو پناہ نہیں دیتا۔ [بخاری ، کتاب جزاء الصید ، باب لا یعضد شجر الحرم : ۱۸۳۲۔ مسلم ، کتاب الحج ، باب تحریم مکۃ و تحریم صیدها ...... الخ : ۱۳۵۴]

وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا ﴾ [القصص : ۵۷] ''اور کیا ہم نے انھیں ایک با امن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں، ہماری طرف سے روزی کے لیے۔''

وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا : اللہ تعالیٰ نے اس مصلحت سے کہ سب لوگ کافر نہ ہو جائیں، کافروں کے ہر فرد کو بہت زیادہ مال ومتاع عطا نہیں فرمایا، ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اتنی حقیر شے ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کو دنیا میں بہت کچھ دے سکتا تھا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْلَاۤ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝ وَ لِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۝ وَ زُخْرُفًا ؕ وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴾ [الزخرف : ۳۳ تا ۳۶] '' اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی امت ہو جائیں گے تو یقیناً ہم ان لوگوں کے لیے جو رحمان کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی، جن پر وہ چڑھتے ہیں۔ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی، جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں۔ (چاندی کے بنا دیتے) اور سونے کے اور یہ سب کچھ دنیا کی زندگی کے سامان کے سوا کچھ نہیں اور آخرت تیرے رب کے ہاں متقی لوگوں کے لیے ہے۔ اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا

بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہنے والا ہوتا ہے۔‘‘

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر بھیڑ کے ایک چھوٹے کان والے مردہ بچے کے پاس سے ہوا تو آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: ’’تم میں سے کون اسے ایک درہم میں خریدنا پسند کرتا ہے؟‘‘ لوگوں نے کہا کہ ہم تو اسے کسی بھی چیز کے عوض لینا پسند نہیں کرتے، ہم اس کا کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا: ’’کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمھیں (بغیر قیمت ہی کے) مل جائے!‘‘ لوگوں نے کہا، اللہ کی قسم! اگر یہ زندہ ہوتا تو تب بھی اس میں عیب تھا کہ اس کے کان چھوٹے ہیں اور اب (ہم اسے کیسے لے سکتے ہیں کہ اب) تو یہ ہے بھی مردہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کی قسم! (تو سن لو!) تمھارے نزدیک یہ جتنا حقیر ہے دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الزھد ، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر : ۲۹۵۷]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر دنیا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔‘‘ [ترمذی، کتاب الزھد، باب ما جاء في هوان الدنيا على الله عزوجل : ۲۳۲۰]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تکلیف دہ بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا اور کوئی نہیں ہے کہ لوگ اللہ کا (شریک ٹھہراتے اور اس کا) بیٹا بناتے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ انھیں رزق دیتا اور عافیت سے نوازتا ہے۔‘‘ [بخاری ، کتاب الأدب ، باب الصبر على الأذى ...... الخ : ۶۰۹۹۔ مسلم ، کتاب صفات المنافقين ، باب في الكفار : ۲۸۰۴]

ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ : یعنی اللہ تعالیٰ انسان کو تھوڑی مدت تک دنیا میں مہلت دینے کے بعد پھر اپنی سخت گرفت میں لے لیتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴾ [الحج : ۴۸] ’’اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں میں نے مہلت دی، اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔‘‘

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے، حتیٰ کہ جب اسے پکڑ لیتا ہے تو پھر اسے چھوڑتا نہیں۔‘‘ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴾ [ھود : ۱۰۲] ’’اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے، اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والی ہوتی ہیں، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک، بہت سخت ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب التفسير ، باب قوله : ﴿ وكذلك أخذ ربك ...... الخ ﴾ : ۴۶۸۶۔ مسلم ، کتاب البر والصلة ، باب تحريم الظلم : ۲۵۸۳]

﴿ وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ (۱۲۷)

’’اور جب ابراہیم اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہا تھا اور اسماعیل بھی۔ اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اپنی قوم کو بتائیں کہ ابراہیم اور ان کے بیٹے اسماعیل، ام القریٰ کی سرزمین میں اللہ کا گھر بناتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ اے ہمارے رب اسے قبول کر لے۔

وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ ﴾ [الحج : ۲٦] ’’اور جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ متعین کر دی۔‘‘

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! زمین میں سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسجد حرام۔‘‘ پھر پوچھا، اس کے بعد کون سی مسجد بنائی گئی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’مسجد اقصیٰ۔‘‘ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا، ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’چالیس سال۔‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳۳٦٦۔ مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد و مواضع الصلوۃ : ۵۲۰]

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عورتوں نے کمر کے پٹکے کا استعمال سب سے پہلے اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سے سیکھا تھا اور انھوں نے اسے اس لیے استعمال کیا تھا، تاکہ سارہ علیہا السلام سے اپنے قدموں کے نشانات کو اوجھل رکھ سکیں اور بعد میں ابراہیم علیہ السلام انھیں اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو، جبکہ وہ ابھی شیرخوار ہی تھے، اپنے ساتھ لے آئے اور انھیں بیت اللہ کے پاس دوحہ کے قریب، زمزم کے اوپر، مسجد کی بالائی جانب بٹھا دیا، جبکہ مکہ میں ان دنوں کوئی نہیں تھا اور مکہ میں ان دنوں پانی بھی نہیں تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو وہاں بٹھا دیا اور ان کے پاس کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کا ایک مشکیزہ رکھ دیا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام پلٹ کر جانے لگے تو اسماعیل علیہ السلام کی والدہ بھی آپ کے پیچھے ہو لیں، انھوں نے دریافت کیا، ابراہیم! آپ ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ جس میں نہ کوئی انسان ہے اور نہ کوئی اور چیز؟ انھوں نے ابراہیم علیہ السلام سے کئی بار یہ الفاظ کہے، مگر ابراہیم علیہ السلام پیچھے پلٹ کر بھی نہیں دیکھ رہے تھے۔ اس پر انھوں نے کہا، کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، ہاں! یہ سن کر انھوں نے کہا کہ پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ چنانچہ وہ واپس آ گئیں اور ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے، تاآنکہ آپ گھاٹی کے پاس پہنچ گئے، جہاں سے وہ انھیں دیکھ نہیں سکتے تھے، چنانچہ یہاں ابراہیم علیہ السلام قبلہ رو ہوئے اور انھوں نے ہاتھ اٹھا

کر یہ دعائیں کیں: ﴿ رَبَّنَآ إِنِّيٓ أَسۡكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيۡرِ ذِي زَرۡعٍ عِندَ بَيۡتِكَ ٱلۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ فَٱجۡعَلۡ أَفۡـِٔدَةٗ مِّنَ ٱلنَّاسِ تَهۡوِيٓ إِلَيۡهِمۡ وَٱرۡزُقۡهُم مِّنَ ٱلثَّمَرَٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُونَ ﴾ [إبراهيم : ۳۷] ''اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو اس وادی میں آباد کیا ہے، جو کسی کھیتی والی نہیں، تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ سو کچھ لوگوں کے دل ایسے کر دے کہ ان کی طرف مائل رہیں اور انھیں پھلوں سے رزق عطا کر، تاکہ وہ شکر کریں۔'' اسماعیل علیہ السلام کی والدہ نے انھیں دودھ پلانا شروع کر دیا اور خود مشکیزے میں موجود پانی کو پیتی رہیں، حتیٰ کہ مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا۔ اب تو انھیں بھی پیاس لگ رہی تھی اور ان کے بچے کو بھی، جب انھوں نے دیکھا کہ پیاس کی شدت سے بچہ مضطرب ہو رہا ہے تو ان سے بچے کی یہ حالت دیکھی نہ گئی اور وہ وہاں سے چل پڑیں، حتیٰ کہ دوڑتے ہوئے قریبی پہاڑ صفا پر چڑھ گئیں اور وادی میں ادھر ادھر دیکھنے لگیں کہ شاید کسی کو دیکھ سکیں، لیکن انھیں کوئی بھی نظر نہ آیا۔ چنانچہ وہ صفا سے نیچے اتریں اور وادی میں پہنچ گئیں، پھر اپنی چادر کے کونے کو اٹھایا اور مقدور بھر دوڑ کر وادی سے نکل گئیں، پھر مروہ پر آئیں اور اس پر کھڑی ہو کر دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آ جائے لیکن کوئی بھی نظر نہ آیا، انھوں نے سات بار اسی طرح کیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسی وجہ سے لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں۔'' اسی طرح دوڑتے دوڑتے جب وہ مروہ پر چڑھیں تو ایک آواز سنی اور اپنے آپ سے کہا کہ خاموش ہو جاؤ۔ انھوں نے آواز پر کان لگائے، آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی، تو انھوں نے کہا کہ تم نے آواز تو سنا دی، اگر تمھارے پاس کچھ ہے تو مدد کرو، تو انھوں نے دیکھا کہ زمزم والی جگہ ایک فرشتہ ہے جس نے اپنی ایڑی یا پیر مارا تو یہاں سے پانی نکل آیا، اب ام اسماعیل نے اپنے ہاتھ سے اس کے ارد گرد منڈیر سی بنائی اور مشکیزے کو پانی سے بھرنا شروع کر دیا۔ مشکیزہ بھر جانے کے بعد بھی پانی بڑے جوش سے پھوٹ رہا تھا۔ راویٔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ام اسماعیل پر رحم فرمائے، اگر وہ زمزم کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں'' یا آپ نے یہ فرمایا: ''اگر پانی سے مشکیزے کو نہ بھرتیں تو زمزم ایک رواں چشمے کی صورت اختیار کر جاتا۔'' آپ نے فرمایا: ''پھر انھوں نے خود بھی یہ پانی پیا اور اپنے بچے کو بھی پلایا۔'' فرشتے نے ان سے کہا کہ کسی قسم کے نقصان سے نہ ڈرو، یہاں تو اللہ تعالیٰ کا ایک گھر ہے، جسے یہ بچہ اور اس کا باپ تعمیر کرے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ضائع نہیں کرے گا۔ اس وقت بیت اللہ ٹیلے کی طرح زمین سے بلند تھا، سیلاب آتے تو اس کے دائیں بائیں سے زمین کاٹ کر نکل جاتے۔ انھی حالات میں کداء کے راستے سے آنے والے قبیلہ جرہم کے ایک قافلے کا یہاں سے گزر ہوا، جو مکہ کے زیریں علاقے میں فروکش ہو گیا۔ اہل قافلہ نے جو ایک پرندے کو چکر لگاتے دیکھا تو کہنے لگے کہ ضرور یہ پرندہ پانی پر چکر لگا رہا ہے، حالانکہ صورتحال یہ ہے کہ ہم اس وادی سے خوب واقف ہیں کہ یہاں پانی نہیں ہے۔ بہر حال انھوں نے حقیقت

حال معلوم کرنے کے لیے ایک یا دو آدمیوں کو بھیجا، تو انھوں نے دیکھا کہ یہاں تو پانی موجود ہے۔ انھوں نے واپس جا کر جب قافلے والوں کو اس کی خبر دی تو وہ سب لوگ یہاں آ گئے، اس وقت ام اسماعیل پانی کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں، انھوں نے کہا، کیا آپ اجازت دیں گی کہ ہم بھی آپ کے پاس ٹھہر جائیں؟ انھوں نے کہا، جی ہاں! لیکن پانی پر تمھارا قبضہ نہیں ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں آپ کی شرط منظور ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اب ام اسماعیل کو پڑوسی مل گئے، انسانوں کی موجودگی ان کے لیے دلجمعی کا باعث ہوئی۔'' پھر یہ لوگ یہاں آباد ہو گئے تو انھوں نے خاندان کے باقی افراد کو بھی یہاں بلا لیا، یہاں تک کہ یہاں ان کے کئی گھر آباد ہو گئے۔ اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے تو آپ نے ان سے عربی زبان سیکھی۔ جوانی کے عالم میں آپ انھیں بہت اچھے لگتے تھے، حتیٰ کہ انھوں نے اپنے خاندان کی ایک عورت سے آپ کی شادی کر دی۔ پھر کچھ عرصہ بعد اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہو چکی تو ایک دفعہ ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے اہل و عیال کو دیکھنے کی خاطر تشریف لائے تو اس وقت اسماعیل گھر پر نہیں تھے۔ آپ نے ان کی بیوی سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ ہمارے لیے شکار وغیرہ لینے گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا، تمھاری گزر بسر کیسے ہوتی ہے؟ اس نے کہا کہ بہت برا حال ہے، ہم بڑی تنگی ترشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں، الغرض اس نے شکوہ و شکایت کا دفتر کھول دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، جب تیرا شوہر گھر آئے تو اسے (میرا) سلام کہنا اور یہ پیغام دے دینا کہ وہ اپنے دروازے کی دہلیز بدل دیں۔ اسماعیل علیہ السلام گھر آئے تو انھوں نے گھر کے ماحول کو کچھ خوش گوار سا پایا اور فرمایا، کیا تمھارے پاس کوئی آیا تھا۔ اس نے کہا، جی ہاں! ایک بوڑھا آیا تھا، جس کا اس طرح کا حلیہ تھا اور اس نے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتا دیا، اس نے یہ بھی پوچھا کہ ہماری گزر بسر کیسے ہوتی ہے؟ تو میں نے اسے بتایا کہ ہم بڑی تنگی ترشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا، تب کیا انھوں نے کوئی پیغام بھی دیا؟ اس نے جواب دیا، جی ہاں! آپ کو سلام کہتے تھے اور یہ پیغام دیتے تھے کہ اپنے دروازے کی دہلیز بدل ڈالیں۔ اسماعیل نے فرمایا، یہ تو میرے ابا جی تھے اور انھوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ سے علیحدگی اختیار کر لوں، لہٰذا جاؤ اور اپنے والدین کے گھر چلی جاؤ۔ چنانچہ اسماعیل نے اسے طلاق دے دی اور پھر اسی خاندان کی ایک دوسری خاتون سے شادی کر لی۔ کچھ عرصہ بعد ابراہیم علیہ السلام پھر ملاقات کے لیے تشریف لائے تو اب بھی اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات نہ ہو سکی، بہرحال انھوں نے اسماعیل علیہ السلام کی بیوی سے آپ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ وہ ہمارے لیے شکار کرنے گئے ہیں۔ آپ نے پوچھا، تمھارا کیا حال ہے، گزر بسر کیسی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہم خیر و عافیت سے ہیں اور اس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا، تم کیا کھاتے ہو؟ اس نے جواب دیا، گوشت۔ فرمایا، کیا پیتے ہو؟ اس نے جواب دیا، پانی۔ آپ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! ان کے لیے گوشت اور پانی میں

برکت عطا فرما۔‘‘ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’ان دنوں ان کے پاس دانے نہیں تھے، ورنہ آپ دانوں میں برکت کی دعا بھی فرماتے۔‘‘ فرمایا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت ہے کہ یہاں صرف گوشت اور پانی پر گزارہ ہو جاتا ہے، ورنہ مکہ کے علاوہ کوئی اور جگہ ایسی نہیں جہاں صرف ان دونوں چیزوں پر گزارہ ہو سکے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، جب تمھارا شوہر واپس آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی دہلیز باقی رہنے دو۔ جب اسماعیل علیہ السلام گھر آئے تو انھوں نے بیوی سے پوچھا، کیا تمھارے پاس کوئی آیا تھا؟ اس نے جواب دیا، جی ہاں! ایک نہایت خوبصورت شکل و صورت کے بزرگ تشریف لائے تھے، بیوی نے آنے والے بزرگ کی تعریف کی، انھوں نے آپ کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے انھیں بتا دیا، پھر انھوں نے مجھ سے گزر بسر کے متعلق پوچھا تو میں نے بتایا کہ ہم خیریت سے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا، کوئی پیغام تو نہیں دے گئے؟ اس نے جواب دیا، ہاں! وہ آپ کو سلام کہتے تھے اور یہ پیغام دیتے تھے کہ اپنے دروازے کی دہلیز کو باقی رکھنا۔ اسماعیل علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا، یہ میرے ابا جان تھے اور دہلیز سے مراد تم ہو، وہ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تجھے اپنے پاس ہی رکھوں۔ کچھ عرصہ گزرا تو ابراہیم علیہ السلام ملاقات کے لیے پھر تشریف لائے تو اس وقت اسماعیل علیہ السلام زمزم کے قریب، بڑے درخت کے نیچے اپنے تیر درست کر رہے تھے۔ انھوں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو فوراً ان کی طرف اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں نے پیار و محبت کا وہ طرزِ عمل اختیار کیا جو باپ اور بیٹا آپس میں کرتے ہیں۔ پھر ابراہیم علیہ السلام فرمانے لگے، اسماعیل! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا، اللہ نے آپ کو جو حکم دیا اس کی تعمیل کیجیے۔ ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا، کیا آپ بھی تعاون کریں گے؟ اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا، میں ضرور تعاون کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے ایک بلند ٹیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں اللہ تعالیٰ کے گھر کی بنیادوں کو استوار کروں، تو اس وقت ان دونوں نے بیت اللہ کی بنیاد پر عمارت تعمیر کی۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام گھر بناتے تھے، حتیٰ کہ جب عمارت بلند ہو گئی تو اسماعیل علیہ السلام نے یہ پتھر لا کر رکھ دیا اور ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کا کام کرنے لگے۔ اسماعیل علیہ السلام بدستور پتھر پکڑاتے جاتے تھے اور وہ دونوں ساتھ ساتھ بیک زبان یہ بھی کہہ رہے تھے: ﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ ’’اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘ فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ تعمیر کرتے رہے اور اس کے اردگرد گھوم گھوم کر یہ دعا پڑھتے رہے: ﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾ [البقرۃ : ۱۲۷] ’’اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

[بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ﴿ یزفون ﴾ النسلان فی المشی : ۳۳۶۴۔ مصنف عبد الرزاق : ۹۱۰۷۔ مسند أحمد : ۱/ ۳۴۷، ۳۴۸، ح : ۳۲۴۹]

رَبَّنَا وَ اجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَ تُبۡ عَلَیۡنَا ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۲۸﴾

”اے ہمارے رب! اور ہمیں اپنے لیے فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک امت اپنے لیے فرماں بردار بنا اور ہمیں ہمارے عبادت کے طریقے دکھا اور ہماری توبہ قبول فرما، بے شک تو ہی نہایت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“

وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: ① صدقہ جاریہ۔ ② وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے۔ ③ اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔“ [مسلم ، کتاب الوصیۃ ، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱٦۳۱]

رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۲۹﴾ ع

”اے ہمارے رب! اور ان میں انھی میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انھیں کتاب و حکمت سکھائے اور انھیں پاک کرے، بے شک تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اہل حرم کے لیے جو آخری دعا فرمائی، وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں اولاد ابراہیم ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمائے، چنانچہ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمالی، ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ ٭ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴾ [الجمعة : ۲] ”وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔“

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا، اے اللہ کے نبی! آپ کے معاملہ میں سے کون سی نشانی سب سے پہلے ظاہر ہوئی، تو آپ نے فرمایا: ”میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی بشارت ہوں اور میری ماں نے یہ خواب دیکھا کہ ان کے وجود سے روشنی نکلی، جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔“ [مسند أحمد : ۲٦۲/۵، ح : ۲۲۳۲٤]

وَ مَنۡ یَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّۃِ اِبۡرٰہٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِہَ نَفۡسَہٗ ؕ وَ لَقَدِ اصۡطَفَیۡنٰہُ فِی الدُّنۡیَا ۚ وَ اِنَّہٗ فِی الۡاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۳۰﴾

”اور ابراہیم کی ملت سے اس کے سوا کون بے رغبتی کرے گا جس نے اپنے آپ کو بے وقوف بنا لیا، اور بے شک ہم نے اسے

دنیا میں چن لیا اور بلاشبہ وہ آخرت میں یقیناً صالح لوگوں سے ہے۔‘‘

اس آیت میں اہل کتاب اور مشرکینِ عرب کی تردید ہے، جنھوں نے ملت ابراہیمی کو چھوڑ کر اپنی اپنی ہوائے نفس کی اتباع کی۔ لہٰذا اہل کتاب اور مشرکین کو محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر ثابت کرنا چاہیے کہ وہ واقعی دین ابراہیمی والے دعوے میں سچے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے، نہ عیسائی اور نہ مشرک، وہ تو بس اللہ رب العالمین کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے تھے۔ ارشاد فرمایا: ﴿مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ [آل عمران: ٦٧] ’’ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی، بلکہ ایک طرف والا فرماں بردار تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖۤ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَۙ۝ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ﴾ [الزخرف: ٢٦، ٢٧] ’’اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا بے شک میں ان چیزوں سے بالکل بری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ سوائے اس کے جس نے مجھے پیدا کیا، پس بے شک وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ﴾ [التوبة: ١١٤] ’’اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا نہیں تھا مگر اس وعدہ کی وجہ سے جو اس نے اس سے کیا تھا، پھر جب اس کے لیے واضح ہو گیا کہ بے شک وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے تعلق ہو گیا۔ بے شک ابراہیم یقیناً بہت نرم دل، بڑا بردبار تھا۔‘‘

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَ وَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

’’جب اس سے اس کے رب نے کہا فرماں بردار ہو جا، اس نے کہا میں جہانوں کے رب کے لیے فرماں بردار ہو گیا۔ اور اسی کی وصیت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب نے بھی۔ اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمھارے لیے یہ دین چن لیا ہے، تو تم ہرگز فوت نہ ہونا مگر اس حال میں کہ تم فرماں بردار ہو۔‘‘

اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے لیے اپنے مسلم (فرماں بردار) ہونے کا اقرار کیا اور وجہ بھی ذکر فرمائی کہ رب العالمین ہونے کی وجہ سے یہ حق اسی کا ہے۔ اگلی آیت میں ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو ’’دینِ اسلام‘‘ پر قائم رہنے کی نصیحت کی، جس کے علاوہ اللہ کے نزدیک کوئی دین قابل قبول نہیں۔

يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ : ’’الدِّيْنَ‘‘ سے مراد یہاں اسلام ہے، کیونکہ پچھلی آیت میں ابراہیم علیہ السلام کے اسی دین کو اختیار کرنے کا ذکر ہے۔ مسلم ہونے کی حالت میں فوت ہونا اسی وقت ممکن ہے جب بندہ ہر وقت مسلم یعنی تابع فرمان رہے، کبھی کوتاہی ہو تو فوراً توبہ کر لے، کیونکہ موت کسی وقت بھی آ سکتی

ہے۔ انبیاء کو اپنے اور اپنی اولاد کے متعلق آخری وقت مسلم ہونے کی بہت فکر رہتی تھی، کیونکہ اعمال کا دار و مدار خاتمہ پر ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۰۲] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى ۝ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴾ [اللیل : ۵ تا ۱۰] ”پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نافرمانی سے) بچا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔“

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝۱۳۳ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۴

”یا تم موجود تھے جب یعقوب کو موت پیش آئی، جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا میرے بعد کس چیز کی عبادت کرو گے؟ انھوں نے کہا ہم تیرے معبود اور تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے، جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اسی کے لیے فرماں بردار ہیں۔ یہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمھارے لیے وہ جو تم نے کمایا اور تم سے اس کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

ان آیات میں بھی یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کی تردید ہے، جو اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی طرف منسوب کر کے کہا کرتے تھے کہ ان کا دین بھی یہودیت، نصرانیت یا بت پرستی تھا۔ قرآن نے بتایا کہ تم ان بزرگوں پر بہتان باندھ رہے ہو، ان کا دین بھی یہی اسلام تھا، جس میں توحید اور اخلاص کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہود و نصاریٰ پر حجت تمام کرنے کے لیے یعقوب علیہ السلام کی وصیت بیان کی گئی ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹوں کو مرنے سے پہلے دین (اسلام) پر چلنے کی وصیت کی تھی، دوسرے مقام پر یہ وصیت ہر مومن کے نام بھی ہے۔

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآىِٕكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں (یعنی شریعتیں) مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہی ہے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء ، باب قوله تعالیٰ: ﴿ واذکر فی الکتاب مریم ﴾ :

۳۴۴۳۔ مسلم ، کتاب الفضائل ، باب فضائل عیسٰی علیہ السلام : ۲۳۶۵/۱۴۵]

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ : یہود کو تنبیہ ہے کہ وہ انبیاء اور صلحاء کی طرف اپنی نسبت پر مغرور نہ ہوں۔ یہ نسبت تمھارے کچھ کام نہ آ سکے گی، بلکہ نجات کا دارو مدار انسان کے خود اپنے اعمال پر ہے۔ ان کے اعمال ان کے ساتھ گئے اور تمھارے اعمال تمھارے ساتھ ہوں گے۔

وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [سبا : ۲۵] ”کہہ دے نہ تم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو ہم نے جرم کیا اور نہ ہم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم کرتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴾ [الکہف : ۱۱۰] ”پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو لازم ہے کہ وہ عمل کرے نیک عمل اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [التحریم : ۷] ”اے لوگو جنھوں نے کفر کیا! آج بہانے مت بناؤ، تم صرف اسی کا بدلہ دیے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴾ [الروم : ۴۴] ”جو کفر کرے سو اس کا کفر اسی پر ہے اور جو کوئی نیک عمل کرے سو وہ اپنے ہی لیے سامان تیار کر رہے ہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے رکھا تو اس کا حسب نسب اسے آگے نہیں لے جا سکے گا۔“ [مسلم ، کتاب الذکر والدعاء ، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر : ۲۶۹۹]

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

”اور انھوں نے کہا یہودی ہو جاؤ، یا نصرانی ہدایت پا جاؤ گے، کہہ دے بلکہ (ہم) ابراہیم کی ملت (کی پیروی کریں گے) جو ایک اللہ کا ہونے والا تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔“

اہل کتاب کی ہٹ دھرمی بیان کی جا رہی ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ یہودی ہو جاؤ تو تمھیں ہدایت مل جائے گی اور نصاریٰ کہتے تھے کہ نصرانی ہو جاؤ تو تم ہدایت یاب ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان سے کہہ دیجیے کہ ہم تو ملت ابراہیم کی پیروی کرنے والے ہیں، ابراہیم علیہ السلام تو حنیف تھے، موحد تھے، یکسو تھے، وہ مشرک نہیں تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۶۷] ”ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی، بلکہ ایک طرف والا فرماں بردار تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۫ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۹۵] ”کہہ دے اللہ نے سچ فرمایا، سو تم ابراہیم کی

ملت کی پیروی کرو، جو ایک طرف کا تھا اور وہ شرک کرنے والوں سے نہ تھا۔‘‘

قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَاۤ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

’’کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تعلیم دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی اس پر مفصل طور پر ایمان لائیں اور گزشتہ انبیائے کرام پر جو کتابیں نازل ہوئی تھیں ان پر مجمل طور پر ایمان رکھیں اور بغیر تفریق کے سب پر ایمان رکھیں، یہود و نصاریٰ کی طرح نہ کریں کہ کسی پر ایمان کا دعویٰ کریں اور کسی کا انکار کریں، ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران : ۸٤] ’’کہہ دے ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر نازل کیا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَلَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ [العنكبوت : ٤٦] ’’اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، مگر وہ لوگ جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمھاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا معبود اور تمھارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ [المائدة : ٥٩] ’’کہہ دے اے اہل کتاب! تم ہم سے اس کے سوا کس چیز کا انتقام لیتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو اس سے پہلے نازل کیا گیا اور یہ کہ بے شک تمھارے اکثر نافرمان ہیں۔‘‘

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی سنتوں کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی یہ آیت: ﴿قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا﴾ [البقرة : ۱۳٦] اور دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران کی یہ آیت: ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾

وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴾ [آل عمران : ٥٢] ان کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب رکعتی سنة الفجر ...... الخ : ٧٢٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھا کرتے تھے اور وہ اہل اسلام کے لیے اس کا عربی میں ترجمہ کر دیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اہل کتاب کی نہ تو تصدیق کرو اور نہ تکذیب (بلکہ صرف یہ کہو) ﴿ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَاۤ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴾ [البقرة : ١٣٦] ''کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔'' [بخاری ، کتاب التفسیر ، باب ﴿ قولوا امنا باللہ ﴾ : ٤٤٨٥]

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَاۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾

''پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے اور اگر پھر جائیں تو وہ محض ایک مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں، پس عنقریب اللہ تجھے ان سے کافی ہو جائے گا اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایمان والو! اگر یہ لوگ تمھاری طرح ایمان لے آئیں، یعنی بلاتفریق ہر نبی کو تسلیم کریں اور ہر نبی کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لے آئیں تو پھر یہ ہدایت پا سکتے ہیں۔ کسی نبی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا یہ ایمان نہیں، بلکہ گمراہی اور کفر ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىِٕكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴾ [النساء : ١٥٠ تا ١٥٢] ''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان کوئی راستہ اختیار کریں۔ یہی لوگ حقیقی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور انھوں نے ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہ کی، یہی لوگ ہیں جنھیں وہ عنقریب ان کے اجر دے گا اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت

مہربان ہے۔“

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ : یعنی اگر انھوں نے محض آپ کی مخالفت اور عداوت میں آ کر حق سے روگردانی کی، تو اللہ اپنے رسول سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ ان کے شر سے آپ کو محفوظ رکھے گا اور ان کو منہ کی کھانی پڑے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، کچھ لوگ قتل کر دیے گئے، کچھ قید کر لیے گئے اور کچھ جلا وطن کر دیے گئے، جس کی وجہ سے ہر طرف تتر بتر ہو گئے، اور یہ قرآن اللہ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ جیسا قرآن نے خبر دی تھی ایسا ہی وقوع پذیر ہوا۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو قریظہ نے جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (جو ان کے حلیف تھے) کو حکم تسلیم کر لیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا بھیجا، وہ ایک گدھے پر آئے، جب مسجد کے قریب ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا: ”تم لوگ اپنے سردار کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔“ پھر ان کو بتایا کہ بنو قریظہ والوں نے تمھیں حکم مان لیا ہے، تو انھوں نے فیصلہ کیا، آپ ان کے جنگ کرنے والوں کو قتل کر دیں اور ان کی اولاد کو قیدی بنا لیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم نے اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔“ [بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی ﷺ من الأحزاب ...... الخ : ۴۱۲۱۔ مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب جواز قتال ...... الخ :۱۷۶۸]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ نے مسلمانوں سے جنگ کی، تو بنو نضیر جلا وطن کر دیے گئے اور بنو قریظہ احسان کر کے چھوڑ دیے گئے۔ لیکن بنو قریظہ نے پھر مسلمانوں سے جنگ کی، تو ان کے مردوں کو قتل کر دیا گیا اور عورتوں، بچوں اور ان کی جائداد کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا گیا، سوائے ان بعض لوگوں کے جو پہلے ہی آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے تو آپ نے ان کو امن دے دیا اور وہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ ان کے بعد تمام یہودِ مدینہ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جلا وطن کر دیا اور مدینہ ان کے وجود سے پاک ہو گیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی نضیر ...... الخ : ۴۰۲۸۔ مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب إخراج الیهود و النصاری ...... الخ : ۱۷۶۶]

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

”اللہ کا رنگ (اختیار کرو) اور رنگ میں اللہ سے بہتر کون ہے اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔“

یہود و نصاریٰ کا دستور تھا کہ جب وہ کسی آدمی کو اپنے مذہب میں داخل کرنا چاہتے، یا اپنے بچوں کو ایک خاص عمر میں پہنچنے کے بعد یہودیت یا نصرانیت کی تلقین کرتے تو کہتے کہ ہم نے اس پر اپنے مذہب کا رنگ چڑھا دیا۔ نصرانیوں نے اس کے لیے ایک زرد پانی ایجاد کیا تھا، جس میں وہ اپنے بچوں کو اور ہر اس شخص کو جو ان کے مذہب میں داخل ہونا چاہتا تھا، غسل دیتے تھے۔ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ تمھارا یہ عمل کوئی معنی نہیں رکھتا،

اصلی رنگ تو اللہ کا رنگ ہے اور وہ دین اسلام ہے، اسی میں اپنے آپ کو رنگو اور اس کو اپنی زندگی میں جاری و ساری کرو، کیونکہ جس طرح رنگ کپڑے کے ہر جزو میں پیوست ہو جاتا ہے، اسی طرح اسلام اپنے ماننے والوں کی حالت کو یکسر بدل دیتا ہے۔

وَنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ [التوبة : ۳۱] ”انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔“

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِى اللّٰهِ وَ هُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۙ ﴿۱۳۹﴾

”کہہ دے کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو، حالانکہ وہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال اور ہم اسی کے لیے خالص کرنے والے ہیں۔“

وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ : اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تعلیم دی کہ مشرکین اہل کتاب آپ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں تو آپ جھگڑا ختم کرتے ہوئے کہیے کہ تم کیسے لوگ ہو جو اللہ کی توحید و اخلاص اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرنے میں مجھ سے جھگڑتے ہو، حالانکہ وہ ہمارا اور تمھارا سب کا رب ہے۔ اس کے بعد اللہ نے آپ کو تعلیم دی کہ آپ ان سے براءت کا اعلان کر دیں کہ اگر تم شرک پر جمے رہے تو ہم ایک دوسرے سے بری ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّیْ عَمَلِیْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّاۤ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ [یونس : ۴۱] ”اور اگر وہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے میرے لیے میرا عمل ہے اور تمھارے لیے تمھارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ؕ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ [الشوریٰ : ۱۵] ”کہہ دے کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل فرمائی میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب اور تمھارا رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ ہمارے درمیان اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ ہمیں آپس میں جمع کرے گا اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ﴾ [آل عمران : ۲۰] ”پھر اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں

تو کہہ دے میں نے اپنا چہرہ اللہ کے تابع کر دیا اور اس نے بھی جس نے میری پیروی کی۔“

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾

”یا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی تھے یا عیسائی؟ کہہ دے کیا تم زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ؟ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے وہ شہادت چھپالی جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے تھی اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔“

یہودیت اپنے موجودہ نظریات و عقائد کے مطابق موسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد اور نصرانیت اپنے مخصوص نظریات و عقائد کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کے بہت بعد وجود میں آئی۔ یہود و نصاریٰ کے عالم لوگ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد اس یہودیت و نصرانیت سے، بلکہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے بھی بہت پہلے ہوئے ہیں۔ مگر یہود و نصاریٰ کے علماء نے عوام کے ذہن میں یہ بات پختہ کر دی تھی کہ یہ تمام انبیاء یہود کے قول کے مطابق یہودی تھے اور نصاریٰ کے قول کے مطابق نصرانی تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علمائے یہود و نصاریٰ کی اس بددیانتی کو ظاہر فرمایا ہے اور شہادت چھپانے کے مجرم قرار دے کر انھیں سب سے بڑا ظالم قرار دیا ہے۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَ لَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ ع

”یہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمھارے لیے وہ جو تم نے کمایا اور تم سے اس کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

اس آیت میں دوبارہ تنبیہ فرمائی کہ نجات کا تعلق تو اپنی کمائی اور اپنے عمل پر ہے، اگر نجات چاہتے ہو تو انبیاء و صالحین کی طرح خود عمل کرو، ورنہ محض ان کی طرف نسبت کرکے اور ان کی کرامتیں بیان کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس کے عمل نے اسے پیچھے رکھا اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکے گا۔“ [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن و علی الذکر : ۲۶۹۹۔ أبو داوٗد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم : ۳۶۴۳]

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

"عنقریب لوگوں میں سے بے وقوف کہیں گے کس چیز نے انھیں ان کے اس قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے؟ کہہ دے اللہ ہی کے لیے مشرق و مغرب ہے، وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، پھر آپ کو بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ اس پر یہود، منافقین اور مشرکین سبھی نے اعتراض شروع کر دیے کہ اگر وہ پہلا قبلہ درست تھا تو اسے بدلنے کی کیا ضرورت تھی اور اگر یہ درست ہے تو اتنی دیر ادھر منہ کیوں رکھا گیا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ یہ لوگ بے وقوفی کی وجہ سے ایسی باتیں کہہ رہے ہیں۔ مشرق یا مغرب کی اپنی کوئی حیثیت نہیں کہ ان کی طرف منہ کرنا باعث ثواب ہو بلکہ اصل چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرماں برداری ہے، کیونکہ مشرق و مغرب دونوں کا مالک وہی ہے، وہ جب چاہے جدھر کو چاہے منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دے سکتا ہے۔ ہمارا کام حکم ماننا ہے۔ صراط مستقیم وہی ہے جس کا وہ حکم دے، مگر اس پر چلنے کی توفیق وہ جسے چاہے دیتا ہے۔ جو اس توفیق سے محروم ہیں وہ بے وقوفی میں بے کار باتیں بناتے رہتے ہیں۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے وقوف لوگوں نے اعتراض کیا اور یہ یہودی تھے: ﴿مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ "کس چیز نے انھیں ان کے اس قبلہ سے پھیر دیا جس پر وہ تھے؟ کہہ دے اللہ ہی کے لیے مشرق و مغرب ہے، وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔" [بخاری ، کتاب الصلوۃ، باب التوجه نحو القبلة: ۳۹۹]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں بلکہ تمام اہل کتاب کو رسول اللہ ﷺ کا بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بہت اچھا معلوم ہوتا تھا، لیکن جب آپ نے اپنا منہ بیت اللہ کی طرف کر لیا تو انھیں یہ بات بہت بری معلوم ہوئی۔ [بخاری، کتاب الإیمان ، باب الصلوۃ من الإیمان : ۴۰]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (مدینہ منورہ میں) سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمائی، لیکن آپ کو پسند یہ تھا کہ آپ کا قبلہ بیت اللہ ہو۔ آپ نے عصر کی نماز پڑھائی (اور بیت اللہ کی طرف رخ کر کے آپ نے جو سب سے پہلی نماز ادا فرمائی وہ نماز عصر تھی) صحابہ کرام نے آپ کے ساتھ مل کر یہ نماز ادا کی، پھر ان میں سے ایک شخص ایک مسجد والوں کے پاس سے گزرا، وہ بھی نماز (عصر) ادا کر رہے تھے اور وہ اس وقت حالت رکوع میں تھے، اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ

مکہ (یعنی بیت اللہ) کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی ہے تو ان لوگوں نے حالتِ نماز ہی میں بیت اللہ کی طرف رخ پھیر لیا۔ بہت سے لوگ تھے جنھوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی مگر وہ تحویل قبلہ کے حکم سے پہلے ہی شہید ہو گئے اور ہم نہیں جانتے تھے کہ ان کے بارے میں کیا کہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [البقرة : ١٤٣] ''اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھارا ایمان ضائع کر دے۔ بے شک اللہ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ سيقول السفهاء من الناس ﴾ : ٤٤٨٦]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے متعلق فرمایا: ''ان کو ہمارے بارے میں کسی اور چیز کی وجہ سے اس قدر حسد نہیں ہے جس قدر جمعہ کے دن کی وجہ سے حسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی ہدایت فرمائی اور یہ اس سے محروم رہے اور قبلہ کی وجہ سے حسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی ہدایت فرمائی اور یہ لوگ اس سے بھی محروم رہے اور ہم جو امام کے پیچھے آمین کہتے ہیں اس کی وجہ سے بھی یہ ہم سے حسد کرتے ہیں۔'' [مسند أحمد : ٦/ ١٣٤، ١٣٥، ح : ٢٥٠٨٢]

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۭ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰي عَقِبَيْهِ ۭ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَي الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٣﴾

''اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے اور ہم نے وہ قبلہ جس پر تو تھا، مقرر نہیں کیا تھا مگر اس لیے کہ ہم جان لیں کون اس رسول کی پیروی کرتا ہے، اس سے (جدا کر کے) جو اپنی دونوں ایڑیوں پر پھر جاتا ہے اور بلاشبہ یہ بات یقیناً بہت بڑی تھی مگر ان لوگوں پر جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھارا ایمان ضائع کر دے۔ بے شک اللہ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں امت مسلمہ کی فضیلت و بڑائی بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مسلمانو! جس طرح ہم نے تمھیں ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ کی طرف پھیر دیا، جو سب سے افضل قبلہ ہے، اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر، معتدل اور صاحبِ عدالت امت بنایا ہے اور تمھیں وہ دین دیا ہے، جو کامل اور واضح دین ہے، جس میں نہ یہودیت کا تشدد ہے اور نہ نصرانیت کی ڈھیل۔

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ﴾ : اس سے تین طرح کی شہادت مراد ہے، پہلی یہ کہ رسول اللہ ﷺ شہادت دیں گے کہ انھوں نے صحابہ تک پیغام حق پہنچا دیا، صحابہ تابعین پر اور اسی طرح امت کا ہر طبقہ آنے والوں پر یہ شہادت دے گا اور اس امت کے افضل ہونے کا سبب بھی یہی ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ [آل عمران : ۱۱۰] ”تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ﴾ [الحج : ۷۸] ”اسی نے تمھیں چنا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، اپنے باپ ابراہیم کی ملت کے مطابق چلو۔ اسی نے تمھارا نام مسلمین رکھا، اس سے پہلے اور اس (کتاب) میں بھی، تاکہ رسول تم پر شہادت دینے والا بنے اور تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو۔“

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا: ”لوگو! تم اللہ کے سامنے اکٹھے کیے جانے والے ہو اور میری امت کے کچھ لوگوں کو بائیں طرف لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا، اے میرے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں، تو کہا جائے گا آپ نہیں جانتے انھوں نے آپ کے بعد کیا نیا کام کیا تھا؟ تو میں کہوں گا جیسے صالح بندے (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا تھا: ﴿ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ﴾ [المائدۃ : ۱۱۷] ”اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگران تھا۔“ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و کنت علیهم شهیدًا ...... الخ ﴾ : ٤٦٢٥]

یہی بات جب آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھی کہ کیا میں نے اللہ کا پیغام آپ لوگوں تک پہنچا دیا؟ تو سب نے کہا، بے شک آپ نے پہنچا دیا۔ [بخاری، کتاب الحج، باب خطبة أيام منًى : ١٧٤١]

دوسری شہادت، وہ شہادت ہے جو امت مسلمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے خبر دینے کی بنا پر پہلی امتوں پر دے گی کہ ان کے انبیاء نے اللہ کے احکام ان تک پہنچا دیے تھے، جیسا کہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن نوح علیہ السلام اور ان کی امت کو بلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے پوچھے گا، کیا آپ نے دین پہنچا دیا تھا؟ وہ فرمائیں گے ہاں! اے میرے رب! پھر ان کی قوم کو بلا کر پوچھا جائے گا، کیا تم کو نوح (علیہ السلام) نے (دین) پہنچا دیا تھا؟ تو وہ جواب دے گی کہ نہیں، ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا تو نوح علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ آپ کا کوئی گواہ ہے؟ وہ جواب دیں گے، محمد ﷺ اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ چنانچہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے پیغام پہنچا دیا تھا اور یہی مفہوم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى

النَّاسِ ﴾'' [البقرۃ : ۱۴۳] [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء ، باب قول الله عزوجل : ﴿ ولقد أرسلنا نوحا إلی قومه ﴾ : ۳۳۳۹]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن کوئی نبی آئے گا اور اس کے ساتھ صرف ایک آدمی ہوگا اور کسی کے ساتھ دو یا دو سے زیادہ آدمی ہوں گے۔ پھر اس کی قوم کو بلایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا، کیا اس نبی نے تم تک (دین) پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے نہیں۔ پھر اس نبی سے کہا جائے گا کیا آپ نے اپنی قوم کو (دین) پہنچا دیا تھا؟ وہ فرمائیں گے ہاں! ان سے پوچھا جائے گا کہ آپ کا گواہ کون ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ میرے گواہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت ہیں۔ پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس نبی نے اپنی قوم کو (دین) پہنچا دیا تھا؟ تو وہ جواب دیں گے ہاں! پہنچا دیا تھا۔ تو ان سے پوچھا جائے گا کہ تمھیں اس بات کا کیسے علم ہوا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہمارے پاس جب ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے ہمیں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں نے (اللہ کے دین کو) پہنچا دیا تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾'' [البقرۃ:۱۴۳] وسط کے معنی عدل کے ہیں۔ [مسند أحمد : ۵۸/۳، ح : ۱۱۵۶۴]

تیسری شہادت دنیا ہی میں مسلمانوں کی کسی کے حق میں نیک یا بد ہونے کی شہادت ہے، جیسا کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام ایک جنازے کے پاس سے گزرے اور اس کی اچھائی بیان کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''واجب ہوگئی۔'' پھر ایک دوسرے جنازے کے پاس سے گزرے تو اس کی برائی بیان کی۔ آپ نے فرمایا: ''واجب ہوگئی۔'' سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا واجب ہوگئی؟ آپ نے فرمایا: ''تم لوگوں نے اس کی اچھائی بیان کی تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور اس کی برائی بیان کی تو اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت : ۱۳۶۷]

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ : یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے آپ کو پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا، پھر کعبہ کی طرف پھیر دیا، تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون آپ کی اتباع کرتا ہے اور کون اپنے دین سے پھر جاتا ہے، کیونکہ اب بیت المقدس کے بجائے کعبہ کی طرف متوجہ ہونا مومنین و صادقین کے علاوہ کفار اور منافقین پر بڑا شاق گزرے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا، اس امتحان میں کئی لوگ ناکام رہے، کچھ لوگ مرتد ہو گئے، اور بہت سے منافقین نے اپنا نفاق ظاہر کر دیا اور کہنے لگے، کیا بات ہے کہ محمد ہمیں کبھی ادھر پھیرتا ہے اور کبھی ادھر؟ مشرکین نے کہا کہ محمد کو اپنے دین میں شک ہوگیا ہے۔ انھی بھانت بھانت کی بولیوں کے درمیان بعض مسلمانوں نے بھی کہنا شروع کر دیا کہ ہم نے اور ہمارے

فوت شدہ بھائیوں نے جو نمازیں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھی تھیں، وہ سب ضائع ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا کہ تمھاری وہ نمازیں ضائع نہیں ہوئیں۔ اللہ اپنے بندوں پر مہربانی اور رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قبلہ کو نبی کریم ﷺ کی فرماں برداری میں ترک کرنا اللہ تعالیٰ کے ہدایت یافتہ لوگوں کے سوا دوسروں کے لیے مشکل تھا، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ مسجد قبا میں نماز صبح ادا کر رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ (آج رات) نبی ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے اور آپ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو یہ سنتے ہی وہ سب لوگ کعبہ رخ ہو گئے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالی: ﴿ وما جعلنا القبلة التي كنت عليها إلا لنعلم من يتبع الرسول ﴾ : ٤٤٨٨]

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ : سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب کچھ لوگ فوت ہو گئے، جنھوں نے بیت المقدس ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی تھی تو لوگوں نے کہا کہ ان کا اس سلسلے میں کیا حال ہو گا؟ تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ﴾ ''اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھارے ایمان ضائع کر دے۔'' یعنی تمھاری پہلی نمازیں اللہ کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالی: ﴿ سيقول السفهاء من الناس ﴾ : ٤٤٨٦]

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ : سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے، قیدیوں میں ایک عورت بھی تھی، جس کا پستان دودھ سے بھرا ہوا تھا (اس کا بچہ گم تھا) اور وہ (اس کی تلاش میں) سرگرداں تھی، اتنے میں اس نے قیدیوں میں ایک بچے کو پا لیا تو جھٹ سے اسے اپنے پیٹ سے لگا لیا اور اس کو دودھ پلانے لگی، یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بیٹے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟'' ہم نے عرض کیا، نہیں، اللہ کی قسم! یہ کبھی اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈال سکتی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس قدر یہ عورت اپنے بچے کے لیے رحم دل ہے اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الولد و تقبيله و معانقته : ٥٩٩٩۔ مسلم، کتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله : ٢٧٥٤]

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٤﴾

''یقیناً ہم تیرے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا دیکھ رہے ہیں، تو ہم تجھے اس قبلے کی طرف ضرور پھیر دیں گے جسے تو پسند کرتا ہے، سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور تم جہاں بھی ہو سو اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو اور بے شک وہ

لوگ جنھیں کتاب دی گئی ہے یقیناً جانتے ہیں کہ بے شک ان کے رب کی طرف سے یہی حق ہے اور اللہ اس سے ہرگز غافل نہیں جو وہ کر رہے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ کا قبلہ ہونا اس قدر پسند تھا کہ قبلہ بدلنے کی امید میں بار بار آسمان کی طرف دیکھتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور رسول اللہ ﷺ کی تمنا پوری ہوئی، جیسا کہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خواہش تھی کہ آپ کا قبلہ مسجد حرام ہو جائے۔ [بخاری، کتاب الصلوۃ، باب التوجہ نحو القبلۃ : ۳۹۹]

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ : یہ قبلہ بدلنے کا اصل حکم ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن لوگ مسجد قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا، اس نے کہا رسول اللہ ﷺ پر آج رات کو قرآن اترا ہے اور آپ کو کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے تم کعبہ کی طرف منہ کر لو۔ ان لوگوں کا منہ شام کی طرف تھا (یعنی بیت المقدس کی طرف، یہ سن کر) سب نے (اسی حالت میں) گھوم کر اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لیا۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب : ﴿ الذین اٰتینھم الکتب یعرفونه ...... الخ ﴾ : ۴۴۹۱]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھی اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک شخص ایک مسجد کے پاس سے گزرا، اہل مسجد اس وقت رکوع میں تھے، اس شخص نے کہا، میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ یہ سن کر تمام لوگ حالت رکوع ہی میں کعبہ کی طرف گھوم گئے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ سیقول السفھاء من الناس ﴾ : ۴۴۸۶۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فی تحویل القبلۃ : ۵۲۵]

وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ : یہود اپنے انبیاء کی تصریحات کے ذریعے، جو ان کی کتابوں میں موجود تھیں، رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کی صفات کو اچھی طرح جانتے تھے، نیز یہ بھی پڑھتے تھے کہ خاتم النبیین کا قبلہ کعبہ ہو گا، لیکن حسد و عناد کی وجہ سے جہاں انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی دوسری صفات کا انکار کیا، وہاں کعبہ کے قبلہ ہونے کا بھی انکار کیا۔ اسی لیے اللہ نے انھیں دھمکی دی کہ اللہ ان کے کرتوتوں سے غافل نہیں ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے فرمایا: ”اے یہودیوں کی جماعت! تمھاری خرابی ہو، اللہ سے ڈرو، اس ذات کی قسم، جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں! تم بے شک جانتے ہو کہ یقیناً میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور یہ کہ میں تمھارے پاس حق لے کر آیا ہوں، لہٰذا اسلام قبول کر لو۔“ [بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ہجرۃ النبی ﷺ ...... الخ : ۳۹۱۱]

وَ لَىِٕنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَ مَا

بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

’’اور یقیناً اگر تو ان لوگوں کے پاس جنھیں کتاب دی گئی ہے، ہر نشانی بھی لے آئے وہ تیرے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ تو کسی صورت ان کے قبلے کی پیروی کرنے والا ہے اور نہ ان کا بعض کسی صورت بعض کے قبلے کی پیروی کرنے والا ہے اور یقیناً اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی، اس علم کے بعد جو تیرے پاس آیا ہے، تو بے شک تو اس وقت ضرور ظالموں سے ہوگا۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے کفر و عناد اور ان کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کی ہر معاملہ میں مخالفت کی اطلاع دی ہے اور نبی کریم ﷺ کو اس بات کی خبر دی ہے کہ اگر آپ اپنے دین کی صداقت پر تمام دلیلیں اکٹھی کر کے ان یہود و نصاریٰ کے سامنے پیش کر دیں تب بھی یہ آپ کی اتباع نہیں کریں گے اور اپنی خواہشات کی غلامی سے آزاد نہیں ہوں گے، کیونکہ ان کا کفر کسی شبہ کی وجہ سے نہیں ہے، جسے دلائل کے ذریعے دور کیا جا سکے، یہ تو صرف کبر و عناد کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں۔

وَ لَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ : یعنی وہ کعبہ کے قبلہ ہونے کو خوب جانتے ہیں، مگر ان کا عناد اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ آپ کی حقانیت پر خواہ دنیا بھر کے دلائل پیش کر دیں، وہ آپ کے قبلہ کو تسلیم نہیں کریں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَ لَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ [يونس : ۹٦، ۹۷] ’’بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی، وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر نشانی آ جائے، یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [البقرة : ٦] ’’بے شک جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر برابر ہے، خواہ تو نے انھیں ڈرایا ہو، یا انھیں نہ ڈرایا ہو، ایمان نہیں لائیں گے۔‘‘

وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ : یہود و نصاریٰ کے مذہب کو (أهواء) یعنی خواہشاتِ نفس سے تعبیر کیا گیا ہے، اس لیے کہ ان کا مذہب ان کی خواہشات کے مجموعے کا نام ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ﴾ [المائدة : ٤٨] ’’اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر، اس سے ہٹ کر جو حق میں سے تیرے پاس آیا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ لَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴾ [البقرة : ۱۲۰] ’’اور تجھ سے یہودی ہرگز راضی نہ ہوں گے اور نہ نصاریٰ، یہاں تک کہ تو ان کی ملت کی پیروی کرے۔ کہہ دے بے شک اللہ کی ہدایت ہی

اصل ہدایت ہے۔ اور اگر تو نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، اس علم کے بعد جو تیرے پاس آیا ہے، تو تیرے لیے اللہ سے (چھڑانے میں) نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔" اور فرمایا: ﴿ وَ لَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا وَاقٍ ﴾ [الرعد : ۳۷] "اور یقیناً اگر تو نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، اس کے بعد جو تیرے پاس علم آچکا تو اللہ کے مقابلے میں نہ تیرا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔"

اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ : اس آیت میں اگرچہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے مگر مراد امت ہے، علماء اور عوام سب اس میں شامل ہیں، کیونکہ اگر رسول اللہ ﷺ ایسا کریں تو ظالموں سے ہو جائیں تو امتی تو ایسا کرنے سے بالاولیٰ ظالموں سے ہوں گے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۴۶ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝۱۴۷ ع

"وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی، اسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بے شک ان میں سے کچھ لوگ یقیناً حق کو چھپاتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ یہ حق تیرے رب کی طرف سے ہے، پس تو ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔"

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ : اس میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اہل کتاب کو رسول اللہ ﷺ کے رسول ہونے پر ایسے ہی یقین ہے، جیسے انھیں اپنی صلبی اولاد کے بارے میں یقین ہے کہ یہ ہماری اولاد ہے، اور یہ یقین انھیں ان اوصاف کے ذریعے حاصل ہو چکا ہے جو تورات و انجیل میں نبی موعود کے بارے میں موجود ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۲۰] "وہ لوگ جنھیں ہم نے کتاب دی وہ اسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، وہ لوگ جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، سو وہ ایمان نہیں لاتے۔"

سیدنا سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے کچھ عرصہ پہلے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک مجلس میں موت کے بعد اٹھائے جانے، قیامت اور جنت و جہنم کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ مشرک اٹھائے جانے پر یقین نہیں رکھتے، پھر اس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس طرف سے ایک نبی مبعوث کیا جائے گا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ وہ نبی کب مبعوث ہوگا؟ تو اس نے میری طرف دیکھا اور میں سب سے چھوٹا تھا، اس نے کہا کہ اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو اس کے زمانے کو پا لے گا۔ سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث کیا اور میں زندہ تھا، ہم تو اس رسول پر ایمان لے آئے لیکن اس نے حسد و بغض کی وجہ سے انکار کر دیا، ہم نے کہا،

ہلاکت ہو تیرے لیے، اے فلاں! کیا تو نے اس نبی کے بارے میں اس اس طرح نہیں کہا تھا؟ تو اس نے کہا کہ کہا تھا لیکن یہ وہ نبی نہیں۔[مسند أحمد : ۳/ ۴٦٧، ح : ١٥٨٤٧]

اگلی آیت میں فرمایا کہ یہود و نصاریٰ جو بات چھپا رہے ہیں وہی حق ہے، نہ کہ وہ جس کا وہ پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ اس لیے آپ ان کے اس مکروفریب سے متاثر ہو کر کسی شک وشبہ کا شکار نہ ہوں۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

’’اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے، جس کی طرف وہ منہ پھیرنے والا ہے، سو نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تمھیں اکٹھا کر کے لے آئے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔‘‘

اس آیت میں بتایا جا رہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ اگرچہ کعبہ تھا مگر بعد میں ہر ایک نے اپنی مرضی سے کسی نہ کسی سمت کو اپنا قبلہ مقرر کر لیا۔ چنانچہ یہود نے بیت المقدس کے صخرہ کو قبلہ قرار دے دیا اور نصاریٰ نے بیت المقدس کی مشرقی جانب کو۔ اب تمھارے لیے کعبہ کو قبلہ مقرر کر دیا گیا، اس لیے ان لوگوں سے اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں کہ کون سی سمت افضل ہے، اصل چیز نیکیوں میں سبقت ہے اس کا اہتمام کرو، کیونکہ تم جہاں بھی ہو گے تمھیں اللہ کے حضور پیش ہونا پڑے گا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ﴾ [المائدة : ٤٨] ’’تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ایک امت بنا دیتا اور لیکن تاکہ وہ تمھیں اس میں آزمائے جو اس نے تمھیں دیا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹ کر جانا ہے۔‘‘

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ : خیرات سے مراد وہ تمام اعمال صالحہ ہیں جن کے ذریعہ دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کی جا سکتی ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ تمھارا شیوہ ہر خیر اور ہر بھلائی کی طرف سبقت کرنا ہونا چاہیے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک شخص سڑک پر جا رہا تھا، اس نے سڑک پر ایک خاردار ٹہنی دیکھی اور اسے وہاں سے اٹھا لیا تو اللہ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اسے بخش دیا۔‘‘ [بخاری، کتاب المظالم، باب من أخذ الغصن وما يؤذى الناس فى الطريق فرمى به : ٢٤٧٢۔ مسلم ، كتاب البر والصلة ، باب فضل إزالة الأذى عن الطريق : ١٩١٤، بعد الحديث : ٢٦١٧]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک شخص کسی راستہ پر چلا جا رہا تھا، اسے شدت کی پیاس لگی، اس کو ایک کنواں دکھائی دیا، وہ اس میں اترا اور پانی پیا، پھر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے

اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ کھا رہا ہے، اس آدمی نے سوچا، اس کتے کو بھی ایسی ہی پیاس لگ رہی ہے جیسی کہ مجھے لگ رہی تھی، وہ پھر کنویں میں اترا، اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اس کو اپنے منہ سے پکڑا اور کتے کو پانی پلایا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اس کو بخش دیا۔'' صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! کیا جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا بھی ہمیں اجر ملے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر تر جگر رکھنے والے کے ساتھ حسن سلوک کا اجر ملے گا۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم: ٦٠٠٩]

وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۖ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِيْ ۚ وَ لِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾

''اور تو جہاں سے نکلے سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور بلاشبہ یقیناً یہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔ اور تو جہاں سے نکلے سو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور تم جہاں کہیں ہو سو اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو، تاکہ لوگوں کے پاس تمھارے خلاف کوئی حجت نہ رہے، سوائے ان کے جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا ہے، سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور تاکہ تم ہدایت پاؤ۔''

مسلمانوں کا قبلہ کعبہ بن جانے کے بعد مدینہ منورہ میں ایک فتنہ برپا ہو گیا، اہل کتاب، منافقین اور مشرکین نے طرح طرح کی باتیں بنانا شروع کر دیں اور مختلف قسم کے شکوک و شبہات پھیلانا شروع کر دیے۔ ایسی فضا کو ختم کرنے اور مسلمانوں کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھانے کے لیے کہ کعبہ اب ابد الآباد تک کے لیے مسلمانوں کا قبلہ ہے، ضرورت اس بات کی تھی کہ مختلف اسالیب اور مختلف پیرائے میں یہ بات انھیں سمجھا دی جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو بیان کرنے کے لیے تکرار کا اسلوب اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے نبی کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ سفر و حضر میں کہیں بھی ہوں، نماز میں اپنا رخ کعبہ کی طرف کریں اور یہ حکم تمام مسلمانوں کے لیے تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے تمام امتِ مسلمہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگ جہاں کہیں بھی رہو نماز میں مسجد حرام کی طرف رخ کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کے لیے فرمایا کہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویلِ قبلہ اللہ کی طرف سے ہے۔

یہ سب اللہ نے اس لیے کیا کہ اہل کتاب اور مشرکین کے پاس نبی کریم ﷺ کے خلاف باتیں بنانے کا بہانہ باقی نہ رہے، کیونکہ اہل کتاب اپنی کتابوں کے ذریعے جانتے تھے کہ خاتم النبیین کا قبلہ کعبہ ہو گا، اگر بیت المقدس ہی قبلہ رہ جاتا تو اہل کتاب کو حیرانی ہوتی اور دل میں رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شک کرتے اور مشرکین کہتے کہ محمد دعویٰ کرتا ہے کہ

وہ ملتِ ابراہیم پر گامزن ہے اور اس کی اولاد میں سے ہے تو پھر ابراہیم کا قبلہ کیوں اختیار نہیں کرتا؟ لہٰذا کعبہ کے قبلہ ہو جانے کے بعد سب کی زبانیں گنگ ہو گئیں، سوائے چند ظالموں کے جنھیں کوئی نہ کوئی بات بناتے رہنا تھا۔

اس کے بعد اللہ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تم لوگ ان کی فتنہ انگیزیوں سے نہ گھبراؤ، تم مجھ سے ڈرو اور میرے حکم کی مخالفت نہ کرو، میں چاہتا ہوں کہ اپنی نعمت تم پر تمام کر دوں اور تم لوگ حق کو پہچان کر اس پر عمل کرو۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

”جس طرح ہم نے تم میں ایک رسول تمھی سے بھیجا ہے، جو تم پر ہماری آیات پڑھتا اور تمھیں پاک کرتا اور تمھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور تمھیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔“

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! اگر آج ہم نے تمھیں کعبہ بطور قبلہ عنایت کیا ہے اور شریعتِ اسلامیہ جیسی نعمت سے نوازا ہے تو ہم نے اس سے پہلے تمھارے پاس اپنا رسول بھیجا ہے جو تمھی میں سے ہے، تمھیں قرآن پڑھ کر سناتا ہے، بے مثال تربیت کے ذریعے تمھیں دینی اور اخلاقی خرابیوں سے پاک کرتا ہے اور قرآن و سنت کی تعلیم دیتا ہے، نیز وہ تمام اچھی باتیں سکھاتا ہے جو تم جانتے نہ تھے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ [آل عمران : ۱۶۴] ”بلاشبہ یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا اور انھیں پاک کرتا اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ [الجمعۃ : ۲] ”وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انھی میں سے بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔“

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَ لَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ ع

”سو تم مجھے یاد کرو، میں تمھیں یاد کروں گا اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری مت کرو۔“

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ : یعنی میں نے اپنے رسول اور اس کے ذریعے نعمت پوری کرنے کا انعام تم پر کیا ہے، سو تم پر بھی لازم ہے کہ تم مجھے یاد کرو اور یاد رکھو۔ ذکر کا معنی زبان سے یاد کرنا بھی ہے اور دل اور عمل سے بھی۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ [الأحزاب : ۳۵] ”اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“ اور فرمایا:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴾ [الأحزاب : ٤١] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کو یاد کرو، بہت یاد کرنا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی مجمع میں مجھے یاد کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ ایک بالشت میرے نزدیک ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے نزدیک ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ نزدیک ہو تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ چلتا ہوا میرے پاس آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ و یحذرکم اللہ نفسہ ...... الخ ﴾ : ۷٤۰۵]

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا ان دونوں کی مثال ایسی ہے جیسی مثال زندہ اور مردہ کی۔'' [بخاری ، کتاب الدعوات ، باب فضل ذکر اللہ عزوجل : ٦٤۰۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو اہل ذکر کو تلاش کرتے ہوئے راستوں پر گھومتے رہتے ہیں، پھر جب وہ ایسے لوگوں کو تلاش کر لیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں، تو وہ ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ اپنی مراد پانے کے لیے اس طرف آؤ، پھر وہ ذکر کرنے والوں کو اپنے پروں سے آسمان دنیا تک ڈھانک لیتے ہیں۔ (پھر جب وہ اپنے رب کے پاس جاتے ہیں) تو ان کا رب ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ ان سے زیادہ واقف ہوتا ہے کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تیری تسبیح، تکبیر، تحمید اور تمجید بیان کر رہے ہیں۔ اللہ پوچھتا ہے کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں اللہ کی قسم! انھوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ پوچھتا ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو ان کی کیفیت کیا ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو اور زیادہ شدت سے تیری عبادت کرتے، اور زیادہ شدت سے تیری تمجید کرتے اور اور زیادہ کثرت سے تیری تسبیح بیان کرتے۔ اللہ فرماتا ہے، وہ مجھ سے کیا سوال کرتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں، وہ تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے، انھوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں، اے رب! اللہ کی قسم! انھوں نے جنت کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ دیکھ لیتے تو ان کی کیفیت کیا ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں، پھر وہ جنت کی اور زیادہ حرص اور طلب کرتے اور ان کو اور زیادہ اس کی رغبت ہوتی، پھر اللہ پوچھتا ہے، وہ کس چیز سے میری پناہ طلب کر رہے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں، دوزخ سے۔ اللہ پوچھتا ہے کہ کیا انھوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اللہ کی قسم! انھوں نے دوزخ کو نہیں دیکھا۔ اللہ فرماتا ہے کہ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو ان کا حال کیا ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں، اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اور

زیادہ اس سے بھاگتے اور ڈرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے فرشتو!) میں تمھیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے انھیں بخش دیا۔ ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے، فلاں شخص ان میں شامل نہیں تھا، وہ تو کسی کام سے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا (رحمت سے) محروم نہیں رہتا۔'' [بخاری ، کتاب الدعوات ، باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ : ٦٤٠٨۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل مجالس الذکر : ٢٦٨٩]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مُفَرِّدُوْنَ آگے بڑھ گئے۔'' لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! مُفَرِّدُوْنَ کون لوگ ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الحث علی الذکر : ٢٦٧٦]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ایک حلقہ کے پاس گئے، آپ نے فرمایا: ''تمھیں (یہاں) کس چیز نے بٹھایا ہے؟'' انھوں نے عرض کی، ہم اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس نے جو ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور اس کے ذریعہ ہم پر احسان کیا، تو ہم اس کی تعریف کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم اللہ کی! اس چیز کے علاوہ تمھیں کسی اور چیز نے تو یہاں نہیں بٹھایا؟'' انھوں نے کہا، اللہ کی قسم! اس کے علاوہ ہمیں کسی اور چیز نے یہاں نہیں بٹھایا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تم سے قسم اس لیے نہیں لی کہ میں تمھیں جھوٹا سمجھتا ہوں، بلکہ بات یہ ہے کہ میرے پاس جبریل آئے اور انھوں نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں تم پر فخر کر رہا ہے۔'' [مسلم ، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن : ٢٧٠١]

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ : شکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور عمل سے بھی۔ عمل نعمت کے مطابق نہ ہو تو یہ شکر نہیں ناشکری ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴾ [النمل : ٤٠] ''اور جس نے شکر کیا تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً میرا رب بہت بے پروا، بہت کرم والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ﴾ [النساء : ١٤٧] ''اللہ تمھیں عذاب دینے سے کیا کرے گا، اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔''

ابو رجاء عطاردی سے روایت ہے کہ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے اور ان کے اوپر اون اور ریشم کی دھاری دار چادر تھی، جو ہم نے اس سے پہلے یا بعد کبھی آپ کے پاس نہیں دیکھی، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ کسی نعمت سے سرفراز فرمائے تو وہ اس بات کو بھی پسند فرماتا ہے کہ اس کی مخلوق پر اس کی نعمت کے اثر کو دیکھا جائے۔'' [مسند أحمد : ٤/٤٣٨، ح : ١٩٩٥٦]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے تذکرہ کے بعد (جن میں بیت اللہ کو قبلہ قرار دے کر اپنی نعمت تمام کرنا

اور اپنے آخری رسول کو بھیجنا شامل ہے) اپنے ذکر و شکر کا حکم دیا۔ اس آیت میں مصیبتوں کے آنے پر صبر اور نماز کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کا حکم ہے۔ اگرچہ اس میں ایمان والوں پر آنے والی ہر مصیبت کا علاج بتایا گیا ہے، مگر آیات کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کو جہاد کے لیے تیار کرنے کی تمہید ہے، کیونکہ قبلہ کی تبدیلی رجب یا شعبان ۲ھ میں ہوئی اور غزوۂ بدر رمضان ۲ھ میں ہوا۔ دونوں کے درمیان تقریباً دو ماہ کا وقفہ ہے۔

اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ :اللہ تعالیٰ نے بندوں کو شکر ادا کرنے کا حکم دینے کے بعد، اس آیت میں صبر اور نماز کی اہمیت بیان کی اور بتایا کہ مومن کی زندگی میں ان دونوں چیزوں کی بڑی اہمیت ہے اور اللہ کی راہ میں مصائب کو برداشت کرنے کا اہم ترین نسخہ صبر اور نماز ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ٤٥] ”اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو اور بلاشبہ وہ یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ [الكهف : ٢٨] ”اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھ جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [الأنفال : ٤٦] ”اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں مت جھگڑو، ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اڑ جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝ وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾ [حٰم السجدة : ٣٤، ٣٥] ”اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہو گا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔“

سیدنا ابو مالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پاکیزگی نصف ایمان ہے، ”الحمد لله“ کہنا میزان کو بھر دیتا ہے اور ” سبحان الله“ و ”الحمد لله“ کہنا آسمان و زمین کے درمیانی خلا کو بھر دیتا ہے اور نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے، قرآن تیرے لیے حجت ہے (اگر اس پر عمل کیا جائے) یا تیرے خلاف دلیل ہے۔ ہر ایک جب صبح کرتا ہے تو وہ اپنے نفس کا سودا کرتا ہے۔ پس وہ خود کو (عذاب سے) آزاد کرنے والا ہے، یا اپنے نفس کو (اللہ کی رحمت سے محروم کر کے) ہلاک کرنے والا ہے۔“ [مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء : ٢٢٣]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ طلب کیا۔ آپ نے انھیں کچھ دیا۔ انھوں نے پھر سوال کیا، آپ نے پھر انھیں کچھ دیا، حتیٰ کہ آپ کے پاس جو کچھ تھا ختم ہو گیا۔ آپ نے

جب ہر وہ چیز جو آپ کے پاس تھی، خرچ کر دی تو ان سے فرمایا: ”میرے پاس جو کچھ بھی آتا ہے میں وہ تم سے بچا کر نہیں رکھتا، (سنو!) جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سوال کرنے سے بچا لیتا ہے اور جو شخص بے نیازی برتتا ہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں سے بے نیاز کر دیتا ہے اور جو صبر کا دامن پکڑتا ہے اللہ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔“ [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الاستعفاف عن المسئلة : ۱٤٦٩۔ مسلم ، کتاب الزکوۃ ، باب فضل التعفف والصبر : ۱۰۵۳]

سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مومن کا معاملہ بڑا تعجب خیز ہے۔ اس کا ہر معاملہ اس کے حق میں بہتر ہی ہوتا ہے اور یہ فضیلت صرف مومن ہی کو حاصل ہے (وہ اس طرح کہ) اگر اسے خوشی کی کوئی بات نصیب ہو تو یہ شکر بجا لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے رنج و غم کی کوئی بات پہنچے تو یہ صبر کرتا ہے اور صبر کا مظاہرہ کرنا بھی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔“ [مسلم ، کتاب الزھد ، باب المؤمن أمرہ کله خیر : ۲۹۹۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا وہ مومن بندہ جس کی محبوب ترین چیز میں واپس لے لوں اور وہ اس پر (ثواب کی نیت سے) صبر و رضا کا مظاہرہ کرے تو اس کے لیے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب العمل الذی یبتغی به وجه الله : ٦٤٢٤]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، جس کو اس کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا اور وہ چہرے سے خون پونچھتا ہوا کہہ رہا ہے: ”یا اللہ! میری قوم کو معاف فرما، اس لیے کہ وہ بے علم ہے۔“ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ۳٤۷۷۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب غزوۃ أحد : ۱۷۹۲]

وَالصَّلٰوةِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴾ [البقرۃ : ٤٥] ”صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو اور بلاشبہ وہ یقیناً بہت بڑی ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے تین مواقع کے سوا کبھی جھوٹ نہیں کہا۔ ان میں سے دو اللہ کے لیے تھے (جن سے اللہ کے دین یعنی توحید کی حقانیت ثابت کرنا مقصود تھا)، ایک آپ کا یہ فرمانا: ﴿ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴾ [الصافات : ۸۹] ”میں بیمار ہوں“ اور یہ فرمانا: ﴿ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا ﴾ [الأنبیاء : ٦٣] ”یہ کام ان کے بڑے (سردار بت) نے کیا ہے۔“ (تیسرا واقعہ یہ ہے کہ) ایک دن ابراہیم علیہ السلام اور سارہ علیہا السلام سفر میں تھے کہ ایک ظالم بادشاہ کے شہر (مصر) سے گزر ہوا۔ اسے بتایا گیا، یہاں ایک مرد آیا ہے، جس کے ساتھ ایک حسین ترین خاتون ہے۔ اس نے آپ کو بلا بھیجا اور پوچھا، یہ عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ”میری بہن ہے۔“ پھر آپ نے سارہ علیہا السلام کے پاس واپس جا کر فرمایا: ”سارہ! روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن موجود نہیں، اس نے مجھ سے پوچھا تھا تو میں نے

اسے بتایا ہے کہ تو میری بہن ہے، اب میری بات جھٹلا نہ دینا۔‘‘ بادشاہ نے سارہ علیہا السلام کو طلب کر لیا۔ جب آپ اس کے سامنے پیش ہوئیں، تو اس نے ہاتھ بڑھا کر آپ کو چھونا چاہا تو اسے پکڑ لیا گیا (یعنی حرکت نہ کر سکا) اس نے کہا، میرے لیے اللہ سے دعا کر، میں تجھے تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ انھوں نے دعا کی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس نے پھر آپ کو چھونا چاہا تو پہلے سے زیادہ سخت گرفت میں آ گیا۔ اس نے (پھر) کہا، میرے لیے اللہ سے دعا کیجیے، میں آپ کو تنگ نہیں کروں گا۔ آپ نے دعا کی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ تب اس نے اپنے ایک دربان کو بلا کر کہا، تم میرے پاس کوئی انسان نہیں لائے، تم تو کوئی جن پکڑ لائے ہو۔ اس نے ان کی خدمت کے لیے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کو پیش کر دیا۔ جب سیدہ سارہ علیہا السلام واپس آئیں تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے اشارے سے پوچھا: ’’کیا ہوا؟‘‘ سیدہ سارہ علیہا السلام نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ نے کافر کی سازش کو ناکام کر دیا اور خدمت کے لیے ہاجرہ (علیہا السلام) دے دی۔‘‘ [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ واتخذ الله إبراهيم خليلا ﴾...... : ۳۳۵۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ابراہیم علیہ السلام نے تین مواقع کے سوا کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ ایک جب انھیں بتوں کی طرف بلایا گیا تو انھوں نے فرمایا: ﴿ إِنِّي سَقِيمٌ ﴾ [الصافات : ۸۹] ’’میں بیمار ہوں‘‘ اور دوسرا ان کا یہ قول: ﴿ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا ﴾ [الأنبياء : ۶۳] ’’یہ کام ان کے بڑے (سردار بت) نے کیا ہے‘‘ اور سارہ علیہا السلام کے بارے میں فرمایا: ’’یہ میری بہن ہے۔‘‘ (واقعہ اس طرح ہے کہ) ابراہیم علیہ السلام ایک شہر (مصر) میں داخل ہوئے، جہاں ایک ظالم بادشاہ (حکمران) تھا۔ اسے بتایا گیا کہ آج رات ابراہیم (علیہ السلام) ایک خاتون کے ساتھ آئے ہیں جو حسین ترین عورتوں میں سے ہے۔ بادشاہ نے بلا بھیجا اور کہا، تمھارے ساتھ یہ عورت کون ہے؟ انھوں نے فرمایا: ’’میری بہن ہے۔‘‘ اس نے کہا، اسے (میرے پاس) بھیج دو۔ آپ نے انھیں بھیج دیا اور فرمایا: ’’میری بات کی تکذیب نہ کرنا۔ میں نے اسے بتایا ہے کہ تم میری بہن ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ زمین پر ہم دونوں کے سوا کوئی مومن موجود نہیں۔‘‘ جب سارہ علیہا السلام بادشاہ کے پاس پہنچیں تو وہ آپ کی طرف بڑھا۔ آپ نے وضو کر کے نماز پڑھی اور (دعا کرتے ہوئے) کہا: ’’یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے جسم کو اپنے خاوند کے سوا ہر ایک سے محفوظ رکھا ہے، اب اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا۔‘‘ بادشاہ کی سانس بند ہو گئی حتیٰ کہ وہ پاؤں مارنے لگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سیدہ سارہ علیہا السلام نے فرمایا: ’’یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے، اس نے اسے قتل کر دیا ہے۔‘‘ تب وہ (اس عذاب سے) چھوٹ گیا۔ (اس کے بعد) وہ دوبارہ آپ کی طرف بڑھا۔ آپ نے پھر وضو کر کے نماز پڑھی اور کہا: ’’یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنے جسم کو اپنے خاوند کے سوا ہر ایک سے محفوظ رکھا ہے، تو اب اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کرنا۔‘‘ بادشاہ کی سانس بند ہو گئی حتیٰ کہ وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ سارہ علیہا السلام نے فرمایا: ’’یا اللہ! اگر یہ مر گیا تو لوگ کہیں گے کہ اس نے اسے قتل کر دیا ہے۔‘‘ تب وہ چھوٹ گیا۔ تیسری یا

چوتھی بار اس نے دربان سے کہا، تم نے میرے پاس کوئی شیطان (جن) بھیج دیا ہے، اسے واپس ابراہیم کے پاس پہنچا دو اور اسے ہاجرہ (علیہا السلام) دے دو! سارہ علیہا السلام واپس آ گئیں اور ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا: ''اللہ نے کافروں کی تدبیر کو ناکام بنا دیا اور خدمت کے لیے ایک لڑکی دے دی۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۴۰۳، ۴۰۴، ح:۹۲۶۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم بدر میں رات کے وقت آئے تو ہم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہ تھا جو سو نہ گیا ہو، سوائے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے، آپ ایک درخت کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور دعا کر رہے تھے۔ [مسند أحمد : ۱/ ۱۲۵، ح: ۱۰۲۳۔ مسند أبي یعلی : ۱/ ۱۴۶، ح: ۲۷۵۔ ابن خزیمة : ۲/ ۵۲، ۵۳، ح : ۸۹۹]

سیدنا صہیب بن سنان الرومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے کسی نبی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اسے بڑی امت عطا کی تھی، امت کی کثرت کو دیکھتے ہوئے وہ نبی فرمانے لگے، بھلا اس امت کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ تو اللہ پاک نے وحی کی کہ آپ اپنی امت کے لیے تین چیزوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں، ایک یہ کہ ان پر ان کے علاوہ کسی دشمن کو مسلط کر دیا جائے، یا پھر بھوک دی جائے، یا پھر موت۔ اس نبی نے اپنی قوم سے اس بارے میں مشورہ کیا، سب نے کہا کہ آپ جو بھی ہمارے لیے پسند فرمائیں وہ ہمیں قبول و منظور ہے، کیونکہ ہم نے آپ کو اپنا نبی مانا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''وہ نبی نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور انبیاء کی یہ سنت ہے کہ جب کبھی وہ پریشان ہوتے تو نماز شروع کر دیتے تھے۔ اور اس نے جتنی اللہ نے چاہا نماز پڑھی اور کہا، اے میرے رب! دشمن بھی نہیں اور بھوک بھی نہیں، موت کو ہم پسند کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط کر دی، تو صرف تین دن میں ان میں سے ستر ہزار آدمیوں کو موت نے آ لیا۔'' [مسند أحمد : ۶/ ۱۶، ح : ۲۳۹۸۳۔ ۴/ ۳۳۳، ح : ۱۸۹۶۴]

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

''اور ان کو جو اللہ کے راستے میں قتل کیے جائیں، مردے مت کہو، بلکہ زندہ ہیں اور لیکن تم نہیں سمجھتے۔''

اللہ کے حکم پر صبر کرنے کا عظیم ترین نمونہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے کہ آدمی اپنے رب کی رضا کی خاطر اس کی راہ میں اپنی عزیز ترین شے (جان) کی قربانی دیتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے شہید کو اس دنیاوی زندگی سے افضل و اعلیٰ زندگی عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے اور مومنوں کو اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ شہید کو مردہ کہیں، کیونکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہوتا ہے، لیکن وہ ایسی زندگی ہے جس کا ہم شعور نہیں کر پاتے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۶۹ تا ۱۷۱] ''اور تو ان

لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔ اس پر بہت خوش ہیں جو انھیں اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے اور ان کے بارے میں بھی بہت خوش ہوتے ہیں جو ان کے ساتھ ان کے پیچھے سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ وہ اللہ کی طرف سے عظیم نعمت اور فضل پر بہت خوش ہوتے ہیں اور (اس بات پر) کہ بے شک اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالبوں میں قندیلوں کے اندر ہیں، جو عرش مبارک سے لٹک رہی ہیں، یہ جنت میں جہاں سے چاہتی ہیں کھاتی پیتی ہیں، پھر ان قندیلوں میں آ کر رہتی ہیں۔ ایک دفعہ ان کے پروردگار نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا، کیا تم کچھ چاہتے ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں، ہم کیا چاہیں گے؟ ہم تو جنت میں جہاں سے چاہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شہداء سے تین دفعہ یہی پوچھتا ہے، پھر جب ان شہداء نے دیکھا کہ سوال کا جواب دیے بغیر انھیں نہیں چھوڑا جائے گا تو وہ کہتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دے، تاکہ ہم ایک بار پھر تیرے رستے میں شہید کر دیے جائیں۔ پھر جب باری تعالیٰ دیکھتا ہے کہ شہداء کو اور کسی شے کی ضرورت نہیں تو انھیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب بیان أن أرواح الشھداء فی الجنۃ...... الخ : ۱۸۸۷]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے اور مجھے لے کر ایک درخت پر چڑھ گئے۔ پھر ایک خوبصورت اور بہترین گھر میں لے گئے، جس سے زیادہ خوبصورت گھر میں نے نہیں دیکھا۔ ان دونوں آدمیوں نے مجھے بتایا: "یہ گھر شہیدوں کا ہے۔" [بخاری، کتاب الجھاد، باب درجات المجاھدین فی سبیل اللہ : ۲۷۹۱]

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بلاشبہ مومن و مسلم کی روح ایک ایسا پرندہ ہے جو جنت کے درختوں سے (پھل وغیرہ) کھاتا رہتا ہے، حتیٰ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اس کے جسم میں لوٹا دے گا۔" [مسند أحمد : ۴۵۵/۳، ح : ۱۵۷۸۲، ۱۵۸۸۴]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے دیکھا اور فرمایا: "اے جابر! میں تجھے پریشان کیوں دیکھ رہا ہوں؟" میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! میرا باپ شہید ہو گیا اور اس نے قرض اور اولاد چھوڑی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: "کیا میں تجھے اللہ تعالیٰ کی تیرے باپ سے ملاقات کی خوشخبری نہ دوں؟" انھوں نے کہا، کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آج تک اللہ تعالیٰ نے کسی سے بات کی تو پردے کی اوٹ میں کی اور تیرے باپ سے اللہ تعالیٰ نے آمنے سامنے بات کی ہے اور اللہ نے فرمایا، اے میرے بندے! سوال کر میں تجھے دوں گا۔ اس نے عرض کیا، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے دنیا میں دوبارہ بھیج دے، تاکہ میں دوسری مرتبہ تیرے

راستہ میں شہید ہو جاؤں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ دنیا میں دوبارہ کسی نے نہیں جانا۔ تو اس نے عرض کیا، اے میرے رب! میرے پیچھے رہنے والوں کو (میرا) یہ پیغام پہنچا دے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴾ [آل عمران : ١٦٩] ''اور تو ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیے گئے، ہرگز مردہ گمان نہ کر، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں۔'' [ابن ماجه، المقدمة، باب فیما انکرت الجهمية : ١٩٠۔ ترمذی، کتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران : ٣٠١٠۔ مستدرك حاكم : ٢٠٣/٣، ح:٤٩١١]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں پہنچ جانے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جو دنیا میں واپس آنا پسند کرے، خواہ اسے ساری دنیا ہی دے دی جائے، سوائے شہید کے۔ وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹ جائے اور دس بار (یعنی دسیوں بار) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، کیونکہ وہ شہادت کی قدر و قیمت اور اس کی خوبیاں دیکھ چکا ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الجهاد، باب تمنی المجاهد أن يرجع إلى الدنيا : ٢٨١٧۔ مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله : ١٨٧٧]

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

''اور یقیناً ہم تمھیں خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی میں سے کسی نہ کسی چیز کے ساتھ ضرور آزمائیں گے اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔''

یہ خطاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہے لیکن دیگر مومن بھی اس میں شامل ہیں، لہٰذا جو لوگ دعوت و جہاد کی ذمہ داری قبول کریں گے ان کا مقابلہ اہل فسق و فجور سے ہوگا، اور جو لوگ حق پر قائم رہیں گے اور اس کی طرف دوسروں کو دعوت دیں گے ان کی ابتلا و آزمائش لازم ہے۔ یہی سنت ابراہیمی ہے اور یہ آزمائش اس لیے بھی ضروری ہے، تاکہ جھوٹے اور سچے، صبر کرنے والے اور جزع فزع کرنے والے میں تمیز ہو سکے اور جو صبر سے کام لیتا ہے، اللہ سے اجر کی امید رکھتا ہے اور راضی بقضائے الٰہی ہوتا ہے، اللہ اسے بشارت دیتا ہے کہ اس کا اجر اسے پورا پورا ملے گا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۠ اَخْبَارَكُمْ ﴾ [محمد : ٣١] ''اور ہم ضرور ہی تمھیں آزمائیں گے، یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں کو اور صبر کرنے والوں کو جان لیں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔'' اور فرمایا: ﴿ لَتُبْلَوُنَّ فِيْۤ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۫ وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [آل عمران : ١٨٦] ''یقیناً تم اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان لوگوں سے

جنھوں نے شرک کیا، ضرور بہت سی ایذا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور متقی بنو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات اہل مدینہ (ایک خوفناک آواز سن کر) گھبرا گئے، پھر وہ اس آواز کی طرف چلے تو راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آتے ہوئے ملے، آپ ان سے پہلے ہی اس آواز کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خبر معلوم کر کے آ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”ڈرو نہیں، ڈرو نہیں۔“ [مسلم، کتاب الفضائل، باب شجاعته صلی اللہ علیہ وسلم : ۲۳۰۷۔ بخاری، کتاب الجهاد، باب الحمائل و تعليق السيف بالعنق : ۲۹۰۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک رات) بیداری میں گزاری، مدینہ میں پہنچنے کے بعد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کاش! میرے صحابہ میں سے کوئی صالح مرد رات کو میرا پہرا دیتا!“ اتنے میں ہم نے ہتھیار کی آواز سنی، آپ نے پوچھا: ”کون ہے؟“ آواز آئی، میں ہوں سعد بن ابی وقاص! میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کے پاس پہرا دوں۔ چنانچہ آپ سو رہے۔ [بخاری، کتاب الجهاد، باب الحراسة في الغزو في سبيل الله : ۲۸۸۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صفہ والوں میں ستر آدمی ایسے دیکھے جن کے پاس چادر تک نہ تھی، یا تو فقط تہ بند تھا یا فقط کمبل۔ جسے انھوں نے گردن سے باندھ رکھا تھا، جو کسی کی آدھی پنڈلیوں تک پہنچتا تھا اور کسی کے ٹخنوں تک، جسے وہ اپنے ہاتھ سے سمیٹتے رہتے، اس ڈر سے کہ کہیں ان کا ستر نہ کھل جائے۔ [بخاری، کتاب الصلوٰة، باب نوم الرجال في المسجد : ۴۴۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ بن زبیر سے کہا، اے بھانجے! ہم پر ایسا وقت گزر چکا ہے کہ ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا چاند، پھر تیسرا چاند یعنی دو دو مہینے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ عروہ نے کہا، خالہ! پھر تمھاری گزر کس چیز پر ہوتی تھی؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، انھی دو کالی چیزوں یعنی کھجور اور پانی پر، اتنا ضرور تھا کہ چند انصاری لوگ آپ کے ہمسائے تھے جن کے پاس بکریاں تھیں، وہ آپ کے لیے بکریوں کا دودھ تحفہ کے طور پر بھیجا کرتے تھے جس سے آپ ہم کو بھی پلاتے۔ [بخاری، کتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب فضل الهبة : ۲۵۶۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر آپ کی وفات تک ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ انھوں نے مسلسل تین دن پیٹ بھر کر کھایا ہو۔ [بخاری، کتاب الأطعمة، باب قول الله تعالى : ﴿ كلوا من طيبت ما رزقنكم ﴾ : ۵۳۷۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی، مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ملے، تو میں نے ان سے کہا کہ وہ مجھے قرآن پاک کی فلاں آیت (سورۂ دھر کی آیت: ۸) پڑھ کر سنائیں۔ انھوں نے مجھے وہ آیت پڑھ کر سنائی اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ آخر میں وہاں سے چلا، تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ بھوک سے بے حال ہو کر اوندھے منہ گر پڑا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کھڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اے ابوہریرہ!“ میں نے کہا:

حاضر ہوں یا رسول اللہ ! تیار ہوں۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھایا اور پہچان گئے کہ بھوک کے مارے میرا یہ حال ہے۔ آپ مجھے گھر لے گئے اور میرے لیے دودھ کا ایک بڑا پیالہ لانے کا حکم دیا۔ میں نے اس میں سے دودھ پیا۔ آپ نے فرمایا: ''ابو ہریرہ ! اور پی لو!'' میں نے اور پیا، پھر فرمایا: ''اور پیو!'' میں نے اور پی لیا، حتیٰ کہ میرا پیٹ سیدھا ہو گیا اور وہ پیالہ کی طرح ہو گیا۔ پھر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور اپنا حال بیان کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری بھوک دور کرنے کے لیے ایک ایسے شخص کو بھیج دیا جو آپ سے اس بات کے زیادہ لائق تھے، اللہ کی قسم! میں نے آپ سے جونسی آیت پڑھ کر سنانے کو کہا تھا، وہ مجھے آپ سے زیادہ یاد تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، اللہ کی قسم! اگر میں اس وقت تمھیں گھر لے جا کر کھانا کھلاتا تو مجھے سرخ اونٹوں کے ملنے سے بھی زیادہ خوشی ہوتی۔ [بخاری، کتاب الأطعمة، باب قول الله تعالى: ﴿ كلوا من طيبٰت ما رزقنكم ﴾ : ٥٣٧٥]

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پہلا عرب ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور ہم نے اس حال میں وقت گزارا ہے کہ جہاد کر رہے ہیں اور ہمارے پاس حبلہ اور ببول کے پتوں کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی، اور ہم بکری کی مینگنیوں کی طرح پاخانہ کیا کرتے تھے، جس میں تری نام کی کوئی چیز نہ ہوتی۔ [بخاری، کتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي ﷺ و أصحابه : ٦٤٥٣]

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لڑائی کے لیے نکلے۔ سواری کے لیے ہم سب کے پاس ایک ہی اونٹ تھا اور باری باری اس پر سوار ہوتے (پیدل چلنے کی وجہ سے) ہمارے پاؤں پھٹ گئے اور میرے بھی پاؤں پھٹ گئے، ناخن بھی جھڑ گئے۔ اس لیے ہم پاؤں پر چیتھڑے لپیٹ لیتے، اسی لیے اس لڑائی کا نام ''غزوۂ ذات الرقاع'' (یعنی چیتھڑوں والی لڑائی) پڑ گیا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة ذات الرقاع : ٤١٢٨]

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝

''وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے کئی مہربانیاں اور بڑی رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔''

صبر کرنے والوں کی اللہ نے صفت بتائی کہ جب انھیں کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو فوراً اللہ کی تقدیر پر اپنی رضا کا اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے غلام ہیں، ہماری جانیں اور ہمارے اموال سب کچھ اللہ کی ملکیت ہیں۔ وہ جیسے چاہے تصرف کرے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ صبر کرنے والوں کے لیے ایک اجر عظیم یہ بھی ہے کہ رب العالمین ان کی تعریف بیان کرتا ہے

اوران پر رحمت کا نزول فرماتا ہے۔ یہی لوگ فی الواقع راہ ہدایت پر ہیں، اس لیے کہ انھوں نے جب جان لیا کہ وہ اللہ کے غلام ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے، تو کسی بھی حال میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

صبر کرنے والوں کے لیے اجر عظیم سے متعلق بہت سی احادیث آئی ہیں، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میرے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئے تو انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی بات سنی ہے جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے، آپ نے فرمایا: ''جب بھی کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اس مصیبت کے وقت " اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ " پڑھ لے اور یہ دعا کرے: «اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَ أَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا» (اے اللہ! میری اس مصیبت میں مجھے اجر دے اور مجھے اس کا بہتر بدل عطا فرما) تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کرتا ہے۔'' ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ سے سن کر یہ دعا یاد کر لی اور جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو میں نے " اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ " پڑھا اور اس دعا کو بھی، پھر دل میں خیال آیا کہ ابو سلمہ سے بہتر شوہر کس طرح مل سکتا ہے؟ پھر جب میری عدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اندر تشریف لانے کی اجازت طلب فرمائی، میں اس وقت ایک کھال رنگ رہی تھی۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے کیکر کے پتوں (کے رنگ) کو دھویا، آپ کو اجازت دی، آپ کی خدمت میں ایک تکیہ پیش کیا جو کھال سے بنا اور کھجور کے درخت کے ریشوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ اس پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ نے مجھ سے نکاح کی خواہش کا اظہار فرمایا، آپ جب اپنی بات ارشاد فرما چکے تو میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے لیے تو یہ بہت سعادت کی بات ہے، لیکن میں ایک تو بہت غیرت والی عورت ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسی بات سرزد ہو جائے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے عذاب میں مبتلا کر دے اور دوسری بات یہ کہ میں ایک عمر رسیدہ اور بچوں والی عورت ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لیکن تم نے جو غیرت کی بات کی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ ختم کر دے گا، جہاں تک عمر کا تعلق ہے تو میں بھی تمھاری طرح عمر رسیدہ ہوں اور جہاں تک بچوں کا تعلق ہے تو تمھارے بچے میرے بچے ہیں۔'' کہتی ہیں (یہ ارشاد سن کر) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو قبول کیا تو اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شادی کر لی، ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے واقعی ابو سلمہ سے بہتر شوہر نامدار رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے۔ [مسند أحمد : ٤/٢٧، ٢٨، ح : ١٦٣٤٤]

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ (زینب کا بیٹا) فوت ہو گیا تو آپ نے اپنی بیٹی سے فرمایا: ''یوں کہو: «إِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى» ''بے شک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دے دیا اور اس کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے'' لہٰذا تمھیں چاہیے کہ صبر کرو اور اس سے ثواب کی امید رکھو۔'' [بخاري، كتاب الجنائز، باب قول النبي صلی اللہ علیہ وسلم : يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه ...... الخ : ١٢٨٤، ٥٦٥٥]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اس طرح کہے: « اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَأَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا » تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر چیز اسے عطا فرماتا ہے اور اس کی مصیبت میں اسے اجر دیتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المصیبة : ۹۱۸]

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾

''بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں، تو جو کوئی اس گھر کا حج کرے، یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں کا خوب طواف کرے اور جو کوئی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو بے شک اللہ قدر دان ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

صفا اور مروہ کعبہ کے قریب دو چھوٹی پہاڑیوں کے نام ہیں۔ ان کے درمیان سعی کرنا (دوڑنا) ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے حج اور عمرہ کے مناسک (احکام) میں شامل تھا۔ مگر زمانۂ جاہلیت میں مشرکین نے حج اور عمرہ کے مناسک میں کئی شرکیہ رسوم شامل کر لی تھیں، حتیٰ کہ انھوں نے صفا اور مروہ پر دو بت نصب کر رکھے تھے، ایک کا نام ''اِساف'' اور دوسرے کا نام ''نائلہ'' تھا۔ ان مشرکین میں سے بعض وہ تھے جو جاہلیت میں ان کے درمیان سعی کرتے اور ان بتوں کا استلام (بوسہ لینا) بھی کرتے اور ان مشرکین میں سے بعض وہ تھے جو جاہلیت ہی میں صفا و مروہ کی بجائے ''مناۃ'' نامی بت کا طواف کرتے تھے اور مکہ پہنچ کر صفا و مروہ کے طواف کو گناہ سمجھتے تھے۔ ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ سعی کے فرض ہونے پر تو مسلمان متفق تھے، تاہم آیت کے ظاہری الفاظ دیکھ کر بعض لوگوں کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ سعی نہ بھی کی جائے تو کوئی حرج نہیں، چنانچہ عروہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ آپ کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ باری تعالیٰ کے بارے میں کیا خیال ہے: ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ﴾ قسم اللہ کی! پھر تو کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے اگر کوئی صفا اور مروہ کی سعی نہ کرنا چاہے، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، بھانجے! تم نے بہت بری بات کہی ہے، اگر بات ایسے ہوتی جیسے تم نے کہی ہے تو پھر الفاظ یہ ہوتے: '' فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا '' (تو اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف نہ کرے) بات یہ ہے کہ یہ آیت ان انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام سے قبل منات بت کے نام کا تلبیہ پکارتے تھے، جس کی وہ مشلل پہاڑی پر عبادت کیا کرتے تھے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کو اچھا خیال نہیں کرتے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی، اے اللہ کے رسول! ہم زمانۂ جاہلیت میں صفا و مروہ کے طواف میں حرج سمجھتے تھے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ﴾ سیدہ

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان سعی کو مسنون قرار دیا ہے، لہٰذا کسی کے لیے ان کے درمیان طواف یعنی سعی کو ترک کرنا جائز نہیں۔ [بخاری، کتاب الحج، باب وجوب الصفا والمروۃ……الخ : ۱٦٤٣ مسلم، کتاب الحج، باب بیان أن السعی بین الصفا والمروۃ رکن : ۱۲۷۷]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہوئے تو رکن کی طرف تشریف لائے، اسے چھوا، پھر باب صفا سے نکل گئے اور آپ آیت کریمہ : ﴿ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ ﴾ کی تلاوت کر رہے تھے اور فرما رہے تھے : « أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ » ”میں بھی اس سے شروع کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے۔“ [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ۱۲۱۸]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ عمرۃ القضا کے لیے جب مکہ معظمہ پہنچے تو مشرکین کہنے لگے، تمھارے پاس ایسے لوگ آ رہے ہیں جن کو مدینہ کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ (کے طواف میں) اور صفا و مروہ کے درمیان اسی لیے دوڑے تاکہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب عمرۃ القضاء : ٤٢٥٦]

حبیبة بنت أبی تجزئة رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا و مروہ کے مابین طواف کرتے ہوئے دیکھا، لوگ آگے تھے، آپ پیچھے تھے، آپ سعی فرما رہے تھے اور قدرے تیز دوڑنے کی وجہ سے میں آپ کے دونوں گھٹنوں کو دیکھ رہی تھی اور آپ کا تہ بند دونوں گھٹنوں کے درمیان گھوم رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے : ”سعی کرو، اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی کو فرض قرار دے دیا ہے۔“ [مسند أحمد : ٦/٤٢١، ٤٢٢، ح : ٢٧٤٣٤]

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ ١ۙ اُولٰٓىِٕكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓىِٕكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

”بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلیلوں اور ہدایت میں سے اتارا ہے، اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، ایسے لوگ ہیں کہ ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور کھول کر بیان کر دیا تو یہ لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کرتا ہوں اور میں ہی بہت توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔“

اس آیت میں ان لوگوں کے لیے شدید وعید ہے جو انبیاء و رسل کے ذریعہ بھیجی گئی ہدایت و رہنمائی کو لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ یہ آیت اگرچہ یہود و نصاریٰ کے ان علماء کے بارے میں نازل ہوئی تھی جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی نشانیوں کو چھپایا تھا، لیکن اس کا حکم عام ہے، ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ حق کی نشانیوں کو

چھپائے گا، وہ اس وعید میں شامل ہو گا۔ کتمانِ حق اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنی رحمت و قربت سے دور کر دیتا ہے اور ساری دنیا کی لعنت ان پر برسنے لگتی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى : ارشاد فرمایا : ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓىِٕكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ١٧٤] ''بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة : ٤٢] ''اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور نہ حق کو چھپاؤ، جب کہ تم جانتے ہو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس سے علم کے بارے میں پوچھا جائے اور وہ اسے چھپائے تو اسے روز قیامت جہنم کی آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۳۰۵، ح : ۸۰۴۹۔ أبو داؤد ، کتاب العلم، باب کراهية منع العلم : ۳٦۵۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کتاب اللہ میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں کوئی بھی حدیث بیان نہ کرتا۔ پھر انھوں نے یہ آیات تلاوت فرمائیں : ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى ...... الرَّحِيْمُ ﴾ [البقرة : ۱۵۹، ۱٦۰] ''بے شک جو لوگ اس کو چھپاتے ہیں جو ہم نے واضح دلیلوں اور ہدایت میں سے اتارا ہے...... نہایت رحم والا ہوں۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم : ۱۱۸۔ مسلم ، کتاب فضائل الصحابة ، باب من فضائل أبي هريرة : ۲٤۹۲]

اگر کسی مسئلہ سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہو اور عوام میں فتنہ کا خوف ہو تو اسے عوام کے سامنے پیش نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہاں مقصود حق کا چھپانا نہیں، جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''جو شخص اللہ سے اس کیفیت کے ساتھ ملاقات کرے کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو، وہ (یقیناً) جنت میں داخل ہو گا۔'' معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا میں اس چیز کی لوگوں کو بشارت نہ سنا دوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں، مجھے خوف ہے کہ لوگ اس پر بھروسا کر بیٹھیں گے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قومًا ...... الخ : ۱۲۹]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لوگوں سے وہ بات بیان کرو جسے وہ سمجھ سکیں، کیا تم پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھوٹا کہا جائے؟ [بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قومًا، قبل الحديث : ۱۲۷]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کسی قوم کو ایسی بات بیان کرو گے جس تک ان کی عقلیں نہ پہنچتی ہوں تو ضرور ہی ان میں سے کسی کے لیے وہ فتنہ بنے گی۔ [مسلم، المقدمۃ، باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع : ٥]

اگلی آیت میں حکم سابق سے استثنا ہے کہ جو اپنے گناہوں سے تائب ہو کر اپنی اصلاح کر لے گا اور جو حق بات چھپائی تھی اسے لوگوں کے سامنے بیان کر دے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

”بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ کی اور فرشتوں اور لوگوں کی، سب کی لعنت ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرے گا اور اسی حالت میں اسے موت آ جائے، تو اس پر اللہ، اس کے فرشتوں اور تمام بنی نوع انسان کی لعنت واقع ہو جائے گی اور جہنم اس کا ہمیشہ کے لیے ٹھکانا بن جائے گا، نہ عذاب میں کمی ہوگی اور نہ اللہ اس پر نظر رحمت ڈالے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن کی بابت یقینی علم ہے کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے ان پر لعنت جائز ہے، لیکن ان کے علاوہ کسی بڑے سے بڑے گنہگار مسلمان پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے مرنے سے پہلے اس نے سچی توبہ کر لی ہو، یا اللہ نے اس کے دیگر نیک اعمال کی وجہ سے اس کی غلطیوں پر قلم عفو پھیر دیا ہو، جس کا علم ہمیں نہیں ہو سکتا۔ البتہ جن بعض معاصی پر لعنت کا لفظ آیا ہے ان کے مرتکبین کی بابت کہا جا سکتا ہے کہ یہ لعنت والے کام کر رہے ہیں۔ ان سے اگر انھوں نے توبہ نہ کی تو یہ بارگاہِ الٰہی میں ملعون قرار پا سکتے ہیں۔

سیدنا خفاف بن ایماء الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یوں دعا کرتے تھے: ”اے اللہ! بنی لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ (قبائل) پر لعنت فرما، کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور اے اللہ! غفار (قبیلہ) کو بخش دے اور (قبیلہ) اسلم کو سلامت رکھ۔“ [مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوۃ، باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات : ٦٧٩]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احزاب کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مشرکین کے لیے) یوں بددعا فرمائی: ((مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا شَغَلُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ)) ”اللہ ان کے گھر اور قبریں آگ سے بھر دے، جنھوں نے ہمیں درمیانی نماز (نماز عصر) نہیں پڑھنے دی، یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔“ [بخاری ،

کتاب الجھاد والسیر، باب الدعاء علی المشرکین بالھزیمة والزلزلة : ۲۹۳۱]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قنوت نازلہ میں یہ دعا کیا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ اَهْلَ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَاءَكَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِيْ لَا تَرُدُّهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ » ''اے اللہ! اہل کتاب کے ان کافروں پر اپنی لعنت فرما جو تیرے راستے سے روکتے ہیں اور تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں۔ اے اللہ! ان کے معاملات میں اختلاف ڈال دے، ان کے قدم اکھیڑ دے اور ان پر ایسا عذاب نازل فرما جو تو مجرموں سے ہرگز نہیں ٹالتا۔'' [السنن الکبری للبیہقی : ۲/ ۲۱۰، ح: ۳۱۴۳]

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾

''اور تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ اپنی ذات، اسماء وصفات اور افعال میں اکیلا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں، اس لیے عبادت کی تمام صورتیں صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۚ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۹] ''کیا بے شک تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ بے شک اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے میں (یہ) گواہی نہیں دیتا، کہہ دے وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [إبراھیم : ۵۲] ''یہ لوگوں کے لیے ایک پیغام ہے اور تاکہ انھیں اس کے ساتھ ڈرایا جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ حقیقت یہی ہے کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔''

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّ تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور رات اور دن کے بدلنے میں اور ان کشتیوں میں جو سمندر میں وہ چیزیں لے کر چلتی ہیں جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں اور اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی

موت کے بعد زندہ کر دیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر کیا ہوا ہے، ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیت میں اپنی وحدانیت کی اجمالی دلیل بیان کرنے کے بعد اس آیت میں تفصیلی دلائل کا ذکر فرمایا ہے اور انسان کو دعوت فکر دی ہے کہ ذرا ان نشانیوں پر غور تو کرو، کیا یہ اللہ کے وجود اور اس کے قادر مطلق ہونے کے دلائل نہیں ہیں؟ آسمان کی بلندی، اس کی وسعت و پہنائی، اس میں شمس و قمر اور ستاروں کی دنیا، زمین کی پستی، اس کا ہموار ہونا، اس کے پہاڑ، اس کے سمندر، اس کی آبادیاں اور گوناگوں نفع بخش چیزیں، لیل و نہار کی باضابطہ گردش، گرمی، سردی، موسم کا اعتدال، رات اور دن کا چھوٹا بڑا ہونا، کشتیوں اور جہازوں کا سمندروں میں انواع و اقسام کے سامان لے کر چلنا، سمندروں اور ہواؤں کا اس کے لیے مسخر ہونا، زمین میں مختلف قسم کے جانور اور بنی نوع انسان کے لیے ان کی تسخیر، ہواؤں کا چلنا، ٹھنڈی، گرم، جنوبی، شمالی، شرقی اور غربی ہواؤں کا تنوع، اور بادلوں کا وجود جو بارش کا پانی لے کر اللہ کے حکم سے دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچتے رہتے ہیں، یقیناً یہ ساری چیزیں اللہ کے وجود اور اس کی قدرتِ مطلقہ پر دلالت کرتی ہیں اور ہر صاحبِ عقل و خرد کے لیے اللہ پر ایمان لانے کے لیے یہ نشانیاں کافی ہیں۔

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ : آسمان و زمین کی پیدائش میں توحید کی نشانی ہونے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [لقمان : ۱۰، ۱۱] ’’اس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا، جنھیں تم دیکھتے ہو اور زمین میں پہاڑ رکھ دیے، تاکہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر اس میں ہر طرح کی عمدہ قسم اگائی۔ یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔‘‘

وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ : دن رات کے بدلنے میں توحید کی نشانی ہونے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۫ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [الأعراف : ٥٤] ’’بے شک تمھارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا

ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔‘‘

وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ [الجاثیۃ : ۱۲، ۱۳] ’’اللہ وہ ہے جس نے تمھاری خاطر سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ جہاز اس میں اس کے حکم سے چلیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ اور اس نے تمھاری خاطر جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنی طرف سے مسخر کر دیا، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔‘‘

وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚۖ اَحْيَيْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَ مَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [یٰسٓ : ۳۳ تا ۳۶] ’’اور ایک نشانی ان کے لیے مردہ زمین ہے، ہم نے اسے زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا تو وہ اسی میں سے کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے کئی باغ بنائے اور ان میں کئی چشمے پھاڑ نکالے۔ تاکہ وہ اس کے پھل سے کھائیں، حالانکہ اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، تو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے ان چیزوں سے جنھیں زمین اگاتی ہے اور خود ان سے اور ان چیزوں سے جنھیں وہ نہیں جانتے۔‘‘

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَ لَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝۱۶۵

’’اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو غیر اللہ میں سے کچھ شریک بنا لیتے ہیں، وہ ان سے اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں، اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اللہ سے محبت میں کہیں زیادہ ہیں اور کاش! وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا اس وقت کو دیکھ لیں جب وہ عذاب کو دیکھیں گے (تو جان لیں) کہ بے شک قوت سب کی سب اللہ کے لیے ہے اور یہ کہ بے شک اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔‘‘

گزشتہ آیت میں بیان کردہ دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ کے باوجود بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک بنا لیتے ہیں اور ان سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ سے کرنی چاہیے۔ بعثت محمدی کے وقت ہی ایسا نہیں تھا، شرک کے یہ مظاہر آج بھی عام ہیں، بلکہ اسلام کے نام لیواؤں کے اندر بھی یہ بیماری گھر کر گئی

ہے۔ انھوں نے بھی نہ صرف غیر اللہ اور پیروں، فقیروں اور سجادہ نشینوں کو اپنا ماویٰ و ملجا اور قبلۂ حاجات بنا رکھا ہے، بلکہ ان سے ان کی محبت اللہ سے بھی زیادہ ہے اور توحید کا وعظ ان کو بھی اسی طرح دکھتا ہے جس طرح مشرکین مکہ کو اس سے تکلیف ہوتی تھی۔ تاہم اہل ایمان کو مشرکین کے برعکس اللہ تعالیٰ ہی سے سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ وہ توحید باری تعالیٰ کا صحیح علم رکھنے کی بدولت اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے، صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی پر توکل کرتے ہیں اور زندگی کے تمام امور میں صرف اللہ کی جناب میں پناہ لیتے ہیں۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا : ''اَنْدَادًا'' سے مراد وہ فوت شدہ بزرگ ہیں جن کے بت بنا کر وہ انھیں پکارتے اور پوجتے تھے، جیسا کہ سورۂ نوح میں مذکور ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کے متعلق ہے کہ یہ ان کی قوم کے نیک لوگ تھے، جن کے فوت ہونے پر انھوں نے ان کے بت بنا لیے، بعد میں یہی بت عرب میں بن گئے۔ گویا بت پرستی بھی دراصل بزرگ پرستی ہی ہے، رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح ہونے پر کعبہ سے بت نکالے تو ان میں ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے بت بھی تھے۔

''اَنْدَادًا'' میں ہر وہ چیز شامل ہے جو انسان کے دل پر مسلط ہو کر وہ مقام بنا لے جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى : ﴿ فلا تجعلوا لله أندادا ﴾ : ۷۵۲۰۔ مسلم ، كتاب الإيمان ، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب : ۸٦]

يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ : یعنی ایمان والے اللہ کی محبت اور اس کی رضا کو ہر دوسرے کی محبت اور رضا سے مقدم رکھتے ہیں۔ کسی دوسرے کی محبت ان کے دل میں یہ مقام حاصل نہیں کر سکتی کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا پر قربان نہ کر سکیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ١ قْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴾ [التوبة : ۲٤] ''کہہ دے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارا خاندان اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا پڑنے سے تم ڈرتے ہو اور رہنے کے مکانات، جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمھیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین باتیں جس شخص میں ہوں گی اس نے ایمان کی مٹھاس پالی: ① اسے اللہ اور اس کا رسول ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ ② جب وہ کسی بندے سے محبت کرے تو

صرف اللہ کے لیے محبت کرے۔ ③ جب اسے اللہ کفر سے نجات دے دے تو پھر وہ کفر میں واپس جانے کو اتنا برا سمجھے جتنا آگ میں گرائے جانے کو۔“ [بخاری ، کتاب الإیمان ، باب من کرہ أن یعود فی الکفر : ۲۱۔ مسلم ، کتاب الإیمان، باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الإیمان : ۴۳]

وَ لَوْ یَرَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا : مشرکین کے لیے دھمکی ہے کہ جب وہ ظالم عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور اپنے آپ کو اس میں گرفتار پائیں گے، تب شاید انھیں یقین آئے گا کہ حاکمیت صرف اللہ کے لیے ہے اور آسمان و زمین کے درمیان ایک تنکا بھی اس کی قوتِ تصرف سے خارج نہیں۔

اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾

”جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی، ان لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنھوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات بالکل منقطع ہو جائیں گے۔“

قیامت کے دن مشرکین کے لیے وعید بیان کی گئی ہے، اس دن مشرکین کے باطل معبود، جنھیں پوجا گیا تھا، جب عذاب کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھیں گے تو اپنی پرستش کرنے والوں سے براءت کا اظہار کریں گے اور تمام رشتے کٹ جائیں گے جن کی بنیاد پر وہ جمع ہوتے تھے، کوئی معبود بنا تھا اور کسی نے اس کی پرستش کی تھی۔

اس آیت میں قیامت کے دن مشرکوں کی حالت زار کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ کاش! وہ دنیا میں اللہ کی بات پر یقین کر کے اس انجام سے بچ جائیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَغْوَیْنَا ۚ اَغْوَیْنٰهُمْ كَمَا غَوَیْنَا ۚ تَبَرَّاْنَاۤ اِلَیْكَ ۫ مَا كَانُوْۤا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ قِیْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ وَ رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا یَهْتَدُوْنَ ﴾ [القصص : ۶۳، ۶۴] ”وہ لوگ کہیں گے جن پر بات ثابت ہو چکی، اے ہمارے رب! یہ ہیں وہ لوگ جنھیں ہم نے گمراہ کیا، ہم نے انھیں اسی طرح گمراہ کیا جیسے ہم گمراہ ہوئے، ہم تیرے سامنے بری ہونے کا اعلان کرتے ہیں، یہ ہماری تو عبادت نہیں کرتے تھے۔ اور کہا جائے گا اپنے شریکوں کو پکارو۔ سو وہ انھیں پکاریں گے تو وہ انھیں جواب نہ دیں گے اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے۔ کاش کہ واقعی وہ ہدایت قبول کرتے ہوتے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۵﴾ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ﴾ [الأحقاف : ۵، ۶] ”اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں۔ اور جب سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے منکر ہوں گے۔“

وَ قَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ

اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾

’’اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے کاش! ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہو تو ہم ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں، جیسے یہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے۔ اس طرح اللہ انھیں ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ کسی صورت آگ سے نکلنے والے نہیں۔‘‘

آخرت میں پیروں اور گدی نشینوں کی بے بسی اور بے وفائی پر مشرکین حسرت کریں گے لیکن وہاں اس حسرت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، کاش! دنیا ہی میں وہ شرک سے توبہ کر لیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا : جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو مدد کے لیے پکارتے ہیں، ان سے مرادیں مانگتے ہیں، ان کے سامنے جھکتے اور سجدہ کرتے ہیں، یہ سب غیر اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔ اسی طرح جو لوگ شرعی معاملات میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امام یعنی رسول کے علاوہ کسی اور کو اپنا امام یا مرشد بنا لیتے ہیں، پھر بغیر تحقیق کے اس کے کہنے پر چلتے ہیں، خلاف شرع کاموں میں اس کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں، تو یہ بھی اس امام یا مرشد کی عبادت ہی کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [التوبة : ۳۱] ’’انھوں نے اپنے عالموں اور اپنے درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انھیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ ایک معبود کی عبادت کریں، کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔‘‘

وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ : یعنی جن لوگوں نے اللہ کے احکام کو چھوڑ کر دوسروں کے احکام پر عمل کرنا ثواب سمجھ رکھا تھا دوزخ میں داخل کر دیے جائیں گے اور پھر وہ کبھی اس سے نکل نہیں سکیں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ [المائدة : ۷۲] ’’بے شک حقیقت یہ ہے کہ جو بھی اللہ کے ساتھ شریک بنائے سو یقیناً اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔‘‘

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖٞ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾

’’اے لوگو! ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال، پاکیزہ کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، بے شک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔‘‘

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو انداد (شریک) بنانے کا برا انجام ذکر کیا گیا ہے۔ مشرکین ان ’’انداد‘‘

کی تعظیم وتکریم میں اتنی زیادتی کرتے کہ عبادت اور دعا میں بھی ان کو پکارتے اور ان کے نام پر بہت سے مویشی مثلاً بحیرہ، سائبہ اور وصیلہ وغیرہ کو حرام قرار دے دیتے۔ ان پر نہ سواری کرتے اور نہ ان کا گوشت کھاتے اور ان کو اللہ کے قریب ہونے کا ذریعہ سمجھتے۔ البتہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو انھوں نے حلال ٹھہرا لیا تھا، مثلاً مردار، خون، خنزیر اور غیر اللہ کی نذر و نیاز۔ چنانچہ اس آیت میں کسی چیز کو اس طرح حرام ٹھہرا لینے سے منع فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ حلال اور طیب چیزیں کھانے کا حکم دیا، یعنی اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بچو مگر اس کی حلال کردہ طیب چیزوں سے اجتناب کی اجازت نہیں۔ بلکہ اسلام تب معتبر ہو گا جب کوئی شخص اسلام کی حلال کردہ اشیا سے اجتناب نہیں برتے گا، چنانچہ یہاں فرمایا کہ شیطان کے پیچھے لگ کر ان کو حرام نہ ٹھہراؤ۔ اللہ اور اس کے رسول کی ہر نافرمانی اور دین میں شامل کی ہوئی ہر وہ بات جو اللہ اور اس کے رسول نے نہیں بتائی وہ بدعت ہے اور ہر بدعت شیطان کے قدموں کی پیروی ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے لوگو! روئے زمین پر جو چیزیں پائی جاتی ہیں ان میں سے صرف وہی چیزیں کھایا کرو جو حلال اور پاکیزہ ہیں، حرام اور خبیث چیزیں نہ کھایا کرو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۸۸] ”اور اللہ نے تمھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے حلال، طیب کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔“ اور فرمایا: ﴿ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ﴾ [النحل : ۱۱۴] ”سو کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمھیں حلال، پاکیزہ رزق دیا ہے۔“

سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آگاہ ہو جاؤ! میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں وہ باتیں سکھلاؤں جو تمھیں معلوم نہیں، ان باتوں میں سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے آج کے دن سکھلائیں۔ وہ یہ کہ ہر وہ مال جو میں نے اپنے بندوں کو عطا فرمایا وہ ان کے لیے حلال ہے اور میں نے اپنے بندوں کو اس طرح پیدا کیا تھا کہ وہ سب سے کٹ کر صرف اسی کی طرف متوجہ تھے مگر شیطان ان کے پاس آئے اور انھوں نے انھیں دین سے دور کر دیا اور ان چیزوں کو حرام قرار دلایا جو میں نے ان کے لیے حلال قرار دی تھیں۔“ [مسلم ، کتاب الجنة وصفة نعيمها ، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ۲۸۶۵]

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ : حرام اور خبیث چیزوں کا کھانا شیطان کی پیروی کرنا ہے، حالانکہ وہ انسان کا کھلا دشمن ہے اس کے دھوکے میں آ جانا بڑی نادانی کی بات ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۵۳] ”بے شک شیطان ہمیشہ سے انسان کا کھلا دشمن ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ﴾ [فاطر : ۶] ”بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔“ اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ [یٰس : ۶۰] ”کیا میں نے تمھیں تاکید نہ

کی تھی اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔‘‘

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

’’وہ تو تمھیں برائی اور بے حیائی ہی کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ تم اللہ پر وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے۔‘‘

شیطان کی عداوت کی تفصیل بتائی گئی ہے کہ وہ تمھیں معاصی کا بالعموم اور فواحش کا بالخصوص حکم دیتا ہے۔ جیسے زنا، شراب، قتل اور دوسروں پر زنا کی تہمت لگانا وغیرہ اور تمھیں شیطان اس بات کا بھی حکم دیتا ہے کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کرو جن کا تم علم نہیں رکھتے ہو۔

وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : اس سے مراد ہر وہ بات ہے جو کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو، اور اسے اپنی طرف سے اللہ کے ذمے لگا دیا جائے۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ [آل عمران : ۷۸] ’’اور بے شک ان میں سے یقیناً کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب (پڑھنے) کے ساتھ اپنی زبانیں مروڑتے ہیں، تاکہ تم اسے کتاب میں سے سمجھو، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں اور اللہ پر جھوٹ کہتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۚ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ [البقرۃ : ۷۹] ’’پس ان لوگوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے، جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ [النحل : ۱۱۶] ’’اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔‘‘

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔‘‘

کافروں کی یہ پرانی عادت رہی ہے کہ جب کبھی ان سے ایمان لانے کے لیے کہا گیا تو وہ آبائی تقلید کا سہارا لیتے رہے۔ ہمیشہ وہ یہی کہا کرتے تھے کہ ہمارے آبا و اجداد حق پر تھے، لہٰذا ہم انھی کے راستہ کی پیروی کریں گے۔

ارشاد فرمایا: ﴿وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى

عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴾ [لقمان : ۲۱] ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اور کیا اگرچہ شیطان انھیں بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو؟'' اور فرمایا: ﴿ بَلْ قَالُوْۤا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴾ [الزخرف : ۲۲] ''بلکہ انھوں نے کہا کہ بے شک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا ہے اور بے شک ہم انھی کے قدموں کے نشانوں پر راہ پانے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ۱۰۴] ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہدایت پاتے ہوں۔''

اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ : اس آیت میں روئے سخن اگرچہ مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی طرف ہے مگر مسلمان بھی اگر یہی روش اختیار کریں کہ قرآن و حدیث کے مقابلے میں اپنے آبا و اجداد کی رسموں پر جمے رہیں، یا اپنے ائمہ و علماء کی ان باتوں پر ڈٹے رہیں جن کی کوئی سند نہ قرآن سے ملتی ہے نہ سنت سے، تو وہ بھی اس آیت کا مصداق ہوں گے۔ اسی کا نام تقلید ہے، کیونکہ تمام علماء نے تقلید کی تعریف یہ کی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی بجائے کسی غیر کا قول دلیل کے بغیر لے لینا تقلید ہے۔

اسلام میں تمام گمراہ فرقوں کا وجود، شرک و بدعت کا رواج، قبروں، مزاروں اور درگاہوں کی پرستش اور عقائد کی تمام بیماریاں اسی چور دروازے سے داخل ہوئی ہیں کہ قرآن و سنت کو چھوڑ کر اپنے بزرگوں، مشائخ اور خود ساختہ معبودوں کی بات کو ترجیح دے کر ان کی تقلید کی اور ببانگِ دہل کہا کہ یہ حضرات جو کرتے آئے ہیں آخر ان کے پاس بھی تو کوئی دلیل ہوگی، اس لیے ہم وہی کریں گے جو ہمارے بزرگ کرتے آئے ہیں اور ان حدیثوں کو ہم نہیں مانیں گے، اس لیے کہ ہم اپنے بزرگوں سے زیادہ سمجھ نہیں رکھتے۔

وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

''اور ان لوگوں کی مثال جنھوں نے کفر کیا، اس شخص کی مثال جیسی ہے جو ان جانوروں کو آواز دیتا ہے جو پکار اور آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے، بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں سمجھتے۔''

ان کافروں کی مثال جنھوں نے تقلید آبا میں اپنی عقل و فہم کو معطل کر رکھا ہے، ان جانوروں کی طرح ہے جن کو چرواہا بلاتا اور پکارتا ہے، وہ جانور آواز تو سنتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ انھیں کیوں بلایا اور پکارا جا رہا ہے؟ اسی طرح یہ مقلدین

بھی بہرے ہیں کہ حق کی آواز نہیں سنتے، گونگے ہیں کہ حق ان کی زبان سے نہیں نکلتا، اندھے ہیں کہ حق کے دیکھنے سے عاجز ہیں اور بے عقل ہیں کہ دعوت حق کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔

ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ [الزخرف : ٤٠] ''پھر کیا تو بہروں کو سنائے گا، یا اندھوں کو راہ دکھائے گا اور ان کو جو صاف گمراہی میں پڑے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴾ [یونس : ٤٣] ''اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو تیری طرف دیکھتے ہیں، تو کیا تو اندھوں کو راستہ دکھائے گا، اگرچہ وہ نہ دیکھتے ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ﴾ [الروم : ٥٣] ''اور نہ تو کبھی اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لانے والا ہے۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿١٧٢﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا فرمائی ہیں اور اللہ کا شکر کرو، اگر تم صرف اس کی عبادت کرتے ہو۔''

اس سے پہلے سب لوگوں کو حلال وطیب کھانے کا حکم دیا تھا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اہل ایمان کو حلال اور پاکیزہ روزی کھانے اور کمانے کا حکم دیا ہے، کیونکہ اس کے بغیر کوئی دعا اور عبادت قبول نہیں ہوتی۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ﴾ [المائدة : ٨٨] ''اور اللہ نے تمھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے حلال، طیب کھاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴾ [النحل : ١١٤] ''سو کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمھیں حلال، پاکیزہ رزق دیا ہے اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ﴾ [المائدة : ٤] ''تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال کیا گیا ہے؟ کہہ دے تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاک ہے، پاک ہی کو قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو حکم دیا تھا، (رسولوں کو) اس نے فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾ [المؤمنون : ٥١] ''اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو، خوب جاننے والا ہوں۔'' اور (مومنوں سے) فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ [البقرة : ١٧٢] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا فرمائی ہیں۔'' پھر آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، پریشان حال اور غبار آلود ہے، اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے، یا رب! یا رب! مگر اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام

ہے، اس کا لباس حرام ہے، حرام مال ہی سے اس نے پرورش پائی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟'' [مسلم، کتاب الزکٰوۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وتربیتھا : ۱۰۱۵]

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾

''اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز حرام کی ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے، پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اکل حلال کی ترغیب و نصیحت کے بعد، یہاں بعض ان چیزوں کا ذکر کیا جا رہا ہے، جن کا کھانا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے مردہ جانور (چاہے جیسے بھی مرا ہو) خون، سور کا گوشت اور جس جانور کو غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا گیا ہو، حرام کر دیا ہے، ہاں اگر کوئی شخص اضطراری حالت میں جان بچانے کے لیے کھا لیتا ہے تو گناہ گار نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ : سب سے پہلی چیز جس کی حرمت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ مردار ہے۔ مردار وہ جانور ہے جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے، یا جو بغیر ذبح کیے مر جائے، خواہ وہ چوٹ سے مرے یا گر کر مرے یا کسی اور طرح سے مرے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ﴾ [المائدۃ : ۳] ''تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کر لو۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال قرار دیے گئے ہیں، دو مردار مچھلی اور ٹڈی، دو خون کلیجی اور تلی ہیں۔'' [ابن ماجہ، کتاب الأطعمۃ، باب الکبد والطحال : ۳۳۱۴]

سمندر کا ہر جانور خواہ زندہ پکڑا جائے یا مردہ، نام اس کا کچھ بھی ہو، حلال ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریا کے بارے میں فرمایا: ''اس کا پانی پاک اور مردار حلال ہے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء بماء البحر : ۸۳۔ ترمذی، کتاب الطھارۃ، باب ما جاء فی ماء البحر أنہ طھور : ۶۹]

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ بھیجا اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنایا۔ ہم نے قریش کے ایک تجارتی قافلے کو لوٹنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کا ایک تھیلا ہمیں

زادِ راہ کے طور پر دیا۔ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس میں سے ہمیں ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے۔ راوی نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم ان کھجوروں سے کیا کرتے تھے؟ تو انھوں نے بتایا کہ ہم ان کو اس طرح چوسا کرتے تھے جیسے بچے چوستے ہیں، پھر اوپر سے پانی پی لیتے تو صبح سے شام تک ایک کھجور سے گزارا کر لیتے اور درختوں کے پتوں کو چھڑی سے گراتے اور پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ چلتے چلتے ہم ساحل سمندر پر پہنچ گئے۔ ساحل سمندر پر ہمیں ایک بڑا ٹیلا نظر آیا۔ جب ہم اس کے قریب آئے تو وہ عنبر نامی مچھلی تھی۔ ابوعبیدہ نے کہا یہ تو مری ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ نہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے ہیں، اللہ کے راستے میں نکلے ہیں اور تم اس وقت اضطراری کیفیت میں ہو، پس تم اسے کھاؤ۔ ہم تین سو آدمی تھے اور مسلسل ایک مہینا اس مچھلی کو کھاتے رہے، حتیٰ کہ ہم موٹے ہو گئے۔ ہم اس کی آنکھ کے خول سے تیل کے مٹکے بھرتے تھے اور بیل کے برابر اس کی بوٹیاں کاٹتے تھے۔ ابوعبیدہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو اکٹھا کیا اور انھیں اس کی آنکھ کے خول میں بٹھا دیا اور اس کی ایک پسلی کو کھڑا کیا اور ہمارے سب سے بڑے اونٹ کے اوپر کجاوا رکھا اور اس کو اس کے نیچے سے گزارا تو وہ آسانی سے گزر گیا۔ ہم نے اس کے گوشت میں سے وشائق (وہ ابلا ہوا گوشت جو سفر کے لیے رکھتے ہیں) بنا لیے۔ جب ہم واپس مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ آپ کو سنایا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ تو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے رزق نکالا تھا۔ تمھارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہے تو ہمیں بھی کھانے کے لیے دو۔'' ہم نے کچھ گوشت آپ کی طرف بھیجا تو آپ نے اسے کھایا۔ [مسلم ، کتاب الصید و الذبائح، باب إباحة میتات البحر : ۱۹۳۵]

وَالدَّمَ : دوسری چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا، وہ خون ہے، خون سے مراد بہنے والا خون ہے یعنی وہ خون جو کسی جانور سے ذبح کے وقت نکلتا ہے، یا اس کے زخم سے نکلتا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِيْ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ﴾ [الأنعام : ۱۴۵] ''کہہ دے میں اس وحی میں، جو میری طرف کی گئی ہے، کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا جسے وہ کھائے، سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ بے شک وہ گندگی ہے، یا نافرمانی (کا باعث) ہو، جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔''

وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ : سور، خواہ پالتو ہو یا جنگلی جس طرح اس کا گوشت حرام ہے، اسی طرح اس کے جسم کے باقی تمام اعضا اور چربی وغیرہ بھی حرام ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ ﴾ [الأنعام : ۱۴۵] ''سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو، یا بہایا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ بے شک وہ گندگی ہے۔''

سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص نردشیر (چوسر) کھیلے تو اس نے گویا اپنا ہاتھ سور کے گوشت اور خون سے رنگا۔'' [مسلم، کتاب الشعر ، باب تحریم اللعب بالنردشیر : ۲۲۶۰]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔“ عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول! مردار کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس سے کشتیوں کو روغن کیا جاتا ہے، چمڑوں کو تیل لگایا جاتا ہے اور لوگ اسے چراغوں میں جلاتے ہیں؟ فرمایا: ”نہیں، یہ حرام ہے۔“ [بخاری، كتاب البيوع، باب بيع الميتة والأصنام : ۲۲۳٦۔ مسلم، كتاب المساقاة ، باب تحريم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام : ۱۵۸۱]

اسی ذیل میں خشکی کے جانوروں میں سے ہر کچلی والا درندہ اور پنجے سے شکار کرنے والا پرندہ بھی آتا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ [بخاری، كتاب الذبائح والصيد، باب أكل كل ذی ناب من السباع : ۵۵۳۰۔ مسلم، كتاب الصيد والذبائح ، باب تحريم أكل كل ذی ناب...... الخ : ۱۹۳۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجے (میں پکڑ کر کھانے) والے پرندے کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ [مسلم، كتاب الصيد و الذبائح ، باب تحريم أكل كل ذی ناب من السباع...... الخ : ۱۹۳٤]

وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ : چوتھی چیز جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام پر ذبح کی گئی ہو، یا کسی دوسرے کے آستانے پر ذبح کی گئی ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَ النَّطِيْحَةُ وَ مَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ﴾ [المائدة : ۳] ”تم پر مردار حرام کیا گیا ہے اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹنے والا جانور اور جسے چوٹ لگی ہو اور گرنے والا اور جسے سینگ لگا ہو اور جسے درندے نے کھایا ہو، مگر جو تم ذبح کرلو، اور جو تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ کہ تم تیروں کے ساتھ قسمت معلوم کرو۔ یہ سراسر نافرمانی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ﴾ [النحل : ۱۱۵] ”اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ چیزیں حرام کی ہیں جن پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی لعنت ہے اس شخص پر جو اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے ذبح کرے۔“ [مسلم ، كتاب الأضاحی ، باب تحريم الذبح لغير الله تعالى و لعن فاعله : ۱۹۷۸]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وحی نازل ہونے سے پہلے (ایک دن) بلدح کے نشیب میں رسول اللہ ﷺ کی ملاقات زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک دستر خوان بچھایا گیا۔ زید نے اس

میں سے کھانے سے انکار کر دیا (کہ شاید قریش کی طرح یہ بھی بتوں کے نام کا کوئی ذبیحہ ہے، جبکہ ایسا نہیں تھا) اور اس نے (دسترخوان بچھانے والوں سے) کہا، میں ان ذبیحوں کا گوشت نہیں کھاتا جو تم اپنے آستانوں پر ذبح کرتے ہو اور نہ کوئی اور چیز کھاتا ہوں، سوائے اس چیز کے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ [بخاري، كتاب مناقب الأنصار، باب حديث زيد بن عمرو بن نفيل : ۳۸۲٦]

سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص نے بوانہ نامی مقام پر ایک اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے بوانہ کے مقام پر ایک اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی (کیا میں اسے پورا کر سکتا ہوں)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں سے) پوچھا: ''کیا وہاں ایام جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا، جس کی عبادت کی جاتی تھی؟'' لوگوں نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا وہاں کافروں کے میلوں میں سے کوئی میلا تو نہیں لگتا تھا؟'' لوگوں نے کہا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کرو۔'' [أبو داؤد، كتاب الأيمان والنذور، باب ما يؤمر به من وفاء النذر : ۳۳۱۳]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «لَا عَقْرَ فِي الْإِسْلَامِ» ''اسلام میں قبروں کے پاس ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب الجنائز، باب كراهية الذبح عند القبر : ۳۲۲۲]

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ﴾ [الأنعام : ۱۱۹] ''حالانکہ بلاشبہ اس نے تمھارے لیے وہ چیزیں کھول کر بیان کر دی ہیں جو اس نے تم پر حرام کی ہیں، مگر جس کی طرف تم مجبور کر دیے جاؤ۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [الأنعام : ۱۴۵] ''پھر جو مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا تو بے شک تیرا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ [المائدۃ : ۳] ''پھر جو شخص بھوک کی کسی صورت میں مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ کسی گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓىِٕكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾

''بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو اللہ نے کتاب میں سے اتارا ہے اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھا رہے اور نہ اللہ ان سے قیامت کے دن بات کرے گا اور نہ انھیں پاک

کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔‘‘

کتمانِ حق کرنے والوں کے لیے وعید کا دوبارہ ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ امتِ مسلمہ کے افراد ایسی مذموم صفت سے اپنے آپ کو بچا کر رکھیں۔ یہود نے نبی کریم ﷺ کی ان صفات کو چھپایا جو آپ کی رسالت پر دلالت کرتی تھیں، تاکہ عربوں پر ان کی برتری ثابت رہے اور جو ہدیے اور تحفے انھیں ان سے ملا کرتے تھے ان کا سلسلہ جاری رہے۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ درحقیقت (ان حقیر ہدیوں کے عوض) اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں اور قیامت کے دن اللہ مارے غضب کے ان سے بات بھی نہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ : دوزخ کی آگ کھانے کا ذکر ایک اور جگہ قرآن میں آیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ﴾ [النساء : ١٠]

’’بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔‘‘

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔‘‘ [بخاري، كتاب الأشربة، باب آنية الفضة : ٥٦٣٤۔ مسلم ، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم استعمال أواني الذهب والفضة ...... الخ : ٢٠٦٥]

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿١٧٥﴾

’’یہی لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے اور عذاب کو بخشش کے بدلے خریدا، سو وہ آگ پر کس قدر صبر کرنے والے ہیں۔‘‘

ان کافروں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرتِ الٰہی کے بدلے عذابِ نار کو قبول کر لیا ہے، یہ لوگ قیامت کے دن ایسے سخت اور دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے کہ دیکھنے والے حیران رہ جائیں گے اور دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ وہ کون سی چیز ہے جس نے انھیں آگ کے عذاب کو برداشت کرنے پر آمادہ کیا کہ یہ لوگ اللہ کی نافرمانیوں پر کمر باندھے ہوئے ہیں۔

ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿١٧٦﴾

’’یہ اس لیے کہ بے شک اللہ نے یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے اور جن لوگوں نے اس کتاب میں اختلاف کیا ہے یقیناً وہ بہت دور کی مخالفت میں (پڑے) ہیں۔‘‘

یعنی یہ لوگ ایسے سخت عذاب میں اس لیے مبتلا کیے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو کتابیں اس لیے اتاری تھیں کہ حق

کا ظہور و غلبہ ہو اور باطل پامال ہو، لیکن ان لوگوں نے اللہ کی کتاب کا استہزا کیا، اس میں تحریف کی اور بالخصوص قرآن کے بارے میں خلاف واقع باتیں کہیں، کسی نے کہا یہ جادو ہے، کسی نے کہا یہ شعر ہے، کسی نے کہا یہ گزرے ہوئے زمانے کی کہانیاں ہیں اور اس طرح وہ حق سے کوسوں دور ہوتے گئے اور عذابِ شدید کے مستحق بنے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآىِٕلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

”نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو اور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں۔ اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں اور خصوصاً جو تنگ دستی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے سچ کہا اور یہی بچنے والے ہیں۔“

یہ آیت یہود و نصاریٰ کی تردید میں اس وقت نازل ہوئی جب انھوں نے تحویلِ قبلہ کے بعد اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں مختلف قسم کی فتنہ انگیز باتیں کرنا شروع کر دی تھیں، جس سے بعض مسلمان بھی بعض دفعہ کبیدہ خاطر ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کر لینا بذات خود کوئی نیکی نہیں ہے، بلکہ یہ تو صرف مرکزیت اور اجتماعیت کے حصول کا ایک طریقہ ہے، اصل نیکی تو ان عقائد پر ایمان رکھنا ہے جو اللہ نے بیان فرمائے ہیں۔

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ ...... وَالنَّبِيّٖنَ : ایمان سے مراد اللہ تعالیٰ پر، قیامت پر، فرشتوں پر، اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر اور اس کے نبیوں پر ایمان لانا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کی ملاقات پر، اس کے رسولوں پر اور دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان لاؤ۔“ [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل...... الخ : ۵۰۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الإیمان ما ھو ؟ و بیان خصاله : ۹]

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اے

اللہ کے رسول ! اجر کے لحاظ سے بڑا صدقہ کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ''افضل صدقہ یہ ہے کہ تو اپنی صحت اور مال کی محبت کی حالت میں صدقہ کرے، جبکہ تجھے کمی وفقر کا اندیشہ ہو اور مال کے زیادہ ہونے کی رغبت۔'' [بخاری ، کتاب الزکوٰۃ، باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح ...... الخ : ۱۴۱۹۔ مسلم ، کتاب الزکوۃ ، باب بیان أن أفضل الصدقۃ الصحیح الشحیح : ۱۰۳۲]

ذَوِي الْقُرْبٰى : اقربا میں سب سے زیادہ حق والدین کا ہے، اس کے بعد باقی عزیز واقارب ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲٦] ''اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾ [النساء : ۳٦] ''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور قرابت والے کے ساتھ اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت والے ہمسائے اور اجنبی ہمسائے اور پہلو کے ساتھی اور مسافر (کے ساتھ) اور (ان کے ساتھ بھی) جن کے مالک تمھارے دائیں ہاتھ بنے ہیں۔''

سیدنا سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکینوں پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے، مگر اپنے رشتہ داروں کو دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔'' [مسند أحمد : ۲۱۴/۴، ح : ۱۷۹۰۳]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز اس کے وقت پر ادا کرنا۔'' میں نے پوچھا، پھر کون سا عمل؟ فرمایا: ''والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔'' میں نے پوچھا، پھر کون سا عمل؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب البر والصلۃ : ۵۹۷۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، اے اللہ کے رسول ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: ''تمھاری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ فرمایا: ''تمھاری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھاری ماں۔'' اس نے پوچھا، پھر کون؟ آپ نے فرمایا: ''پھر تمھارا باپ۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبۃ : ۵۹۷۱۔ مسلم، کتاب البر والصلۃ و الأدب، باب بر الوالدین و أیہما أحق بہ : ۲۵۴۸]

وَالْيَتٰمٰى : ارشاد فرمایا: ﴿ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ﴾ [الدھر ...] ''اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (اور کہتے

ہیں) ہم تو صرف اللہ کے چہرے کی خاطر تمھیں کھلاتے ہیں، نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔"

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے۔" آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔[بخاری، کتاب الأدب، باب فضل من يعول يتيمًا : ٦٠٠٥۔ مسلم، كتاب الزهد، باب فضل الإحسان إلى الأرملة ...... الخ : ٢٩٨٣ عن أبي هريرة رضى الله عنه]

وَالْمَسٰكِيْنَ :ارشاد فرمایا:﴿ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ [البقرة : ٢١٥] "کہہ دے تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو، سو وہ ماں باپ اور زیادہ قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے۔" اور فرمایا: ﴿ وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ﴾ [الدهر : ٨] "اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔"

سیدنا صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیوہ اور مسکین کی خدمت کرنے والا ایسے ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، یا جیسے دن کو روزہ رکھنے والا اور رات کو نماز پڑھنے والا۔" [بخاری ، کتاب الأدب، باب الساعي على الأرملة : ٦٠٠٦۔ مسلم، كتاب الزهد، باب فضل الإحسان إلى الأرملة والمسكين واليتيم : ٢٩٨٢، عن أبي هريرة رضى الله عنه]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں سے مانگتا پھرتا ہے اور کوئی اسے ایک یا دو لقمے اور ایک یا دو کھجوریں دے دیتا ہے۔" صحابہ نے عرض کی، پھر مسکین کون ہے اے اللہ کے رسول؟ تو آپ نے فرمایا: "مسکین تو وہ ہے جس کے پاس نہ تو اس قدر مال ہو جو اس کی ضرورت کے لیے کافی ہو اور نہ اس کی احتیاج کی بابت علم ہو کہ اسے صدقہ دیا جا سکے اور نہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال کرے۔" [مسلم، كتاب الزكوة، باب المسكين الذى لا يجد غنى ...... الخ : ١٠٣٩۔ بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ لا يسئلون الناس إلحافًا ﴾ : ٤٥٣٩]

وَابْنَ السَّبِيْلِ : سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک آدمی کے سوال کے جواب میں) فرمایا: "بے شک یہ مال (بھی) خوش گوار و دل پسند ہے تو مسلمان کا وہ مال کتنا اچھا ہے جس مال میں سے وہ مسکین، یتیم اور مسافر کو دیتا رہتا ہے۔" [بخاری، كتاب الزكوة، باب الصدقة على اليتامٰى : ١٤٦٥]

وَالسَّآىِٕلِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴾ [الذاريات : ١٩] "اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے اور محروم کے لیے ایک حصہ تھا۔" اور فرمایا: ﴿ وَ الَّذِيْنَ فِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴾ [المعارج : ٢٤، ٢٥] "اور وہ جن کے مالوں میں ایک مقرر حصہ ہے۔ سوال کرنے والے کے لیے اور (اس کے لیے) جسے نہیں دیا جاتا۔"

وَفِي الرِّقَابِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝

اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴾ [البلد : ۱۰ تا ۱۶] ''اور ہم نے اسے دو واضح راستے دکھا دیے۔ پھر (بھی) وہ مشکل گھاٹی میں نہ گھسا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ وہ مشکل گھاٹی کیا ہے؟ (وہ) گردن چھڑانا ہے۔ یا کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلانا ہے۔ کسی قرابت والے یتیم کو یا مٹی میں ملے ہوئے کسی مسکین کو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کرے تو اللہ اس غلام کے جسم کے ہر عضو کی آزادی کے بدلے آزاد کرنے والے کے جسم کے بھی ایک ایک عضو کو دوزخ سے بچائے گا۔'' [بخاری، کتاب العتق، باب فی العتق و فضله...... : ۲۵۱۷۔ مسلم، کتاب العتق، باب فضل العتق : ۱۵۰۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی غلام کی غلامی میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو اگر اس کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ مال اس غلام کی اس قیمت کو پہنچ جائے جو انصاف کے ساتھ تجویز کی گئی ہو تو وہ آزاد کرنے والا اپنے شرکا کو ان کے حصہ کی قیمت ادا کر دے اور اسے آزاد کر دے، اور اگر اس کے پاس اتنا مال نہیں ہے تو پھر وہ غلام اتنا ہی آزاد ہو گا جتنا کہ وہ آزاد کیا گیا ہے۔'' [بخاری، کتاب العتق، باب إذا أعتق عبدًا بین اثنین...... الخ : ۲۵۲۲۔ مسلم، کتاب العتق، باب من أعتق شرکا له فی عبد : ۱۵۰۱]

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا : ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۸] ''اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، پھر پکارا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی کا نشان ہے۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب ما یدعی الناس بأبائهم : ۶۱۷۷۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب تحریم الغدر : ۱۷۳۵]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص میں یہ چار باتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں ان میں سے ایک بات ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی جب تک اس کو چھوڑ نہ دے، (وہ خصلتیں یہ ہیں) جب امانت دار بنایا جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو عہد شکنی کرے اور جب لڑائی کرے تو بدکلامی کرے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب علامات المنافق : ۳۴۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق : ۵۸]

وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ : اہم نیکیوں میں سے آخری نیکی اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی کہ سختی و تکلیف نقصان و تنگی، جنگ و جدال کے وقت صابر و ثابت قدم رہنا۔ بے صبری و ناشکری، بزدلی و گھبراہٹ، جزع فزع اور میدان جنگ سے پیٹھ موڑنا، یہ تمام خصائل اسلامی وقار کے منافی ہیں۔ ایک مسلمان کا وقار اس میں ہے کہ اللہ کی راہ میں

جان دے دے لیکن شکست کھا کے میدان جنگ سے نہ بھاگے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ يَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۲۵] ”کیوں نہیں! اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو اور وہ اپنے اسی جوش میں تم پر آ پڑیں تو تمھارا رب پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ تمھاری مدد کرے گا، جو خاص نشان والے ہوں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ [لقمان : ۱۷] ”اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور اس (مصیبت) پر صبر کر جو تجھے پہنچے، یقیناً یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔“

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر مقتولوں میں بدلہ لینا لکھ دیا گیا ہے، آزاد (قاتل) کے بدلے وہی آزاد (قاتل) اور غلام (قاتل) کے بدلے وہی غلام (قاتل) اور (قاتلہ) عورت کے بدلے وہی (قاتلہ) عورت (قتل) ہوگی، پھر جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی معاف کر دیا جائے تو معروف طریقے سے پیچھا کرنا اور اچھے طریقے سے اس کے پاس پہنچا دینا (لازم) ہے۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے ایک قسم کی آسانی اور ایک مہربانی ہے، پھر جو اس کے بعد زیادتی کرے تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

زمانۂ جاہلیت میں کوئی نظم اور قانون تو تھا نہیں، اس لیے زور آور قبیلے کمزور قبیلوں پر جس طرح چاہتے ظلم و جور کا ارتکاب کر لیتے۔ ایک ظلم کی شکل یہ تھی کہ کسی طاقت ور قبیلے کا کوئی مرد قتل ہو جاتا تو وہ صرف قاتل کو قتل کرنے کی بجائے قاتل کے قبیلے کے کئی مردوں کو، بلکہ بعض اوقات پورے قبیلے ہی کو تہس نہس کرنے کی کوشش کرتے اور عورت کے بدلے مرد کو اور غلام کے بدلے آزاد کو قتل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرق اور امتیاز کو ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ جو قاتل ہوگا قصاص (بدلے) میں اسی کو قتل کیا جائے گا۔ قاتل آزاد ہے تو بدلے میں وہی آزاد، غلام ہے تو بدلے میں وہی غلام اور عورت ہے تو بدلے میں وہی عورت قتل کی جائے گی، نہ کہ غلام کی جگہ آزاد اور عورت کی جگہ مرد، یا ایک مرد کے بدلے متعدد مرد۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مرد اگر عورت کو قتل کر دے تو قصاص میں کوئی عورت قتل کی جائے گی، یا عورت مرد کو قتل کر دے تو کسی مرد کو قتل کیا جائے گا، جیسا کہ ظاہری الفاظ سے یہ مفہوم نکلتا ہے، بلکہ یہ الفاظ شانِ نزول کے اعتبار سے ہیں جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قصاص میں قاتل ہی کو قتل کیا جائے گا، وہ چاہے مرد ہو یا عورت، طاقتور ہو یا کمزور۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمام مسلمانوں کے خون (مرد ہو یا عورت) برابر ہیں۔“ [أبو داوٗد، کتاب

الجهاد، باب في السرية ترد على أهل العسكر : ۲۷۵۱]

﴿ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ﴾ : معافی کی دو صورتیں ہیں، ایک بغیر مالی معاوضہ یعنی دیت لیے بغیر محض رضائے الٰہی کے لیے معاف کر دینا۔ دوسری صورت قصاص کی بجائے دیت قبول کر لینا۔ اگر دوسری صورت اختیار کی جائے تو کہا جا رہا ہے کہ طالب دیت بھلائی کی اتباع کرے۔ ﴿ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ﴾ میں قاتل کو کہا جا رہا ہے کہ بغیر تنگ کیے اچھے طریقے سے دیت کی ادائیگی کرے، اولیائے مقتول نے اس کی جان بخشی کر کے اس پر جو احسان کیا ہے اس کا بدلہ احسان ہی کے ساتھ دے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس کا کوئی (عزیز) قتل ہو جائے تو اسے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے، خواہ فدیہ لے لے، خواہ بدلہ لے لے۔“ [بخاري، كتاب في اللقطة، باب كيف تعرف لقطة أهل مكة : ۲۴۳۴۔ مسلم، كتاب الحج، باب تحريم مكة ...... الخ : ۱۳۵۵]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جا سکتا۔“ [بخاري، كتاب الديات، باب لا يقتل المسلم بالكافر : ۶۹۱۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص قتل کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو مقتول کے ولی کے حوالے کر دیا۔ قاتل نے کہا، اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میرا ارادہ اس کو قتل کرنے کا نہیں تھا، (وہ غلطی سے قتل ہو گیا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقتول کے ولی سے) فرمایا: ”اگر یہ سچا ہے اور تم نے اسے قتل کر دیا تو تم دوزخ میں جاؤ گے۔“ یہ سن کر مقتول کے ولی نے اس قاتل کو چھوڑ دیا۔ [ترمذي، كتاب الديات، باب ما جاء في حكم ولي القتيل في القصاص والعفو : ۱۴۰۷]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا، اس لڑکی سے پوچھا گیا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے؟ کیا فلاں نے؟ یہاں تک کہ جب اس یہودی کا نام لیا گیا (جس نے قتل کیا تھا) تو اس نے سر سے اشارہ کیا (کہ ہاں) وہ یہودی لایا گیا، اس نے اپنے جرم کا اعتراف کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور اس کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔ [بخاري، كتاب الديات، باب سؤال القاتل حتى يقر والإقرار في الحدود : ۶۸۷۶۔ مسلم، كتاب القسامة و المحاربين، باب ثبوت القصاص في القتل بالحجر...... الخ : ۱۷/ ۱۶۷۲]

﴿ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ﴾ : یہ تخفیف اور رحمت (یعنی قصاص، معافی یا دیت تینوں صورتیں) اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص تم پر ہوئی ہے، ورنہ اس سے پہلے اہل تورات پر قصاص یا معافی تھی اور اہل انجیل کے لیے صرف معافی تھی، قصاص تھا نہ دیت۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قصاص یعنی بدلہ تھا، دیت نہیں تھی اس لیے تو اللہ تعالیٰ نے اس امت سے فرمایا: ”تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص کا حکم دیا جاتا ہے کہ آزاد کے بدلے

آزاد مارا جائے اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، ہاں اگر قاتل کو اس کے (مقتول) بھائی (کے قصاص میں) سے کچھ معاف کر دیا جائے۔'' چنانچہ معافی یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت کو قبول کر لیا جائے۔'' [بخاري، کتاب التفسیر، باب قوله تعالی: ﴿ یأیها الذین آمنوا کتب علیکم القصاص ﴾ : ٤٤٩٨ـ ابن حبان : ٦٠١٠]

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

''اور تمھارے لیے بدلہ لینے میں ایک طرح کی زندگی ہے اے عقلوں والو! تاکہ تم بچ جاؤ۔''

اس میں اللہ تعالیٰ نے قصاص کی عظیم حکمت بیان فرمائی ہے کہ قصاص میں زندگی ہے، اس لیے کہ جس کے ذہن میں یہ بات ہر وقت رہے گی کہ اگر اس نے کسی کو قتل کیا تو قتل کر دیا جائے گا، تو وہ کسی کو قتل نہیں کرے گا۔ اسی طرح جب لوگ قاتل کو قتل ہوتا دیکھ لیں گے، تو وہ قتل کرنے سے خائف رہیں گے، لیکن اگر قتل کی سزا قتل کے علاوہ کچھ اور ہوتی تو شاید اس شر کا دروازہ بند نہ ہوتا جو قاتل کھول دیتا ہے۔

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگوں کے پاس قرآن کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی کوئی اور چیز بھی ہے؟ انھوں نے جواب دیا، اس ذات کی قسم، جس نے غلہ اگایا اور نفس کو پیدا کیا! نہیں، سوائے اس فہم و فراست کے جو اللہ تعالیٰ کسی انسان کو قرآن کے بارے میں عطا فرماتا ہے اور جو کچھ اس صحیفہ میں ہے (اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں)۔ میں نے سوال کیا کہ اس صحیفہ میں کیا ہے؟ انھوں نے بتایا، سب مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور قیدی کو چھڑانا اور یہ کہ کوئی بھی مسلمان کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ [مسند أحمد : ۱/ ۷۹، ح : ٦٠١ـ بخاري، کتاب العلم، باب کتابة العلم : ۱۱۱]

كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع ۲۲

''تم پر لکھ دیا گیا ہے، جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچے، اگر اس نے کوئی خیر چھوڑی ہو، اچھے طریقے کے ساتھ وصیت کرنا ماں باپ اور رشتہ داروں کے لیے، متقی لوگوں پر یہ لازم ہے۔ پھر جو شخص اسے بدل دے، اس کے بعد کہ اسے سن چکا ہو تو اس کا گناہ انھی لوگوں پر ہے جو اسے بدلیں، یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ پھر جو شخص کسی وصیت کرنے والے سے کسی قسم کی طرف داری یا گناہ سے ڈرے، پس ان کے درمیان اصلاح کر دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

وصیت کرنے کا یہ حکم وراثت والی آیت کے نزول سے پہلے دیا گیا تھا، اب ورثا سے متعلق وصیت کرنا جائز نہیں

ہے۔ لیکن وہ رشتہ دار جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے مال میں کوئی حصہ مقرر نہیں کیا، ان کے لیے اسی آیت کو مدنظر رکھتے ہوئے وصیت کرنا مستحب ہے اور اس کام کے لیے مال کا تیسرا حصہ استعمال ہوگا، جس کی وصیت کرنی جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے وصیت کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ وصیت کا پورا کرنا اتنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ورثا میں میراث کی تقسیم سے پہلے وصیت کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ﴾ [النساء : ۱۱] ''اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائے، یا قرض (کے بعد)۔'' اور فرمایا: ﴿ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ﴾ [النساء : ۱۲] ''اس وصیت کے بعد جو وہ کر جائیں یا قرض (کے بعد)۔''

اللہ تعالیٰ نے ورثا کے حصے مقرر کر دیے ہیں، لہٰذا ان کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں۔ سیدنا عمرو بن خارجہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبے میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے، لہٰذا اب وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں ہے۔'' [ترمذی، کتاب الوصایا، باب ما جاء لا وصیۃ لوارث : ۲۱۲۱]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، (شروع اسلام میں میراث کا) مال اولاد کے لیے ہوتا تھا اور ماں باپ کے لیے وصیت ہوتی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جو چاہا منسوخ کر دیا۔ [بخاری، کتاب الوصایا، باب لا وصیۃ لوارث : ۲۷۴۷]

محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیٹھے سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے اور جب اس آیت کریمہ پر پہنچے: ﴿ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ﴾ تو فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہوگئی ہے۔ [مستدرک حاکم : ۲۳۷/۲، ح : ۳۰۸۳]

وصیت صرف تہائی مال تک میں کی جا سکتی ہے، باقی دو تہائی مال ورثا کے لیے چھوڑنا پڑے گا اور وہ انھی کا حق ہے، بہتر یہ ہے کہ تہائی مال سے بھی کم کی وصیت کی جائے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی بیماری میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے پاس بہت مال ہے اور میری وارث صرف ایک بیٹی ہے، تو کیا میں اپنے دو تہائی مال کی وصیت کر جاؤں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انھوں نے پوچھا، کیا نصف مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں۔'' انھوں نے پوچھا، تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ''(تہائی مال کی وصیت کر دو، اگرچہ) تہائی مال بھی بہت ہے۔'' [بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث البنات : ۶۷۳۳۔ مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث : ۱۶۲۸]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کاش! لوگ تہائی کے بجائے چوتھائی حصے تک کی وصیت کریں (تو یہ زیادہ مناسب ہے) کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(تم) ایک تہائی (کے بارے میں وصیت کر تو سکتے ہو) لیکن ایک تہائی بھی بہت ہے۔'' [مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث : ۱۶۲۹]

اگر اپنے مال میں سے کچھ مال کی وصیت کرنی ہو تو وصیت کو فوراً تحریر کر کے اپنے پاس رکھ لے، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کے پاس کوئی چیز ہو جس کے بارے میں وہ وصیت کرنا چاہتا ہو، پھر وہ وصیت لکھے بغیر دو راتیں بھی گزارے۔“ [بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا : ۲۷۳۸۔ مسلم، کتاب الوصیة، باب وصیة الرجل مکتوبة عنده : ۱۶۲۷]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سننے کے بعد ایک رات بھی نہ گزری تھی کہ میں نے اپنی وصیت لکھ کر اپنے پاس رکھ لی۔ [مسلم ، کتاب الوصیة ، باب وصیة الرجل مکتوبة عنده : ۱۶۲۷/۴]

اگلی آیت میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص وصیت کو بدل دیتا ہے، تو اس کا گناہ اس کے سر ہو گا جبکہ وصیت کرنے والے کا اجر اللہ کے ہاں ثابت ہو گا۔ آگے فرمایا کہ اگر کسی وصیت کرنے والے سے وصیت کرنے میں غلطی ہو جائے، مثال کے طور پر ایک تہائی سے زیادہ مال کی وصیت کر دے، یا کسی حیلہ بہانہ کے ذریعے کسی وارث کو زیادہ دے دے، یا ناجائز کام کی وصیت ہو، مثلاً شراب پلانے، ناچ کرانے، کسی قبر پر چراغاں کرنے یا میلہ یا عرس کرنے کی تو ایسی وصیت کو بدلنا ضروری ہے، یعنی موصٰی (جس کے لیے وصیت کی گئی ہے) قضیہ کی اصلاح کر دے اور اسے شریعت کے مطابق بنا دے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا لکھ دیا گیا ہے، جیسے ان لوگوں پر لکھا گیا جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم بچ جاؤ۔ گنے ہوئے چند دنوں میں، پھر تم میں سے جو بیمار ہو، یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے، پھر جو شخص خوشی سے کوئی نیکی کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور یہ کہ تم روزہ رکھو تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔“

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبر دی ہے کہ ان پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسے گزشتہ قوموں پر فرض تھے۔ اس لیے کہ روزہ رکھنے میں انسان کے لیے دنیا و آخرت کی ہر بھلائی ہے اور اس لیے کہ آدمی جب اللہ کے لیے کھانے پینے اور مباشرت سے رک جاتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں مشغول کر لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے تقویٰ کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ : سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ① اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ ② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوۃ ادا کرنا۔ ④ حج کرنا۔ ⑤ اور رمضان کے روزے رکھنا۔[بخاری، کتاب الإیمان، باب دعاءکم إیمانکم : ۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، مجھے ایسا عمل بتائیے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، فرض نماز قائم کر، زکوۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔'' اس نے کہا، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس سے زیادہ کچھ نہ کروں گا۔ جب وہ آدمی واپس ہوا تو آپ نے فرمایا: ''جسے جنتی آدمی دیکھنا ہو وہ اسے دیکھ لے۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ : ۱۳۹۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب هل یقال رمضان ......الخ : ۱۸۹۹۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل شهر رمضان : ۱۰۷۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور روزہ (آگ سے) ڈھال ہے۔ لہٰذا جس روز تم میں سے کسی کا روزہ ہو اس روز وہ فحش گوئی نہ کرے اور بے ہودہ کلام نہ کرے اور اگر کوئی دوسرا اس سے گالی گلوچ کرے، یا لڑائی کرے تو روزہ دار کو (صرف اتنا) کہنا چاہیے میں روزہ دار ہوں، اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہوگی۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور دوسری جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزے کا ثواب پا کر خوش ہوگا۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب هل یقول إنی صائم إذا شتم : ۱۹۰۴۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام : ۱۱۵۱/۱۶۳]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام ''ریان'' ہے، جس سے قیامت کے دن روزہ دار گزریں گے، ان کے علاوہ اس دروازے سے کوئی دوسرا نہیں گزرے گا۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین : ۱۸۹۶۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام : ۱۱۵۲]

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ : تقویٰ انسان کے اخلاق و کردار کو سنوارنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے نوجوانو! تم میں سے جو شادی کی استطاعت رکھے تو وہ شادی کر لے اور جسے استطاعت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے، کیونکہ یہ اس کی نفسانی خواہشات کو توڑ دے گا۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ من استطاع منکم الباءة ...... الخ : ۵۰۶۵۔ مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب

النکاح...... الخ : ۱٤۰۰]

﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴾ : اب فدیہ دینے کی رخصت صرف ایسے دائمی بیمار آدمی کے لیے ہے، جسے صحت یابی کی امید نہ ہو، ورنہ عام بیماری میں اسے بعد میں قضا دینا ہوگی اور اس بوڑھے شخص کے لیے ہے جس میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو۔ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جو روزہ نہ رکھنا چاہتا وہ اس کے بدلے میں فدیہ ادا کر دیتا تھا، حتیٰ کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی جس نے اسے منسوخ کر دیا۔

[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ﴾ : ٤٥٠٧]

عطاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ﴾ کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، انھوں نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، بلکہ یہ ان بڑی عمر کے مرد و عورت کے بارے میں ہے جو روزے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں، وہ ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔

[بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالى : ﴿ أياما معدودات ...... الخ ﴾ : ٤٥٠٥]

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

”رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں، تو تم میں سے جو اس مہینے میں حاضر ہو وہ اس کا روزہ رکھے اور جو بیمار ہو یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے۔ اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا اور تاکہ تم گنتی پوری کرو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، اس پر جو اس نے تمھیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو۔“

﴿ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ﴾ : یعنی اس ماہ کی لیلۃ القدر میں قرآن کا نزول شروع ہوا، پھر تیئیس برس میں تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا۔ قرآن مجید رمضان کے مہینا میں نازل ہوا اور قرآن مجید ہی میں ہے کہ یہ رات کو نازل ہوا، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴾ [القدر : ۱] ”بلاشبہ ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴾ [الدخان : ۳] ”بے شک ہم نے اسے ایک بہت برکت والی رات میں اتارا، بے شک ہم ڈرانے والے تھے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کو قرآن مجید کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ اس میں کثرت کے ساتھ قرآن کی

تلاوت اور قیام ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ رمضان میں ہر رات جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام اور سلف صالحین کے عمل سے بھی رمضان میں قرآن سے خصوصی شغف ثابت ہے۔

بہت سی احادیث میں ماہِ رمضان کی راتوں میں قیام کی فضیلت آئی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے ایمان اور ثواب کی نیت کے ساتھ رمضان کا قیام کیا اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“ [بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان : ۲۰۰۹]

ابوسلمہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کس طرح تھی؟ تو انھوں نے فرمایا کہ آپ رمضان ہو یا غیر رمضان گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ [بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان : ۲۰۱۳]

هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ : قرآن میں ہدایت کی کھلی نشانیاں اور واضح دلائل ہیں، جو شخص بھی انھیں صدق دل سے بغیر کسی ضد اور ہٹ دھرمی کے پڑھے گا اس پہ ضرور سیدھا راستہ واضح ہو جائے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۷] ”پس بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی، پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنارا کرتے ہیں، برے عذاب کی جزا دیں گے، اس کے بدلے جو وہ کنارا کرتے تھے۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ [یونس : ۵۷] ”اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے عظیم نصیحت اور اس کے لیے سراسر شفا جو سینوں میں ہے اور ایمان والوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت آئی ہے۔“

فرقان سے مراد وہ چیز ہے جو حق و باطل اور اہل حق اور اہل باطل میں خط امتیاز کھینچ دے، ارشاد فرمایا: ﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ﴾ [الفرقان : ۱] ”بہت برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فیصلہ کرنے والی (کتاب) اتاری، تاکہ وہ جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔“

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ : یعنی اس ماہ کا چاند طلوع ہونے کے بعد جو گھر پر موجود ہو وہ ضرور روزہ رکھے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہم ان پڑھ قوم ہیں، نہ ہم لکھتے ہیں اور نہ ہمیں حساب آتا ہے، مہینا اس طرح اور اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے۔“ (آپ نے دو دفعہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کھول دیا) اور تیسری مرتبہ ایک انگوٹھے کو بند کر دیا اور فرمایا: ”مہینا اس طرح اور اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے۔“ (پھر آپ نے تینوں مرتبہ اپنی تمام انگلیوں کو کھول دیا) یعنی پورے تیس دن۔“ [مسلم، کتاب الصیام، باب وجوب صوم رمضان......

الخ : ۱۵/ ۱۰۸۰۔ بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ إذا رأیتم الهلال فصوموا...... الخ : ۱۹۰۸]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چاند دیکھے بغیر رمضان کے روزے شروع نہ کرو اور چاند دیکھے بغیر رمضان ختم نہ کرو، اگر مطلع ابر آلود ہو تو مہینے کے تیس دن پورے کر لو۔“ [بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ لا تصوموا حتی تروا الهلال : ۱۹۰۷۔ مسلم ، کتاب الصیام ، باب وجوب صوم رمضان : ۱۰۸۰]

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے ابو القاسم (ﷺ) کی نافرمانی کی۔[ترمذی، کتاب الصیام، باب ما جاء فی کراهية صوم يوم الشك : ٦٨٦۔ أبو داؤد ، كتاب الصيام : ٢٣٣٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک یا دو دن پہلے ہرگز روزہ نہ رکھے، سوائے اس شخص کے جو ہمیشہ ایک دن کا روزہ رکھا کرتا تھا (جیسے جمعرات اور سوموار کا اور وہی دن آ گیا) تو وہ روزہ رکھ لے۔“[بخاری، کتاب الصوم، باب لا یتقدم رمضان بصوم یوم ولا یومین : ۱۹۱٤۔ مسلم، کتاب الصیام، باب لا تقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین : ۱۰۸۲]

سیدنا کریب رضی اللہ عنہ (ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام) سے روایت ہے کہ سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا نے انھیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس (کسی کام سے) شام بھیجا۔ کریب کہتے ہیں کہ میں نے شام آ کر ان کا کام کیا۔ میں ابھی شام ہی میں تھا کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا۔ میں نے بھی جمعہ کی رات چاند دیکھا، پھر میں رمضان کے آخر میں مدینہ واپس آ گیا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے چاند کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا کہ تم نے (وہاں) چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا، ہم نے تو جمعہ کی رات دیکھا تھا سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پھر پوچھا، کیا تم نے بھی دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا، ہاں! اور بہت سے دوسرے آدمیوں نے بھی دیکھا تھا اور سب لوگوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ روزہ رکھا۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، لیکن ہم نے تو چاند ہفتہ کی رات (یعنی ایک دن کے فرق سے) دیکھا ہے، ہم تو اسی حساب سے روزے رکھتے رہیں گے، یہاں تک کہ تیس دن پورے کر لیں یا چاند دیکھ لیں۔ میں نے عرض کی، کیا آپ لوگ سیدنا معاویہ کی رؤیت اور ان کے روزے کو کافی نہیں سمجھتے؟ فرمایا، نہیں! ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح حکم دیا ہے۔[مسلم، کتاب الصیام، باب بیان أن لکل بلد رؤیتهم...... الخ : ۱۰۸۷]

وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ : یعنی مریض اور مسافر جتنے دن روزے نہیں رکھیں گے، اتنے دن کے روزے صحت مند ہونے اور سفر ختم ہو جانے کے بعد رکھ لیں گے۔ اللہ کی طرف سے بندوں کو یہ سہولت دی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحج : ۷۸] ”اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بے شک دین آسان ہے۔“[بخاری، کتاب الإیمان، باب الدین یسر : ۳۹]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سولہ رمضان کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ کے لیے نکلے تو ہم

میں سے کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا اور کچھ نے نہیں۔ روزہ رکھنے والوں نے نہ رکھنے والوں پر اور نہ رکھنے والوں نے رکھنے والوں پر کوئی عیب نہیں لگایا۔[مسلم ، كتاب الصيام، باب جواز الصوم والفطر ...... الخ : ۱۱۱٦]

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ماہ رمضان میں سخت گرمی میں سفر پر نکلے، حتیٰ کہ گرمی کی شدت کے باعث مجبور ہو کر ہم اپنے ہاتھ سر پر رکھ لیتے تھے اور ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور نے روزہ نہیں رکھا ہوا تھا۔[مسلم، كتاب الصيام، باب التخيير في الصوم والفطر في السفر : ۱۱۲۲۔ بخاری، كتاب الصوم، باب : ۱۹٤٥]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو وہ نماز اور روزہ نہیں چھوڑ دیتی؟ یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔''[بخاری، كتاب الصوم، باب الحائض تترك الصوم والصلاة : ۱۹۵۱]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران سفر میں لوگوں کا ہجوم دیکھا کہ کچھ لوگ ایک آدمی پر سایہ کیے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا بات ہے؟'' لوگوں نے عرض کی، روزہ دار ہے۔ آپ نے فرمایا: ''دوران سفر (اس حالت) میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔''[بخاری، كتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ : لمن ظلل عليه...... الخ : ۱۹٤٦۔ مسلم ، كتاب الصيام ، باب جواز الصوم والفطر فی شهر رمضان للمسافر...... الخ : ۱۱۱۵]

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ : دین اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انسان کی فطری کمزوریوں کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور کسی پر ایسی تکلیف نہیں ڈالی گئی جو اس کے لیے ناقابل برداشت ہو، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ ڈالو اور تسلی و تشفی دو، متنفر نہ کرو۔'' [بخاری، كتاب الأدب، باب قول النبی ﷺ يسروا ولا تعسروا : ٦١٢٥۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب فی الأمر بالتيسير وترك التنفير : ۱۷۳٤]

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا معاذ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا تو فرمایا: ''تم دونوں آسانی پیدا کرنا، مشکل میں نہ ڈالنا، خوش خبری سنانا نفرت نہ دلانا، باہمی اتفاق سے رہنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا۔''[بخاری، كتاب الجهاد والسير، باب ما يكره من التنازع...... الخ : ۳۰۳۸۔ مسلم، كتاب الجهاد، باب فی الأمر بالتيسير و ترك التنفير : ۱۷۳۳]

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے آسان اور سچے دین حنیف کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔''[مسند أحمد : ٥/٢٦٦، ح : ٢٢٣٥٤]

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ : ہدایت کا سرچشمہ قرآن ہے اور قرآن مجید رمضان کے مہینا میں نازل ہوا، لہٰذا اس ہدایت کے نزول کا شکر یہ رمضان سے متصل ہونا ہی زیادہ مناسب تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے روزوں کے متصل بعد کے وقت کو بطور شکرانہ اپنی بڑائی اور کبریائی کے بیان کرنے کا وقت مقرر فرما دیا۔ نماز عید الفطر میں جو بڑائی اور کبریائی بیان

کی جاتی ہے وہ ہادیٔ حقیقی کے اسی حکم کی تعمیل ہے، سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عید الفطر کی نماز میں سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ تکبیریں دوسری رکعت میں کہی جائیں اور ہر دو رکعتوں میں قراءت ان تکبیروں کے بعد کی جائے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الصلوۃ، باب التکبیر فی العیدین : ۱۱۵۱]

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) ہمیں عید کے دن عید گاہ جانے کا حکم ہوتا تھا، حتیٰ کہ کنواری لڑکیاں اپنے پردہ والے مقام سے باہر آتیں اور حائضہ عورتیں بھی ساتھ چلتیں، وہ نمازیوں سے الگ رہتیں، لیکن ان کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہتیں، ان کی دعا میں شریک ہوتیں اور اس دن کی برکت اور پاکیزگی حاصل کرنے کی امید رکھتیں۔ [بخاری، کتاب العیدین، باب التکبیر أیام منی و إذا غدا إلی عرفة : ۹۷۱۔ مسلم، کتاب صلوة العیدین، باب ذکر إباحة خروج النساء ...... الخ : ۸۹۰/۱۱]

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

''اور جب میرے بندے تجھ سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے، تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ ہدایت پائیں۔''

یہ آیت گزشتہ آیت کے مضمون کی تکمیل ہے، گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ رمضان کے روزے پورے کر لینے کے بعد تکبیر کہو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے رمضان جیسا مہینا عطا کیا اور اس میں روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائی اور اب اس آیت میں اللہ نے خبر دی کہ وہ اللہ جسے وہ یاد کریں گے اور جس کا شکر ادا کریں گے، ان سے قریب ہے۔ روزوں کے احکام کے درمیان دعا کے ذکر سے مقصود اس طرف اشارہ ہے کہ رمضان میں دعا کی بڑی اہمیت ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: ﴿ ویحذرکم اللہ نفسہ ﴾ : ۷۴۰۵۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب الحث علی ذکر اللہ تعالی : ۲۶۷۵]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب ہم کسی بلندی پر چڑھتے تو (بلند آواز سے) اللہ اکبر کہتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو، تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ تم سننے والے اور دیکھنے والے کو پکار رہے ہو اور وہ (ہر وقت) تمھارے ساتھ ہے۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذکر ...... الخ : ۲۷۰۴۔ بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء

إذا علا عقبة : ٦٣٨٤]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب بھی کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے ایسی دعا کرے جس میں کوئی گناہ کی بات یا قطع رحمی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تین باتوں میں سے ایک ضرور عطا فرما دیتا ہے، یا تو اس کی دعا کو فوراً قبول فرما لیتا ہے، یا اسے آخرت کے لیے ذخیرہ بنا دیتا ہے، یا اس دعا کی برکت سے اسی طرح کی کسی مصیبت کو اس سے دور فرما دیتا ہے۔'' صحابہ نے عرض کی، پھر تو ہم کثرت سے دعائیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی رحمت بھی بہت زیادہ اور بے پایاں ہے۔'' [مسند أحمد : ١٨/٣، ح : ١١١٣٩۔ مستدرك حاكم : ٤٩٣/١ ح:١٨١٦]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روئے زمین پر جو بھی مسلمان آدمی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرما لیتا ہے، یا اس کی دعا کی وجہ سے اسی طرح کی کسی مصیبت کو اس سے دور کر دیتا ہے، بشرطیکہ وہ کوئی ایسی دعا نہ کرے جس میں گناہ یا قطع رحمی کی کوئی بات ہو۔'' [مسند أحمد : ٣٢٩/٥، ح : ٢٢٨٥٢۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی انتظار الفرج وغیر ذلك : ٣٥٧٣]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کی دعا قبول ہوتی ہے۔ بشرطیکہ وہ عجلت سے کام نہ لے، (عجلت یہ ہے کہ) وہ کہے کہ میں دعا کرتا ہوں مگر میری دعا تو قبول نہیں ہوتی۔'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب یستجاب للعبد ما لم یعجل : ٦٣٤٠۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب بیان أنه یستجاب للداعی ما لم یعجل...... الخ : ٢٧٣٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بندے کی دعا ہمیشہ شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہے، بشرطیکہ وہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جلدی نہ کرے۔'' عرض کی گئی، اے اللہ کے رسول! جلدی کرنے سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ وہ کہے میں نے تو بہت دعا کی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوگی، پھر وہ مایوس ہو کر دعا ترک ہی کر دے۔'' [مسلم ، کتاب الذکر والدعاء، باب بیان أنه یستجاب للداعی ما لم یعجل...... الخ : ٢٧٣٥/٩٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی: ① امام عادل کی، ② روزے دار کی، جب تک وہ روزہ افطار نہ کر لے ③ اور مظلوم کی دعا۔ اسے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت بادلوں سے بھی اوپر اٹھائے گا، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ضرور تیری مدد کروں گا، خواہ کچھ عرصہ بعد ہی سہی۔'' [مسند أحمد : ٣٠٥/٢، ح : ٨٠٦٣۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب (سبق المفردون ...... الخ) : ٣٥٩٨۔ ابن ماجه، کتاب الصیام، باب فی الصائم لا ترد دعوته : ١٧٥٢]

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَ لَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

''تمھارے لیے روزے کی رات اپنی عورتوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے، وہ تمھارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ نے جان لیا کہ بے شک تم اپنی جانوں کی خیانت کرتے تھے تو اس نے تم پر مہربانی فرمائی اور تمھیں معاف کر دیا، تو اب ان سے مباشرت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمھارے لیے لکھا ہے اور کھاؤ اور پیو، یہاں تک کہ تمھارے لیے سیاہ دھاگے سے سفید دھاگا فجر کا خوب ظاہر ہو جائے، پھر روزے کو رات تک پورا کرو اور ان سے مباشرت مت کرو جب کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، سو ان کے قریب نہ جاؤ۔ اسی طرح اللہ اپنی آیات لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ بچ جائیں۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان کے روزوں سے متعلق چند اہم مسائل بیان کیے ہیں، یعنی رمضان کی راتوں میں بیوی کے ساتھ جماع کی رخصت، صبح صادق سے پہلے کھانا پینا، صبح صادق کے بعد سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنا اور حالت اعتکاف میں جماع سے پرہیز وغیرہ۔

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ : روزوں کی راتوں میں اب تک یہ پابندی تھی کہ روزے دار نہ تو اپنی بیویوں کے پاس جا سکتے تھے اور نہ کھا پی سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم و کرم سے ان پابندیوں میں تخفیف فرما دی اور اس پابندی کو منسوخ کر دیا۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے جب کوئی شخص روزہ رکھتا اور افطار کا وقت آتا تو اگر افطار کرنے سے پہلے وہ سو جاتا تو پھر وہ نہ اس رات کو کھانا کھا سکتا تھا اور نہ اس کے بعد دن کو کھا سکتا تھا۔ (ایک دن ایسا ہوا کہ) قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا، پھر جب افطاری کا وقت آیا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور ان سے پوچھا، کیا تمھارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ بیوی نے کہا، نہیں! لیکن میں ابھی جاتی ہوں اور تمھارے لیے (کہیں سے) کچھ لے کر آتی ہوں۔ (بیوی چلی گئی) سیدنا قیس دن بھر کام کرتے رہے تھے، لہٰذا نیند نے غلبہ کیا اور وہ سو گئے، جب ان کی بیوی واپس آئیں تو انھیں دیکھ کر کہنے لگیں، تم پر افسوس! (الغرض انھوں نے کچھ کھائے بغیر پھر روزہ رکھ لیا) جب اگلا دن آدھا گزر گیا تو سیدنا قیس بے ہوش ہو گئے، اس بات کا ذکر

رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآىِٕكُمْ ﴾ اس آیت کے نازل ہونے پر لوگ بہت خوش ہوئے۔[بخاری، کتاب الصوم، باب قول الله جل ذكره : ﴿ أحل لكم ...... الخ ﴾ : ١٩١٥]

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ : یعنی جس طرح لباس سردی و گرمی اور گرد وغبار سے حفاظت کرتا ہے، اسی طرح میاں بیوی غلط کاری و زنا سے ایک دوسرے کی حفاظت کرتے ہیں۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے برے مرتبے والا انسان وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے لطف اندوز ہوا اور وہ اس سے لطف اندوز ہوئی، پھر اس نے اپنی بیوی کے رازوں کو ظاہر کر دیا۔“[مسلم، كتاب النكاح، باب تحريم إفشاء سر المرأة : ١٤٣٧]

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ : سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو لوگ پورا رمضان (اپنی) بیویوں کے پاس نہیں جاتے تھے، لیکن اس سلسلہ میں بعض (لوگوں سے کوتاہی ہوگئی اور وہ) اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ ﴾[بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ أحل لكم ليلة الصيام ...... الخ ﴾ : ٤٥٠٨]

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ : روزے کی حالت میں تین حلال کام حرام ہوئے تھے یعنی بیوی سے صحبت کرنا، کھانا اور پینا، جبکہ روزوں کی راتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کاموں کی اجازت دے دی اور روزے کی حدود بھی مقرر فرما دیں۔ فرمایا ان تینوں کاموں کی اجازت اس وقت تک ہے جب تک صبح کے وقت سفید اور سیاہ دھاگے میں امتیاز نہ پیدا ہو جائے۔ سیاہ دھاگے سے مراد صبح کاذب ہے اور سفید دھاگے سے مراد صبح صادق ہے، یعنی سیاہ اور سفید دھاگوں سے رات کی تاریکی اور دن کی روشنی مراد ہے۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے ﴿ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ ﴾ کے الفاظ نازل ہوئے تھے اور اس کے ساتھ ﴿ مِنَ الْفَجْرِ ﴾ کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ تو روزہ رکھنے والے کچھ لوگ اپنے دونوں پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگے باندھ لیتے اور اس وقت تک کھاتے پیتے رہتے جب تک ان میں فرق نمایاں طور پر نظر نہ آنے لگتا، پھر اللہ تعالیٰ نے ﴿ مِنَ الْفَجْرِ ﴾ الفاظ بھی نازل فرما دیے جس سے انھوں نے جان لیا کہ اس سے مراد رات اور دن ہے۔[بخاری، كتاب التفسير، باب ﴿ و كلوا واشربوا...... الخ ﴾ : ٤٥١١]

سیدنا عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک سیاہ اور ایک سفید دھاگا لے لیا اور کچھ رات گزرنے کے بعد انھیں دیکھا تو دونوں میں فرق نمایاں نہ ہو سکا، جب صبح ہوئی تو انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں نے دو دھاگے اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر تو تمھارا تکیہ بہت بڑا ہوا کہ سفید اور سیاہ دھاری

تمھارے تکیے کے نیچے تھی۔'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و کلوا و اشربوا...... الخ ﴾ : ۴۵۰۹]

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! سیاہ اور سفید دھاری سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے دو دھاگے مراد ہیں؟ فرمایا: ''پھر تو تمھاری گدی بہت لمبی چوڑی ہے، اگر تم نے ان دونوں دھاگوں کو دیکھ لیا ہے۔'' پھر فرمایا: ''نہیں! ان سے مراد دو دھاگے نہیں، بلکہ ان سے مراد رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے۔''
[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و کلوا واشربوا...... الخ ﴾ : ۴۵۱۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سحری کھاؤ، بے شک سحری کھانا باعث برکت ہے۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب برکة السحور من غیر إیجاب :۱۹۲۳۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور و تأکید استحبابه ...... الخ : ۱۰۹۵]

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کھانا ہے۔'' [مسلم ، کتاب الصیام ، باب فضل السحور و تأکید استحبابه ...... الخ : ۱۰۹۶]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی، پھر ہم نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا زید سے پوچھا کہ اذان اور سحری میں کتنا وقفہ تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ پچاس آیات پڑھنے کے بقدر۔ [بخاری، کتاب الصوم، باب قدر کم بین السحور و صلاة الفجر : ۱۹۲۱۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور و تأکید استحبابه ...... الخ : ۱۰۹۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً بلال رات کو اذان کہتے ہیں، لہٰذا تم ابن ام مکتوم کی اذان (سننے) تک کھاتے پیتے رہو۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الأذان قبل الفجر : ۶۲۲، ۶۲۳۔ مسلم، کتاب الصیام، باب بیان أن الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر ...... الخ : ۳۸/ ۱۰۹۲]

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلال کی اذان اور یہ سفیدی، صبح کی کرن، تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے، بلکہ صبح وہ ہے جو پھیلی ہو۔'' [مسلم، کتاب الصیام ، باب بیان أن الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر...... الخ : ۱۰۹۴]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! حالت جنابت میں صبح کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو کیا میں روزہ رکھوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے بھی حالت جنابت میں صبح کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے تو میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔'' اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ تو ہماری طرح نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ میں تم سب کی نسبت اللہ سے زیادہ ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ تقویٰ کی باتوں کو جاننے والا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الصیام، باب صحة صوم من طلع علیه الفجر وهو جنب : ۱۱۱۰]

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ : یعنی سورج غروب ہونے تک، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب ادھر سے رات آ جائے اور ادھر سے دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزے دار روزہ افطار کر لے۔“ [بخاری، کتاب الصوم، باب متی یحل فطر الصائم ؟ : ۱۹۵٤۔ مسلم ، کتاب الصیام، باب بیان وقت انقضاء الصوم وخروج النهار : ۱۱۰۰]

سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لوگ اس وقت تک خیر و بھلائی میں رہیں گے جب تک روزہ افطار کرنے میں جلدی کریں گے۔“ [بخاری، کتاب الصوم، باب تعجیل الإفطار : ۱۹۵۷۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل السحور و تأکید استحبابه ...... الخ : ۱۰۹۸]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے: « ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ » ”پیاس چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں اور ان شاء اللہ اجر ثابت ہو گیا۔“ [أبو داوٗد، کتاب الصوم، باب القول عند الإفطار : ۲۳۵۷]

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ : چونکہ اعتکاف کا رمضان سے خاص تعلق ہے، اس لیے یہاں اعتکاف کے احکام کی طرف اشارہ فرما دیا۔ اعتکاف کا معنی اپنے آپ کو کسی کے ساتھ یا کسی جگہ روک کر رکھنا ہے۔ اعتکاف میں بیوی سے مباشرت جائز نہیں، نہ مسجد سے نکلنا ہی جائز ہے، سوائے اس ضرورت کے جس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ اگر مباشرت کرے گا یا مجبوری والی ضرورت کے بغیر نکلے گا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو وفات دی، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج نے اعتکاف کیا۔ [بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الأواخر : ۲۰۲۶۔ مسلم، کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف العشر الأواخر من رمضان : ۱۱۷۲/۵]

اعتکاف کی حالت میں بیوی اپنے خاوند کی خدمت کر سکتی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مسجد میں (معتکف) ہوتے تو آپ اپنا سر (میری طرف حجرے میں) داخل کرتے، تو میں آپ کے کنگھی کر دیا کرتی تھی اور رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف میں ہوتے تو گھر میں سوائے قضائے حاجت کے تشریف نہ لاتے تھے۔ [بخاری، کتاب الاعتکاف، باب لا یدخل البیت إلا لحاجة : ۲۰۲۹]

اعتکاف کی حالت میں عورت مسجد میں جا کر اپنے خاوند سے ملاقات کر سکتی ہے، جیسا کہ سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اعتکاف کی حالت میں تھے، میں ایک رات آپ سے ملاقات کے لیے آئی، میں نے کچھ دیر گفتگو کی اور پھر گھر جانے کے لیے کھڑی ہوئی، (یہ رات کا وقت تھا) تو نبی ﷺ بھی کھڑے ہو گئے، تا کہ مجھے گھر تک پہنچا آئیں۔ میرا گھر مدینہ کے ایک طرف دارِ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما میں تھا۔ راستے میں دو انصاری ملے، جب انھوں

نے نبی ﷺ کو دیکھا تو اپنی رفتار تیز کر دی (ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ نبی ﷺ سے حیا کی وجہ سے چھپ گئے، کیونکہ آپ اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ تھے) آپ نے ان دونوں سے فرمایا: ”ذرا رک جاؤ! دیکھو! یہ صفیہ بنت حیی ہے (یعنی تیز نہ چلو اور جان لو کہ اس وقت میرے ساتھ میری بیوی صفیہ ہے)۔“ انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! سبحان اللہ؟ آپ نے فرمایا: ”شیطان انسان کے جسم میں اس طرح گردش کرتا ہے جس طرح خون، لہٰذا مجھے یہ ڈر لاحق ہوا کہ کہیں وہ تمھارے دلوں میں کوئی بات نہ ڈال دے۔“ [مسلم، کتاب السلام، باب بیان أنه یستحب لمن رؤی خالیا بامرأۃ ...... الخ : ۲۱۷۵۔ بخاری، کتاب الاعتکاف، باب زیارۃ المرأۃ زوجها فی اعتکافه : ۲۰۳۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ کی ایک بیوی نے اعتکاف کیا اور وہ استحاضہ کی بیماری میں مبتلا تھیں، وہ سرخی اور زردی (استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں، ہم کبھی ان کے نیچے طشت رکھ دیا کرتی تھیں (تاکہ خون اس میں جمع ہو جائے) اور وہ اسی حالت میں نماز پڑھتی رہتی تھیں۔ [بخاری، کتاب الاعتکاف، باب اعتکاف المستحاضة: ۲۰۳۷]

فِي الْمَسٰجِدِ : ”الْمَسٰجِدِ“ کے لفظ سے معلوم ہوا کہ اعتکاف گھر میں نہیں ہوتا، مسجد میں ہوتا ہے، خواہ عورت ہو یا مرد۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ کی بیویاں مسجد ہی میں اعتکاف کرتی تھیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف ہر مسجد میں ہو سکتا ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

”اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے مت کھاؤ اور نہ انھیں حاکموں کی طرف لے جاؤ، تاکہ لوگوں کے مالوں میں سے ایک حصہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔“

روزے کی حالت میں اللہ کے حکم سے آدمی تین نہایت مرغوب اور حلال چیزیں ترک کر دیتا ہے، اسی مناسبت سے اب حرام سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ جو مال بھی ناجائز طریقے سے حاصل کیا جائے، خواہ مالک کی رضا مندی بھی اس میں شامل ہو وہ باطل (ناحق) طریقے سے کھانا ہے، مثلاً سود، زنا کی اجرت، نجومی کی فیس، شراب کی فروخت، لاٹری یا جوئے کے ذریعے کمائی یا گانے بجانے کی اجرت، الغرض تمام ناجائز وسائل باطل کے ساتھ کمانے میں شمار ہوں گے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴾ [النساء : ۲۹] ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمھاری آپس کی رضا مندی سے تجارت کی کوئی صورت ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر ہمیشہ سے بے حد مہربان ہے۔“

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے کسی کی زمین سے تھوڑا سا قطعہ بھی ناحق لے لیا تو اس کو ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔'' [بخاري، كتاب المظالم، باب إثم من ظلم شيئا من الأرض : ٢٤٥٢]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے بغیر اپنے حق کے زمین میں سے کچھ لے لیا تو اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کے اندر دھنسا دیا جائے گا۔'' [بخاري، كتاب المظالم، باب إثم من ظلم شيئا من الأرض : ٢٤٥٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی دوسرے کی عزت یا کسی اور چیز میں کسی قسم کا ظلم کیا ہو تو اسے چاہیے کہ آج معاف کرا لے، اس سے پہلے کہ (وہ دن آ جائے جس دن) نہ دینار ہوں گے اور نہ درہم۔ اگر ظالم کے اچھے عمل ہوں گے تو اس کے ظلم کی مقدار کے مطابق اس سے لے لیے جائیں گے اور اگر اچھے عمل نہیں ہوں گے تو مظلوم کے گناہ اس پر لاد دیے جائیں گے۔'' [بخاري، كتاب المظالم، باب من كانت مظلمة عند الرجل...... الخ : ٢٤٤٩]

وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ : حکام کی طرف لے جانے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو معلوم ہے فلاں زمین یا مال فلاں شخص کا ہے مگر اس کے پاس ثبوت نہیں، اگر میں مقدمہ کر دوں تو عدالت سے اپنے حق میں فیصلہ کروانے میں کامیاب ہو جاؤں گا، چنانچہ وہ حاکم کے پاس مقدمہ لے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے، حدیث میں بھی اس کا سخت الفاظ میں رد موجود ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ایک آدمی ہوں، اس لیے جب کوئی میرے پاس جھگڑا لے کر آتا ہے، تو ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ایک دوسرے سے زیادہ اچھی طرح اپنی دلیل پیش کرے اور میں اسے سچا خیال کرتے ہوئے اس کے مطابق فیصلہ کر دوں تو اگر میں کسی شخص کو اس کے بھائی کے حق میں سے کچھ دینے کا فیصلہ کر دوں تو وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے، چاہے تو اسے لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔'' [بخاري، كتاب المظالم، باب إثم من خاصم في باطل وهو يعلمهٔ : ٢٤٥٨ - مسلم، كتاب الأقضية، باب بيان أن حكم الحاكم لا يغير الباطن : ١٧١٣]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے ہم کسی کام پر والی بنائیں اور ہم اسے اس کا مقرر معاوضہ بھی دیں تو پھر وہ جو کچھ بھی اس کے علاوہ (بغیر اجازت) لے گا وہ خیانت ہوگی۔'' [أبو داوٗد، كتاب الخراج، باب في أرزاق العمال : ٢٩٤٣]

بنی اسد کے ایک آدمی ابن الاتبیہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی وصولی کے لیے تحصیل دار بنایا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے کہا کہ یہ آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے۔ (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ''اس عامل کا کیا حال ہوگا جسے ہم تحصیل کے لیے بھیجتے ہیں، پھر وہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مال تمھارا ہے اور یہ میرا ہے۔ کیوں نہ وہ اپنے باپ یا ماں کے گھر میں بیٹھا رہا اور دیکھتا کہ اسے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں؟ اس ذات کی قسم

جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! عامل جو چیز بھی (ہدیہ وغیرہ کے طور پر) لے گا اسے قیامت کے دن اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا۔ اگر اونٹ ہوگا تو وہ اپنی آواز نکالتا ہوا آئے گا، اگر گائے ہوگی تو وہ اپنی آواز نکالتی ہوئی آئے گی، اگر بکری ہوگی تو وہ بھی بولتی ہوئی آئے گی۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ ہم نے آپ ﷺ کی دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''آگاہ رہو، کیا میں نے پہنچا دیا؟'' آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا۔ [بخاری، کتاب الأحکام، باب هدايا العمال : ۷۱۷٤]

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

''وہ تجھ سے نئے چاندوں کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں اور نیکی ہرگز یہ نہیں کہ گھروں میں ان کی پچھلی طرفوں سے آؤ، بلکہ نیکی اس کی ہے جو بچے۔ اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

ہر ماہ کے شروع میں جو نیا چاند نظر آتا ہے اس کے متعلق لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اس کا کیا مقصد ہے؟ چاند کیوں گھٹتا، بڑھتا رہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چاند کا گھٹنا اور بڑھنا اوقات معلوم کرنے کے لیے ہے۔ اسی سے ہر ماہ کی ابتدا اور انتہا معلوم ہوتی ہے۔ نئے چاند نظر آنے سے ہر ماہ کا تعین ہو جاتا ہے اور ہر ماہ کے تعین سے حج، روزہ، افطار، قرض، اجرتیں، ماہواری کے ایام، عورتوں کی عدت اور بہت سی شرطوں کی مدت معلوم ہوتی ہے۔

<u>يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ</u> : اسلامی ماہ و سال کا حساب چاند کے ذریعے ہوتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ﴾ [یونس : ٥] ''وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ﴾ [التوبة : ٣٦] ''بے شک مہینوں کی گنتی، اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ﴾ [البقرة : ١٩٧] ''حج چند مہینے ہے، جو معلوم ہیں۔''

چاند کے حساب سے مہینا ۲۹ دن کا ہوتا ہے یا ۳۰ دن کا، نہ ۲۹ دن سے کم کا ہوتا ہے اور نہ ۳۰ دن سے زیادہ کا۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہم ان پڑھ قوم ہیں، نہ ہم لکھتے ہیں اور نہ حساب کتاب رکھتے ہیں، مہینا اتنے دن کا ہوتا ہے اور اتنے دن کا۔'' یعنی کبھی ۲۹ دن کا اور کبھی ۳۰ دن کا (دونوں کی تعداد آپ

نے انگلیوں کے ذریعے بتائی، انتیس کی تعداد بتاتے وقت آپ نے تیسری مرتبہ انگوٹھے کو بند کر دیا تھا)۔[بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ: لا نکتب ولا نحسب: ۱۹۱۳۔ مسلم ، کتاب الصیام، باب وجوب صوم رمضان لرؤیة الهلال...... الخ : ۱۵/ ۱۰۸۰]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مہینا ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے، لہٰذا جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ رکھو، اگر آسمان ابر آلود ہو تو مہینا کے دنوں کی تعداد تیس پوری کر لو۔'' [بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی ﷺ: إذا رأیتم الهلال فصوموا ...... الخ : ۱۹۰۷]

سیدنا عمیر بن انس رضی اللہ عنہ اپنے چچاؤں سے بیان کرتے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ہیں کہ ایک قافلہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، قافلہ والوں نے گواہی دی کہ انھوں نے شام کو چاند دیکھا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ روزہ افطار کریں اور دوسرے دن صبح کو عید گاہ جائیں۔[أبو داوٗد، کتاب الصلاۃ، باب إذا لم یخرج الإمام للعید من یومه یخرج من الغد : ۱۱۵۷]

وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا : اللہ تعالیٰ نے آیت کے اس حصے میں ایام جاہلیت کی ایک لغو رسم کی نشان دہی کر کے اس کا خاتمہ کیا ہے، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انصار جب حج کر کے آتے تو اپنے گھروں میں دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے، بلکہ گھروں کے پیچھے سے داخل ہوا کرتے تھے۔ ایک انصاری (نے اس دستور کی خلاف ورزی کی اور وہ) دروازہ سے گھر میں داخل ہو گیا، تو اس پر اس کو عار دلائی گئی، تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ﴾ [بخاری، کتاب العمرۃ، باب قول اللہ تعالی: ﴿وأتوا البیوت من أبوابها﴾ : ۱۸۰۳]

وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾

''اور اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔''

اس آیت میں مومنوں کو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے اور مسلمانوں میں ذرا قوت آ گئی تو انھیں حکم دیا گیا کہ اب دشمن کا مقابلہ طاقت سے کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو، لیکن زیادتی نہ کرو، یعنی جنگ کی ابتدا تمھاری طرف سے نہیں ہونی چاہیے اور جن لوگوں کے ساتھ تمھیں جنگ کرنے سے منع کیا گیا ہے ان سے جنگ نہ کرو۔ مثال کے طور پر عورتیں، بوڑھے، پاگل، بچے، گرجوں میں رہنے والے، اور جن سے تمھارا معاہدہ ہے انھیں قتل نہ کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ : مسلمان عمرہ کے لیے آئے تو کفار لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ حج کے

بیان کے ساتھ لڑائی کے حکم کی مناسبت یہ ہے۔ اس آیت میں پہلی مرتبہ ان لوگوں سے لڑنے کی اجازت دی گئی ہے جو مسلمانوں سے آمادۂ قتال ہوں، بلکہ جنگ کی ابتدا کر چکے ہوں، ارشاد فرمایا: ﴿ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا١ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُۙ ﴾ [الحج : ۳۹] ''ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً١ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴾ [التوبة : ۳٦] ''اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، جیسے وہ ہر حال میں تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً١ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴾ [التوبة : ۱۲۳] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں سے لڑو جو کافروں میں سے تمھارے قریب ہیں اور لازم ہے کہ وہ تم میں کچھ سختی پائیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مشرکوں کے خلاف اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعے جہاد کرو۔'' [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب کراهية ترك الغزو : ۲۵۰٤۔ نسائی، کتاب الجهاد، باب وجوب الجهاد : ۳۰۹۸]

﴿ وَ لَا تَعْتَدُوْا١ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴾ : یعنی مثلہ مت کرو اور عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو جن کا جنگ میں حصہ نہ ہو، اسی طرح بغیر مصلحت کے درخت وغیرہ جلا دینا اور جانوروں کو مار ڈالنا بھی زیادتی ہے۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے نام کے ساتھ، اللہ کے راستے میں جہاد کرو، جو اللہ کے ساتھ کفر کرے اس سے لڑو، جہاد کرو لیکن خیانت نہ کرو، نہ عہد شکنی کرو، نہ مثلہ کرو اور نہ بچوں کو قتل کرو۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب تأمیر الإمام ...... الخ : ۱۷۳۱۔ مسند أحمد : ۳۰۰/۱، ح : ۲۷۳۱ عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنهما]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض غزوات میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرما دیا۔ [بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب قتل الصبیان فی الحرب : ۳۰۱٤۔ مسلم، کتاب الجهاد، باب تحریم قتل النساء والصبیان فی الحرب : ۱۷٤٤/۲۵]

سیدنا رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا خالد بن ولید کو حکم دیا کہ کسی عورت اور مزدور کو ہرگز قتل نہ کرنا۔ [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب فی قتل النساء : ۲٦٦۹]

وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ١ۚ وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ١ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ

﴿ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾

’’اور انھیں قتل کرو جہاں انھیں پاؤ اور انھیں وہاں سے نکالو جہاں سے انھوں نے تمھیں نکالا ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو، یہاں تک کہ وہ اس میں تم سے لڑیں، پھر اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو، ایسے ہی کافروں کی جزا ہے۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کے بارے میں فرمایا کہ جو لوگ تم سے جنگ کریں انھیں جہاں پاؤ قتل کرو اور جس شہر سے انھوں نے تمھیں نکالا ہے تم بھی انھیں نکالو، اس لیے کہ انھوں نے تمھارے ساتھ ظلم روا رکھا، تمھیں عذاب میں مبتلا کیا، وطن سے نکالا، مال و جائداد پر قبضہ کیا، تمھیں آزمائشوں میں مبتلا کیا اور تمھیں تمھارے دین سے پھیر دینا چاہا۔ یہ جرائم قتل سے کہیں بڑھ کر ہیں، اور دیکھو مسجد حرام کے پاس ان سے قتال نہ کرو۔ ہاں اگر وہاں پر قتال کی ابتدا ان کی طرف سے ہوتی ہے تو پھر فرار کی راہ اختیار نہ کرو، بلکہ انھیں قتل کرو، اس لیے کہ کافروں کو ایسا ہی بدلہ ملنا چاہیے اور اگر وہ قتال سے باز رہیں تو تم بھی رک جاؤ، اللہ غفور رحیم ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ﴾ [الممتحنة : ۱] ’’وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [الممتحنة: ۹] ’’اللہ تو تمھیں انھی لوگوں سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو۔ اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔‘‘

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ : ’’فتنہ‘‘ کا اصل معنی آزمائش میں ڈالنا ہے۔ مفسرین سلف نے اس کا معنی شرک کیا ہے اور ﴿ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ کی تفسیر دو طرح سے کی ہے، ایک تو یہ کہ بے شک مشرکین کو قتل کرنے کا حکم بڑی سخت بات ہے مگر وہ جس طرح شرک پر اڑے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کر کے دوبارہ مشرک بنانے کے لیے ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہے ہیں، ان کا یہ شرک کرنا اور مسلمانوں کو اس پر مجبور کرنا اس سے بھی سخت جرم ہے، لہٰذا اس جرم کی پاداش میں کسی اندیشے اور سوچ بچار کے بغیر بے دریغ انھیں قتل کرو، یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہو جائے اور کسی کو مسلمان ہونے والے شخص پر ظلم و ستم کر کے اسے دین سے برگشتہ کرنے کی جرأت باقی نہ رہے۔

چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو مشرکین کو چار ماہ تک مکہ اور سرزمین عرب میں رہنے کی اجازت دی گئی، اس مدت کے اندر اگر وہ مسلمان ہو جاتے ہیں تو ٹھیک، ورنہ اس مدت کے گزر جانے کے بعد انھیں اس سرزمین سے نکالنے اور ان سے قتال کا حکم دیا گیا۔ سورۂ توبہ کی ابتدائی پانچ آیات میں اسی کا تذکرہ ہے۔ پھر یہود کو بھی پہلے مدینہ سے اور پھر

رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سرزمینِ عرب سے نکال دیا گیا، یہ سب اسی " اخرجوھم " کے حکم کی تعمیل تھی، جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں یہود و نصاریٰ کو ضرور جزیرۂ عرب سے نکال دوں گا، حتیٰ کہ اس میں سوائے مسلمان کے کسی کو نہ چھوڑوں گا۔'' [مسلم، کتاب الجهاد، باب إخراج اليهود و النصارىٰ من جزيرة العرب : ١٧٦٧]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سرزمین حجاز سے یہود و نصاریٰ کو جلاوطن کر دیا۔ [بخاری، كتاب فرض الخمس، باب ما كان النبي ﷺ يعطى المؤلفة قلوبهم ...... الخ : ٣١٥٢۔ مسلم، كتاب المساقاة والمزارعة، باب المساقاة والمعاملة ...... الخ : ١٥٥١/٦]

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : یعنی سرزمین مکہ حرم ہے، اس میں قتل و قتال منع ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا: ''اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمت والا قرار دے دیا تھا جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تو یہ اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دینے کی وجہ سے قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ مجھ سے پہلے کسی کے لیے اس میں لڑائی کرنا حلال نہ تھا اور میرے لیے بھی دن کی صرف ایک گھڑی میں لڑنا حلال قرار دیا گیا۔ چنانچہ یہ اللہ تعالیٰ کے حرام قرار دیے جانے کی وجہ سے قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ اس کے کانٹوں کو نہ کاٹا جائے اور نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے اور نہ اس کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے مگر جو اس کا اعلان کرے اور اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے۔'' [مسلم، كتاب الحج، باب تحريم مكة و تحريم صيدها ...... الخ : ١٣٥٣۔ بخاری، كتاب جزاء الصيد، باب لا يعضد شجر الحرم : ١٨٣٢]

سیدنا ابوشریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے قتال کو بطور دلیل پیش کرے تو اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تو اجازت عطا فرما دی تھی مگر تمھیں اس کی اجازت نہیں دی۔ [بخاری، كتاب جزاء الصيد، باب لا يعضد شجر الحرم : ١٨٣٢۔ مسلم، كتاب الحج، باب تحريم مكة و تحريم صيدها...... الخ : ١٣٥٤]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے دن فرمایا: ''جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے، جو ہتھیار پھینک دے وہ بھی امن میں ہے، جس نے اپنا دروازہ بند کر لیا وہ بھی امن میں ہے اور جو مسجد الحرام میں داخل ہو جائے وہ بھی امن میں ہے۔'' [مسلم، كتاب الجهاد، باب فتح مكة : ١٧٨٠۔ السنن الكبرىٰ للبيهقي : ١١٩/٩، ح : ١٨٢٧٨]

فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ : حدود حرم میں قتال منع ہے، لیکن اگر کفار اس کی حرمت کو ملحوظ نہ رکھیں اور تم سے لڑیں تو تمھیں بھی اُن سے لڑنے کی اجازت ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر پر خود تھا، جب آپ خود اتار رہے تھے تو ایک شخص آیا، اس نے کہا (اے اللہ کے رسول !) ابن خطل کعبے کے پردے سے لٹکا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس کو وہیں قتل کر دو (یہ

ان چند لوگوں میں سے تھا جن کے لیے معافی نہیں تھی)۔'' [بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب قتل الأسير وقتل الصبر : ۳۰۴۴]

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

''اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر کوئی زیادتی نہیں۔''

ایمان والوں کو حکم ہے کہ قوانین الٰہیہ سے بغاوت کرنے والوں کے خلاف اس وقت تک جنگ جاری رکھیں جب تک کہ فتنہ وفساد ختم نہ ہو جائے، کفر وشرک کا زور ٹوٹ نہ جائے، پوری طرح اللہ کا دین نافذ نہ ہو جائے اور کوئی قانون باقی نہ رہے سوائے اللہ تعالیٰ کے قانون کے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی یہی ہے۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ : یعنی ان سے اس وقت تک لڑتے رہو، جب تک فتنہ (شرک اور اس پر مجبور کرنے کے لیے ظلم وستم) کا ہر طرح سے قلع قمع نہیں ہو جاتا۔ ارشاد فرمایا : ﴿ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [الأنفال : ۳۹] ''اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین سب کا سب اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو بے شک اللہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اسے خوب دیکھنے والا ہے۔''

وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ : سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور اس نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ کوئی حمیت کے لیے لڑتا ہے، کوئی شجاعت کے لیے اور کوئی ریاکاری کے لیے لڑائی کرتا ہے تو ان میں سے اللہ کے راستے میں کون ہے؟ فرمایا: ''جو اس لیے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ سربلند ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قوله تعالى : ﴿ ولقد سبقت كلمتنا...... الخ ﴾ : ۷۴۵۸۔ مسلم، کتاب الإمارة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هى العليا فهو فى سبيل الله : ۱۹۰۴]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''محمد رسول اللہ'' کا اقرار کر لیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، جب وہ یہ کام کر لیں گے تو مجھ سے اپنے خونوں اور مالوں کو بچا لیں گے، الا یہ کہ (اس کلمہ یا) اسلام کی وجہ سے کوئی حق ہو (اور اسے پامال کر دیا جائے) اور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا الصلوة ...... الخ ﴾ : ۲۵۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا...... الخ : ۲۱، عن أبى هريرة رضى الله عنه]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانۂ ابتلا میں دو آدمی میرے پاس آئے، انھوں نے

کہا کہ لوگ کٹ مر رہے ہیں اور آپ عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، آپ (ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے خلاف) خروج کیوں نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا، مجھے خروج سے یہ بات روکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اپنے بھائی کے خون کو حرام قرار دیا ہے۔ ان دونوں نے کہا، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ﴾ ''ان (کفار) سے لڑو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے۔'' تو آپ نے فرمایا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر جہاد کیا حتیٰ کہ فتنہ نابود ہو گیا اور دین اللہ کے لیے ہو گیا اور تم اس لیے لڑنا چاہتے ہو کہ فتنہ برپا ہو جائے اور دین اللہ کے لیے نہ رہے۔ عثمان بن صالح نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر کہا، اے ابو عبدالرحمٰن! آپ کو اس بات پر کس نے آمادہ کیا ہے کہ ایک سال حج اور ایک سال عمرہ تو کریں لیکن جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیں، حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی کس قدر ترغیب دی ہے؟ فرمایا، بھتیجے! اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے: ① اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ ② نماز پنجگانہ ادا کرنا۔ ③ رمضان کے روزے رکھنا۔ ④ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ⑤ اور بیت اللہ کا حج کرنا۔ انھوں نے عرض کی، اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ نے وہ نہیں سنا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ [الحجرات : ۹] ''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ﴾ ''ان (کفار) سے لڑو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے۔'' آپ نے جواب دیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسی طرح کیا تھا، اس وقت مسلمان کم تھے، آدمی کو دین کے اعتبار سے فتنے میں مبتلا کر دیا جاتا، حتیٰ کہ اسے شہید کر دیا جاتا، یا طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کر دیا جاتا، یہاں تک کہ مسلمان زیادہ ہو گئے اور فتنہ و فساد باقی نہ رہا۔ اس نے پوچھا کہ علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا، عثمان رضی اللہ عنہ کو تو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے مگر تم اس بات کو ناپسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ انھیں معاف فرمائے اور جہاں تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر عم زاد بھی ہیں اور آپ کے داماد بھی، اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، یہ ان کا گھر ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ : ﴿ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنة ......الخ ﴾ : ٤٥١٣ تا ٤٥١٥]

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ یہ دین وہاں تک ضرور بالضرور پہنچ کر رہے گا، جہاں تک دن اور رات کی رسائی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی مٹی اور گارے کے مکان کو نہ چھوڑے گا کہ اس میں دین کو داخل نہ کر دے، خواہ کوئی عزت کے ساتھ قبول کرے یا ذلت کے ساتھ۔ اسلام اور اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ عزت دے کر رہے گا اور کفر کو ذلیل و خوار کر کے رہے گا۔'' [مسند أحمد: ١٠٣/٤، ح : ١٦٩٥٩] .

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں میں سے ایک نہ ایک جماعت اس دین کی حفاظت کے لیے لڑتی رہے گی، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔“ [مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ : لا تزال طائفة من أمتی …… الخ : ۱۹۲۲]

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

”حرمت والا مہینا حرمت والے مہینے کے بدلے ہے اور سب حرمتیں ایک دوسری کا بدلہ ہیں، پس جو تم پر زیادتی کرے سو تم اس پر زیادتی کرو، اس کی مثل جو اس نے تم پر زیادتی کی ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

۶ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کو ساتھ لے کر عمرہ کے لیے گئے لیکن کفار مکہ نے انھیں مکہ نہیں جانے دیا اور یہ طے پایا کہ آئندہ سال مسلمان تین دن کے لیے عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ آ سکیں گے۔ وہ مہینا حرمت والے مہینوں میں سے ایک تھا۔ جب دوسرے سال مسلمان حسبِ معاہدہ اسی مہینے میں عمرہ کرنے کے لیے جانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ مطلب یہ کہ اس دفعہ بھی اگر کفار مکہ اس مہینے کی حرمت پامال کر کے (گزشتہ سال کی طرح) تمھیں مکہ میں جانے سے روکیں تو تم بھی اس کی حرمت کو نظر انداز کر کے ان سے بھرپور مقابلہ کرو۔ حرمتوں کو ملحوظ رکھنے میں بدلہ ہے یعنی وہ حرمت کا خیال رکھیں تو تم بھی رکھو، بصورت دیگر تم بھی حرمت کو نظر انداز کر کے کفار کو عبرت ناک سبق سکھاؤ۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ: ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [التوبة : ۳۶] ”بے شک مہینوں کی گنتی، اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، جیسے وہ ہر حال میں تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔“

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، تین متواتر ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب مضر جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔“

[بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی سبع أرضین : ۳۱۹۷]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرمت والے مہینے میں جہاد نہیں کیا کرتے تھے، الا یہ کہ دشمن پہل کرتا تو پھر اس سے لڑتے تھے۔ جب حرمت والا مہینا ہوتا تو آپ جنگ سے رک جاتے تھے، حتیٰ کہ وہ مہینا گزر جاتا۔[مسند أحمد : ۳/ ۳٤٥، ح : ١٤٧٢٥]

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ : اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عدل و انصاف کا حکم دیا ہے، حتیٰ کہ مشرکین کے ساتھ بھی، اسی لیے دوبارہ مزید تاکید کے طور پر حرمتوں کو پامال کرنے اور کسی قسم کی زیادتی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ﴾ [النحل : ١٢٦] ”اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمھیں تکلیف دی گئی ہے۔“

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ایک دوسرے کو گالی دینے والے دو شخص جو کچھ کہیں (اس کا گناہ) پہل کرنے والے پر ہے، جب تک مظلوم زیادتی نہ کرے۔“ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن السباب : ۲۵۸۷]

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَ اَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾

”اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔“

بعض انصاری صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ جہاد میں مسلسل شرکت کرنے سے ہماری بعض کھیتیاں ضائع ہو گئی ہیں اور ہمارے اموال کو نقصان پہنچا ہے۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت و غلبہ عطا فرما دیا ہے تو اگر ہم کچھ عرصہ جہاد میں نہ جائیں اور اپنے اموال کو جہاد میں خرچ کرنے کی بجائے بنجر زمینوں کی اصلاح میں لگائیں تو کوئی خاص نقصان نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بات پسند نہ آئی اور فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو۔ کیونکہ اگر جہاد میں خرچ نہ کیا جائے تو جہاد کیسے جاری رہے گا؟ سامان جنگ کہاں سے آئے گا؟ سامانِ جنگ نہ ہونے سے جہاد پر کافی اثر پڑے گا، فعالیت ختم ہو جائے گی، جمود طاری ہو جائے گا، دشمن قوموں کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور وہ اسلامی ملک کو تاخت و تاراج کر دیں گی، پوری مسلم قوم ہلاکت و بربادی کا شکار ہو جائے گی۔ اس ہلاکت و تباہی سے بچنے کے لیے حکم ہے کہ مال و دولت کی طرف رغبت نہ کرو، جہاد میں خرچ کرنا بہت بڑی نیکی ہے، یہ نیکی کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ

عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ٢٦١] ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ (جہاد فی سبیل اللہ) میں کوئی نفقہ دے (یعنی کوئی چیز دے) تو اس کا اجر سات سو گنا لکھا جائے گا۔'' [ترمذی، كتاب فضائل الجهاد ، باب ما جاء في فضل النفقة في سبيل الله : ١٦٢٥۔ نسائی ، كتاب الجهاد، باب فضل النفقة في سبيل الله : ٣١٨٨]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آیت : ﴿ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ ''اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو'' یہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[بخاری، كتاب التفسير ، باب قوله: ﴿ و أنفقوا في سبيل الله ولا تلقوا......الخ ﴾ : ٤٥١٦]

ابو عمران اسلم بیان کرتے ہیں کہ قسطنطنیہ میں مہاجرین میں سے ایک آدمی نے دشمن کی صف پر اس طرح حملہ کیا کہ صف کو چیر ڈالا۔ (اس وقت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ تھے) یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔ یہ سن کر ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (اس آیت کے بارے میں ہم زیادہ بہتر جانتے ہیں کیونکہ) یہ ہمارے ہی بارے میں نازل ہوئی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور اسلام کو غلبہ دے دیا تو ہم گروہ انصار جمع ہو کر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ (اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و محبت کی وجہ سے عزت عطا فرمائی ہے حتیٰ کہ اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے) اگر ہم اپنے کاروبار میں لگ جائیں اور جو ضائع ہو گیا ہے اس کی اصلاح کر لیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ تو (اے لوگو!) ہلاکت سے مراد اموال میں ٹھہرنا، ان کی اصلاح کرنا اور جہاد چھوڑ دینا ہے (یعنی ہلاکت کا سبب ترک جہاد اور مال و دولت کی حرص ہے)۔[أبوداؤد، كتاب الجهاد، باب في قوله عزوجل: ﴿ ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة ﴾ : ٢٥١٢۔ ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة : ٢٩٧٢]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ جب کسی اکیلے فدائی مسلم کے حملے سے دشمن کو نقصان پہنچنے کی امید ہو یا اہل اسلام کی شجاعت سے ان کے حوصلے پست کرنا مقصود ہو یا شہادت پیش کیے بغیر دشمن کو نقصان پہنچانا ممکن نہ ہو تو فدائی حملے بالکل درست ہیں۔ یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا نہیں بلکہ جہاد چھوڑ کر کاروبار میں مصروف ہو جانا اصل ہلاکت ہے۔ تاریخ اسلام میں بدر میں ابو جہل کے قاتل معوذ و معاذ رضی اللہ عنہما، خیبر میں ابو رافع کے قاتل عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ، مدینہ میں کعب بن اشرف کے قاتل محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، خالد بن سفیان کے قاتل عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی کارروائیاں،

حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موت پر بیعت، جنگ جسر میں ابو عبید ثقفی رضی اللہ عنہ کی ہاتھی پر حملہ کرتے ہوئے شہادت، جنگ یمامہ میں براء بن مالک رضی اللہ عنہ کا ساتھیوں سے کہنا کہ مجھے ڈھال پر بٹھا کر ڈھال کو نیزوں کے ساتھ بلند کر کے باغ کے اندر پھینک دو اور وہاں جا کر اسّی زخم کھا کر بھی دروازہ کھول کر مسلمانوں کو فتح سے ہم کنار کرنا، سلطان صلاح الدین ایوبی کے تیار کردہ فدائی جنھوں نے صلیبیوں کی کمر توڑ دی، الغرض بے شمار واقعات اس کے شاہد ہیں۔

اس وقت مسلمانوں کی ہلاکت اور ذلت کا باعث یہی ہے کہ انھوں نے جہاد کی تیاری میں خرچ کرنے اور کفار سے لڑنے کی بجائے عیش و عشرت اور جان بچانے کو ترجیح دی تو کفار کے ہاتھوں ان کی جانیں محفوظ رہیں نہ مال نہ عزتیں اور ذلت و پستی ان کا مقدر ٹھہری، جیسا کہ سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے زراعت کا ایک آلہ دیکھ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''جس قوم کے گھر (تک) میں یہ داخل ہو جائے تو پھر اس گھر میں ذلت داخل ہو جائے گی۔'' [بخاری، کتاب الحرث و المزارعة، باب ما یحذر من عواقب الإشتغال بآلة الزرع ...... الخ : ۲۳۲۱]

وَ اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث جبرائیل میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ''احسان کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے جیسے تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تجھ سے یہ نہ ہو کہ تو اسے دیکھ رہا ہے تو (تو کم از کم یہ سمجھے کہ) اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔'' [بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الإیمان والإسلام والإحسان و علم الساعة : ۵۰]

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَ لَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾

''اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو، پھر اگر تم روک دیے جاؤ تو قربانی میں سے جو میسر ہو (کرو) اور اپنے سروں کو نہ مونڈو، یہاں تک کہ قربانی اپنے حلال ہونے کی جگہ پر پہنچ جائے، پھر تم میں سے جو بیمار ہو، یا اسے اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو روزے یا صدقے یا قربانی میں سے کوئی ایک فدیہ ہے۔ پھر جب تم امن میں ہو جاؤ تو تم میں سے جو عمرہ سے حج تک فائدہ اٹھائے تو قربانی میں سے جو میسر ہو (کرے) پھر جو نہ پائے تو تین دن کے روزے حج کے دوران اور سات دن کے اس وقت رکھے جب تم واپس جاؤ، یہ پورے دس ہیں۔ یہ اس کے لیے ہے جس کے گھر والے مسجد

حرام کے رہنے والے نہ ہوں اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔''

روزہ اور جہاد کے بعد اب احکام حج کا بیان شروع ہوا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب حج اور عمرہ میں سے کسی کی ابتدا کرو تو تمام شرائط و اعمال کے ساتھ اسے پورا کرو اور ﴿ لِلّٰهِ ﴾ اس لیے کہا کہ مشرکین حج و عمرہ کے بعض اعمال کے ذریعے اپنے بتوں کا تقرب حاصل کرتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا کہ حج و عمرہ کے تمام اعمال صرف اللہ کی رضا کے لیے ادا ہونے چاہییں۔

وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۭ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ : یعنی اگر حج یا عمرہ کی راہ میں کوئی مانع پیش آ جائے، جیسے کوئی دشمن راستہ روک دے، یا کوئی مرض لاحق ہو جائے، یا وہ راستہ بھٹک جائے تو محرم کو جو جانور میسر ہوگا (اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ یا ایک بکری) اسے ذبح کرے گا اور بال منڈوا کر حلال ہو جائے گا۔ سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے موقع پر (عمرہ کرنے کے لیے) نکلے، راستہ میں بدیل سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا، قریش آپ سے لڑیں گے اور آپ کو بیت اللہ جانے سے روکیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا: ''ہم لڑنے کے لیے نہیں آئے، ہم تو عمرہ ادا کرنے آئے ہیں۔'' (سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ کفار نے آپ کو کعبہ نہیں جانے دیا) رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ''اٹھو اور قربانی کرو، پھر سر منڈوا دو۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی قربانی کو نحر کیا، پھر آپ نے حجام کو بلایا، اس نے آپ کے سر کو مونڈا۔ [بخاری، کتاب الشروط، باب الشروط فی الجهاد ...... الخ : ۲۷۳۱، ۲۷۳۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا: ''شاید تو حج کا ارادہ رکھتی ہے؟'' انھوں نے عرض کی، اللہ کی قسم! میں حج کا ارادہ رکھتی ہوں، لیکن میں بیمار ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: ''تم حج کرو اور یہ شرط لگا لو کہ (اے اللہ!) میں وہاں احرام کھول دوں گی جہاں تو مجھے روک لے گا۔'' [بخاری، کتاب النکاح، باب الأکفاء فی الدین : ۵۰۸۹۔ مسلم، کتاب الحج، باب جواز اشتراط المحرم...... الخ : ۱۲۰۷]

معلوم ہوا کہ احرام کے وقت اگر یہ شرط کر لے تو رکاوٹ کی صورت میں اسی جگہ احرام کھول دے اور اس پر کوئی قربانی وغیرہ لازم نہیں۔

فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ : سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بار بکری کی قربانی دی تھی۔ [بخاری، کتاب الحج، باب تقلید الغنم : ۱۷۰۱۔ مسلم، کتاب الحج، باب استحباب بعث الهدی إلی الحرم ...... الخ : ۱۳۲۱/۳۶۷]

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ : اگر حج کرنے والا ''ھدی'' کا جانور اپنے ساتھ لے جا رہا ہے تو

حالتِ امن میں ''ھدی'' کی جگہ حرم ہے۔ جب تک ھدی کا جانور حرم میں نہ پہنچ جائے اور حج کرنے والا حج وعمرہ کے اعمال سے فارغ نہ ہو جائے اس کے لیے سر کے بال منڈوانا جائز نہیں۔ افضل یہ ہے کہ دس تاریخ کو کنکریاں مارنے کے بعد پہلے قربانی کرے، پھر بال منڈوائے، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! لوگوں کا کیا معاملہ ہے کہ انھوں نے تو عمرہ کر کے احرام کھول دیا مگر آپ نے نہیں کھولا؟ تو آپ نے فرمایا: ''میں نے اپنے سر کے بالوں کو چپکا لیا اور اپنے قربانی کے جانور کو قلادہ پہنا دیا ہے، لہٰذا میں اس وقت تک احرام کھول کر حلال نہیں ہو سکتا جب تک قربانی کے جانور کو ذبح نہ کر دوں۔'' [بخاری، كتاب الحج، باب التمتع والقران والإفراد بالحج ...... الخ : ١٥٦٦ـ مسلم، كتاب الحج، باب بيان أن القارن لا يتحلل إلا فى وقت تحلل الحاج المفرد : ١٢٢٩]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ تشریف لائے، پھر آپ نے جمرہ پر جا کر اسے کنکریاں ماریں، پھر منیٰ میں اپنی منزل پر آئے اور قربانی کی، پھر حجام کو بلا کر اس سے سر مونڈنے کے لیے کہا۔ [مسلم، كتاب الحج، باب بيان أن السنة يوم النحر أن يرمى ثم ينحر ...... الخ : ١٣٠٥]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں کھڑے ہو گئے، لوگ آپ سے سوال کرنے لگے، ایک شخص نے کہا، مجھے معلوم نہیں تھا، میں نے لاعلمی میں قربانی ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوا لیا۔ آپ نے فرمایا: ''کوئی حرج نہیں، اب قربانی کر لو۔'' [بخاری، كتاب الحج، باب الفتيا على الدابة عند الجمرة : ١٧٣٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔'' لوگوں نے کہا (اے اللہ کے رسول!) اور بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے؟ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔'' لوگوں نے کہا، (اے اللہ کے رسول!) اور بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے؟ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! سر منڈوانے والوں کی مغفرت فرما۔'' لوگوں نے کہا اور بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے؟ آپ نے (سر منڈوانے والوں کے لیے) تین مرتبہ دعا کی، پھر فرمایا: ''اور بال چھوٹے کروانے والوں کے لیے بھی (مغفرت فرما)۔'' [بخاری، كتاب الحج، باب الحلق والتقصير عند الإحلال : ١٧٢٨ـ مسلم ، كتاب الحج ، باب تفضيل الحلق على التقصير وجواز التقصير : ١٣٠٢]

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ : یعنی احرام باندھنے کے بعد تمھیں کسی بیماری یا عذر کی بنا پر سر منڈوانے کی ضرورت پیش آ جائے تو سر منڈوا کر تین چیزوں میں سے ایک چیز بطور فدیہ دو۔ سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم احرام باندھے ہوئے تھے، لیکن مشرکین نے ہمیں عمرہ کرنے سے روک دیا۔ میرے سر پر پٹے تھے (جن میں) اتنی جوئیں پڑ گئی تھیں کہ میرے منہ پر گر رہی تھیں۔ اسی اثنا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، آپ نے فرمایا: ''کیا تمھارے

سر کی جوئیں تمھیں تکلیف پہنچا رہی ہیں؟'' میں نے کہا، جی ہاں! تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ﴾ ''پھر تم میں سے جو بیمار ہو، یا اسے اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو روزے یا صدقے یا قربانی میں سے کوئی ایک فدیہ ہے۔'' مسلم کی روایت میں ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے کعب سے فرمایا: ''تم سر منڈوا دو اور تین روزے رکھو، یا چھ مساکین کو کھانا کھلاؤ، یا قربانی کرو۔'' [بخاری، كتاب المغازی، باب غزوة الحديبية : ۴۱۹۱۔ مسلم ، كتاب الحج ، باب جواز حلق الرأس للمحرم إذا كان به أذى ...... الخ : ۱۲۰۱]

عبداللہ بن معقل بیان کرتے ہیں کہ میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے پاس مسجد (کوفہ) میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے ان سے روزوں کے متعلق فدیے کی ادائیگی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ مجھے جب نبی ﷺ کی خدمت میں لے جایا گیا تو میرے چہرے پر جوئیں گر رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''میرا خیال نہیں تھا کہ تمھاری تکلیف یہاں تک پہنچ جائے گی، کیا تمھارے پاس ایک بکری موجود ہے؟'' میں نے عرض کی، نہیں! تو آپ نے فرمایا: ''تین روزے رکھ لو، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو اور ہر مسکین کو نصف صاع کھانا دو اور اپنے سر کو منڈوا دو۔'' تو یہ آیت خاص طور پر میرے بارے میں نازل ہوئی تھی، لیکن اس کا حکم تم سب کے لیے عام ہے۔ [بخاری، كتاب التفسير، باب قوله تعالى : ﴿ فمن كان منكم مريضًا ﴾ : ۴۵۱۷۔ مسلم، كتاب الحج ، باب جواز حلق الرأس للمحرم إذا كان به أذى : ۱۲۰۱/۸۵]

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ : اگر محرم کو راستہ میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے اور وہ حرم میں پہنچ جائے اور عمرہ کر کے حلال ہو جائے، پھر آٹھ تاریخ کو یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھے، تو اس پر قربانی واجب ہے، اسے حجِ تمتع کہتے ہیں۔ سیدنا عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حج تمتع کیا ہے، حالانکہ قرآن نازل ہو رہا تھا۔ [بخاری، كتاب الحج، باب التمتع على عهد رسول الله ﷺ : ۱۵۷۱]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر کے احرام اتار دو اور بال چھوٹے کروا لو، پھر تم احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو، یہاں تک کہ جب ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ ہو تو پھر حج کا احرام باندھو...... اگر میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا تو میں بھی وہی کرتا جس کا تم کو حکم دیا ہے، لیکن اس صورت میں احرام نہیں اتار سکتا، جب تک قربانی اپنے مقام پر پہنچ (کر ذبح) نہ ہو جائے۔'' یہ سن کر صحابہ نے حکم کی تعمیل کی۔ [بخاری، كتاب الحج، باب التمتع والقران و الإفراد بالحج...... الخ : ۱۵۶۸۔ مسلم ، كتاب الحج ، باب بيان وجوه الإحرام...... الخ : ۱۲۱۶/۱۴۳]

فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ان ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کو ذبح کیا جنھوں نے عمرہ کیا۔ [أبو داؤد، كتاب المناسك، باب في هدي البقر : ۱۷۵۱]

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ : اگر متمتع کے پاس قربانی کا جانور نہیں ہے،

تو تین روزے حج کے زمانے میں اور سات روزے اپنے گھر واپس جانے کے بعد رکھے گا۔ سیدہ عائشہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں، ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت (اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے) کسی صورت میں نہیں ہے، مگر صرف اس صورت میں کہ کسی کو قربانی نہ ملی ہو (تو وہ ایام تشریق میں روزے رکھ لے)۔[بخاری، کتاب الصیام، باب صیام أیام التشریق : ۱۹۹۷، ۱۹۹۸]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں عمرے کے ساتھ حج تک فائدہ اٹھایا تھا۔ آپ نے قربانی بھی کی اور آپ قربانی کا جانور اپنے ساتھ ذوالحلیفہ سے لائے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابتدا میں عمرے کا احرام باندھا، پھر آپ نے حج کا احرام باندھا اور لوگوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عمرے سے حج تک فائدہ اٹھایا۔ کچھ لوگ قربانی کے جانور اپنے ساتھ لائے تھے اور کچھ لوگ قربانی کے جانور اپنے ساتھ نہیں لائے تھے۔ نبی ﷺ جب مکہ میں تشریف لائے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: ''تم میں سے جو شخص قربانی کا جانور اپنے ساتھ لایا ہو اس کے لیے اس وقت تک احرام کی وجہ سے حرام ہونے والی چیزوں میں سے کوئی بھی حلال نہ ہوگی جب تک وہ اپنا حج پورا نہ کر لے اور جو شخص قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہ لایا ہو تو وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرے، بال کٹوا دے اور حلال ہو جائے، پھر حج کا احرام باندھ لے اور جسے قربانی میسر نہ ہو تو وہ ایام حج میں تین روزے رکھ لے اور سات روزے اس وقت رکھے جب اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹ جائے۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب من ساق البدن معه : ۱۶۹۱۔ مسلم، کتاب الحج، باب وجوب الدم علی المتمتع ...... الخ : ۱۲۲۷]

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : یعنی جو لوگ مسجد حرام کے رہنے والے نہیں، بلکہ دور سے آنے والے ہیں۔ چونکہ انھوں نے عمرہ اور حج کے لیے الگ الگ دو سفر کرنے کی بجائے ایک ہی سفر میں دونوں کام سرانجام دے لیے ہیں، لہٰذا اس فائدہ اٹھانے پر انھیں قربانی دینا ہوگی ورنہ دس روزے رکھیں۔ رہے مکہ کے لوگ تو انھیں حج کے مہینوں میں عمرہ و حج کرنے سے چونکہ ایسا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا اس لیے وہ قران کریں یا تمتع، ان پر نہ قربانی ہے نہ روزے، وہ ان کے بغیر ہی دونوں عبادتیں سرانجام دے سکتے ہیں۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۫ وَ اتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

''حج چند مہینے ہے، جو معلوم ہیں، پھر جو ان میں حج فرض کر لے تو حج کے دوران نہ کوئی شہوانی فعل ہو اور نہ کوئی نافرمانی اور نہ کوئی جھگڑا، اور تم نیکی میں سے جو بھی کرو گے اللہ اسے جان لے گا اور زاد راہ لے لو کہ بے شک زاد راہ کی سب سے بہتر خوبی (سوال سے) بچنا ہے اور مجھ سے ڈرو اے عقلوں والو!''

حج کے مہینے معلوم ہیں۔ اس لیے کہ حج ملت ابراہیمی میں اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں ہمیشہ سے رہا اور وہ ماہِ شوال، ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔ حج کا احرام انھی دنوں میں باندھنا صحیح ہے اور جو کوئی ان مہینوں میں حج کی نیت کرے اس پر احرام کی تعظیم واجب ہے اور اس تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ محرم جماع، اس کے مقدمات، تمام قسم کے گناہ اور جنگ و جدال سے پرہیز کرے۔

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ : حج کے چند مقررہ مہینے ہیں۔ قرآن مجید میں ان مہینوں کا ذکر نہیں ہے، البتہ صحابہ کرام کے توسط سے ان ناموں کی وضاحت ہمیں ملتی ہے، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حج کے مہینے، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، وہ شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ ہیں۔ [بخاری، کتاب الحج، باب قوله تعالى: ﴿ ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام ﴾ : ۱۵۷۲]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، حج کے چند مقررہ مہینے ہیں، یعنی شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن۔ [مستدرك حاكم : ۲۷۶/۲، ح:۳۰۹۲۔ الدارقطنی، کتاب الحج : ۲۵۸/۲]

سیدنا عروہ بن مضرس بن اوس بن حارثہ الطائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ہماری اس نماز (یعنی نماز فجر) کو (مزدلفہ میں) پا لیا اور ہمارے ساتھ (مزدلفہ میں) وقوف کیا، یہاں تک کہ پھر ہمارے ساتھ (جمرہ عقبہ) روانہ ہوا اور اس سے پہلے وہ رات کو یا دن کو عرفات میں وقوف کر چکا ہو تو اس کا حج پورا ہو گیا، (اب) وہ قربانی ذبح کر لے۔'' [ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء من أدرك الإمام بجمع فقد أدرك الحج : ۸۹۱]

فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ : جو شخص ان مہینوں میں احرام باندھ کر اپنے اوپر حج کو فرض کر لے تو وہ اب دوران حج میں نہ بے حیائی کی بات کرے، نہ گناہ کا کوئی کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے، ارشاد فرمایا: ﴿ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآىِٕكُمْ ﴾ [البقرة : ۱۸۷] ''تمھارے لیے روزے کی رات اپنی عورتوں سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔'' [بخاری، کتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله و هو لا يشعر : ٤٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کے لیے حج کرے، پھر نہ عورتوں سے جنسی باتیں کرے اور نہ کوئی گناہ کا کام کرے تو وہ گناہوں سے پاک ہو کر لوٹتا ہے، گویا (اس دن کی طرح ہو جاتا ہے) جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور : ۱۵۲۱۔ مسلم، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة : ۱۳۵۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا، کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: ”اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔“ پوچھا گیا، اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: ”اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔“ پوچھا گیا، پھر کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: ”حج مبرور (جس میں کوئی گناہ نہ کیا جائے)۔“ [بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور : ۱۵۱۹۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللہ تعالی أفضل الأعمال : ۸۳]

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ : سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حج مبرور (جس میں کوئی گناہ نہ کیا جائے) کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں۔“ [بخاری، کتاب العمرۃ، باب وجوب العمرۃ وفضلھا : ۱۷۷۳]

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى : سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، یمن کے لوگ حج کے لیے آتے تو زادِ راہ ساتھ نہیں لاتے تھے، وہ کہتے تھے کہ ہم (اللہ پر) توکل کرتے ہیں (وہ ہمیں کھلائے گا) پھر جب وہ شہر مکہ پہنچتے تو لوگوں سے سوال کرتے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ﴾ ”اور زادِ راہ لے لو کہ بے شک زادِ راہ کی سب سے بہتر خوبی (سوال سے) بچنا ہے۔“ [بخاری، کتاب الحج، باب قول اللہ تعالی ﴿ و تزودوا فإن خیر الزاد التقوی ﴾ : ۱۵۲۳۔ أبو داوٗد، کتاب المناسک، باب التزود فی الحج : ۱۷۳۰]

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝۱۹۸

”تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے رب کا کوئی فضل تلاش کرو، پھر جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ کو یاد کرو اور اس کو اس طرح یاد کرو جیسے اس نے تمھیں ہدایت دی ہے اور بلاشبہ اس سے پہلے تم یقیناً گمراہوں سے تھے۔“

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ : اللہ تعالیٰ نے حج کے لیے جب زادِ راہ لے کر چلنے کی نصیحت کی اور اس کے بعد تقویٰ کا حکم دیا تو اس بات کی بھی خبر دی کہ موسم حج میں تجارت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور ایسا کرنا تقویٰ کے خلاف نہیں، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ سمجھتے تھے کہ حج کے ساتھ تجارت کرنا اچھی بات نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز زمانۂ جاہلیت کے بازار تھے، لوگوں نے موسم حج میں تجارت کو گناہ سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ”تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے رب کا کوئی فضل تلاش کرو۔“ یعنی حج کے موسم میں۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلا من ربکم ﴾ : ۴۵۱۹]

ابوامامہ تیمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ہم کرائے کا کام کرتے ہیں تو کیا ہمارا

حج ہو جائے گا؟ فرمایا، کیا تم طواف نہیں کرتے، عرفہ میں نہیں آتے، جمرات کو رمی نہیں کرتے اور اپنے سروں کو نہیں منڈواتے؟ ہم نے عرض کی، کیوں نہیں! تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے یہی سوال کیا تھا، جو تم نے مجھ سے پوچھا تو آپ نے اسے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ جبریل علیہ السلام یہ آیت کریمہ لے کر نازل ہو گئے: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے رب کا کوئی فضل تلاش کرو۔'' تو نبی ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: ''تم حاجی ہو۔'' [مسند أحمد : ۲/ ۱۵۵، ح : ٦٤٤٠]

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ : ۹ ذوالحجہ کو زوال آفتاب سے غروب شمس تک میدانِ عرفات میں وقوف، حج کا ایک اہم رکن ہے۔ یہاں مغرب کی نماز ادا نہیں کرنی، بلکہ مزدلفہ پہنچ کر مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی دو رکعات (قصر) جمع کر کے ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ پڑھی جائیں گی۔ مزدلفہ ہی کو مشعر حرام کہا گیا ہے، کیونکہ یہ حرم کے اندر ہے۔ یہاں ذکر الٰہی کی تاکید ہے اور یہاں رات گزارنی ہے۔ فجر کی نماز (اندھیرے) میں یعنی اول وقت پڑھ کر طلوع آفتاب تک ذکر میں مشغول رہا جائے۔ طلوع آفتاب کے بعد منیٰ جایا جائے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عرفات میں آئے، وہاں نمرہ کے مقام پر آپ کے لیے ایک خیمہ لگا دیا گیا، آپ نے اس میں قیام فرمایا، جب سورج ڈھل گیا تو آپ نے اپنی اونٹنی قصوا کو کسنے کا حکم دیا۔ جب وہ کس دی گئی تو آپ (اس پر سوار ہو کر) بطن وادی میں آئے اور لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیا...... پھر مؤذن نے اذان دی، پھر اقامت کہی پھر رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر (مؤذن) نے اقامت کہی پھر آپ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہیں پڑھا، پھر آپ سوار ہو گئے، یہاں تک کہ موقف میں آئے...... وہاں آپ نے غروب آفتاب تک وقوف فرمایا، پھر جب شفق کی زردی کم ہو گئی تو آپ وہاں سے روانہ ہو کر مزدلفہ پہنچے، وہاں آپ نے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھائی...... پھر آپ لیٹ گئے، یہاں تک کہ جب صبح صادق ہوئی تو آپ نے صبح کی نماز اذان اور اقامت کے ساتھ ادا کی۔ پھر آپ قصوا پر سوار ہو گئے اور مشعر حرام پہنچ کر قبلہ رو ہو گئے۔ پھر آپ نے وہاں وقوف فرمایا۔ آپ دعا کرتے رہے، الحمد للہ کہتے رہے اور اللہ کی توحید بیان کرتے رہے، یہاں تک کہ خوب روشنی ہو گئی تو آپ طلوع آفتاب سے پہلے منیٰ روانہ ہو گئے۔ [مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ۱۲۱۸۔ أبو داوٗد، کتاب المناسك، باب صفة حجة النبی ﷺ : ۱۹۰۵]

سیدنا عبدالرحمٰن بن یعمر الدیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا، جب آپ سے ایک آدمی نے عرفہ کے مقام پر حج کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا: ''حج (وقوف) عرفات ہی کا نام ہے اور جو شخص طلوع فجر سے پہلے وقوف عرفہ کو پا لے تو اس نے حج کو پا لیا اور ایام منیٰ تین ہیں۔ پھر جس نے دو دنوں میں (منیٰ سے مکہ کی طرف واپسی میں) جلدی کی تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے (ایک دن کی) تاخیر کی تو اس پر بھی کوئی گناہ

نہیں۔‘‘ [مسند أحمد : ۳۰۹/۴، ح:۱۸۷۹۸۔ أبو داوٗد، کتاب المناسك، باب من لم يدرك عرفة : ۱۹۴۹۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة البقرة : ۲۹۷۵]

سیدنا عروہ بن مضرس بن اوس بن حارثہ الطائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مزدلفہ میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ نماز کے لیے جا چکے تھے، میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں ’’طے‘‘ کے دو پہاڑوں سے آیا ہوں، میں نے اپنی سواری کو تیز دوڑایا اور اپنے آپ کو خوب تھکایا ہے، اللہ کی قسم! میں نے کوئی ٹیلا یا پہاڑ نہیں چھوڑا جس پر وقوف نہ کیا ہو، تو کیا میرا حج ہو جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو ہماری اس نماز میں حاضر ہوا اور اس نے ہمارے ساتھ وقوف کیا حتیٰ کہ وہ یہاں سے روانہ ہو گیا اور اس سے پہلے رات یا دن کو عرفہ میں وقوف کر لیا تو اس کا حج پورا ہو گیا اور وہ قربانی ذبح کر لے۔‘‘ [ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی من أدرك الإمام بجمع فقد أدرك الحج : ۸۹۱۔ أبو داوٗد ، کتاب المناسك ، باب من لم يدرك عرفة : ۱۹۵۰]

سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ واپسی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح چل رہے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ سبک خرام تھے اور جب آپ کھلی جگہ پاتے تو اپنی سواری کی رفتار اور بھی تیز کر دیتے۔ [بخاری، کتاب الحج، باب السير إذا دفع من عرفة : ۱۶۶۶۔ مسلم، کتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات إلى المزدلفة ...... الخ : ۱۲۸۶/۲۸۳]

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

’’پھر اس جگہ سے واپس آؤ جہاں سے سب لوگ واپس آئیں اور اللہ سے بخشش مانگو، بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق عرفات جانا اور وہاں وقوف کر کے واپس آنا ضروری ہے، لیکن عرفات چونکہ حرم سے باہر ہے، اس لیے قریش مکہ عرفات تک نہیں جاتے تھے بلکہ مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے تھے، چنانچہ حکم دیا جا رہا ہے کہ جہاں سے سب لوگ لوٹ کر آتے ہیں وہیں سے لوٹ کر آؤ یعنی عرفات سے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش اور ان کے ہم مذہب مزدلفہ میں وقوف کیا کرتے تھے اور اپنے آپ کو ’’حمس‘‘ کے نام سے موسوم کیا کرتے تھے، جبکہ دیگر تمام عرب عرفات ہی میں وقوف کیا کرتے تھے۔ جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ بھی عرفات جائیں اور وہاں وقوف کریں، پھر وہاں سے واپس آئیں۔ اس آیت: ﴿ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ ﴾ ’’پھر اس جگہ سے واپس آؤ جہاں سے سب لوگ واپس آئیں‘‘ کے یہی معنی ہیں۔ [بخاری، کتاب التفسير، باب ﴿ ثم أفيضوا من حيث أفاض الناس ﴾ : ۴۵۲۰۔ مسلم، کتاب الحج، باب فی الوقوف وقوله تعالى: ﴿ ثم أفيضوا ...... الخ ﴾ : ۱۲۱۹]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور قریش یہ گمان کر رہے تھے کہ آپ مشعر حرام کے پاس جا کر ٹھہریں گے، جس طرح قریش ایام جاہلیت میں ٹھہرا کرتے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشعر حرام سے آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ آپ عرفات میں پہنچ گئے، وہاں آپ نے دیکھا کہ آپ کے لیے نمرہ میں خیمہ لگایا گیا ہے، آپ اترے اور اس میں قیام کیا۔ [مسلم ، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ : ۱۲۱۸]

وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں کہ جس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عرفہ کے دن سے زیادہ دوزخ سے آزاد کرے، اس دن اللہ بہت نزدیک ہو جاتا ہے، پھر فرشتوں کے سامنے اپنے ان بندوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ (گویا اللہ تعالیٰ کے پوچھنے سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو معاف کر دے)۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب فضل یوم عرفة : ۱۳۴۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے لیے حج کیا، پھر (دوران حج میں) نہ کوئی بے حیائی کی بات کی اور نہ کوئی گناہ کی تو وہ (حج کر کے) اس طرح (بے گناہ ہو کر) لوٹتا ہے جس طرح وہ اس دن تھا، جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔'' [بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور : ۱۵۲۱۔ مسلم، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة : ۱۳۵۰]

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

''پھر جب تم اپنے حج کے احکام پورے کر لو تو اللہ کو یاد کرو، اپنے باپ دادا کو تمھارے یاد کرنے کی طرح، بلکہ اس سے بڑھ کر یاد کرنا، پھر لوگوں میں سے کوئی تو وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے دے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ اور ان میں سے کوئی وہ ہے جو کہتا ہے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ﴾ [البقرة : ۱۹۶] ''اور حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو۔''

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ : عرب کے لوگ حج سے فراغت کے بعد منیٰ میں میلا لگاتے اور اپنے آبا و اجداد

کے کارناموں کا ذکر کرتے تھے۔ مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ جب تم ۱۰ ذوالحجہ کو کنکریاں مارنے، قربانی کرنے، سر منڈوانے، طواف کعبہ اور سعی صفا و مروہ سے فارغ ہو جاؤ تو اس کے بعد جو تین دن منیٰ میں قیام کرنا ہے تو وہاں خوب اللہ کا ذکر کرو۔ جیسے جاہلیت میں تم اپنے آبا کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ بہرحال اب آبا و اجداد کے تذکرہ پر فخر کرنا جائز نہیں۔ سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ عاجزی اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔'' [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعيمها و أهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة و أهل النار : ٢٨٦٥]

استغفار اور کثرتِ ذکر کی نصیحت کے بعد اللہ تعالیٰ نے دعا کی طرف توجہ دلائی، اس لیے کہ کثرتِ ذکر کے بعد دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے اور ان لوگوں کی مذمت کی جن کی زندگی کا مقصودِ اول دنیا کا حصول ہوتا ہے اور ان لوگوں کی تعریف کی جن کا مطمع نظر آخرت کی کامیابی اور جہنم کی آگ سے نجات حاصل کرنا ہوتا ہے۔

اگلی آیت میں مذکور دعا میں دنیا و آخرت کی ہر بھلائی جمع کر دی گئی ہے اور ہر شر سے اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے۔ ''دنیا میں بھلائی'' ہر دنیاوی خیر کو شامل ہے۔ اور ''آخرت میں بھلائی'' کی سب سے اعلیٰ شے اللہ کی رضا اور دخول جنت ہے۔ احادیث میں اس دعا کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ ! رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ » ''اے اللہ! اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ و منهم من يقول ...... الخ ﴾ : ٤٥٢٢]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کی عیادت فرمائی، جو پرندے کے ننھے بچے کی طرح (ہڈیوں کا ڈھانچہ) ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا یا سوال کیا کرتے تھے؟'' اس نے جواب دیا، ہاں! میں یہ دعا کیا کرتا تھا، اے اللہ! تو نے مجھے جو آخرت میں سزا دینی ہے وہ دنیا ہی میں دے دے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سبحان اللہ! تمھیں اس کی استطاعت و طاقت کہاں؟ تم نے یہ دعا کیوں نہ کی: « اَللّٰهُمَّ ! رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ » ''اے اللہ! اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا فرما دی۔ [مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب كراهة الدعاء بتعجيل العقوبة في الدنيا : ٢٦٨٨]

سیدنا عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ

دعا پڑھتے ہوئے سنا: ﴿ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ ”اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر و بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔“ [أبو داؤد، کتاب المناسك، باب الدعاء فی الطواف : ۱۸۹۲]

اللہ تعالیٰ نے یہاں دو قسموں کے لوگ ذکر فرمائے ہیں، صرف دنیا میں بھلائی طلب کرنے والے اور دوسرے دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی طلب کرنے والے، تیسری قسم کے لوگ یعنی صرف آخرت میں بھلائی طلب کرنے والے ذکر نہیں فرمائے کہ جو دنیا میں بھلائی نہ مانگتے ہوں۔ کیونکہ اسلام ایسا دین ہے جو اپنے ماننے والوں کے لیے دنیا ترک کرنا پسند نہیں کرتا اور نہ ہی دنیا کی نعمتوں سے کنارہ کشی کی اجازت دیتا ہے۔ جب سے مسلمانوں میں ہندو سادھوؤں اور نصرانی راہبوں کی تقلید میں ترکِ دنیا کا رجحان پیدا ہوا تو انھوں نے جہاد چھوڑا، دنیاوی علوم سے کنارہ کش ہوئے اور ہر چیز میں غیروں کے غلام بن گئے۔

وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

”اور اللہ کو چند گنے ہوئے دنوں میں یاد کرو، پھر جو دو دنوں میں جلد چلا جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، اس شخص کے لیے جو ڈرے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک تم اسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے۔“

وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ : مراد ”ایام تشریق“ ہیں یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ۔ ان میں ذکر الٰہی یعنی بہ آواز بلند تکبیرات مسنون ہیں۔ صرف فرض نمازوں کے بعد ہی نہیں بلکہ ہر وقت تکبیرات پڑھی جائیں، سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں مجھے اور اوس بن الحدثان کو بھیجا کہ ہم یہ اعلان کریں: ”بے شک جنت میں سوائے مومن کے کوئی داخل نہیں ہوگا اور یہ کہ منیٰ کے ایام کھانے اور پینے کے ایام ہیں۔“ [مسلم، کتاب الصیام، باب تحریم صوم أیام التشریق ...... الخ : ۱۱۴۲]

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے، ”منیٰ میں ٹھہرنے کے دنوں میں تکبیر کہنا اور جب عرفات کو جائے اور عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں اپنے خیمے کے اندر تکبیر کہتے، مسجد والے اسے سنتے تو وہ بھی تکبیر کہتے اور بازاروں والے بھی تکبیر کہتے، یہاں تک کہ منیٰ تکبیر سے گونج اٹھتا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما ان دنوں میں منیٰ میں اور نمازوں کے بعد تکبیر کہتے اور اپنے بستر پر، اپنے خیمے، اپنی مجلس اور چلنے پھرنے کے دوران ان تمام دنوں میں تکبیر کہتے اور میمونہ (ام المومنین رضی اللہ عنہا) قربانی کے دن تکبیر کہتیں اور عورتیں ابان بن عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے پیچھے مسجد میں مردوں کے ساتھ تشریق کی راتوں میں تکبیر کہتیں۔“

[بخاری، کتاب العیدین، باب التکبیر أیام منی...... الخ، قبل الحدیث : ۹۷۰]

معلوم ہوا ان سے مراد عرفہ کی صبح سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کے سورج غروب ہونے تک کا وقت ہے۔ قربانی کے دن اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا منع ہے، جیسا کہ سیدنا نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔'' [مسلم، کتاب الصیام، باب تحریم صوم أیام التشریق ...... الخ : ۱۱۴۱]

اللہ کے ذکر سے مراد وہ تمام تکبیرات ہیں جو جمرات کو کنکر مارتے وقت، ذبح کرتے وقت یا دوسرے وقتوں میں کہی جاتی ہیں۔ تکبیر کے علاوہ کوئی بھی ذکر ہو اس حکم میں شامل ہے، یعنی ان ایام میں ذکر الٰہی میں مصروف رہو۔

فَمَنۡ تَعَجَّلَ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡہِ ۚ وَ مَنۡ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡہِ : رمی جمار (جمرات کو کنکریاں مارنا) تین دن افضل ہے، لیکن اگر کوئی دو دن (۱۱، ۱۲ ذوالحجہ کو) کنکریاں مار کر منیٰ سے واپس آ جائے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ سیدنا عبد الرحمٰن ابن یعمر الدیلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایام منیٰ تین ہیں، تو جس نے دو دنوں میں (منیٰ سے مکہ کی طرف واپسی میں) جلدی کی تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جس نے (ایک دن کی) تاخیر کی تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔'' [أبو داوٗد، کتاب المناسک، باب من لم یدرک عرفة : ۱۹۴۹]

لِمَنِ اتَّقٰی ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّکُمۡ اِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ : دو دن یا تین دن میں کنکریاں مارنا ہو یا کوئی بھی اور نیکی کا کام ہو، ہر جگہ اللہ تعالیٰ کو اخلاص مطلوب ہے۔ کسی بھی کام میں ریا کاری میدانِ محشر میں رسوائی کا باعث ہو گی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شرکا سے زیادہ شرک سے بے زار ہوں، جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرے تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء : ۲۹۸۵]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص (اپنی نیکی لوگوں کو) سنائے گا اللہ بھی اس کی وجہ سے (پہنچنے والی ذلت کا حال لوگوں کو) سنائے گا اور جو شخص (لوگوں کو اپنی نیکی) دکھائے گا اللہ بھی اس کی وجہ سے (پہنچنے والی ذلت کو تمام لوگوں کو) دکھائے گا (یعنی میدان محشر میں ریا کار آدمی کی بڑی رسوائی ہو گی)۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء : ۲۹۸۶۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة : ۶۴۹۹]

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یُّعۡجِبُکَ قَوۡلُہٗ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ یُشۡہِدُ اللّٰہَ عَلٰی مَا فِیۡ قَلۡبِہٖ ۙ وَ ہُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾

''اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جس کی بات دنیا کی زندگی کے بارے میں تجھے اچھی لگتی ہے اور وہ اللہ کو اس پر گواہ بناتا ہے جو اس کے دل میں ہے، حالانکہ وہ جھگڑے میں سخت جھگڑالو ہے۔''

کچھ ایسے منافقین ہوتے ہیں جو مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیے چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں اور اللہ کو اپنے قول و

فعل کی صداقت پر گواہ بناتے ہیں، حالانکہ وہ باطل کو حق دکھانے کے لیے بدترین جھگڑنے والے ہوتے ہیں۔

اس آیت میں منافقین کے اوصاف کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں چند ایسے چال باز لوگ تھے، (اور ہمیشہ رہے ہیں) ان آیات میں ان کی صفات بیان فرما کر ان سے چوکس رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ پہلی صفت ایسے منافق کی یہ ہے کہ وہ دنیا کی زندگی کے متعلق بہت معلومات رکھتا ہے، اس پر بات کرے تو آدمی کو حیرت ہوتی ہے، آخرت پر نہ وہ بات کرتا ہے نہ اسے اس کا علم ہے۔

دوسری صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کھا کر اپنے ایمان و اخلاص کا یقین دلاتا ہے، کیونکہ وہ مسلمانوں کے ہاں اپنے بے اعتبار ہونے کو خوب سمجھتا ہے۔

وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ : تیسری صفت یہ ہے کہ وہ جھگڑے میں سخت جھگڑالو ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنْذِرَ بِهِ قَوْمًا لُدًّا﴾ [مریم: ۹۷] ”سو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم نے اسے تیری زبان میں آسان کر دیا ہے، تاکہ تو اس کے ساتھ متقی لوگوں کو خوشخبری دے اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائے جو سخت جھگڑالو ہیں۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ بغض اللہ تعالیٰ کو اس شخص سے ہے جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو۔“ [بخاری، کتاب المظالم، باب قول الله تعالى : ﴿ و هو ألد الخصام ﴾ : ۲٤٥٧۔ مسلم ، کتاب العلم ، باب فی الألد الخصم: ۲٦٦٨]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”چار باتیں جس میں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چاروں میں سے ایک بات ہو گی تو اس میں ایک بات نفاق کی ضرور ہے، تاوقتیکہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ (وہ چار باتیں یہ ہیں): ① جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ ② جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ ③ جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے۔ ④ اور جب لڑے تو بے ہودہ گوئی کرے۔“ [بخاری، کتاب الإيمان، باب علامات المنافق : ۳٤۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب خصال المنافق : ۵۸]

وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿٢٠٥﴾

”اور جب واپس جاتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو برباد کرے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔“

منافق کی چوتھی صفت یہ ہے کہ جب وہ مسلمانوں کے پاس اپنے اخلاص کی قسمیں کھا کر واپس جاتا ہے تب اس کی خباثت ظاہر ہوتی ہے۔ لوگوں کے دلوں میں شبے پیدا کرتا ہے، کفر کی تقویت کے لیے سازشیں کرتا ہے اور مسلمانوں کی ہر قسم کی بربادی کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ کھیتی اور مویشی کے ہلاک کرنے کا یہی مفہوم ہے۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

''اور جب اس سے کہا جاتا ہے اللہ سے ڈر تو اس کی عزت اسے گناہ میں پکڑے رکھتی ہے، سو اسے جہنم ہی کافی ہے اور یقیناً وہ برا ٹھکانا ہے۔''

پانچویں صفت یہ ہے کہ جب اس منافق سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو اور اپنے قول و فعل کے تضاد سے باز آ جاؤ تو مارے کبر و غرور کے پھٹ پڑتا ہے اور نصیحت قبول نہیں کرتا۔ ایسے لوگوں کا انجام، ان کے کفر و نفاق اور کبر و غرور کے بدلے جہنم ہے، جو بہت برا ٹھکانا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' ایک شخص نے کہا، آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کے جوتے اچھے ہوں (کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، (لہٰذا اچھی چیز کو پسند کرنا تکبر نہیں) تکبر تو یہ ہے کہ حق کو ٹھکرا دیا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔'' [مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانه : ۹۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پروردگار کے سامنے جنت اور دوزخ میں جھگڑا ہوا۔ جنت کہنے لگی، پروردگار! میرا تو حال یہ ہے کہ مجھ میں تو وہی لوگ آ رہے ہیں جو دنیا میں ناتواں اور حقیر تھے اور دوزخ کہنے لگی کہ مجھ میں وہ لوگ آ رہے ہیں جو دنیا میں متکبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا، تو میری رحمت ہے اور دوزخ سے فرمایا، تو میرا عذاب ہے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی قول اللہ: ﴿ إن رحمة الله قريب من المحسنين ﴾ : ۷۴۴۹]

سیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ جنتی کون ہیں؟ جنتی ہر وہ کمزور اور منکسر المزاج ہے کہ اگر وہ اللہ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اسے سچا کر دے اور کیا میں تمھیں خبر نہ دوں کہ جہنمی کون ہیں؟ جہنمی ہر موٹا، بدمزاج اور متکبر آدمی ہوتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ و أقسموا بالله جهد أيمانهم ﴾ : ۶۶۵۷، ۶۰۷۱]

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

''اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو اللہ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لیے اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان مفسد و متکبر اور حق کو تسلیم نہ کرنے والے لوگوں کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ کے نیک اور مخلص بندے ہیں۔ ہر وقت حق اور رضوانِ الٰہی کے متلاشی رہتے ہیں، تکبر نہیں کرتے، بلکہ رضوانِ الٰہی کے لیے جان

تک کی پروا نہیں کرتے۔ اس آیت کے اولین مصداق مہاجر صحابہ ہیں جنھوں نے اپنی جانیں خطرے میں ڈالیں اور اپنی جائدادیں مکہ میں چھوڑ کر مدینہ چلے گئے اور انصار صحابہ جنھوں نے اپنی جان و مال سے ان کی نصرت کی، لیکن اس آیت کریمہ کا معنی عام ہے۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا ہر مجاہد اس میں داخل ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [التوبة : ۱۱۱] ''بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے کہ یقیناً ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں، پس قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، یہ تورات اور انجیل اور قرآن میں اس کے ذمے پکا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ تو اپنے اس سودے پر خوب خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اس آیت کا سبب نزول سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ کو قرار دیا جاتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ سب صحابہ کا یہی حال تھا۔ صہیب رضی اللہ عنہ اور ان کے جاں نثار ساتھیوں کی فضیلت بیان کرتے ہوئے سیدنا عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا صہیب رومی، سیدنا بلال اور سیدنا سلمان رضی اللہ عنہم کے متعلق سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ''اے ابوبکر! شاید تو نے ان لوگوں کو ناراض کر دیا اگر تم نے ان کو ناراض کر دیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔''

[مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل سلمان و بلال و صهيب رضی الله عنهم : ۲۵۰۴]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو، یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔''

اہل ایمان کو کہا جا رہا ہے کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ اس طرح نہ کرو کہ جو باتیں تمھاری مصلحتوں اور خواہشات کے مطابق ہوں ان پر تو عمل کر لو اور دوسرے حکموں کو نظر انداز کر دو۔ اسی طرح جو دین تم چھوڑ آئے ہو اس کی باتیں اسلام میں شامل کرنے کی کوشش مت کرو، بلکہ صرف اسلام کو مکمل طور پر اپناؤ۔ اس سے دین میں بدعات کی بھی نفی کر دی گئی اور آج کے سیکولر ذہن کی تردید بھی، جو اسلام کو مکمل طور پر اپنانے کے لیے تیار نہیں، بلکہ دین کو چند عبادات، یعنی مساجد تک محدود کرنا اور سیاست اور ایوان حکومت سے دیس نکالا دینا چاہتا ہے۔ اسی طرح عوام کو بھی سمجھایا جا رہا ہے جو رسم و رواج اور علاقائی ثقافت اور روایات کو پسند کرتے ہیں اور انھیں چھوڑنے کے لیے آمادہ نہیں

ہوتے۔ جیسے خوشی وغمی اور شادی بیاہ کی خرافانہ اور ہندوانہ رسوم اور دیگر رواج۔ اور یہ کہا جا رہا ہے کہ شیطان کے قدموں کی پیروی مت کرو، وہ تمھیں خلاف اسلام باتوں کے لیے حسین فلسفے تراش کر پیش کرتا، برائیوں پر خوش نما غلاف چڑھاتا اور بدعات کو بھی نیکی باور کراتا ہے، تاکہ اس کے دام ہم رنگ زمین میں پھنستے رہو۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور اسلام کی تمام ممنوعات سے پرہیز کرو۔ اسلام کی بعض باتوں پر چلنا اور بعض کو چھوڑنا یہ ایمان والوں کا کام نہیں، بلکہ یہ اہل کتاب کی خصلت ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اِنْ یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾ [البقرۃ : ۸۵] ”پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنے آپ کو قتل کرتے ہو اور اپنے میں سے ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، ان کے خلاف ایک دوسرے کی مدد گناہ اور زیادتی کے ساتھ کرتے ہو، اور اگر وہ قیدی ہو کر تمھارے پاس آئیں تو ان کا فدیہ دیتے ہو، حالانکہ اصل یہ ہے کہ ان کا نکالنا تم پر حرام ہے، پھر کیا تم کتاب کے بعض پر ایمان لاتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تو اس شخص کی جزا جو تم میں سے یہ کرے اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے دن وہ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ ہرگز اس سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔“

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کسی (دوسری) قوم سے مشابہت کرے تو وہ انھی میں سے ہے۔“ [أبو داوٗد، کتاب اللباس، باب في لبس الشهرة : ۴۰۳۱]

فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۰۹﴾

”پھر اگر اس کے بعد پھسل جاؤ کہ تمھارے پاس واضح دلیلیں آ چکیں تو جان لو کہ بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔“

اس آیت میں جو وعید وارد ہوئی ہے اس کا تعلق قیامت کے دن سے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے والوں کو دھمکی دی گئی ہے کہ ان کا عناد اور ان کی مخالفت حد سے تجاوز کر گئی ہے، اب انھیں قیامت اور اس کی ہولناکیوں کا انتظار کرنا چاہیے کہ اس دن ظالموں کے دل دہل رہے ہوں گے، اس دن اللہ تعالیٰ کافروں کو ان کے کفر کا مزا چکھائے گا۔

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾

ع ۲۵/۹

”وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس اللہ بادل کے سائبانوں میں آ جائے اور فرشتے بھی اور کام

تمام کر دیا جائے اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں اور رسولوں کے ذریعے اسلام کے حق ہونے کی دلیلیں پیش کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اب اگر کوئی شخص حق واضح ہونے کے بعد بھی اس پر ایمان نہیں لاتا، بس معجزوں کا مطالبہ ہی کرتا چلا جاتا ہے، تو اسے جان لینا چاہیے کہ غیبی حقیقتیں ظاہر ہونے کے بعد ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ پھر کسی کو ایمان لائے بغیر چارہ ہی نہیں ہوگا، چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ﴾ [الأنعام : ۱۵۸] ”وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تیرا رب آئے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے۔“ اور فرمایا: ﴿ كَلَّاۤ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۙ۝ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۚ۝ وَ جِايْٓءَ يَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴾ [الفجر : ۲۱ تا ۲۳] ”ہرگز نہیں، جب زمین کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے جو صف در صف ہوں گے۔ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن انسان نصیحت حاصل کرے گا اور (اس وقت) اس کے لیے نصیحت کہاں۔“

زیر تفسیر آیت میں یہی بات فرمائی کہ اتنے واضح دلائل کے بعد اب یہی باقی رہ جاتا ہے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ خود بادل کے سائبانوں میں آ جائے اور فرشتے، مگر پھر تو کام تمام ہو چکا ہوگا اور دنیا میں تو بظاہر کچھ اور لوگوں کے پاس بھی معاملات لے جائے جاتے ہیں، لیکن اس وقت سارے معاملات اکیلے اللہ کے سامنے پیش ہوں گے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے زمین پر اترنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر کیا ہے۔ تمام صحابہ اور تابعین اللہ تعالیٰ کے نزول پر ایمان رکھتے تھے کہ جس طرح اللہ کی شان کے لائق ہے وہ ہر رات آسمانِ دنیا پر اترتا ہے۔ نہ یہ کہتے کہ کس طرح اترے گا یا وہ عرش پر کس طرح ہے؟ (جسے تکییف کہتے ہیں)، نہ وہ اس کے عرش پر ہونے کو یا اس کے اترنے کو اپنی طرح یا کسی مخلوق کی طرح قرار دیتے ہیں (جسے تشبیہ کہتے ہیں)، نہ یہ کہ ہمیں معلوم ہی نہیں کہ ان الفاظ کا معنی کیا ہے؟ بس یہ اللہ ہی جانتا ہے (جسے تفویض کہتے ہیں)۔ بعد میں آنے والے لوگوں نے غیر مسلموں سے متاثر ہو کر کسی نے سرے سے ان صفات کا انکار ہی کر دیا، کسی نے تاویل کی، کسی نے اپنے پاس سے کیفیت متعین کی، کسی نے مخلوق کے ساتھ مشابہ کر دیا، یہ تمام صورتیں درحقیقت انکار ہی کی صورتیں ہیں۔

سَلْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ؕ وَ مَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲۱۱

”بنی اسرائیل سے پوچھ! ہم نے انھیں کتنی واضح نشانیاں دیں اور جو شخص اللہ کی نعمت کو بدل دے، اس کے بعد کہ اس

کے پاس آ چکی ہو تو یقیناً اللہ بہت سخت سزا والا ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ان کے کفر وسرکشی پر سرزنش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے انبیاء ورسل بھیجے اور ان کے ساتھ بہت سی کھلی نشانیاں اور واضح دلائل بھیجے، تاکہ وہ انھیں دیکھ کر ایمان لے آئیں، جیسے عصائے موسیٰ، ید بیضا، طوفان اور ٹڈیاں وغیرہ، سمندر کا پھٹنا، صحرا میں بادل کا سایہ، بارہ چشموں کا پھوٹنا اور من وسلویٰ کا نزول وغیرہ۔ لیکن انھیں کوئی فائدہ نہ ہوا اور انھوں نے ایمان کے بدلے کفر کو قبول کر لیا اور عذاب نار کے مستحق بنے۔ نعمت کے بدلنے کا مطلب یہی ہے کہ ایمان کے بدلے انھوں نے کفر، کتمان حق اور اعراض کا راستہ اپنایا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ﴾ [ابراھیم: ۲۸، ۲۹] ’’کیا تو نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اتارا۔ جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی مرد اور عورت زنا کے جرم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے گئے، آپ نے ان سے پوچھا: ’’تم (اس کی سزا) اپنی کتاب میں کیا پاتے ہو؟‘‘ انھوں نے کہا، ہمارے علماء نے (رجم کی جگہ) یہ سزا تجویز کی ہے کہ زانی کا منہ کالا کیا جائے اور اس کو گدھے پر الٹا سوار کیا جائے۔ [بخاری، کتاب الحدود، باب الرجم فی البلاط: ۶۸۱۹]

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ يَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۲۱۲

’’ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، دنیا کی زندگی خوشنما بنا دی گئی ہے اور وہ ان لوگوں سے مذاق کرتے ہیں جو ایمان لے آئے، حالانکہ جو لوگ ڈر گئے وہ قیامت کے دن ان سے اوپر ہوں گے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کے لیے دنیا کی زندگی کو خوش رنگ بنا دیا گیا ہے، جس پر وہ خوش اور مطمئن ہیں، دولت جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیاوی مال ومتاع ہی حقیقت میں سعادت ہے اور جو اس سے محروم ہے وہ شقی و بد بخت ہے، لیکن اہل ایمان دنیا سے اعراض کرتے ہیں اور جو مال وہ حاصل کرتے ہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس لیے قیامت کے دن ان کا مقام جنت اور کفار کا ٹھکانا جہنم ہوگا، وہ علیین میں ہوں گے اور کفار اسفل السافلین میں۔

اور چاہے دنیاوی رزق ہو یا اخروی نعمت، اللہ کی مرضی کے بغیر کسی کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ اسی کے تصرف میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا : اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کافروں کے لیے دنیا کی زندگی کو زیب و زینت دی گئی ہے۔ وہ دنیا کی زیب و زینت ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں اور اسی میں مگن ہیں، حالانکہ دنیا کی زیب و زینت اور مال و دولت جنت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴾ [آل عمران : ۱۹۶ تا ۱۹۸] ”تجھے ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے جنھوں نے کفر کیا۔ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ برا بچھونا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، ان کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، اللہ کے پاس سے مہمانی کے طور پر اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لیے بہتر ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴾ [طٰہٰ : ۱۳۱] ”اور اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف ہرگز نہ اٹھا جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی زینت کے طور پر برتنے کے لیے دی ہیں، تاکہ ہم انھیں اس میں آزمائیں اور تیرے رب کا دیا ہوا سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔“

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔“ [بخاری، کتاب الرقاق، باب مثل الدنیا فی الآخرۃ : ٦٤١٥]

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! آخرت کے مقابلے میں دنیا ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی کو سمندر میں ڈالے، پھر دیکھے کہ وہ کتنی تری لے کر لوٹی ہے۔“ [مسلم ، کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا، باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیامۃ : ٢٨٥٨]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔“ [ترمذی ، کتاب الزھد ، باب ما جاء فی ھوان الدنیا علی اللہ : ٢٣٢٠]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک کافر جب کوئی نیک عمل اللہ کے لیے کرتا ہے تو اس کا بدلہ اسے دنیا (کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کی صورت میں دنیا) میں دے دیا جاتا ہے۔“ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناتہ فی الدنیا والآخرۃ ...... الخ : ٢٨٠٨]

وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ : اہل ایمان کے فقر و سادگی کا کفار جو استہزا و تمسخر اڑاتے، اس کا ذکر فرما کر کہا جا رہا ہے کہ قیامت والے دن یہی فقرا و اتقیا اپنے رب کی رحمت سے ان سے مقام میں بلند و بالا ہوں گے، ارشاد

فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴾ [الطلاق : ۲، ۳] ''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔''

وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ [المؤمن : ۴۰] ''جس نے کوئی برائی کی تو اسے ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور جس نے کوئی نیک عمل کیا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہوا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اس میں بے حساب رزق دیے جائیں گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔'' [بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل ...... الخ : ۵۳۵۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا عوض عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے، اے اللہ! بخل کرنے والے کے مال کو تباہ و برباد فرما۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالی : ﴿ فأما من أعطى واتقى......الخ ﴾ : ۱۴۴۲۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن آدم کہتا ہے میرا مال، میرا مال، حالانکہ تیرا مال تو صرف وہ ہے جسے تو نے کھا لیا اور ہضم کر لیا، یا پہن لیا اور بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔'' ایک روایت میں ہے: ''اس کے سوا جو ہے تو وہ جانے والا ہے اور تو اسے لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔'' [مسلم، کتاب الزهد والرقائق، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر : ۲۹۵۸، ۲۹۵۹]

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾

''لوگ ایک ہی امت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے، اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اس میں اختلاف

انھی لوگوں نے کیا جنھیں وہ دی گئی تھی، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکیں، آپس کی ضد کی وجہ سے، پھر جو لوگ ایمان لائے اللہ نے انھیں اپنے حکم سے حق میں سے اس بات کی ہدایت دی جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً : اس آیت میں اس تاریخی حقیقت کا انکشاف فرمایا ہے کہ انسانیت کی ابتدا کفر و شرک اور عظیم الشان مخلوقات، مثلاً سورج، چاند، بجلی، ہوا، پانی، فرشتوں اور نیک انسانوں وغیرہ کی پرستش سے نہیں ہوئی، بلکہ خالص توحید سے ہوئی، ابتدا میں تمام انسان ایک ہی دین (توحید) رکھتے تھے اور ایک ہی ان کی ملت تھی۔ آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام تک لوگ اسی توحید پر قائم رہے، جس کی تعلیم انبیاء دیتے رہے۔ اس کے بعد شیطان کی وسوسہ اندازی سے ان کے اندر اختلاف پیدا ہو گیا اور شرک و مظاہر پرستی عام ہو گئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ﴾ [یونس : ۱۹] ”اور نہیں تھے لوگ مگر ایک ہی امت، پھر وہ جدا جدا ہو گئے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝ وَ تَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴾ [الأنبیاء : ۹۲، ۹۳] ”بے شک یہ ہے تمھاری امت جو ایک ہی امت ہے اور میں ہی تمھارا رب ہوں، سو میری عبادت کرو۔ اور وہ اپنے معاملے میں آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ سب ہماری ہی طرف لوٹنے والے ہیں۔“ اور فرمایا ﴿ وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴾ [المؤمنون : ۵۲، ۵۳] ”اور بے شک یہ تمھاری امت ہے، جو ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو۔ پھر وہ اپنے معاملے میں آپس میں کئی گروہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ہر گروہ کے لوگ اسی پر خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔“

لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ : اختلاف ہمیشہ راہ حق سے انحراف کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس انحراف کا منبع بغض و عناد بنتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ﴾ [الجاثیۃ : ۱۷] ”پھر انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس میں ضد کی وجہ سے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴾ [آل عمران : ۱۹] ”انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا، آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ کی آیات کا انکار کرے تو بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ﴾ [آل عمران : ۱۰۳] ”اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اختلاف نہ کیا کرو، اس لیے کہ تم سے

پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تھا اور وہ اسی اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔‘‘ [بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء باب : ۳٤۷٦]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کی آواز سنی جو ایک آیت میں اختلاف کر رہے تھے۔ آپ باہر تشریف لائے، آپ کے چہرے سے غصے کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ’’تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ (اللہ کی) کتاب میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔‘‘ [مسلم، کتاب العلم، باب النهی عن اتباع متشابه القرآن......الخ : ۲٦٦٦]

سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا تو فرمایا: ’’آسانیاں پیدا کرنا سختیاں نہ کرنا، خوشخبریاں سنانا، نفرت نہ دلانا، اتفاق رکھنا اختلاف نہ کرنا۔‘‘ [بخاری، کتاب الجهاد، باب ما یکره من التنازع ...... الخ : ۳۰۳۸]

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ : یعنی پہلی امتوں میں لاعلمی کی وجہ سے نہیں، باہمی حسد، ضد اور سرکشی کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوئے، جس سے وہ فرقوں میں بٹ گئیں اور گمراہ ہو گئیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری نبی بھیج کر اور اس پر اپنی آخری کتاب نازل فرما کر تمام اختلافات کا فیصلہ فرما دیا اور اپنی توفیقِ خاص سے مومنوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کر دی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’ہم اگرچہ آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن ہم پہلے ہوں گے (جنت میں ہم دوسرے لوگوں سے پہلے داخل ہوں گے) گو انھیں کتاب ہم سے پہلے ملی ہے اور ہمیں ان کے بعد ملی ہے۔ انھوں نے جس امر حق میں اختلاف کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ہمیں اس کی راہ دکھا دی ہے۔ مثلاً یہ دن ان پر فرض کیا گیا، لیکن اس دن میں انھوں نے اختلاف کیا، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے بارے میں ہدایت فرما دی ہے۔ چنانچہ لوگ اس دن (جمعے کے حوالے) سے ہم سے پیچھے ہیں۔ اس کے بعد کا دن (ہفتہ) یہودیوں کا دن ہے اور اس کے بعد والا دن (اتوار) نصرانیوں کا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الجمعة، باب فرض الجمعة ...... الخ : ۸۷٦۔ مسلم، کتاب الجمعة، باب هدایة هذه الأمة لیوم الجمعة : ۸۵۵]

واضح رہے کہ امت محمدیہ میں بھی شروع میں دین میں کوئی اختلاف نہ تھا، سلف صالحین سب کے سب کسی شخص کی تقلید کی بجائے براہِ راست قرآن و حدیث پر عمل کرتے تھے۔ لیکن جب امت مسلمہ نے اتباع کتاب و سنت کی جگہ تقلید شخصی اور یہود و نصاریٰ کے رسم و رواج اور طور طریقے اپنا لیے تو پھر وہی ہوا جس کا خطرہ تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس خطرہ سے امت مسلمہ کو آگاہ کر دیا تھا۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’تم ضرور ہی اپنے سے پہلے لوگوں کے پیچھے چل پڑو گے، جس طرح بالشت بالشت کے برابر اور ہاتھ ہاتھ کے برابر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی ضب (سانڈے) کے بل میں جا گھسے ہوں تو تم بھی ان کے پیچھے جاؤ گے۔‘‘ پوچھا گیا، یا رسول اللہ! اس سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟

فرمایا: ”پھر اور کون ہیں۔“ [بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ : لتتبعن سنن من کان قبلکم : ۷۳۲۰۔ مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیهود والنصاری : ۲۶۶۹]

آپ کے اس فرمان کے مطابق جب اس امت میں بھی اہل کتاب کی طرح شخصی تقلید اور اپنے دھڑے کی بے جا حمایت پر جمود پیدا ہو گیا اور لوگوں نے قرآن و حدیث کی بجائے اقوالِ رجال کو دین سمجھنا شروع کر دیا، تو امت فرقوں میں بٹ کر تباہ ہو گئی۔ اس سے صرف وہ لوگ محفوظ رہے جو قرآن و سنت پر براہِ راست کار بند رہے اور کسی نئے گروہ کا حصہ نہ بنے۔ [وللہ الحمد]

وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ : ارشاد فرمایا: ﴿ يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [المائدۃ: ۱۶] ”جس کے ساتھ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلیں، سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے: « اَللّٰهُمَّ! رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ، فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ، اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ » ”اے اللہ! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! پوشیدہ اور ظاہر کا علم رکھنے والے! جن باتوں میں تیرے یہ بندے اختلاف کر رہے ہیں تو ہی ان کا فیصلہ فرمائے گا، اور حق کے بارے میں جو اختلاف دنیا میں ہو رہا ہے اس میں اپنے فضل سے میری راہنمائی فرما، بے شک تو ہی جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔“ [مسلم، کتاب صلوة المسافرین، باب صلاة النبی ﷺ ودعائه باللیل: ۷۷۰]

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾

”یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، انھیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہوگی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔“

آیت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب صحابہ سخت پریشانی میں مبتلا تھے۔ انھیں

نا قابل برداشت تکلیفیں پہنچائی جا رہی تھیں۔ وہ ابتلا اور آزمائش کے دور سے گزر رہے تھے اور یہ دور کافی طویل ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع پر یہ آیت نازل فرما کر مومنوں کو تسلی دی۔ دوسری جگہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴾ [العنكبوت : ۲، ۳] ''کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً ہم نے ان لوگوں کی آزمائش کی جو ان سے پہلے تھے، سو اللہ ہر صورت ان لوگوں کو جان لے گا جنھوں نے سچ کہا اور ان لوگوں کو بھی ہر صورت جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [آل عمران : ۱۴۲] ''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ان لوگوں کو نہیں جانا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور تاکہ وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔''

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کعبہ کے سائے میں اپنی چادر کے ذریعے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے، ہم نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ ہمارے لیے اللہ سے مدد طلب نہیں کریں گے؟ کیا آپ ہمارے لیے دعا نہیں فرمائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سے پہلے ایک آدمی کے لیے گڑھا کھودا جاتا، پھر اس کو اس میں کھڑا کر کے آرا لا کر اس کے سر پہ رکھ کر اسے دو حصوں میں چیر دیا جاتا، لیکن یہ (اذیت) اسے اس کے دین سے نہ روکتی، اسی طرح کسی کی ہڈیوں اور پٹھوں سے گوشت لوہے کی کنگھیوں کے ساتھ اتار دیا جاتا، لیکن یہ (اذیت) بھی اسے دین سے نہ روک سکتی تھی، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور پورا فرمائے گا حتیٰ کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک آئے گا اور اسے اللہ کے سوا اور کسی کا ڈر نہ ہوگا، یا صرف بھیڑیے کا خوف ہوگا کہ کہیں اس کی بکریوں کو نہ کھا جائے۔'' [بخاری ، کتاب المناقب ، باب علامات النبوة في الإسلام : ۳۶۱۲]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہرقل نے ابوسفیان سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا تم نے اس نبی سے جنگ بھی کی ہے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا، ہاں! پھر ہرقل نے پوچھا کہ تمھاری جنگ کیسی رہی؟ تو ابوسفیان کہتے ہیں، میں نے جواب دیا کہ ہمارے مابین جنگ ڈول کے مانند ہے جسے کبھی وہ ہم پر انڈیل دیتے ہیں اور کبھی ہم ان پر انڈیل دیتے ہیں۔ ہرقل نے کہا کہ انبیاء کی اسی طرح آزمائش ہوتی ہے اور بالآخر انجام کار فتح و نصرت انھی کی قدم بوسی کرتی ہے۔ [بخاری، کتاب بدء الوحی، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ...... الخ : ۷، ۲۸۰۴]

حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ : ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت : ﴿ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا ﴾ [یوسف : ۱۱۰]

میں (کُذِبُوْا کو ذال کی) تخفیف کے ساتھ قراءت کیا کرتے تھے اور اس آیت کا جو مفہوم وہ مراد لیتے تھے سو انھوں نے لیا، اس کے بعد وہ یہ آیت تلاوت کرتے: ﴿ حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾ پھر میری ملاقات عروہ بن زبیر سے ہوئی تو میں نے ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کا ذکر کیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو کہتی تھیں، اللہ کی پناہ، اللہ کی قسم! پیغمبر تو جو وعدہ اللہ نے ان سے کیا ہے اس کو سمجھتے ہیں کہ وہ مرنے سے پہلے ضرور پورا ہوگا۔ بات یہ ہے کہ پیغمبروں کی آزمائش برابر ہوتی رہی ہے (اور مدد آنے میں اتنی تاخیر ہوئی کہ) پیغمبر ڈر گئے کہ ایسا نہ ہو ان کی امت کے لوگ ان کو جھوٹا سمجھ لیں۔ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (سورۂ یوسف کی) اس آیت کو یوں پڑھتی تھیں: «وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا» ذال کی تشدید کے ساتھ۔ [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ أم حسبتم أن تدخلوا الجنة ﴾ : ٤٥٢٤، ٤٥٢٥]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن مرد اور مومن عورت پر اس کی جان، اولاد اور مال میں آزمائشیں آتی رہتی ہیں، یہاں تک کہ وہ جب اللہ تعالیٰ سے ملتے ہیں (ان کو موت آتی ہے) تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔'' [ترمذي، كتاب الزهد، باب ما جاء في الصبر على البلاء : ٢٣٩٩]

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾

''وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں؟ کہہ دے تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو سو وہ ماں باپ اور زیادہ قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے اور تم نیکی میں سے جو کچھ بھی کرو گے تو بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔''

پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے دنیا کی زندگی مزین کیے جانے کا ذکر فرمایا۔ بنی اسرائیل کے باہمی اختلاف کا باعث بھی حسد، ضد اور سرکشی بیان فرمایا، جو عموماً مال سے پیدا ہوتے ہیں، اس پر صحابہ کرام کے سوال کا ذکر فرمایا کہ وہ اس فتنے سے بچنے کے لیے کیا خرچ کریں؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب بھی دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ کہاں خرچ کریں۔ ان کے سوال کا جواب یہ ہے کہ ''تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو'' یعنی جو چاہو خرچ کرو، مگر وہ حلال طریقے سے حاصل ہوا ہو، کیونکہ حرام کو خیر نہیں کہہ سکتے۔

خرچ کرنے کی جگہوں میں سب سے پہلے والدین کا ذکر کیا، تاکہ ان کے پرورش کرنے کا کچھ حق ادا ہو جائے، پھر زیادہ قرابت والے تاکہ قرابت اور رشتہ داری کا حق ادا ہو، پھر یتامیٰ کیونکہ وہ مہربان باپ کے سائے سے محروم ہو چکے ہیں، پھر مسکین ان کے فقر و احتیاج کی وجہ سے، پھر مسافر کیونکہ وہ اپنے شہر سے دور ہونے کی وجہ سے ایک طرح سے محتاج ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ [بني إسرائيل : ٢٣] ''اور تیرے

رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲٦] ’’اور رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اور مت بے جا خرچ کر، بے جا خرچ کرنا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ﴾ [البقرة : ۱۷۷]
’’اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرة : ۲۷۳] ’’ (یہ صدقات) ان محتاجوں کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں روکے گئے ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، ناواقف انھیں سوال سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے، تو انھیں ان کی علامت سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے، اور تم خیر میں سے جو خرچ کرو گے سو یقیناً اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے سوال کیا، اے اللہ کے رسول! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: ’’تمھاری ماں۔‘‘ اس نے کہا، پھر کون ہے؟ فرمایا: ’’تمھاری ماں۔‘‘ اس نے کہا، پھر کون ہے؟ فرمایا: ’’تمھاری ماں۔‘‘ اس نے کہا: پھر کون؟ فرمایا: ’’تمھارا باپ۔‘‘ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ’’پھر جو تمھارے قریبی رشتہ دار ہوں، پھر جو تمھارے قریبی رشتہ دار ہوں۔‘‘ [بخاری، کتاب الأدب، باب من أحق بحسن الصحبة : ۵۹۷۱۔ مسلم، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین و أیهما أحق به : ۲۵٤۸]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’افضل دینار جسے کوئی آدمی خرچ کرتا ہے وہ ہے جو وہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار جو اللہ کے راستہ میں اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ جو اللہ کے راستہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل الصدقة علی العیال والمملوك ...... الخ : ۹۹٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’ایک دینار تو وہ ہے جو تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو، ایک دینار وہ ہے جو تم غلام آزاد کرانے میں خرچ کرو، ایک دینار وہ ہے جو تم مسکین کو صدقہ دو اور ایک دینار وہ ہے جو تم اپنے اہل پر خرچ کرو، ان میں اجر کے لحاظ سے سب سے افضل وہ دینار ہے جسے تم اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔‘‘ [مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل النفقة علی العیال ...... الخ : ۹۹۵]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اپنے نفس سے ابتدا کرو، پہلے اپنے نفس پر خرچ کرو، پھر اگر کچھ بچ جائے تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرو، اگر کچھ بچ رہے تو اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرو، پھر اگر کچھ بچ جائے

تو اس اس طرح خرچ کرو۔'' راویٔ حدیث کہتے ہیں یعنی اپنے سامنے بھی خرچ کرو اور اپنے دائیں بھی خرچ کرو اور اپنے بائیں بھی خرچ کرو۔ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الابتداء فی النفقۃ بالنفس ثم أھلہ ثم القرابۃ : ۹۹۷]

سیدہ زینب زوجہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دو کہ دو عورتیں پوچھ رہی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور یتیم بچوں کو، جو ان کی گود میں پرورش پا رہے ہیں، صدقہ دیں تو یہ ان کے لیے کافی ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! ان کے لیے دو اجر ہوں گے، ایک اجر قرابت کا اور ایک اجر صدقہ کا۔'' [مسلم کتاب الزکوۃ ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الأقربین...... الخ : ۱۰۰۰]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! اگر میں (اپنے پہلے شوہر) ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بچوں پر خرچ کروں تو مجھے اجر ملے گا؟ میں انھیں چھوڑ تو نہیں سکتی، آخر وہ میرے بھی بچے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! جو کچھ تم ان پر خرچ کرو گی تمھیں اس کا اجر ملے گا۔'' [بخاری، کتاب النفقات، باب ﴿ علی الوارث مثل ذلک ﴾ ...... الخ : ۵۳۶۹۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ ...... الخ : ۱۰۰۱]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح (قریب قریب) ہوں گے۔'' آپ نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ [بخاری، کتاب الأدب، باب فضل من یعول یتیمًا : ۶۰۰۵۔ مسلم، کتاب الزھد، باب فضل الإحسان إلی الأرملۃ ...... الخ : ۲۹۸۳ ، عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیوہ اور مسکین کی خدمت کرنے والا ایسے ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا، یا جیسے دن کو روزہ رکھنے والا اور رات کو نماز پڑھنے والا۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب الساعی علی الأرملۃ : ۶۰۰۶۔ مسلم، کتاب الزھد، باب فضل الإحسان إلی الأرملۃ ...... الخ : ۲۹۸۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ ہے جس کی اتنی آمدنی نہ ہو جو اسے کفایت کرے، نہ اسے مسکین سمجھا جاتا ہو کہ اسے صدقہ دے دیا جائے اور نہ وہ خود کھڑا ہو کر لوگوں سے کسی چیز کا سوال کرے۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ ، باب المسکین الذی لا یجد غنیً ...... الخ : ۱۰۳۹۔ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ عزوجل : ﴿ لا یسئلون الناس إلحافا ﴾ : ۱۴۷۶]

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ : یعنی اے مسلمانو! تم خیر میں سے جو عمل بھی کرو گے تو بے شک اللہ تعالیٰ اسے خوب جاننے والا ہے۔ اس میں وہ کام اور وہ جگہیں بھی آ گئیں جن کا یہاں ذکر نہیں ہوا، مثلاً سائلین اور غارمین وغیرہ، بشرطیکہ وہ کام اور وہ جگہیں خیر ہو، کیونکہ غلط جگہ خرچ کرنا فعل خیر نہیں۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ

تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

’’تم پر لڑنا لکھ دیا گیا ہے، حالانکہ وہ تمھیں ناپسند ہے اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد فی سبیل اللہ کو فرض قرار دیا ہے۔ مدنی زندگی کے ابتدائی دنوں میں مسلمان ہر اعتبار سے کمزور تھے۔ ان کی تعداد کم تھی اور ان کے پاس سامانِ جنگ بھی نہیں تھا۔ اس لیے اللہ نے انھیں عفو و درگزر اور صبر کرنے کا حکم دیا۔ غزوۂ بدر سے پہلے جب ان کی تعداد زیادہ ہوگئی اور پہلے کے مقابلہ میں قوی ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دے دیا اور کہا کہ اگرچہ اس کام میں جان کی بازی لگانا پڑتی ہے اور مختلف قسم کے خطرات اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اللہ جانتا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں مومنوں کے لیے خیر ہی خیر ہے، دشمنوں کے اوپر غلبہ اور مال غنیمت کے حصول کے علاوہ آخرت کی کامیابی اور جہنم سے نجات اس کا انجام ہوتا ہے۔ تو انسان بعض چیزوں کو پسند کرتا ہے، حالانکہ وہ اس کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں، مثال کے طور پر ظاہری راحت کی خاطر جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ دینے کا انجام دنیا میں ذلت و رسوائی، دشمنوں کا بلادِ اسلامیہ پر قابض ہونا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب اور جہنم کے عذاب کا سامنا ہوگا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ : کیونکہ اس میں زخمی ہونے، اعضا کٹنے اور جان جانے کا سامنا ہوتا ہے۔ جب کہ ہر آدمی فطری طور پر زندہ رہنے کا خواہش مند ہے۔ علاوہ ازیں اس میں مال کا خرچ، اہل و عیال اور وطن سے جدائی، سفری صعوبتیں، کھانے پینے اور نیند کی بے ترتیبی، غرض بے شمار مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴾ [الحج : ۳۹] ’’ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔‘‘

وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ : معنی یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ تم جہاد میں جو مشقت ہے اسے ناپسند کرو حالانکہ وہ تمھارے لیے بہتر ہے، اس لیے کہ تم غالب رہو گے، فتح یاب ہو گے، غنیمت حاصل کرو گے اور اجر پاؤ گے اور تم میں سے جو فوت ہوگا وہ شہید ہوگا۔ ارشاد فرمایا: ﴿ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۹] ’’تو ہوسکتا ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔‘‘ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ [النساء : ۷۴] ’’اور جو شخص اللہ کے راستے میں لڑے، پھر قتل کر دیا جائے، یا غالب آجائے تو ہم جلد ہی اسے بہت بڑا اجر دیں گے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اس حالت میں مر جائے کہ اس نے جہاد نہ کیا اور نہ اس کے دل میں کبھی جہاد کا خیال آیا تو وہ نفاق کی ایک حالت پر مرا۔“ [مسلم، کتاب الإمارة، باب ذم من مات ولم یغز : ۱۹۱۰]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا: ”فتح مکہ کے بعد اب ہجرت تو نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت باقی ہے اور جب تم سے جہاد کے لیے نکلنے کا مطالبہ کیا جائے تو جہاد کے لیے نکل پڑو۔“ [بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب فضل الجهاد والسیر : ۲۷۸۳]

جہاد یعنی اللہ کا دین غالب کرنے کے لیے اپنی آخری کوشش کرتے رہنا تو ہر مسلمان پر فرض ہے، لیکن 'نفیر' یعنی لڑائی کے لیے نکلنا ہر وقت ہر مسلمان پر فرض نہیں۔ البتہ تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ تین موقعوں پر قتال آدمی پر فرض عین ہو جاتا ہے : ① جب امام کسی خاص شخص کو یا تمام مسلمانوں کو نکلنے کا حکم دے دے، الا یہ کہ امام کسی کو مستثنیٰ کر دے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں سب کو نکلنے کا حکم دیا مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے رہنے کا حکم دیا۔ ② جب کفار مسلمانوں کی کسی آبادی پر حملہ کر دیں تو اس کے رہنے والوں پر اس کا دفاع واجب ہے، اس حد تک کہ اگر ان کے پاس کافی اسلحہ نہ بھی ہو تو پتھروں، اینٹوں، لکڑیوں غرض جو کچھ ملے اس کے ساتھ لڑنا فرض ہے۔ اگر دانتوں سے کاٹ کھانے کے سوا کچھ نہ ملے تو دانتوں سے کاٹ کر اپنا دفاع واجب ہے، اگر اس آبادی والے دفاع نہ کر سکیں یا سستی کریں تو قریب والی آبادی پھر اس کے بعد والی پر، حتیٰ کہ تمام اہل اسلام پر لڑنا فرض ہو جاتا ہے، کیونکہ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ ③ جب دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت مقابلہ ہو رہا ہو تو ثابت قدم رہنا واجب ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ” فتح الباری، باب الجهاد بإذن الأبوین“ میں فرمایا کہ جب کسی شخص پر لڑائی فرض عین ہو جائے تو والدین یا کسی اور سے پھر اجازت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس بات پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ اپنے دفاع کی خاطر لڑنے کے لیے کوئی بھی شرط لازم نہیں، نہ امیر کا حکم، نہ والدین کی اجازت اور نہ کوئی اور شرط، جیسا کہ ابو بصیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس کی واضح دلیل ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

’’وہ تجھ سے حرمت والے مہینے کے متعلق اس میں لڑنے کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے اس میں لڑنا بہت بڑا ہے اور اللہ کے راستے سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام سے (روکنا) اور اس کے رہنے والوں کو اس سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑا ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ بڑا ہے۔ اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں، اگر کر سکیں، اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے، پھر اس حال میں مرے کہ وہ کافر ہو تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہوگئے اور یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔‘‘

رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم، یہ چار مہینے زمانۂ جاہلیت میں بھی حرمت والے سمجھے جاتے تھے، جن میں جنگ و جدل ناپسندیدہ تھا۔ اسلام نے بھی ان کی حرمت کو برقرار رکھا۔ نبی ﷺ کے زمانے میں ایک مسلمان فوجی دستے کے ہاتھوں رجب کے مہینے میں ایک کافر قتل ہوگیا اور بعض کافر قیدی بنا لیے گئے، مسلمانوں کے علم میں یہ نہیں تھا کہ رجب شروع ہوگیا ہے۔ کفار نے مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ دیکھو یہ حرمت والے مہینے کی حرمت کا بھی خیال نہیں رکھتے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور کہا گیا کہ یقیناً حرمت والے مہینے میں قتال بڑا گناہ ہے لیکن حرمت کی دہائی دینے والوں کو اپنا عمل نظر نہیں آتا؟ یہ خود اس سے بھی بڑے جرائم کے مرتکب ہیں، یہ اللہ کے راستے سے اور مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں اور وہاں سے مسلمانوں کو نکلنے پر انھوں نے مجبور کر دیا۔ علاوہ ازیں کفر و شرک بجائے خود قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اس لیے اگر مسلمانوں سے غلطی سے ایک آدھ قتل حرمت والے مہینے میں ہوگیا تو کیا ہوا؟ اس پر واویلا کرنے کی بجائے ان کو اپنا نامہ سیاہ بھی تو دیکھ لینا چاہیے۔

وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ [البقرۃ : ۱۹۱] ’’اور فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔‘‘

وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ : یعنی اے مومنو! اس بات سے آگاہ رہو کہ تم میں سے جو شخص اپنا دین چھوڑ کر مرتد ہو جائے اور کفر کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے اعمال بالکل ضائع کر دیے جائیں گے۔

اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے اور توبہ نہ کرے تو اس کی سزا قتل ہے، جو دنیا میں اس کے اعمال ضائع ہونے کا نتیجہ ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔‘‘ [بخاري، كتاب الجهاد، باب لا يعذب بعذاب الله : ۳۰۱۷]

اسلام کی وجہ سے زندگی میں حاصل جان و مال اور عزت کی حرمت، مرنے کے بعد جنازہ اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن، مسلمان میاں بیوی کی زوجیت، وراثت غرض مسلمانوں والے تمام حقوق ارتداد کی وجہ سے ختم ہو جائیں گے۔

فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’بے شک اللہ مومن پر کسی ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا، اس کو اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جائے گا اور آخرت میں بھی، لیکن کافر کو اس کی تمام نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ کے لیے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ میدان محشر میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ اس کا بدلہ اسے دیا جائے۔‘‘ [مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنیا والآخرة ...... الخ : ۲۸۰۸]

هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ : سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ جنتیوں کو جنت میں داخل کرے گا اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل کر دے گا، پھر ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان کھڑا ہو کر اعلان کرے گا، اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی، ہر ایک جس جگہ ہے ہمیشہ وہیں رہے گا۔‘‘ [مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب النار یدخلها الجبارون : ۲۸۵۰۔ بخاری، کتاب الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون ألفا بغیر حساب : ۶۵۴۴]

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا وَ جٰهَدُوۡا فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۲۱۸﴾

’’بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

اہل ارتداد اور ان کے انجام کا ذکر کرنے کے بعد اہل ایمان کا ذکر کیا گیا ہے کہ جو لوگ ایمان لائیں گے اور اسلام کی خاطر اگر وطن، مال و دولت، خاندان اور دوست احباب چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی تو کریں گے اور اللہ کے دین کی نصرت اور دشمنانِ دین کا قلع قمع کرنے کے لیے جہاد کریں گے، وہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہوں گے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ هَاجَرُوۡا وَ جٰهَدُوۡا فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ﴾ [التوبة : ۲۰] ’’جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ کے ہاں درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔‘‘

اُولٰٓئِكَ يَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ : یعنی ایمان، ہجرت اور جہاد ایسے اعمال ہیں جن کی بدولت دل میں اللہ کی رحمت کی امید پیدا ہوتی ہے۔ جن لوگوں کا دامن اس سے خالی ہے وہ لاکھ اللہ کی رحمت کا دعویٰ کریں حقیقت میں ان کے دل میں رحمت کی امید پیدا نہیں ہوتی، لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنی چاہیے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَتۡلُوۡنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرۡجُوۡنَ تِجَارَةً لَّنۡ تَبُوۡرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَ يَزِيۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ ﴾

[فاطر : ۲۹، ۳۰] ''بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے انھوں نے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی برباد نہ ہوگی۔ تاکہ وہ انھیں ان کے اجر پورے پورے دے اور اپنے فضل سے انھیں زیادہ بھی دے، بلاشبہ وہ بے حد بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔''

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾

''تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے ہیں اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے۔ اور وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں، کہہ دے جو بہترین ہو۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے کھول کر آیات بیان کرتا ہے، تاکہ تم غور و فکر کرو۔''

رسول اللہ ﷺ سے شراب پینے اور جوا کھیلنے سے متعلق پوچھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول! آپ کہہ دیجیے کہ ان دونوں میں بہت بڑا نقصان ہے۔ یہ دونوں کام اللہ کے ذکر سے باز رکھتے ہیں، نیکیاں کرنے سے روک دیتے ہیں۔ شراب اور جوئے کے نشے میں انسان کو ہوش نہیں رہتا کہ اس کے ذمہ کچھ فرائض ہیں جن کو اسے ادا کرنا ہے وہ نشہ میں مست ہوتا ہے، اسے دنیا و مافیھا کی فکر نہیں ہوتی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان دونوں میں کچھ فوائد بھی ہیں، شراب پینے سے بعض اوقات طاقت میں اضافہ ہوتا ہے، گرمی آتی ہے، شراب اور جوئے کے نشے میں انسان وقتی طور پر رنج و غم کو بھول جاتا ہے وغیرہ، لیکن ان کے نقصانات ان کے فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ ان سے جو روحانی و جسمانی نقصان پہنچتے ہیں اس کے مقابلے میں چند ایک جسمانی اور مادی فوائد کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ : ''الخمر'' شراب کی تفسیر خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ آور خمر ہے اور ہر نشہ آور حرام ہے۔'' [مسلم، کتاب الأشربة، باب بیان أن کل مسکر خمر ...... الخ : ۲۰۰۳]

بعض لوگوں نے صرف انگور کی شراب کو خمر قرار دے کر باقی سب کے دوسرے نام رکھ کر انھیں حلال کر لیا۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کے عین مصداق ہیں۔ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو عورتوں کی شرمگاہوں کو اور ریشم اور خمر (شراب) کو اور باجوں کو حلال کر لیں گے۔'' [بخاری، کتاب الأشربة، باب ما جاء فیمن یستحل الخمر : ۵۵۹۰]

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ خمر (شراب)

پئیں گے، اس کا نام کچھ اور رکھ لیں گے۔'' [أبو داود، كتاب الأشربة، باب في الداذي : ٣٦٨٨]

اَلْمَيْسِرِ : جوا۔ یہ یُسر بمعنی سہولت سے ہے، کیونکہ جوئے میں بغیر مشقت کے دوسرے کا مال آسانی سے ہاتھ لگ جاتا ہے۔ آج کل پانسے، لاٹری، بیمے اور سٹے وغیرہ کے نام سے جو کاروبار ہو رہا ہے، سب جوئے کی صورتیں ہیں۔

قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا : اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے کچھ فوائد تسلیم کیے مگر ساتھ ہی فرمایا کہ چند منافع کے ساتھ ان میں بہت بڑا گناہ ہے۔ پھر مقابلہ نفع اور نقصان کا نہیں کیا کہ ان کے نقصان ان کے فوائد سے زیادہ ہیں، بلکہ فرمایا کہ ان کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ ہے۔ معلوم ہوا کہ کوئی چیز دنیا میں کتنی بھی نفع بخش ہو، اگر اس میں گناہ ہے تو مومن کو اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۞ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ ﴾ [المائدة : ٩٠، ٩١] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کردہ چیزیں اور فال کے تیر سراسر گندے ہیں، شیطان کے کام سے ہیں، سو اس سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمھارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمھیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو۔''

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ : رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا کہ اللہ کے راستے میں کیسا مال خرچ کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں بہترین اور پاکیزہ مال خرچ کیا کرو، ناکارہ اور خبیث مال خرچ نہ کیا کرو، ارشاد فرمایا: ﴿ لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ﴾ [آل عمران : ۹۲] ''تم پوری نیکی ہرگز حاصل نہیں کرو گے، یہاں تک کہ اس میں سے کچھ خرچ کرو جس سے تم محبت رکھتے ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنفِقُونَ وَلَسْتُم بِآخِذِيهِ إِلَّا أَن تُغْمِضُوا فِيهِ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴾ [البقرة : ٢٦٧] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالی ہیں اور اس میں سے گندی چیز کا ارادہ نہ کرو، جسے تم خرچ کرتے ہو، حالانکہ تم اسے کسی صورت لینے والے نہیں، مگر یہ کہ اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو اور جان لو کہ بے شک اللہ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک دینار ہے، فرمایا: ''اسے اپنے آپ پر خرچ کر لو۔'' اس نے عرض کی کہ میرے پاس ایک اور دینار ہے، فرمایا: ''اسے اپنے بچوں پر خرچ کر لو۔'' اس نے عرض کی، میرے پاس ایک اور بھی ہے، فرمایا: ''اسے اپنی بیوی پر خرچ کر لو۔'' اس نے عرض کی،

میرے پاس ایک اور بھی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اسے اپنے خادم پر خرچ کرلو۔'' اس نے عرض کی، میرے پاس ایک اور بھی ہے، تو آپ نے فرمایا: ''اس کے بارے میں تم ہی زیادہ بہتر جانتے ہو۔'' [أبو داوٗد، کتاب الزکوۃ، باب فی صلة الرحم : ۱۶۹۱۔ مسند أحمد : ۲/ ۴۷۱ : ۱۰۰۸۸]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: ''اپنے آپ سے آغاز کرو اور اپنے اوپر خرچ کرو، اگر کچھ بچ جائے تو اسے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو اور اگر اہل و عیال پر خرچ کرنے کے بعد کچھ بچ رہے تو اسے اپنے رشتے داروں پر خرچ کر دو اور اگر رشتے داروں پر خرچ کرنے کے بعد بھی بچ رہے تو اسے ادھر ادھر خرچ کر دو۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الابتداء فی النفقة بالنفس ثم أهله ثم القرابة : ۹۹۷]

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابن آدم! اگر تم ضرورت سے زیادہ مال کو خرچ کر دو تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اور اگر اسے روک رکھو تو یہ تمھارے لیے بدتر ہے اور بقدر ضرورت رکھنے پر تمھیں ملامت نہیں کی جائے گی۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب بیان أن الید العلیا خیر من الید السفلی ...... الخ : ۱۰۳۶]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز بغیر پاکی کے قبول نہیں ہوتی اور صدقہ خیانت کے مال سے قبول نہیں ہوتا۔'' [مسلم، کتاب الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلوة : ۲۲۴]

فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾

''دنیا اور آخرت کے بارے میں۔ اور وہ تجھ سے یتیموں کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بہتر ہے اور اگر تم انھیں ساتھ ملا لو تو تمھارے بھائی ہیں اور اللہ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمھیں ضرور مشقت میں ڈال دیتا۔ بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ : اس کا تعلق ﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴾ کے ساتھ ہے، یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے لیے شراب اور جوئے میں دنیا کے تھوڑے فائدے اور دنیا و آخرت کے نقصان اور گناہ کبیرہ کی بجائے اللہ کے راستے میں اپنی بہترین چیزیں خرچ کرنا کھول کر بیان کر رہا ہے، تاکہ تم چند روزہ دنیا اور ہمیشہ رہنے والی آخرت دونوں میں خود ہی غور و فکر کر لو کہ عقل سے کام لے کر تم کس کو ترجیح دیتے ہو؟

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ : سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾ [الأنعام : ۱۵۲] ''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو'' اور یہ آیت: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۰] ''بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے'' نازل ہوئیں تو جن لوگوں کے پاس یتیم تھے انھوں نے اپنا کھانا پینا ان کے کھانے پینے سے الگ کر لیا اور اگر یتیم کے کھانے پینے کی کوئی چیز بچ جاتی تو اسے اسی طرح سنبھال کر رکھ دیتے، حتیٰ کہ اسے خود یتیم ہی کھاتا، یا پھر وہ چیز خراب ہو جاتی، تو یہ صورت حال انھیں بہت گراں محسوس ہوئی اور اس کا ذکر انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ﴾ ''وہ تجھ سے یتیموں کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بہتر ہے اور اگر تم انھیں ساتھ ملا لو تو تمھارے بھائی ہیں۔'' تو اس کے بعد انھوں نے اپنا کھانا پینا اکٹھا کر لیا۔ [أبوداؤد، کتاب الوصایا، باب مخالطة الیتیم فی الطعام : ۲۸۷۱۔ نسائی، کتاب الوصایا، باب ما للوصی من مال الیتیم إذا قام علیه : ۳۶۹۹]

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ﴾ [النساء : ۲] ''اور نہ ان کے اموال اپنے مالوں سے ملا کر کھاؤ، یقیناً یہ ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ﴾ [النساء : ٦] ''اور فضول خرچی کرتے ہوئے اور اس سے جلدی کرتے ہوئے، انھیں مت کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ [النساء : ۱۰] ''بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔''

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ : ''اعنت'' کا معنی ہے کہ آدمی کو ایسی مشقت میں ڈالنا جس میں ہلاکت کا خطرہ ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر مشقت نہیں ڈالی بلکہ آسانی اور وسعت پیدا فرمائی۔ چنانچہ اصلاح کی نیت سے انھیں اپنے ساتھ ملا سکتے ہو اور اگر تم محتاج ہو تو بقدر خدمت وضرورت ان کے مال سے فائدہ بھی اٹھا سکتے ہو۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ [النساء : ٦] ''اور جو غنی ہو تو وہ بہت بچے اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے کھا لے۔''

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا

تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَ الْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَ يُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾

''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور یقیناً ایک مومن لونڈی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ تمھیں اچھی لگے اور نہ (اپنی عورتیں) مشرک مردوں کے نکاح میں دو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور یقیناً ایک مومن غلام کسی بھی مشرک مرد سے بہتر ہے، خواہ وہ تمھیں اچھا معلوم ہو۔ یہ لوگ آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔''

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ : شروع اسلام میں مسلمان اور کافر میں رشتہ ناتا جاری تھا، اس آیت سے حرام ٹھہرا۔ اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا، اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے، مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر بات معلوم ہے یا وہ جو چاہے سو کر سکتا ہے، یا ہمارا بھلا یا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اللہ کی تعظیم کسی اور پر خرچ کرے، مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے اور اس سے حاجت طلب کرے، اس کو مختار جان کر۔

بعض صحابہ اہل کتاب میں سے شرک کرنے والی عورتوں سے نکاح کو درست نہیں سمجھتے، چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اور شرک کیا ہو سکتا ہے کہ کوئی (نصرانی) عورت یہ کہے کہ میرا رب عیسیٰ ہے، حالانکہ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے۔ [بخاری، کتاب الطلاق، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ ولا تنکحوا المشرکت حتی یؤمن ﴾ : ۵۲۸۵]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں صرف یہی قول ذکر کیا ہے، اس کے مطابق اہل کتاب کی صرف موحد عورتوں سے نکاح درست ہوگا۔ مگر اللہ نے اہل کتاب کا شرک خود ذکر کرنے کے باوجود ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے، تو اس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾ [المائدۃ : ۵] ''اور ان لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی۔''

خلاصہ یہ کہ مسلمان کو کسی ہندو، بت پرست، کمیونسٹ یا آتش پرست عورت سے نکاح کرنا حرام ہے۔ البتہ اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح میں اگرچہ ایمان کا خطرہ ہے، لیکن کراہت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے۔

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ : اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مومن لونڈی آزاد مشرک عورت سے

بہتر ہے اور مومن غلام آزاد مشرک مرد سے بہتر ہے، اگرچہ مال و دولت، حسب نسب، حسن و جمال کے لحاظ سے مشرک مرد یا عورت اچھے ہی کیوں نہ ہوں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''عورت سے شادی چار چیزوں کی وجہ سے کی جاتی ہے: ① اس کے مال کی وجہ سے۔ ② اس کے خاندان کی وجہ سے۔ ③ اس کے حسن و جمال کی وجہ سے۔ ④ اور اس کے دین کی وجہ سے، تو تم دین دار عورت سے شادی کرنے میں کامیابی حاصل کرو، تمھارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔'' [بخاري، كتاب النكاح ، باب الاكفاء في الدين : ٥٠٩٠۔ مسلم ، كتاب الرضاع ، باب استحباب نكاح ذات الدين : ١٤٦٦]

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا سامان زندگی ہے اور دنیا کا بہترین سامان زندگی نیک عورت ہے۔'' [مسلم، كتاب الرضاع ، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة : ١٤٦٩]

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گزرا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟'' لوگوں نے کہا، یہ اس قابل ہے کہ کہیں منگنی کا پیغام بھیجے تو اس کا نکاح کر دیا جائے، اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے اور اگر بات کرے تو اس کی بات سنی جائے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد فقراء مسلمانوں میں سے ایک شخص آپ کے سامنے سے گزرا، آپ نے فرمایا: ''اس شخص کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟'' لوگوں نے کہا کہ یہ ایسا ہے کہ اگر منگنی کا پیغام بھیجے تو اس سے نکاح نہ کیا جائے، اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر بات کرے تو کوئی اس کی بات نہ سنے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس (پہلے) آدمی جیسے اتنے ہوں کہ ان سے زمین بھر جائے تو یہ شخص ان سب سے بہتر ہے۔'' [بخاري، كتاب النكاح، باب الإكفاء في الدين : ٥٠٩١]

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا : اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان عورت آزاد ہو یا غلام، اسے مشرک کے نکاح میں دینا جائز نہیں، پھر مشرک خواہ بت پرست ہو یا یہودی یا عیسائی یا مجوسی یا دہریہ، کسی بھی غیر مسلم سے مسلم عورت کا نکاح جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں سے نکاح حرام کرنے کے بعد سورۂ مائدہ میں اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی، مگر مشرک مردوں کو اپنی عورتوں کا نکاح دینے سے منع کرنے کے بعد کسی غیر مسلم سے نکاح کی اجازت نہیں دی۔

جس طرح کسی بھی مشرک سے مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں، خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی، اسی طرح اگر کوئی کلمہ گو مسلمان بھی شرک کا مرتکب ہو تو اس سے کسی مسلمہ موحدہ عورت کا نکاح جائز نہیں، کیونکہ مرد کے غالب ہونے کی وجہ سے اس موحدہ عورت کو شرک پر مجبور کیے جانے کا خطرہ ہے۔

''اور (اپنی عورتیں) مشرکوں کے نکاح میں نہ دو۔'' یہ جملہ واضح دلیل ہے کہ عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی، بلکہ اس

کا ولی اس کا نکاح کروائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے واضح الفاظ میں ولی کے بغیر نکاح سے منع فرمایا ہے۔

اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ : یعنی یہ مشرک مرد و عورت دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور بلائیں گے۔ ان کی صحبت سے نقصان پہنچے گا۔ صحبت اچھی ہو یا بری ضرور اثر انداز ہوتی ہے، سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اچھے اور برے ہم نشیں کی مثال عطر فروش اور بھٹی دھونکنے والے جیسی ہے۔ عطر فروش یا تو خود تمھیں کچھ خوشبو پیش کرے گا، یا تم اس سے خوشبو خریدو گے، یا تمھیں خوشبو آئے گی (غرض یہ کہ ہر حال میں کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوگا) اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلائے گا، یا تمھیں بدبو آئے گی (یعنی ہر حال میں تمھیں کچھ نہ کچھ نقصان پہنچے گا)۔'' [بخاری، کتاب الذبائح ، باب المسك : ٥٥٣٤۔ مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب مجالسة الصالحين ...... الخ :٢٦٢٨]

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿٢٢٢﴾

''اور وہ تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے وہ ایک طرح کی گندگی ہے، سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ غسل کر لیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے تمھیں اللہ نے حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو بہت توبہ کرنے والے ہیں اور ان سے محبت کرتا ہے جو بہت پاک رہنے والے ہیں۔''

بلوغت کے بعد عورت کو ایام ماہواری میں جو خون آتا ہے، اسے حیض کہا جاتا ہے۔ حیض کے ایام میں عورت کے لیے نماز معاف ہے اور روزے رکھنا ممنوع ہے، تاہم روزوں کی قضا بعد میں ضروری ہے اور اس حالت میں مرد کے لیے عورت سے ہم بستری منع ہے، البتہ بوس و کنار جائز ہے۔ عورت ان دنوں میں کھانا پکانا اور دیگر گھر کا ہر کام کر سکتی ہے لیکن یہودیوں میں ان دنوں میں عورت کو بالکل نجس سمجھا جاتا تھا، وہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور اختلاط جائز نہیں سمجھتے تھے۔ صحابہ نے اس کے متعلق دریافت کیا تو یہ آیت اتری کہ آپ انھیں بتا دیجیے کہ ماہواری کا خون گندا اور نقصان دہ ہے، اس لیے مدتِ حیض میں ان کے ساتھ مجامعت نہ کرو اور جب تک پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب بھی نہ جاؤ یعنی ان کے ساتھ جماع نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ گناہوں سے توبہ کرنے والوں اور نجاستوں کی گندگیوں سے پاکی حاصل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

قُلْ هُوَ اَذًى : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے

آدم کی (تمام) بیٹیوں کے لیے مقدر کر دی ہے۔'' [بخاری، کتاب الحیض، باب تقضی الحائض المناسك ...... الخ : ۳۰۵]

﴿ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ ﴾ : سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عورت کے ایام حیض شروع ہو جاتے تو یہودی نہ ان کے ساتھ کھاتے پیتے اور نہ گھروں میں ان سے میل جول رکھتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾ ''وہ تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دے وہ ایک طرح کی گندگی ہے، سو حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں۔'' اس طرح یہ پوری آیت اس سوال کے جواب میں نازل ہوئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایام حیض میں تم عورتوں سے مقاربت (یعنی ہم بستری) کے علاوہ باقی سب کچھ کر سکتے ہو۔'' یہودیوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ شخص تو اب ہر کام میں ہماری مخالفت کا ارادہ کرنے لگا ہے۔ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! یہودیوں نے یہ یہ باتیں کی ہیں، تو کیا ہم ان سے اس حالت میں بھی مقاربت نہ کر لیا کریں؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کا رنگ بدل گیا، جس کی وجہ سے ہمیں یہ گمان ہوا کہ آپ ان سے ناراض ہیں۔ یہ دونوں چلے گئے، ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا تحفہ پیش ہوا تو آپ نے انھیں واپس بلایا اور دودھ پلایا، جس سے انھیں معلوم ہو گیا کہ آپ ان سے ناراض نہیں ہیں۔ [مسند أحمد : ۱۳۲/۳، ۱۳۳، ح : ۱۲۳٦۲۔ مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها ...... الخ : ۳۰۲]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو کنگھی کر دیتی تھی، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی، اسی طرح آپ میری گود میں سر رکھ کر قرآن مجید کی تلاوت فرما لیا کرتے تھے اور میں حائضہ ہوتی تھی۔ [بخاری، کتاب الحیض، باب غسل الحائض رأس زوجها و ترجيله...... الخ : ۲۹۵، ۲۹۷]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں کوئی مشروب پیتی اور میں خاص ایام میں ہوتی، پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو برتن دے دیتی تو آپ بھی وہیں سے نوش فرماتے جہاں سے میں نے پیا ہوتا تھا اور میں ہڈی سے گوشت کھاتی اور میں خاص ایام میں ہوتی تھی، پھر میں یہ ہڈی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی تو آپ بھی وہیں سے گوشت کھاتے جہاں سے میں نے کھایا ہوتا تھا۔ [مسلم، کتاب الحیض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها ...... الخ : ۳۰۰]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''یہ چیز تو اللہ تعالیٰ نے بنات آدم کے لیے مقدر کر دی ہے، لہٰذا تم وہ تمام کام کرو جو حاجی کرتا ہے، سوائے اس کے کہ جب تک پاک نہ ہو جاؤ کعبہ کا طواف نہ کرو۔'' [بخاری، کتاب الحیض، باب تقضی الحائض المناسك كلها إلا الطواف : ۳۰۵]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، اے اللہ کے رسول ! صفیہ بنت حیی تو حائضہ ہوگئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شاید وہ ہمیں روکیں گی (یعنی جب تک وہ طواف افاضہ نہ کرلیں ہم نہیں جا سکتے)۔'' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا انھوں نے تمھارے ساتھ طواف (افاضہ) نہیں کیا؟'' لوگوں نے کہا، ہاں کرلیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تو پھر چلو۔'' [بخاري، کتاب الحيض، باب المرأة تحيض بعد الإفاضة : ۳۲۸]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم حیض میں ہوتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیتے تھے، نماز کی قضا کا حکم نہیں دیتے تھے۔ [مسلم، کتاب الحيض، باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلوة : ۶۹/ ۳۳۵]

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حالت حیض میں ہوتی اور اس حالت میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جائے نماز پر نماز پڑھتے ہوتے اور میں آپ کے سامنے لیٹی رہتی۔ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے کپڑے کا کچھ حصہ مجھ پر آ پڑتا تھا۔ [بخاري، کتاب الحيض، بابٌ : ۳۳۳]

فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ : ''فَاْتُوْهُنَّ'' کا مطلب یہ نہیں کہ ضرور ہی ان سے صحبت کرو، بلکہ منع کرنے کے بعد امر آئے تو اجازت مراد ہوتی ہے۔ ''جہاں سے اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ سے (یعنی قبل میں جماع سے) تمھیں منع کیا تھا، اب اس جگہ سے عورت کے پاس جانے کی اجازت ہے۔ دبر کی اجازت نہ پہلے تھی نہ اب ہے، یہ تو سراسر گندگی ہے اور ﴿ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾ بہت پاک رہنے والوں سے اس کی کوئی نسبت ہی نہیں۔ اسی طرح حیض کی حالت میں جانا بھی ﴿ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴾ کے لائق نہیں، اگر کوئی اس حالت میں چلا گیا تو بہت توبہ کرنے سے اللہ کی محبت کا پھر سے حق دار بن سکتا ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾

''تمھاری عورتیں تمھارے لیے کھیتی ہیں، سو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لیے آگے (سامان) بھیجو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ یقیناً تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دے۔''

فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ : یہودیوں کا خیال تھا کہ اگر عورت کو پیٹ کے بل لٹا کر مباشرت کی جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، اس کی تردید میں کہا جا رہا ہے کہ مباشرت آگے سے کرو (چت لٹا کر) یا پیچھے سے (پیٹ کے بل) یا کروٹ پر، جس طرح چاہو جائز ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ہر صورت عورت کی فرج ہی استعمال ہو، کیونکہ قرآن نے عورت کو کھیتی

قرار دیا ہے اور یہ کھیتی صرف فرج ہے نہ کہ دبر۔

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودی کہتے تھے، اگر عورت سے پیچھے کی طرف سے مقاربت کی جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے، تب اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ﴾ ''تمھاری عورتیں تمھارے لیے کھیتی ہیں، سو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔'' [بخاری ، کتاب التفسیر ، باب ﴿نساء کم حرث لکم﴾ : ٤٥٢٨ ـ مسلم ، کتاب النکاح ، باب جواز جماعه امرأته فی قبلها ...... الخ : ١٤٣٥ـ أبوداؤد ، کتاب النکاح ، باب فی جامع النکاح : ٢١٦٣]

علی بن طلق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی دبروں میں مباشرت سے منع فرمایا ہے اور فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے عار نہیں کرتا۔'' [ترمذی ، کتاب الرضاع، باب ما جاء فی کراهية إتيان النساء فی أدبارهن : ١١٦٤]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے صحبت کا ارادہ کرے اور یہ دعا پڑھ لے: ((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ ، وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا)) ''اللہ کے نام سے، اے اللہ! تو ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہم کو عطا فرمائے اسے بھی شیطان سے بچا۔'' چنانچہ اس صحبت کے نتیجے میں اگر ان کے ہاں اولاد پیدا ہوئی تو شیطان اسے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب السؤال بأسماء الله تعالى ...... الخ : ٧٣٩٦]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے، پھر (اسی وقت) دوبارہ جماع کرے تو ان دونوں کے درمیان وضو کرے۔'' [مسلم، کتاب الحیض، باب جواز نوم الجنب...... الخ : ٣٠٨]

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین مرتبے والا وہ شخص ہے جو اپنی بیوی سے تنہائی میں ملے اور وہ اس سے تنہائی میں ملے، پھر وہ اس کے راز کو ظاہر کرے۔'' [مسلم ، کتاب النکاح ، باب تحریم إفشاء سر المرأة : ١٤٣٧]

وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ : یعنی اپنے لیے نیک اعمال آگے بھیجو۔ نیک اولاد انسان کا بہترین سرمایہ ہے اور بیوی سے صحبت کے وقت نیک اولاد کے حصول کی نیت بھی اس میں شامل ہے، ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ﴾ میاں بیوی کے باہمی معاملات میں اگر کوئی زیادتی ہو تو نہ کوئی گواہ ہوتا ہے نہ دخیل، مگر اللہ سے ملاقات تو یقینی ہے، اس لیے اس سے ڈرتے رہو۔

وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۲۴﴾

”اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ، (اس سے بچنے کے لیے) کہ تم نیکی کرو اور (گناہ سے) بچو اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرو، اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ مسلمان جب قسم کھائے تو اسے پورا کرے، لیکن اگر قسم ایسی ہو جو کسی عمل صالح کی راہ میں رکاوٹ بن رہی ہو تو ایسی قسم توڑ دی جائے گی اور اس نیک کام کو پورا کیا جائے گا اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا جائے گا۔

بعض لوگ اپنے رشتہ داروں سے کسی وقتی اختلاف اور ناراضگی کی وجہ سے قسم کھا لیتے تھے کہ آئندہ اس کے ساتھ وہ بھلائی جاری نہیں رکھیں گے جو پہلے سے کرتے چلے آ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اس کی ممانعت فرمائی ہے کہ اپنی قسموں کو نیکی، تقویٰ اور بھلائی کی راہ میں رکاوٹ نہ بناؤ۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ [النور : ۲۲] ”اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھا لیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہم گو آخر میں آنے والے ہیں لیکن روز قیامت سب سے سبقت کرنے والے ہوں گے۔“ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کی قسم! (بعض اوقات) اپنے گھر والوں کے معاملہ میں تمھارا اپنی قسموں پر اصرار کرتے رہنا یہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ گناہ کی بات ہوتی ہے کہ (قسم توڑ کر) اس کا وہ کفارہ ادا کر دیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کیا ہے۔“ [بخاری، کتاب الأيمان والنذور ، باب قول الله تعالى : ﴿ لا يؤاخذكم الله باللغو فى أيمانكم ﴾ : ۶۶۲۴، ۶۶۲۵۔ مسلم، كتاب الأيمان ، باب النهى عن الإصرار على اليمين...... الخ : ۱۶۵۵]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں اگر کسی بات پر قسم کھاؤں اور پھر یہ دیکھوں کہ کوئی دوسری بات اس سے زیادہ بہتر ہے تو میں ان شاء اللہ زیادہ بہتر بات کو اختیار کر لوں گا اور اپنی قسم کا کفارہ دے دوں گا۔“ [بخاری، كتاب الذبائح والصيد، باب لحم الدجاج : ۵۵۱۸۔ مسلم، كتاب الأيمان، باب ندب من حلف يمينا فرأى غيرها خيرا منها...... الخ : ۱۶۴۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص کسی کام کے بارے میں قسم کھا لے، پھر دیکھے کہ دوسرا کام اس سے زیادہ بہتر ہے تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دے دے اور اس سے بہتر کام کو سرانجام دے۔“ [مسلم، كتاب الأيمان ، باب ندب من حلف يمينا فرأى غيرها خيرا منها...... الخ : ۱۶۵۰]

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

’’اللہ تمھیں تمھاری قسموں میں لغو پر نہیں پکڑتا، بلکہ تمھیں اس پر پکڑتا ہے جو تمھارے دلوں نے کمایا اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔‘‘

بعض اوقات انسان کی زبان پر قسم کے الفاظ آ جاتے ہیں، ان سے اس کی کوئی نیت نہیں ہوتی۔ ایسی قسم کا کوئی اعتبار نہیں۔ اللہ نے اپنا فضل و کرم کرتے ہوئے بندوں کو خبر دی ہے کہ ایسی قسم پر اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں کریں گے۔ مؤاخذہ اس قسم پر ہوگا جس میں دل کے قصد کا دخل ہو تو ان پر کفارہ یا سزا ہے، مگر کوئی شخص جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائے کہ میں نے یا فلاں نے یہ کام کیا ہے یا نہیں کیا تو یہ کبیرہ گناہ ہے، اس کا کفارہ نہیں، صرف ندامت، آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد، اور استغفار ہی اس کا علاج ہے، اسے ’’یمینِ غموس‘‘ کہتے ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ آیت: ﴿ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ ﴾ ’’اللہ تمھیں تمھاری قسموں میں لغو پر نہیں پکڑتا‘‘ یہ ان قسموں کے بارے میں نازل ہوئی (جو عادتاً اور بے ساختہ ہیں، جیسے) نہیں اللہ کی قسم اور کیوں نہیں اللہ کی قسم۔‘‘ [بخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب ﴿ لا يؤاخذ كم الله باللغو في أيمانكم ﴾ : ٦٦٦٣]

جو شخص کسی بت اور طاغوت کی قسم کھا لے تو اس کے بارے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو شخص قسم اٹھائے اور کہہ بیٹھے کہ لات وعزیٰ کی قسم! تو اسے چاہیے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے۔‘‘ [بخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب لا يحلف باللات والعزى ولا بالطواغيت : ٦٦٥٠۔ مسلم، كتاب الأيمان، باب من حلف باللات والعزىٰ فليقل لا إله إلا الله : ١٦٤٧]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’لغو قسم یہ ہے کہ آدمی اپنے گھر میں اس طرح کہتا رہتا ہے، ہرگز نہیں اللہ کی قسم! کیوں نہیں اللہ کی قسم!‘‘ [أبو داؤد ، كتاب الأيمان والنذور ، باب لغو اليمين : ٣٢٥٤، ٣٣٢٤]

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾

’’ان لوگوں کے لیے جو اپنی عورتوں سے قسم کھا لیتے ہیں، چار مہینے انتظار کرنا ہے، پھر اگر وہ رجوع کر لیں تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔‘‘

’’اِیْلَاء‘‘ کے معنی قسم کھانے کے ہیں، یعنی کوئی آدمی اگر قسم کھا لے کہ میں اپنی بیوی سے ایک مہینا یا دو مہینے تعلق نہیں رکھوں گا، پھر قسم کی مدت پوری کر کے تعلق قائم کر لیتا ہے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ ہاں اگر مدت پوری ہونے سے قبل تعلق قائم کرے گا تو کفارۂ قسم ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر چار مہینے سے زیادہ مدت کے لیے، یا مدت کی تعیین کیے بغیر قسم کھاتا ہے تو اس آیت میں ایسے لوگوں کے لیے مدت کا تعین کر دیا گیا ہے کہ وہ چار مہینے گزرنے کے بعد یا تو بیوی سے تعلق قائم

کرلیں، یا پھر اسے طلاق دے دیں (اسے چار مہینے سے زیادہ معلق رکھنے کی اجازت نہیں ہے) تا کہ عورت پر ظلم نہ ہو۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ازواج مطہرات نے دنیا کے ساز و سامان کا مطالبہ کیا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ناراض ہو کر ایک مہینا کے لیے) ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی، آپ کے پاؤں میں موچ آ گئی تھی، لہٰذا آپ اپنے ایک بالا خانے میں فروکش ہو گئے اور وہاں ۲۹ دن رہے۔ پھر آپ (اپنی بیویوں کے پاس جانے کے لیے) اترے، لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! آپ نے تو ایک مہینا کی قسم کھائی تھی (ابھی تو ۲۹ دن ہوئے ہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ مہینا ۲۹ دن کا ہے۔“ [بخاری ، کتاب الطلاق ، باب قول الله تعالى : ﴿ للذين يؤلون من نسائهم ......الخ ﴾ : ۵۲۸۹]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے خفگی کی وجہ سے فرمایا تھا کہ میں ان کے پاس ایک مہینے تک نہیں جاؤں گا، پھر آپ انتیسویں دن تشریف لے آئے تو آپ نے فرمایا: ”یہ مہینا انتیس دن کا ہے۔“ [بخاری، کتاب المظالم، باب الغرفة و العلية المشرفة ...... الخ : ۲٤٦٨ ۔ مسلم، کتاب الصیام، باب الشهر يكون تسعا و عشرين : ۱۰۸۳]

وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

”اور اگر طلاق کا پختہ ارادہ کرلیں تو بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔“

اگر شوہر مدت گزرنے کے بعد طلاق کا ارادہ کر لیتا ہے اور ایسا کر گزرتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ حاکم وقت اسے مجبور کرے گا کہ یا تو وہ میل ملاپ کر لے یا طلاق دے دے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ چار مہینے گزر جائیں تو اسے قاضی کے سامنے پیش کیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ طلاق دے دے اور طلاق اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک طلاق دی نہ جائے۔ [بخاری، کتاب الطلاق، باب قول الله تعالى: ﴿ للذين يؤلون من نساء هم...... ﴾ : ۵۲۹۱]

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَ لَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾

ع ۲۸ / ۱۲

”اور وہ عورتیں جنھیں طلاق دی گئی ہے اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں اور ان کے لیے حلال نہیں کہ وہ چیز چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کی ہے، اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور ان کے خاوند اس مدت میں انھیں واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں، اگر وہ (معاملہ) درست کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اور معروف کے مطابق ان (عورتوں) کے لیے اسی طرح حق ہے جیسے ان کے اوپر حق ہے اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے اور اللہ

سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔‘‘

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ : اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مطلقہ عورتوں کی عدت بیان کی ہے جن کے ساتھ دخول ہو چکا ہو اور انھیں حیض آتا ہو کہ وہ تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں، یعنی جب ان کے شوہر انھیں طلاق دے دیں تو طلاق کے بعد تین حیض تک انتظار کریں اور اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو شادی کر لیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اپنی بیوی کو ایسی حالت میں طلاق دی کہ وہ حالت حیض میں تھی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا: ’’اسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے، پھر اسے چھوڑے رکھے، یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے، پھر حائضہ ہونے کے بعد پاک ہو تو چاہے اسے روک لے اور چاہے تو اسے چھونے سے پہلے طلاق دے دے۔‘‘ [مسلم، کتاب الطلاق، باب تحریم طلاق الحائض...... الخ : ۱۴۷۱۔ بخاری، کتاب الطلاق، باب قول اللہ تعالیٰ : ﴿ يأيها النبي إذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن ﴾ : ۵۲۵۱]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، طلاق سنت یہ ہے کہ بیوی کو ایک طلاق اس حالت میں دے کہ وہ پاک ہو (اور اس پاکی میں) جماع نہ کیا ہو، پھر جب وہ حائضہ ہو اور (دوبارہ) پاک ہو تو دوسری طلاق دے، پھر جب وہ حائضہ ہو اور (سہ بارہ) پاک ہو تو تیسری طلاق دے، پھر وہ عورت اس کے بعد ایک حیض مزید عدت میں بیٹھے۔ [نسائی، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة : ۳۴۲۳]

ابو الصہباء نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور عمر رضی اللہ عنہ کی امارت کے ابتدائی تین سالوں میں تین طلاقیں ایک شمار ہوتی تھیں؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ہاں (یقیناً ایسا ہی ہوتا تھا)۔ [مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث : ۱۴۷۲]

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ : یعنی عورتوں کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے رحم میں جو کچھ ہے اسے چھپائیں اور غلط بیانی کریں۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ لوگوں کا نسب خلط ملط نہ ہو۔ اگر حمل کو چھپائے گی تو بچے کو اس کے غیر باپ سے ملائے گی، جس کے بدترین اور سنگین نتائج ظاہر ہوں گے۔ بچہ اپنے خاندان اور حق وراثت سے محروم ہو جائے گا، محرم عورتیں اس سے پردہ کریں گی، بلکہ بہت ممکن ہے وہ اپنی کسی محرم عورت سے شادی کر لے۔ اس طرح جس غیر باپ کی طرف وہ منسوب کر دیا جائے گا اس کے مال کا ناجائز وارث ہوگا، اس کی عورتوں کا غیر شرعی محرم بن جائے گا اس کے علاوہ شر و فساد کے دیگر ایسے دروازے کھل جائیں گے، جنھیں کوئی بند نہ کر پائے گا۔ مثال کے طور پر اگر وہ عورت حمل کو چھپا لیتی ہے اور کسی دوسرے سے شادی کر لیتی ہے تو یہ شادی حرام ہوگی، اور دوسرے آدمی کا اس کے ساتھ جماع کرنا زنا ہوگا۔

اگر حیض کو چھپا لیتی ہے اور کہہ دیتی ہے کہ طلاق کے بعد تین ماہواری گزر چکی، تو اس نے شوہر کا حق رجعت ختم کر

دیا اور اپنے آپ کو دوسرے آدمی کے لیے غیر شرعی طور پر مباح کر دیا، اور اگر کہتی ہے کہ ابھی تین ماہواری نہیں گزری حالانکہ گزر چکی ہے تو وہ ناحق نان ونفقہ لینا چاہتی ہے جو اس کے لیے حرام ہے اور اگر شوہر اس سے رجوع کر لیتا ہے تو اس کے ساتھ ہم بستری حرام ہوگی، اس لیے کہ عدت گزرنے کے بعد عقدِ جدید ضروری تھا۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ : یعنی عورتوں کا بھی مردوں پر ویسا ہی حق ہے جیسا کہ مردوں کا عورتوں پر حق ہے، عرفِ عام کے مطابق کھانا، کپڑا، اچھا برتاؤ، رہائش اور ہم بستری وغیرہ عورتوں کے شوہروں پر حقوق ہیں، جنھیں ادا کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا ہر ایک کو دوسرے کا حق دستور کے مطابق ادا کرنا چاہیے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا تھا: ''عورتوں کے بارے میں تم اللہ سے ڈرو، تم نے انھیں اللہ تعالیٰ کی امان کے ساتھ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کے ساتھ ان کی شرم گاہوں کو حلال کیا ہے۔ تمھارا ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمھارے بستر پر اس کو نہ بیٹھنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو انھیں ایسی سزا دو جس سے جسم پر نشان نہ پڑے اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ انھیں دستور کے مطابق کھانا اور لباس دو۔'' [مسلم، کتاب الحج ، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ۱۲۱۸]

حکیم بن معاویہ قشیری اپنے باپ (معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ! ہم میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: ''یہ کہ جب تم کھانا کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم لباس پہنو تو اسے بھی پہناؤ۔ اس کے چہرے پر نہ مارو، اسے گالی نہ دو اور اس سے قطع تعلق نہ کرو، مگر گھر ہی میں۔'' [أبو داوٗد ، کتاب النکاح ، باب فی حق المرأۃ علی زوجھا : ۲۱۴۲]

وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ : یعنی مقام ومرتبہ، اطاعت کا حق رکھنے میں، خرچ کرنے میں، فطری قوتوں میں، میراث میں، طلاق و رجوع کا حق رکھنے، مصلحتوں کے قیام اور دنیا و آخرت کے شرف کے اعتبار سے مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ﴾ [النساء : ۳٤] ''مرد عورتوں پر نگران ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اپنے مالوں سے خرچ کیا۔''

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَ لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

''یہ طلاق (رجعی) دو بار ہے، پھر یا تو اچھے طریقے سے رکھ لینا ہے، یا نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمھارے لیے حلال

نہیں کہ اس میں سے جو تم نے انھیں دیا ہے کچھ بھی لو، مگر یہ کہ وہ دونوں ڈریں کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھیں گے۔ پھر اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھیں گے تو ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو عورت اپنی جان چھڑانے کے بدلے میں دے دے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں، سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں۔‘‘

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ : یعنی وہ طلاق جس میں خاوند کو عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہے، وہ دو مرتبہ ہے۔ پہلی دو طلاقوں کے بعد خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتا ہے، لیکن تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع کی اجازت نہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنی بیویوں کو کئی کئی مرتبہ طلاق دیتے اور عدت کے اندر رجوع کرتے رہتے تھے، نہ عورت کو صحیح بساتے اور نہ آزاد ہی کرتے۔ اس سے مقصد یہ ہوتا تھا کہ بیوی کو تنگ کیا جائے، تو اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے اس دستور کو ختم کرنے کے لیے دو بار رجوع کا حق دے دیا اور تیسری بار بالکل ان کا رشتہ ختم کر دیا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ﴾ فرمایا ہے اور لفظ ﴿ مَرَّتٰنِ ﴾ ’’مرۃ‘‘ کا تثنیہ ہے، جس کا مطلب واضح ہے کہ طلاق دو مرتبہ ہے۔ جس سے اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ بیک وقت دو یا تین طلاقیں دینا اور انھیں بیک وقت نافذ کر دینا حکمتِ الٰہیہ کے خلاف ہے، اسی لیے شریعت اسلامیہ میں بیک وقت اکٹھی تین طلاقیں دینے کو شرع سے مذاق قرار دیا گیا ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آیت کریمہ : ﴿ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ ﴾ ’’اور وہ عورتیں جنھیں طلاق دی گئی ہے اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں اور ان کے لیے حلال نہیں کہ وہ چیز چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کی ہے‘‘ اس کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ آدمی جب اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا تھا تو وہی اس کی طرف رجوع کرنے کا زیادہ حق دار سمجھا جاتا تھا، خواہ تین طلاقیں ہی دے چکا ہوتا، تو اس کو منسوخ کر دیا گیا اور فرمایا: ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ﴾ ’’یہ طلاق (رجعی) دو بار ہے۔‘‘ [أبو داوٗد، کتاب الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث : ۲۱۹۵۔ نسائی، کتاب الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث : ۳۵۸۴]

ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینا منع ہے، لیکن اگر کوئی دے دے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار ہوتی تھی، پھر لوگوں نے اس کام میں جلدی شروع کر دی تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لوگوں نے ایسے کام میں جلدی کرنا شروع کی ہے جس میں ان کے لیے مہلت تھی۔ تو اب ہم ان پر کیوں نہ تینوں طلاقیں نافذ کر دیں چنانچہ انھوں نے اسے نافذ کر دیا۔ [مسلم، کتاب الطلاق، باب الطلاق الثلاث : ۱۴۷۲]

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا : یعنی یہ تمھارے لیے جائز نہیں ہے کہ تم انھیں اس قدر تنگی اور

مشکل میں مبتلا کر دو کہ وہ تم سے جان چھڑانے کے لیے تمھارے دیے ہوئے مہر یا اس کے کچھ حصے کو بطور فدیہ دینے کے لیے مجبور ہو جائیں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ﴾ [النساء : ١٩] ''اور نہ انھیں اس لیے روک رکھو کہ تم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو، مگر اس صورت میں کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کا ارتکاب کریں۔'' اور فرمایا : ﴿ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ﴾ [النساء : ٤] ''پھر اگر وہ اس میں سے کوئی چیز تمھارے لیے چھوڑنے پر دل سے خوش ہو جائیں تو اسے کھالو، اس حال میں کہ مزے دار، خوشگوار ہے۔''

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ : اس میں خلع کا بیان ہے، یعنی عورت خاوند سے علیحدگی حاصل کرنا چاہے اور خاوند طلاق دینے پر تیار نہ ہو تو عورت جان چھڑانے کے لیے اپنا مہر یا خاوند بیوی کے درمیان جو بھی آپس میں یا حاکم کی عدالت میں طے ہو جائے بطور فدیہ دے کر اپنی جان چھڑا لے، پھر خواہ خاوند خود ہی فدیہ لے کر اسے چھوڑ دے، یا اگر وہ اس پر تیار نہ ہو تو حاکم اسے فدیہ لے کر چھوڑنے کا حکم دے، اگر وہ نہ مانے تو عدالت نکاح فسخ کر دے۔ چونکہ یہ درحقیقت طلاق نہیں بلکہ عورت کی طرف سے علیحدگی کا مطالبہ ہے، اس لیے اسے خلع کہتے ہیں۔ اس کی عدت ایک حیض ہے۔

بلا وجہ خلع کا مطالبہ شریعت میں نہایت ناپسندیدہ عمل ہے، جیسا کہ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو عورت بلا وجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔'' [ترمذی ، کتاب الطلاق واللعان ، باب ما جاء فی المختلعات : ١١٨٧۔ مستدرك حاكم : ٢٠٠/٢ ، ح : ٢٨٠٩]

حبیبہ بنت سہل انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت گھر سے باہر تشریف لائے تو آپ نے اندھیرے میں اسے دروازے کے پاس پایا تو فرمایا: ''یہ کون ہے؟'' انھوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں حبیبہ بنت سہل ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟'' انھوں نے اپنے شوہر کا نام لیتے ہوئے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ جب ان کے شوہر ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے فرمایا: ''یہ حبیبہ بنت سہل ہیں، انھوں نے یہ بات کی ہے۔'' حبیبہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! انھوں نے جو مجھے (مہر) دیا تھا، وہ سب میرے پاس موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس سے فرمایا: ''اپنا مال ان سے لے لو۔'' چنانچہ ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنا مال لے لیا اور یہ اپنے والدین کے گھر میں بیٹھ گئیں۔ [أبو داوٗد، کتاب الطلاق، باب فی الخلع : ٢٢٢٧۔ نسائی ، کتاب الطلاق ، باب ما جاء فی الخلع : ٣٤٩٢]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگی کہ اے اللہ کے رسول! مجھے ان کے اخلاق اور دین کے بارے میں کوئی اعتراض نہیں، لیکن میں

اسلام میں کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم ان کا باغ واپس کر دو گی؟'' اس نے عرض کی، جی ہاں! تو رسول اللہ ﷺ نے ثابت سے فرمایا: ''اپنا باغ لے لو اور اسے طلاق دے دو۔'' [بخاری، کتاب الطلاق، باب الخلع و کیف الطلاق فیه...... الخ : ۵۲۷۳]

ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں خلع حاصل کیا تھا تو نبی ﷺ نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ ایک حیض تک عدت گزارے۔ [ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب ما جاء فی الخلع : ۱۱۸۵]

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ أَنْ يَّتَرَاجَعَآ إِنْ ظَنَّآ أَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۗ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾

''پھر اگر وہ اسے (تیسری) طلاق دے دے تو اس کے بعد وہ اس کے لیے حلال نہیں ہوگی، یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی اور خاوند سے نکاح کرے، پھر اگر وہ اسے طلاق دے دے تو (پہلے) دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں آپس میں رجوع کر لیں، اگر سمجھیں کہ اللہ کی حدیں قائم رکھیں گے، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، وہ انھیں ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔''

یعنی شوہر جب اپنی بیوی کو تیسری طلاق دے دے تو وہ عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے اس سے ہم بستری نہ کرے اور وہ خاوند اسے خود بخود طلاق دے، یا وہ فوت ہو جائے، یا ان کی بن نہ سکے اور یہ عورت خلع لے لے، تو پھر یہ اگر پہلے خاوند سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ اس کے برعکس لوگوں نے جو یہ طریقہ ایجاد کر رکھا ہے کہ دوسرے خاوند سے اس غرض سے نکاح کیا جائے کہ وہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے اور یہ دوسرا خاوند اس کے ساتھ ایک رات یا اس سے کم و بیش وقت گزار کر طلاق دے دے تو یہ حلالہ ہے، اس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے، حلالہ کی غرض سے کیا گیا نکاح، نکاح نہیں ہے، زنا ہے، اس نکاح سے عورت پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس عورت کے بارے میں سوال کیا گیا جس سے کسی شخص نے شادی کی ہو، پھر اسے طلاق دے دی ہو، پھر اس سے کوئی دوسرا شخص شادی کرے اور مقاربت سے پہلے ہی طلاق دے دے تو کیا وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی؟ فرمایا: ''نہیں! حتیٰ کہ وہ اس سے لطف اندوز ہو۔'' [مسلم، کتاب النکاح، باب لا تحل المطلقة ثلاثًا لمطلقها...... الخ : ۱۱۴/۱۴۳۳۔ بخاری، کتاب الطلاق، باب من قال لامرأته، أنت علی حرام : ۵۲۶۵]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، اس نے کہا، اے اللہ کے

رسول! رفاعہ نے مجھے طلاق دے دی تھی اور عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے شادی کر لی اور اللہ کی قسم، ان کے پاس تو پلو کی طرح کے سوا اور کچھ نہیں (مراد وہ نامرد ہیں)، اس نے اپنی اوڑھنی کے ایک ڈورے کو پکڑ کر کہا، اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور خالد بن سعید بن عاص دروازے کے پاس بیٹھے تھے اور انھیں اندر آنے کی ابھی تک اجازت نہیں ملی تھی۔ انھوں نے کہا، ابوبکر! تم اس عورت کو منع کیوں نہیں کرتے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کس طرح کھلے انداز میں گفتگو کر رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صرف تبسم فرمایا اور کہا: ''شاید تو دوبارہ رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے؟ نہیں! تو اس وقت تک واپس نہیں جا سکتی جب تک تو اس سے اور وہ تجھ سے لطف اندوز نہ ہو۔'' [بخاری، کتاب الأدب، باب التبسم والضحك : ٦٠٨٤۔ مسلم، کتاب النکاح، باب لا تحل المطلقة ثلاثًا لمطلقها ...... الخ : ١١٢ / ١٤٣٣]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاحِ حلالہ کے ذریعے اگر کوئی آدمی اس عورت کے ساتھ جماع بھی کر لیتا ہے تو وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی، اس لیے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور حلالہ کروانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت کی خبر دی ہے اور جس پر لعنت بھیج دی گئی ہو وہ شادی صحیح نہیں ہو سکتی۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی اور گدوانے والی اور بال ملانے والی اور بال ملوانے والی اور سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور حلالہ کرنے والے اور حلالہ کروانے والے (ان سب) پر لعنت فرمائی ہے۔ [نسائی، کتاب الطلاق، باب إحلال المطلقة ثلاثًا وما فيه من التغليظ : ٣٤٤٥۔ ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء في المحل والمحلل له : ١١٢٠]

نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آ کر اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں اور اس کے بھائی نے اس سے مشورہ کیے بغیر اس سے نکاح کر لیا، تاکہ اپنے بھائی کے لیے اسے حلال کر دے تو کیا اس طرح وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی؟ انھوں نے فرمایا، نہیں! وہ حلال نہیں ہوگی، کیونکہ اس صورت میں عورت صرف نکاحِ رغبت ہی سے حلال ہوتی ہے۔ یہ صورت جو تم نے بیان کی ہے اسے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں زنا شمار کیا کرتے تھے۔ [مستدرك حاكم : ١٩٩/٢، ح : ٢٨٠٦]

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۫ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ؑ (۲۳۱)

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انھیں اچھے طریقے سے رکھ لو، یا انھیں اچھے طریقے سے

چھوڑ دو اور انھیں تکلیف دینے کے لیے نہ روکے رکھو، تاکہ ان پر زیادتی کرو اور جو ایسا کرے سو بلاشبہ اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور اللہ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ اور اپنے آپ پر اللہ کی نعمت یاد کرو اور اس کو بھی جو اس نے کتاب وحکمت میں سے تم پر نازل کیا ہے، وہ تمھیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بیوی کو ایسی طلاق دے جس میں اسے رجوع کا حق حاصل ہو اور وہ آدمی عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کرنا چاہتا ہو تو حسنِ سلوک کا معاملہ کرے اور اسے یا تو دستور کے مطابق اپنی عصمت نکاح میں روک لے اور رجوع پر گواہ مقرر کر لے اور دستور کے مطابق اس کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی نیت کرے، یا پھر اسے چھوڑ دے، حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے، پھر اسے اختلاف وانتشار، لڑائی جھگڑے اور گالی گلوچ کے بغیر احسن انداز میں اپنے گھر سے رخصت کر دے۔

وَ لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا : یعنی اگر تم اپنی بیویوں کو طلاق رجعی دو تو ان کی عدت پوری ہونے سے پہلے تمھیں رجوع کا حق ہے، مگر یہ رجوع محض ان کو ستانے اور نقصان پہنچانے کی غرض سے نہ ہو، کیونکہ ایسا کرنا ظلم و زیادتی اور احکام الٰہی سے مذاق ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی ان کو حقیقت اور سنجیدگی میں کہے، تو بھی حقیقت ہیں اور اگر ہنسی اور مزاح میں کہے تو بھی حقیقت ہیں، نکاح، طلاق اور (طلاق سے) رجوع۔'' [أبو داوٗد، کتاب الطلاق، باب فی الطلاق علی الهزل : ۲۱۹۴۔ ترمذی، کتاب الطلاق و اللعان، باب ما جاء فی الجد و الهزل فی الطلاق : ۱۱۸۴۔ ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب من طلق أو نكح أو راجع لاعبًا : ۲۰۳۹۔ مستدرك حاکم : ۱۹۷/۲، ۱۹۸، ح : ۲۸۰۰]

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انھیں اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کر لیں، جب وہ آپس میں اچھے طریقے سے راضی ہو جائیں۔ یہ بات ہے جس کی نصیحت تم میں سے اس کو کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمھارے لیے زیادہ ستھرا اور زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

اس آیت میں مطلقہ غیر بائنہ عورت کے ولی کو خطاب کیا گیا ہے کہ اگر ایک یا دو طلاق کے بعد عدت گزر جائے اور پھر دونوں ایک دوسرے کو چاہیں اور نکاح شرعی کے ذریعے دوبارہ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونا چاہیں تو انھیں نہ روکو، اس

لیے کہ اسی میں خیر ہے۔ یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء کو منع فرمایا ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو دوبارہ اپنے سابق شوہروں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکیں اور روکنے کا حق اسی کو حاصل ہوگا جس کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی عورت خود کسی عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ کوئی عورت خود اپنا نکاح کرے، کیونکہ وہ عورت زانیہ ہے جو اپنا نکاح خود کرتی ہے۔'' [ابن ماجه، كتاب النكاح، باب لا نكاح إلا بولي : ۱۸۸۲]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا وہ نکاح باطل ہے، وہ نکاح باطل ہے، وہ نکاح باطل ہے، (پھر ناجائز نکاح کے بعد) اگر مرد نے ہم بستری کی تو اس عورت کے لیے مہر ہوگا، جس کے عوض اس نے عورت کی شرمگاہ (اپنے لیے) حلال کرنا چاہی۔'' [ترمذی، كتاب النكاح، باب ما جاء لا نكاح إلا بولي : ۱۱۰۲]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہے۔'' [ابن حبان : ٤٠٧٥۔ سنن دارقطني ، كتاب النكاح : ۲۲۵/۳، ح : ۳٤۹۲]

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی بہن کا نکاح ایک شخص سے کر دیا، اس نے اس کو طلاق دے دی، جب عدت گزر گئی تو وہ (میرے پاس) آیا اور نکاح کا پیغام دیا، میں نے اس سے کہا، میں نے تمھارا نکاح کیا، اسے تمھاری بیوی بنایا اور تمھاری عزت افزائی کی، لیکن تم نے اسے طلاق دے دی، اب تم پھر اس سے نکاح کا پیغام لے کر آ گئے ہو، نہیں، اللہ کی قسم! وہ تمھارے پاس کبھی نہیں آ سکتی۔ اس شخص میں کوئی برائی نہیں تھی اور میری بہن بھی اس کے پاس واپس جانا چاہتی تھی (لیکن میں مانع تھا) تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ ﴾ ''تو انھیں اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کر لیں۔'' میں نے کہا اے اللہ کے رسول! اب میں نکاح کر دوں گا۔ الغرض انھوں نے اپنی بہن کا نکاح اس شخص سے کر دیا۔ [بخاری، كتاب النكاح، باب من قال : لا نكاح إلا بولي : ٥١٣٠]

سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنی بہن کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک مسلمان سے کر دی، ان کی بہن کچھ عرصہ اس کے عقد میں رہی، پھر اس نے اسے ایک طلاق دے دی اور رجوع نہ کیا، یہاں تک کہ عدت گزر گئی۔ پھر دونوں ہی رجوع کے خواہش مند ہوئے، چنانچہ اس نے بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیج دیا تو معقل (یعنی میں) نے کہا، اے احمق! میں نے اس عورت کو تیرے نکاح میں دے کر تیری عزت افزائی کی مگر تو نے اسے طلاق دے دی، لہٰذا اللہ کی قسم! اب وہ کبھی تیری طرف نہیں لوٹے گی جب تک میں زندہ ہوں، مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس شخص کو اس عورت کی اور اس عورت کو اپنے شوہر کی ضرورت ہے۔ تو اس موقع پر اللہ

تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ ''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو، پس وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو انھیں اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کر لیں، جب وہ آپس میں اچھے طریقے سے راضی ہو جائیں۔ یہ بات ہے جس کی نصیحت تم میں سے اس کو کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمھارے لیے زیادہ ستھرا اور زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' سیدنا معقل رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کو سنا تو کہا کہ میں اپنے رب کے فرمان کو سن کر اطاعت بجا لاتا ہوں، پھر انھوں نے اپنی بہن کے سابقہ خاوند کو بلایا اور کہا کہ میں تمھیں بہن کا نکاح دیتا اور تمھاری عزت افزائی کرتا ہوں۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ البقرۃ : ۲۹۸۱]

وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَ لَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾

''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں، اس کے لیے جو چاہے کہ دودھ کی مدت پوری کرے اور وہ مرد جس کا بچہ ہے، اس کے ذمے معروف طریقے کے مطابق ان (عورتوں) کا کھانا اور ان کا کپڑا ہے۔ کسی شخص کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر جو اس کی گنجائش ہے، نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ اس مرد کو جس کا بچہ ہے، اس کے بچے کی وجہ سے۔ اور وارث پر بھی اسی جیسی ذمہ داری ہے، پھر اگر وہ دونوں آپس کی رضا مندی اور باہمی مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر تم چاہو کہ اپنے بچوں کو دودھ پلواؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں، جب معروف طریقے کے مطابق پورا ادا کر دو جو تم نے دیا تھا اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ اس کو جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔''

وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ : یعنی مطلقہ مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں گی۔ یہ حکم اس کے لیے ہے جو رضاعت کی مدت پوری کرنا چاہتی ہے، لیکن اگر کوئی ماں باپ اس مدت سے پہلے ہی بچے کا دودھ چھڑا دینا چاہیں تو کوئی حرج نہیں، نیز حرمت اسی رضاعت سے

ثابت ہوتی ہے جو دو سال کے اندر ہو، اگر بچے کی عمر دو سال سے زیادہ ہو جاتی ہے تو رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہو گی۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صرف اسی رضاعت سے حرمت ثابت ہو گی جو پستان سے ہو اور انتڑیوں کو پھاڑ دے اور دودھ چھڑانے کی مدت سے پہلے پہلے ہو۔'' [ترمذی، کتاب الرضاع، باب ما جاء ما ذکر أن الرضاعة لا تحرم إلا في الصغر دون الحولين : ۱۱۵۲]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ نے فرمایا: ''اس کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی (ایک دایہ) مقرر ہے۔'' [بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی أولاد المسلمین : ۱۳۸۲]

وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ : یعنی باپ اس مطلقہ ماں کو جو دودھ پلائے گی، عرفِ عام کے مطابق کھانا اور کپڑا فراہم کرے گا اور جب وہ مطلقہ ماں اپنے بچے کو دودھ پلانے کے لیے تیار ہو تو باپ کے لیے یہ جائز نہیں کہ بچہ اس سے لے لے، یا یہ کہ دودھ پلانے کے باوجود اسے کھانا اور کپڑا فراہم نہ کرے۔ ارشاد فرمایا: ﴿لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾ [الطلاق : ۷] ''لازم ہے کہ وسعت والا اپنی وسعت میں سے خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو تو وہ اس میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔ اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے، عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔''

وَ اِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ : یعنی اگر باپ اپنے بچے کے لیے کوئی دوسری دودھ پلانے والی دایہ مقرر کرنا چاہے (اس لیے کہ ماں نے انکار کر دیا، یا وہ دودھ پلانے سے مجبور ہے، یا شادی کرنا چاہتی ہے) تو بھی کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ بطیبِ خاطر دایہ کو اس کی مناسب مزدوری دے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، تین آدمی ایسے ہیں جن کا میں قیامت کے دن دشمن ہوں گا، ایک وہ شخص جو میرا نام لے کر عہد کرے، پھر اس کو توڑ دے، دوسرا وہ شخص جو کسی آزاد کو (پکڑ کر) بیچے اور اس کی قیمت کھا جائے اور وہ شخص جو کسی مزدور کو اجرت پر رکھے، پھر اس سے مزدوری تو پوری لے لیکن اس کی اجرت اسے نہ دے۔'' [بخاری، کتاب الإجارۃ، باب إثم من منع أجر الأجیر : ۲۲۷۰]

وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾

''اور جو لوگ تم میں سے فوت کیے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ (بیویاں) اپنے آپ کو چار مہینے اور دس راتیں انتظار

میں رکھیں، پھر جب اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو وہ اپنی جانوں کے بارے میں معروف طریقے سے کریں اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو پوری طرح باخبر ہے۔‘‘

طلاق کی عدت بیان کرنے کے بعد اب وفات کی عدت بیان کی جا رہی ہے کہ اگر کوئی آدمی وفات پا جائے اور اس کی بیوی غیر حاملہ ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اس کے بعد اگر وہ عورت شرعی حدود میں زینت اختیار کرے اور شادی کرنے کا ارادہ ظاہر کرے تو اولیاء کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اسے منع کریں۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس سے کسی آدمی نے نکاح کیا مگر اس سے ازدواجی تعلق قائم کرنے سے پہلے ہی فوت ہو گیا اور اس نے اس کے لیے مہر کا تعین بھی نہیں کیا تھا۔ لوگوں نے اس مسئلہ کے لیے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف کئی بار رجوع کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں اس کا جواب اپنی رائے سے دیتا ہوں۔ اس عورت کو مہر کامل ملے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اسے مہر مثل ملے گا، نہ کم اور نہ زیادہ اور اسے عدت بھی گزارنا ہو گی اور اسے میراث سے حصہ بھی ملے گا۔ اگر یہ فیصلہ صحیح ہوا تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گا اور اگر غلط ہوا تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہو گا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہوں گے۔ آپ کا یہ جواب سن کر سیدنا معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ نے کہا، اے ابن مسعود! میں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بروع بنت واشق کے بارے میں یہی فیصلہ فرمایا تھا۔ یہ بات سن کر سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بے حد خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا کہ ان کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے موافقت کر گیا ہے۔ ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ اشجع خاندان کے کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق کے بارے میں یہی فیصلہ فرمایا تھا۔ [أبو داوٗد، كتاب النكاح، باب فيمن تزوج ولم يسم لها صداقًا حتى مات : ۲۱۱۶۔ ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء في الرجل يتزوج المرأة فيموت عنها قبل أن يفرض لها : ۱۱۴۵۔ مسند أحمد : ۴۸۰/۳، ح : ۱۵۹۴۹]

سیدہ سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے شوہر سعد بن خولہ جب حجۃ الوداع میں فوت ہوئے تو وہ حاملہ تھیں، ان کی وفات کے کچھ ہی دن بعد انھوں نے بچے کو جنم دے دیا۔ ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ انھوں نے چند راتوں کے بعد ہی بچے کو جنم دے دیا۔ جب وہ نفاس سے فارغ ہوئیں تو انھوں نے منگنی کا پیغام بھیجنے والوں کے لیے آرائش و زیبائش کا اہتمام کیا۔ تو ان کے پاس بنی عبد الدار کے آدمی ابو سنابل بن بعکک رضی اللہ عنہ آئے تو انھوں نے کہا، کیا بات ہے؟ شاید تم نے منگنی کا پیغام دینے والوں کے لیے آرائش و زیبائش کر رکھی ہے، شاید تمھارا نکاح کا ارادہ ہے؟ واللہ! تم چار ماہ دس دن سے پہلے نکاح نہیں کر سکتیں۔ سبیعہ نے کہا کہ جب انھوں نے یہ بات کہی تو میں نے شام کے وقت کپڑے بدلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے فتویٰ دیا کہ بچے کو جنم

دینے کے بعد تم حلال ہوگئی ہو اور آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو نکاح کر سکتی ہو۔ [بخاری، کتاب المغازی، بابٌ : ۳۹۹۱۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها و غيرها بوضع الحمل : ۱۴۸۴]

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی بھی عورت کے لیے، جس کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہو، یہ حلال نہیں کہ وہ کسی بھی میت پر تین راتوں سے زیادہ سوگ منائے، ہاں، البتہ وہ اپنے شوہر کی وفات کی صورت میں چار ماہ دس دن تک سوگ منائے گی۔'' [بخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفى عنها أربعة أشهر وعشرًا : ۵۳۳۴۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الإحداد فی عدة الوفاة ...... الخ : ۱۴۸۶]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کی، اے اللہ کے رسول! میری بیٹی کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے تو کیا ہم اس کی آنکھوں میں سرمہ ڈال سکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں!'' آپ نے دو یا تین بار فرمایا: ''نہیں!'' پھر فرمایا: ''یہ مدت چار ماہ اور دس دن ہے، جبکہ تم میں سے کوئی ایک زمانۂ جاہلیت میں ایک سال تک انتظار کر کے مینگنی پھینکتی تھی (تب عدت سے فارغ ہوتی تھی)۔'' [بخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفى عنها أربعة أشهر وعشرًا : ۵۳۳۶۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الحداد فی عدة الوفاة...... الخ : ۱۴۸۸]

زینب بنت ام سلمہ سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا تو وہ ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں خراب کپڑے پہن کر بیٹھ جاتی تھی اور خوشبو نہیں لگاتی تھی، یہاں تک کہ ایک سال گزر ے، پھر کوئی جانور گدھا یا بکری یا پرندہ لایا جاتا، پھر وہ عورت اس پر ہاتھ پھیرتی، بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ وہ جانور زندہ بچتا، ورنہ اکثر مر جاتا تھا، پھر وہ اس کوٹھڑی سے نکلتی، پھر اسے مینگنی دی جاتی، وہ مینگنی پھینکتی، پھر وہ جو خوشبو وغیرہ چاہتی لگاتی۔ (ایک اور روایت میں ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کتا اس کے پاس سے گزرتا تو وہ اسے مینگنی مارتی تھی۔'' [بخاری، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفى عنها أربعة أشهر وعشرًا : ۵۳۳۷۔ مسلم، کتاب الطلاق، باب وجوب الإحداد فی عدة الوفاة ...... الخ : ۱۴۸۹]

وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَ لٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّاۤ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ۬ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾

رکوع ۳۰ ۱۴

''اور تم پر اس بات میں کچھ گناہ نہیں جس کے ساتھ تم ان عورتوں کے پیغام نکاح کا اشارہ کرو، یا اپنے دلوں میں چھپائے رکھو، اللہ جانتا ہے کہ تم انھیں ضرور یاد کرو گے، اور لیکن ان سے پوشیدہ عہد و پیمان مت کرو، مگر یہ کہ کوئی معروف بات کرو

اور نکاح کی گرہ پختہ نہ کرو، یہاں تک کہ لکھا ہوا حکم اپنی مدت کو پہنچ جائے اور جان لو کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے۔ پس اس سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔''

اس آیت میں شوہر کی وفات کی عدت گزارنے والی اور مطلقہ بائنہ کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے ایسی عورتوں کو شادی کا پیغام تو نہیں دیا جا سکتا، البتہ جو شخص شادی کرنا چاہے وہ اشارے کنائے میں اسے یہ سمجھانے کی کوشش کر سکتا ہے کہ وہ اس سے شادی کی خواہش رکھتا ہے، لیکن پوشیدہ طور پر اس سے شادی کی بات طے کر لینا جائز نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ﴿ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص (کسی ایسی عورت سے جو عدت میں ہو) یہ کہے کہ میرا شادی کرنے کا پروگرام ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے کوئی نیک بیوی عطا فرمائے۔ [بخاری، کتاب النکاح، باب قول اللہ عزوجل: ﴿ ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ......الخ ﴾ : ۵۱۶۴]

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ان کے شوہر ابو عمرو بن حفص رضی اللہ عنہ نے انھیں تیسری طلاق بھی دے دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزاریں اور فرمایا: ''جب تمھاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے بتا دینا۔'' وہ کہتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: ''اسامہ بن زید سے نکاح کر لو۔'' [مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقۃ البائن لا نفقۃ لھا : ۱۴۸۰۔ مسند أحمد : ۴۱۲/۶، ح : ۲۷۳۹۴]

مگر وہ عورت جسے رجعی طلاق دی گئی ہو تو اس کے شوہر کے سوا کسی دوسرے شخص کے لیے اشارہ کنایہ سے بات کرنا بھی جائز نہیں، کیونکہ ابھی تک اس پر اس کے شوہر کا حق ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾

''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو، جب تک تم نے انھیں ہاتھ نہ لگایا ہو، یا ان کے لیے کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو اور انھیں سامان دو، وسعت والے پر اس کی طاقت کے مطابق اور تنگی والے پر اس کی طاقت کے مطابق ہے، سامان معروف طریقے کے مطابق دینا ہے، نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی عورت کو طلاق دینے کا مسئلہ بیان کیا ہے جس کے ساتھ شوہر نے ابھی مباشرت نہ کی ہو اور نہ اس کا مہر مقرر کیا ہو۔ ایسی عورت کو شوہر اپنے حسب حال کچھ مال یا کوئی ہدیہ دے دے گا۔ اس سے مقصود

عورت اور اس کے گھر والوں کی دل جوئی کرنا ہے، تاکہ طلاق کی وجہ سے انھیں جو تکلیف ہوئی ہے اس کا کچھ مداوا ہو سکے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [البقرة: ٢٤١] ”اور ان عورتوں کے لیے جنھیں طلاق دی گئی ہے، کچھ نہ کچھ سامان دینا معروف طریقے سے (لازم) ہے، پرہیز گاروں پر یہ حق ہے۔“

اس اعانت کو ”متعۂ طلاق“ کہا جاتا ہے۔ سہل بن سعد اور ابو اسید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا، اسے جب آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور آپ نے اپنا دست مبارک اس کی طرف بڑھایا تو اس نے گویا اسے ناپسند کیا تو آپ نے ابو اسید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے (رخصت کرنے کے لیے) تیار کر دیا جائے اور اسے سفید کتان کے دو (سوتی) کپڑے پہننے کے لیے دے دیے جائیں۔ [بخاری ، کتاب الطلاق ، باب من طلق …… الخ : ٥٢٥٦، ٥٢٥٧]

وَ اِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّاۤ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

”اور اگر تم انھیں اس سے پہلے طلاق دے دو کہ انھیں ہاتھ لگاؤ، اس حال میں کہ تم ان کے لیے کوئی مہر مقرر کر چکے ہو تو تم نے جو مہر مقرر کیا ہے اس کا نصف (لازم) ہے، مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں، یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور یہ (بات) کہ تم معاف کر دو تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، بے شک اللہ اس کو جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔“

اس میں ایسی عورت کے متعلق بیان کیا جا رہا ہے جس کے ساتھ شوہر نے مباشرت نہ کی ہو لیکن حق مہر مقرر کیا ہو۔ اس صورت میں خاوند کے لیے ضروری ہے کہ نصف مہر ادا کرے، الا یہ کہ عورت اپنا یہ حق معاف کرے۔ اس صورت میں خاوند کو کچھ نہیں دینا پڑے گا۔

اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ : اس سے مراد خاوند ہے، کیوں کہ نکاح کی گرہ (اس کا توڑنا اور باقی رکھنا) اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ نصف حق مہر معاف کر دے یعنی ادا شدہ حق مہر میں سے نصف مہر واپس لینے کی بجائے اپنا یہ حق (نصف مہر) معاف کر دے اور پورے کا پورا مہر عورت کو دے دے۔ بعض نے آیت کے اس جملہ سے عورت کا ولی مراد لیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں، ایک تو عورت کے ولی کے ہاتھ میں عقدۃ النکاح نہیں، دوسرے مہر عورت کا حق اور اس کا مال ہے، اسے معاف کرنے کا حق بھی ولی کو نہیں۔ اس کے متعلق شریح رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ﴿ الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ﴾ سے مراد کیا عورت کا ولی ہے؟ انھوں نے فرمایا،

نہیں، بلکہ اس سے مراد (اس کا) خاوند ہے۔[سنن الدارقطنی : ۲۷۷/۳، ح : ۳۶۵۸]

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝

''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نمازکی اور اللہ کے لیے فرماں بردار ہو کر کھڑے رہو۔''

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ : حفاظت سے مراد وقت کا خیال رکھنا ہے۔ارشاد فرمایا:﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾[المؤمنون : ۹ تا ۱۱]''اور وہی جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔یہی لوگ ہیں جو وارث ہیں۔جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴾[المعارج : ۳۴، ۳۵]''اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں۔''

سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ہم نماز میں بات کر لیا کرتے تھے، آدمی اپنے بھائی سے اپنی ضرورت کی بات کر لیا کرتا تھا، یہاں تک یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴾''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے لیے فرماں بردار ہو کر کھڑے رہو۔'' تو ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ قوموا للہ قانتین ﴾ : ۴۵۳۴۔ مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ ...... الخ : ۵۳۹]

سیدنا معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ نے جب نماز میں گفتگو کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''اس نماز میں لوگوں سے گفتگو کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ اس میں تو تسبیح و تکبیر اور قراءت قرآن ہے۔''[مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ ...... الخ : ۵۳۷]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نماز اپنے وقت پر (ادا کرنا)۔''[بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل الصلوٰۃ لوقتها : ۵۲۷۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون الإیمان باللہ تعالٰی أفضل الأعمال : ۸۵]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز کو اس کے وقت پر پڑھو۔''[مسلم، کتاب المساجد، باب کراهة تأخیر الصلوٰۃ عن وقتها ...... الخ : ۶۴۸]

وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى : اس کے متعلق گو اختلاف ہے مگر اکثر علماء کے نزدیک اس سے مراد عصر کی نماز ہے، یہی صحیح اور راجح ہے۔متعدد احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ان کافروں کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، انھوں نے ہمیں نماز وسطیٰ سے روک دیا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔''[بخاری، کتاب الجهاد، باب الدعاء علی المشرکین بالهزیمة والزلزلة : ۲۹۳۱۔ مسلم، کتاب المساجد، باب الدلیل لمن قال الصلوٰۃ الوسطٰی هی صلوٰۃ العصر : ۶۲۷]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، مشرکین نے (خندق کی لڑائی میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عصر سے روک دیا (جنگ کی شدت کی وجہ سے مہلت نہ مل سکی کہ آپ نماز عصر ادا کرتے اور نماز خوف کا حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا) یہاں تک کہ سورج زرد ہو گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انھوں نے ہمیں نماز وسطیٰ (یعنی) عصر کی نماز سے روک دیا، اللہ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔'' [مسلم، کتاب المساجد، باب الدلیل لمن قال الصلوة الوسطی هی صلوة العصر : ۶۲۸]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کی نماز عصر فوت ہوگئی، گویا اس کے اہل و عیال اور مال سب لوٹ لیا گیا۔'' [بخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب إثم من فاتته العصر : ۵۵۲۔ مسلم، کتاب المساجد، باب التغلیظ فی تفویت صلوة العصر : ۶۲۶]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کا عمل ضائع ہو گیا۔'' [بخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب من ترك العصر : ۵۵۳]

وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ : ''اور فرماں بردار ہو کر کھڑے رہو'' یعنی نماز میں کوئی ایسی حرکت نہ کرو جس سے معلوم ہو کہ آدمی نماز کی حالت میں نہیں ہے، جیسے کھانا پینا اور کسی سے بات کرنا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے اور ہم آپ کو سلام کرتے تو آپ ہمارے سلام کا جواب دیا کرتے تھے، پھر جب ہم (حبشہ سے) واپس آئے، ہم نے آپ کو سلام کیا، آپ نے ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا اور (بعد میں) فرمایا: ''نماز میں آدمی کو فرصت کہاں۔'' [بخاری، کتاب العمل فی الصلوة، باب ما ینهی من الکلام فی الصلوة : ۱۱۹۹۔ مسلم، کتاب المساجد، باب تحریم الکلام فی الصلوة ...... الخ : ۵۳۸]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نماز میں سلام کیا جاتا تو آپ کس طرح جواب دیتے تھے؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے۔ [ترمذی، کتاب الصلٰوة، باب ما جاء فی الإشارة فی الصلوة : ۳۶۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کسی کو نماز میں جماہی آئے تو جہاں تک ہو سکے اسے روکے۔'' [مسلم، کتاب الزهد، باب تشمیت العاطس و کراهة التثاؤب : ۲۹۹۴]

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں منہ موڑنے اور ادھر ادھر دیکھنے کے متعلق سوال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو ڈاکا ہے، جو شیطان بندے کی نماز پر ڈالتا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الالتفات فی الصلوة : ۷۵۱]

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جس نے ان کے لیے اچھا وضو کیا، ان کو وقت پر ادا کیا اور ان کے رکوع و خشوع کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ کا اس کے لیے وعدہ

ہے کہ اسے بخش دے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا، اللہ کا اس سے کوئی وعدہ نہیں، خواہ بخشے خواہ عذاب دے۔'' [أبو داوٗد، کتاب الصلوة، باب المحافظة علی الصلوات : ٤٢٥]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں کا کیا حال ہے کہ نماز میں اپنی نگاہیں اوپر اٹھاتے ہیں۔'' پھر اس سلسلہ میں آپ نے بہت سخت تنبیہ کی اور فرمایا: ''لوگ ایسا کرنے سے باز آ جائیں، ورنہ ان کی نظریں اچک لی جائیں گی۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب رفع البصر إلی السماء فی الصلوة : ٧٥٠۔ مسلم، کتاب الصلوة، باب النهی عن رفع البصر إلی السماء فی الصلوة : ٤٢٩، عن أبی هريرة رضی الله عنه]

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾

''پھر اگر تم ڈرو تو پیدل پڑھ لو یا سوار، پھر جب امن میں ہو جاؤ تو اللہ کو یاد کرو جیسے اس نے تمھیں سکھایا ہے، جو تم نہیں جانتے تھے۔''

یعنی دشمن سے خوف کے وقت بھی نماز معاف نہیں ہے، بلکہ جس طرح بھی ممکن ہے، پیادہ چلتے ہوئے، سواری پر بیٹھے ہوئے نماز پڑھ لو، تاہم جب خوف کی حالت ختم ہو جائے تو پھر اسی طرح نماز پڑھو جس طرح سکھلایا گیا ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا : نافع بیان کرتے ہیں کہ اگر سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نماز خوف کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ اس کا طریقہ بیان کر دیتے، پھر فرماتے کہ اگر خوف بہت زیادہ ہو تو پھر پیادہ ہو یا سوار، قبلہ رخ ہو یا نہ ہو، جس طرح ممکن ہو نماز پڑھ لو۔ نافع بیان کرتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے بیان کیا کرتے تھے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله : ﴿ فإن خفتم فرجالاً أو ركبانا فإذا أمنتم ...... الخ ﴾ : ٤٥٣٥۔ مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب صلوة الخوف : ٨٣٩/٣٠٦]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے نبی کی زبانی حضر میں نماز کی چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں اور حالت خوف میں ایک ہی رکعت فرض قرار دی ہے۔ [مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها : ٦٨٧۔ أبو داوٗد، کتاب صلاة السفر، باب من قال يصلی بكل طائفة ركعة ولا يقضون : ١٢٤٧]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تستر کے قلعے کے محاصرے کے وقت موجود تھا، فجر کا وقت تھا، گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا کہ نماز پڑھنا بھی ممکن نہیں تھا، لہٰذا اس نماز کو ہم نے سورج بلند ہونے کے بعد ادا کیا۔ ہم نے اس نماز کو سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح سے بھی نوازا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اس نماز سے مجھے جس قدر خوشی ملی تھی وہ دنیا و مافیها سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ [بخاری، کتاب صلوة الخوف، باب الصلاة عند مناهضة الحصون ولقاء العدو، قبل الحديث : ٩٤٥]

ارشاد فرمایا: ﴿ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴾ [النساء: ۱۰۳]

فَاِذَآ اٰمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

''پھر جب تم نماز پوری کرلو تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے یاد کرو، پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز قائم کرو۔ بے شک نماز ایمان والوں پر ہمیشہ سے ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔''

سیدنا مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز اسی طریقہ سے پڑھو جس طریقہ سے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔'' [بخاری، کتاب الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا كانوا جماعة ...... الخ : ٦٣١]

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾

''اور جو لوگ تم میں سے فوت کیے جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ اپنی بیویوں کے لیے ایک سال تک نکالے بغیر سامان دینے کی وصیت کریں، پھر اگر وہ نکل جائیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ معروف طریقے میں سے اپنی جانوں کے بارے میں کریں اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

آیت کا معنی یہ ہے کہ جب کسی آدمی کی موت قریب ہو تو وہ اپنی بیویوں کے لیے ورثا کو وصیت کر جائے کہ انھیں ایک سال تک گھر سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جائے اور انھیں نفقہ بھی دیا جائے، لیکن اگر وہ خود ہی شوہر کے گھر سے نکل جائیں اور زینت و خوشبو استعمال کرنے لگیں اور اشارے کنائے میں شادی کی بات کرنے لگیں تو شوہر کے اولیاء کو کوئی گناہ نہیں ہوگا اور ایسی صورت میں نفقہ و مسکن واجب نہیں ہوگا۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا، جب بیوی کے لیے میراث میں حصہ نہ تھا اور عدت کی مدت ایک سال تھی، اسے اختیار ہوتا تھا کہ چاہے تو شوہر کے گھر میں عدت کی مدت گزارے اور نفقہ لے اور چاہے تو سال پورا ہونے سے پہلے ہی گھر سے نکل جائے، تب اس کے لیے نہ نفقہ ہوتا تھا اور نہ مسکن۔

اس کے بعد اسی سورت کی آیت (۲۳۴) نازل ہوئی، جس کے مطابق عورتوں کی عدت چار ماہ دس دن ہو گئی۔ اس طرح نفقہ و مسکن کی وصیت کا حکم آیت میراث کے ذریعے منسوخ ہو گیا اور بیوی کے لیے خاوند کی جائداد کا چوتھایا آٹھواں حصہ مقرر کر دیا گیا۔

لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں۔ اس میں عدت بیان ہی نہیں ہوئی بلکہ میت کے اولیاء کو وصیت کا ذکر ہے کہ وہ عورت کی دل جوئی کی خاطر اور مرنے والے سے اظہار محبت و اخلاص کے طور پر چار ماہ دس دن

کے بعد مزید سات ماہ بیس دن شوہر کے گھر میں رہنے دیں، ہاں اگر عورت چار ماہ دس دن یا وضع حمل کے بعد اپنی مرضی سے اس گھر سے منتقل ہونا چاہے تو اس کی مرضی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آیت میراث کے باوجود چار ماہ دس دن اس گھر میں رہنے کا لازمی حکم دے سکتا ہے، تو سال کے باقی ماندہ دن اختیاری طور پر وہاں رہنے کی اجازت کا حکم بھی دے سکتا ہے اور یہ آیت میراث کے خلاف نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ﴾ کو دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے، تو آپ نے اسے کیوں لکھا، اسے چھوڑ کیوں نہ دیا؟ تو انھوں نے فرمایا، بھتیجے! میں قرآن مجید کی کسی چیز کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کروں گا۔[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ والذین یتوفون منکم ویذرون أزواجا ...... الخ ﴾ : ۴۵۳۰]

مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ آیت: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ﴾[البقرۃ : ۲۳۴] اور جو لوگ تم میں سے فوت کیے جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ (بیویاں) اپنے آپ کو چار مہینے اور دس راتیں انتظار میں رکھیں۔'' یہ جس کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت تھی اور عورت کے لیے یہ واجب تھا کہ اس عدت کو وہ اپنے شوہر کے اہل خانہ ہی میں گزارے، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ﴾ [البقرۃ : ۲۴۰]''اور جو لوگ تم میں سے فوت کیے جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں وہ اپنی بیویوں کے لیے ایک سال تک نکالے بغیر سامان دینے کی وصیت کریں، پھر اگر وہ نکل جائیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ معروف طریقے میں سے اپنی جانوں کے بارے میں کریں۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے سات ماہ بیس دن بطور وصیت شامل کر کے ایک سال کی مدت پوری کر دی، لہٰذا اگر وہ چاہے تو وصیت کے ایام (۷ ماہ ۲۰ دن) میں خاوند کے گھر رہے اور اگر چاہے تو چلی جائے۔ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ﴾''پھر اگر وہ نکل جائیں تو تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں۔'' یعنی چار ماہ دس دن کی عدت اسی طرح اس پر واجب ہے جس طرح پہلے تھی۔ ابن ابونجیح کہتے ہیں کہ یہ مجاہد کا قول ہے۔ اور عطاء رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بیان کیا ہے کہ اس آیت نے اس حکم کو منسوخ کر دیا کہ عورت عدت اپنے شوہر کے اہل خانہ میں گزارے اور اب یہ حکم دیا کہ وہ جہاں چاہے عدت گزارے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ﴾''وہ گھر سے نہ نکالی جائیں۔'' عطاء فرماتے ہیں کہ اگر چاہے تو وہ خاوند کے اہل خانہ میں عدت گزارے اور وصیت کے مطابق سکونت رکھے اور چاہے تو چلی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ ﴾''تو تم پر اس کے بارے میں کچھ گناہ نہیں جو وہ (دستور کے مطابق) اپنے معاملے میں کریں۔'' عطاء فرماتے ہیں، اس کے بعد آیت میراث نازل ہوئی

تو اس نے سکونت کو منسوخ کر دیا اور اختیار دے دیا کہ وہ جہاں چاہے عدت گزارے، اس کے لیے سکونت نہیں ہے۔
[بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ و الذین یتوفون منکم و یذرون أزواجا ...... الخ ﴾ : ٤٥٣١]

زینب بنت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فُرَیْعَہ بنت مالک بن سنان، جو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن ہے، اس نے انھیں بتایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ اجازت طلب کرنے کے لیے آئیں کہ وہ اپنے خاندان بنی خدرہ میں چلی جائیں، کیونکہ ان کا شوہر جب اپنے بھاگ جانے والے غلاموں کی تلاش میں نکلا اور اس نے انھیں قدوم کی جانب جا پکڑا تو انھوں نے اسے قتل کر دیا۔ فُرَیْعَہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خاندان بنی خدرہ میں واپس جانے کی اجازت طلب کی اور کہا کہ میرے شوہر نے اپنی ملکیت کا نہ کوئی مکان اپنے پیچھے چھوڑا ہے اور نہ نفقے کے لیے کوئی سامان، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں (ٹھیک ہے)۔'' اور جب میں واپس جانے لگی اور ابھی حجرے ہی میں تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، یا آپ نے کسی کو حکم دیا کہ وہ مجھے بلائے تو آپ نے فرمایا: ''تم نے کیا کہا تھا؟'' میں نے اپنے شوہر کا سارا قصہ دوبارہ بیان کر دیا تو آپ نے فرمایا: ''اپنے گھر ہی میں رہو، حتیٰ کہ حکم الٰہی پورا ہو جائے۔'' پھر بیان کرتی ہیں کہ اس فرمان نبوی کے بعد میں نے چار ماہ دس دن اسی گھر میں گزارے۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور میں مجھ سے یہ مسئلہ پوچھا تھا۔ میں نے جب انھیں بتایا تو انھوں نے بھی اسی فرمان نبوی کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ [موطأ إمام مالك، كتاب الطلاق، باب مقام المتوفى عنها زوجها فى بيتها حتى تحل : ۸۷۔ أبو داؤد، كتاب الطلاق، باب فى المتوفى عنها تنتقل : ۲۳۰۰۔ ترمذى، كتاب الطلاق و اللعان، باب ما جاء أين تعتد المتوفى عنها زوجها : ۱۲۰۴]

وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾

ع ۳۱ / ۱۵

''اور ان عورتوں کے لیے جنھیں طلاق دی گئی ہے، کچھ نہ کچھ سامان دینا معروف طریقے سے (لازم) ہے، پرہیز گاروں پر یہ حق ہے۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم سمجھو۔''

وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ : یہ حکم عام ہے جو ہر مطلقہ عورت کو شامل ہے۔ کچھ نہ کچھ سامان دینے کا مطلب یہ ہے کہ طلاق کے بعد (مہر کے علاوہ) عورت کو کچھ دیا جائے، تاکہ عورت کی کچھ دل جوئی ہو جائے، یہ احسان کا تقاضا ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚۖ وَّ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًۢا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ [البقرة : ۲۳۶] ''تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو، جب تک تم نے انھیں ہاتھ نہ لگایا ہو، یا ان کے لیے کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو اور انھیں سامان دو، وسعت والے پر اس کی طاقت کے مطابق اور تنگی والے پر اس کی طاقت کے مطابق ہے، سامان معروف

طریقے کے مطابق دینا ہے، نیکی کرنے والوں پر یہ حق ہے۔" اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴾ [الأحزاب : ٤٩] "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر انھیں طلاق دے دو، اس سے پہلے کہ انھیں ہاتھ لگاؤ تو تمھارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں، جسے تم شمار کرو، سو انھیں سامان دو اور انھیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا۔"

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾

"کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے، جب کہ وہ کئی ہزار تھے، تو اللہ نے ان سے کہا مر جاؤ، پھر انھیں زندہ کر دیا۔ بے شک اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اور اللہ کے راستے میں لڑو اور جان لو کہ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

یہ واقعہ کسی سابقہ امت کا ہے جس کی تفصیل کسی صحیح حدیث میں بیان نہیں کی گئی۔ دشمن کے حملہ کے وقت قتل ہونے کے ڈر سے ہزاروں کی تعداد میں ہونے کے باوجود مقابلہ کرنے کی بجائے اپنے گھر بار چھوڑ کر بھاگ پڑے، لیکن بھاگ کر وہ موت سے نہ بچ سکے اور اللہ نے ان سب پر موت طاری کر دی۔ پھر اللہ نے ان پر کرم فرمایا اور انھیں زندہ کر دیا۔ اگلی آیت میں جہاد کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے اس واقعے کے بیان میں یہی حکمت ہے کہ جہاد سے جی مت چراؤ۔ موت و حیات تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اس موت کا وقت بھی متعین ہے جسے جہاد سے گریز و راہ فرار اختیار کر کے تم ٹال نہیں سکتے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ﴾ [آل عمران: ١٤٥] "اور کسی جان کے لیے کبھی ممکن نہیں کہ اللہ کے حکم کے بغیر مر جائے، لکھے ہوئے کے مطابق جس کا وقت مقرر ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ [آل عمران: ١٦٨] "جنھوں نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا اور خود بیٹھے رہے، اگر وہ ہمارا کہنا مانتے تو قتل نہ کیے جاتے۔ کہہ دے پھر اپنے آپ سے موت کو ہٹا دینا، اگر تم سچے ہو۔" اور فرمایا: ﴿ وَ قَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ

﴿ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [النساء : ۷۷، ۷۸] ''اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب! تو نے ہم پر لڑنا کیوں لکھ دیا، تو نے ہمیں ایک قریب وقت تک مہلت کیوں نہ دی؟ کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمھیں پا لے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا١ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ﴾ [آل عمران : ۱۵٤] ''کہتے تھے اگر اس معاملے میں ہمارا کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے، کہہ دے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی جن لوگوں پر قتل ہونا لکھا جا چکا تھا اپنے لیٹنے کی جگہوں کی طرف ضرور نکل آتے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، حتیٰ کہ جب آپ مقام ''سرغ'' پر پہنچے تو لشکروں کے قائد ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی، انھوں نے بتایا کہ شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے (تو صحابہ کا آپس میں اختلاف ہو گیا کہ شام جایا جائے یا نہ)...... اتنے میں سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے جو اپنے کسی کام کے لیے گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے پاس اس سلسلے میں علم ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جب تم سنو کہ کسی زمین میں وبا پھیلی ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی زمین کے بارے میں تم یہ سنو کہ وہاں وبا پھیلی ہوئی ہے اور تم وہاں موجود ہو تو اس سے فرار اختیار کرتے ہوئے وہاں سے نہ نکلو۔'' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان نبوی سن کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور واپس تشریف لے آئے۔ [بخاری، کتاب الطب، باب ما یذکر فی الطاعون : ۵۷۲۹۔ مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرۃ والکھانۃ و نحوھا : ۲۲۱۹]

آیت نمبر (۲۴۴) میں فرمایا کہ جس طرح جان بچانا تقدیر سے نہیں بچاتا اسی طرح جہاد سے فرار اور اجتناب سے نہ موت قریب ہوتی ہے نہ دور، بلکہ اجل اور رزق کا فیصلہ ہو چکا ہے، اس میں کمی یا زیادتی نہیں ہو سکتی۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً١ؕ وَ اللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُۜطُ١۪ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۴۵

''کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، پس وہ اسے اس کے لیے بہت زیادہ گنا بڑھا دے اور اللہ بند کرتا اور کھولتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا : اس سے پہلی آیت میں اللہ کے راستے میں لڑنے کا حکم تھا۔ اب جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔ ''قرض حسن'' سے مراد یہ ہے کہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کرے اور اس میں ریا کاری یا کسی کو ستانے اور اس پر احسان رکھنے کا جذبہ کار فرما نہ ہو۔ اللہ کا کرم دیکھیے کہ خود

ہی سب کچھ عطا کر کے بندوں سے مانگ رہا ہے اور اسے اپنے ذمے قرض قرار دے رہا ہے۔

فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً : ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الحدید : ۱۸] ''بلاشبہ صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا، انھیں کئی گنا دیا جائے گا اور ان کے لیے باعزت اجر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴾ [التغابن : ۱۷] ''اگر تم اللہ کو قرض دو گے، اچھا قرض تو وہ اسے تمھارے لیے کئی گنا کر دے گا اور تمھیں بخش دے گا اور اللہ بڑا قدر دان، بے حد بردبار ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَ لَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الحدید : ۱۱] ''کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، تو وہ اسے اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اس کے لیے باعزت اجر ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾ [المزمل : ۲۰] ''اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرض دو، اچھا قرض دینا۔'' اور فرمایا: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۶۱] ''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے اور فرماتا ہے، کون ہے جو مجھ سے دعا کرے، میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے، میں اس کو دوں؟ پھر دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتا ہے، کون ہے جو ایسی ہستی کو قرض دے جو نہ محتاج ہے اور نہ ظالم۔'' [مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی الدعاء والذکر فی آخر اللیل ...... الخ : ۱۷۱/ ۷۵۸]

وَ اللّٰهُ يَقْبِضُ وَ يَبْصُۜطُ : ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ﴾ [الرعد : ۲۶] ''اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ﴾ [سبا : ۳٦] ''کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر دن جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک اس طرح کہتا ہے، اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور دے اور دوسرا اس طرح کہتا ہے، اے اللہ! روکنے والے کے مال کو تلف کر دے۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالی: ﴿ فأما من أعطی واتقی ...... الخ ﴾ : ۱٤٤۲۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی المنفق والممسك : ۱۰۱۰]

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: ''خرچ کرتی رہو، گن گن کر نہ رکھو، ورنہ

اللہ بھی گن گن کر دے گا، (مال کو) روک کر نہ رکھو، ورنہ اللہ بھی تم سے (ہاتھ) روک لے گا۔" [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الحث علی الإنفاق و کراهة الإحصاء : ۲۹ -۱۰۲۹۔ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقة فیما استطاع : ۱۴۳۴]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآىِٕنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْۤ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾

"کیا تو نے موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کو نہیں دیکھا، جب انھوں نے اپنے ایک نبی سے کہا ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر کہ ہم اللہ کے راستے میں لڑیں۔ اس نے کہا یقیناً تم قریب ہو کہ اگر تم پر لڑنا فرض کر دیا جائے تو تم نہ لڑو۔ انھوں نے کہا اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ کے راستے میں نہ لڑیں، حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں اور ہمارے بیٹوں سے نکال دیا گیا ہے۔ پھر جب ان پر لڑنا فرض کر دیا گیا تو ان میں سے بہت تھوڑے لوگوں کے سوا سب پھر گئے اور اللہ ان ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔ اور ان سے ان کے نبی نے کہا بے شک اللہ نے تمھارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انھوں نے کہا اس کی حکومت ہم پر کیسے ہو سکتی ہے، جبکہ ہم حکومت کے اس سے زیادہ حق دار ہیں اور اسے مال کی کوئی وسعت بھی نہیں دی گئی؟ فرمایا بے شک اللہ نے اسے تم پر چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں زیادہ فراخی عطا فرمائی

ہے اور اللہ اپنی حکومت جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور ان کے نبی نے ان سے کہا بے شک اس کے بادشاہ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تمھارے پاس وہ صندوق آ جائے گا جس میں تمھارے رب کی طرف سے ایک تسلی ہے اور اس میں سے چند باقی ماندہ چیزیں ہیں جو موسیٰ کی آل اور ہارون کی آل نے چھوڑا تھا، فرشتے اسے اٹھائے ہوئے ہوں گے، بے شک اس میں تمھارے لیے یقیناً ایک نشانی ہے، اگر تم مومن ہو۔ پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر جدا ہوا تو کہا بے شک اللہ ایک نہر کے ساتھ تمھاری آزمائش کرنے والا ہے، پس جس نے اس میں سے پیا تو وہ مجھ سے نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو بے شک وہ مجھ سے ہے، مگر جو اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر پانی لے لے۔ تو ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا سب نے اس سے پی لیا۔ تو جب وہ اور اس کے ساتھ وہ لوگ نہر سے پار ہو گئے جو ایمان لائے تھے، تو انھوں نے کہا آج ہمارے پاس جالوت اور اس کے لشکروں سے مقابلے کی کوئی طاقت نہیں۔ جو لوگ سمجھتے تھے کہ یقیناً وہ اللہ سے ملنے والے ہیں انھوں نے کہا کتنی ہی تھوڑی جماعتیں زیادہ جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آ گئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

بنی اسرائیل سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد کچھ عرصہ تو راہ حق پر چلتے رہے، پھر وہ آہستہ آہستہ دین حق سے منحرف ہونا شروع ہو گئے، انھوں نے دین میں بدعات ایجاد کر لیں، حتیٰ کہ بتوں کی پوجا شروع کر دی۔ انبیاء ان کو روکتے رہے لیکن یہ معصیت اور شرک سے باز نہیں آئے۔ اس کے نتیجے میں اللہ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا، جنھوں نے ان کے علاقے بھی چھین لیے اور ان کی ایک بڑی تعداد کو قیدی بنا لیا۔ ان میں نبوت وغیرہ کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ بالآخر بعض لوگوں کی دعاؤں سے شمویل نبی پیدا ہوئے، جنھوں نے دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا۔ انھوں نے پیغمبر سے یہ مطالبہ کیا کہ ہمارے لیے ایک بادشاہ مقرر کر دیں جس کی قیادت میں ہم دشمنوں سے لڑیں۔ پیغمبر نے ان کے سابقہ کردار کے پیش نظر کہا کہ تم مطالبہ تو کر رہے ہو لیکن میرا اندازہ ہے کہ تم اپنی بات پر قائم نہیں رہو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، جیسا کہ قرآن نے بیان کیا ہے کہ طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر کر دیا۔ اب طالوت اس نسل سے نہیں تھے جس سے بنی اسرائیل کے بادشاہوں کا سلسلہ چلا آ رہا تھا۔ یہ غریب اور ایک عام فوجی تھے جس پر انھوں نے اعتراض کیا۔ پیغمبر نے کہا یہ میرا انتخاب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے انھیں مقرر کیا ہے، پھر قیادت و سیادت کے لیے مال و دولت سے زیادہ عقل و علم اور جسمانی قوت و طاقت کی ضرورت ہوتی ہے اور طالوت اس اعتبار سے تم سب سے ممتاز ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں اس منصب کے لیے چن لیا ہے۔ اس پر انھوں نے مزید کسی نشانی کا مطالبہ کیا، تاکہ وہ پوری طرح مطمئن ہو جائیں تو نبی نے تابوت کے آ جانے کی نشانی بتائی کہ وہ تابوت جو دشمن تم سے چھین کر لے گیا تھا، جس کے ہوتے ہوئے تمھیں دشمن سے مقابلے کے وقت سکون و اطمینان حاصل رہتا تھا اور جس میں آل موسیٰ اور آل ہارون کی چند باقی ماندہ چیزیں تھیں، وہ تابوت تمھارے پاس آ جائے گا جسے فرشتے اٹھا لائیں گے۔ چنانچہ اس تابوت (صندوق) کے آ جانے سے بنی اسرائیل

کے حوصلے بلند ہو گئے اور وہ لڑنے کے لیے تیار ہو گئے اور طالوت کی سپہ سالاری کو قبول کر لیا۔ جب طالوت مع اپنی افواج کے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک دریا آتا تھا، طالوت نے حکم دیا کہ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھاری آزمائش ہے، لہٰذا کوئی بھی اس دریا میں سے پانی نہ پیے، اگر کوئی پینا ہی چاہتا ہے تو وہ ایک چلو سے زیادہ نہ پیے، لیکن بنی اسرائیل کے اکثر لوگوں نے نافرمانی کی اور خوب سیر ہو کر پانی پی لیا۔ پانی زیادہ پی لینے کی وجہ سے وہ لڑنے کے قابل نہ رہے اور ان کی اکثریت نے لڑنے سے انکار کر دیا۔ بہت تھوڑے لوگوں نے اللہ کے بھروسا پر جنگ کی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں فتح عطا فرمائی۔ آگے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹی سی جماعت کو ایک بہت بڑی فوج پر فتح عنایت فرمائی۔

اصحاب طالوت کی تعداد بیان کرتے ہوئے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ محمد ﷺ کے اصحاب نے جو بدر کی جنگ میں شریک تھے، مجھ سے بیان کیا، ان صحابہ کی تعداد جنھوں نے غزوۂ بدر میں شرکت فرمائی، تین سو دس سے زیادہ اور ان اصحاب طالوت کی تعداد کے برابر تھی جنھوں نے طالوت کے ساتھ دریا کو عبور کیا تھا اور سیدنا براء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ان کے ساتھ صرف مومنوں نے دریا عبور کیا تھا۔ [بخاری، کتاب المغازی، باب عدۃ أصحاب بدر : ۳۹۵۷]

كَمۡ مِّنۡ فِئَةٍ قَلِيۡلَةٍ غَلَبَتۡ فِئَةً كَثِيۡرَةًۢ بِاِذۡنِ اللّٰهِ : یعنی بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو تھوڑی جماعتیں صبر و استقامت کی وجہ سے بڑی جماعتوں پر غالب آ جاتی ہیں، کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ خیر القرون میں بھی کتنے ہی واقعات ایسے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے چھوٹے چھوٹے دستوں کو بڑی فوجوں پر فتح عطا فرمائی، مثلاً ابو عمران اسلم بیان کرتے ہیں کہ قسطنطنیہ کی لڑائی کے دوران میں ایک آدمی دشمن پر ٹوٹ پڑا تو لوگوں نے کہا، ٹھہر، ٹھہر! لا الٰہ الا اللہ ! یہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ اس پر سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد کی اور اسلام کو پھیلا دیا، تو ہم انصار نے آپس میں مشورہ کیا کہ آؤ! اب ہم اپنے اموال کی فکر کریں اور ان کی اصلاح کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَاَنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ اِلَى التَّهۡلُكَةِ﴾ [البقرۃ : ۱۹۵] ”اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو۔“ تو ہمارا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا یہ تھا کہ اپنے اموال کی اصلاح میں لگ جائیں اور جہاد چھوڑ دیں۔ پس سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ ہمیشہ میدان جہاد میں ڈٹے رہے، حتیٰ کہ روم کی سرزمین قسطنطنیہ میں دفن ہوئے۔ [أبو داوٗد، کتاب الجهاد، باب فی قوله عزوجل : ﴿ ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلكة ﴾ : ۲۵۱۲]

سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ بدر میں مجاہدین کی صف میں کھڑا تھا۔ جب میں نے اپنی

دائیں اور بائیں طرف توجہ کی تو دونوں طرف کم عمر انصاری نوجوانوں کو دیکھا اور ان کا دائیں بائیں ہونا مجھے پسند نہ آیا۔ اچانک ان میں سے ایک نے اس طرح کہ دوسرے ساتھی کو پتا نہ چلے مجھ سے کہا، چچا جان! مجھے ابوجہل دکھا دو۔ میں نے پوچھا، بھتیجے! تم اس کا کیا کرو گے؟ کہنے لگا، میں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے کہ اگر میں اس کو دیکھ لوں گا تو اسے قتل کر دوں گا، چاہے اس کوشش میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ پھر دوسرے نے بھی اسی طرح کہ اس کے ساتھی پر ظاہر نہ ہو، مجھ سے یہی پوچھا۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت ان دونوں نوجوانوں کے درمیان کھڑے ہو کر مجھے بہت خوشی ہوئی اور میں نے اشارے سے ان دونوں کو ابوجہل دکھا دیا۔ یہ دونوں ابوجہل کی طرف دو عقابوں کی طرح جھپٹے اور اسے قتل کر دیا۔ یہ دونوں سیدہ عفراء رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔[بخاری، کتاب المغازی، باب : ۳۹۸۸]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کے معرکہ میں شریک نہ ہو سکے تو انھیں اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ کہتے تھے پہلا معرکہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور میں اس سے غائب تھا، اللہ کی قسم! اگر اب اللہ تعالیٰ کسی معرکہ میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کرے گا تو اللہ دیکھے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اور کچھ کہنے سے رک گئے۔ آئندہ سال جب احد کا موقع آیا تو آپ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے اور کہنے لگے اے ابوعمرو! کہاں (کا ارادہ ہے)؟ پھر کہتے ہیں (سبحان اللہ) جنت کی خوشبو کے کیا کہنے، مجھے تو احد پہاڑ کے دوسری طرف سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔ پھر وہ بڑی شجاعت سے لڑے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ ان کے جسم پر اسی (۸۰) سے زیادہ تلوار، نیزے اور تیروں کے زخم پائے گئے۔ میری پھوپھی ربیع بنت نضر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اپنے بھائی کی شناخت صرف ہاتھ کے پوروں سے کی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (جب) یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾

[الأحزاب : ۲۳] ''مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے وہ بات سچ کہی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا، پھر ان میں سے کوئی تو وہ ہے جو اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وہ ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انھوں نے نہیں بدلا، کچھ بھی بدلنا'' تو صحابہ کرام سمجھتے تھے کہ یہ آیت انس بن نضر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[مسلم، کتاب الإمارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید : ۱۹۰۳]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ میدان بدر کی طرف چلے، یہاں تک کہ مشرکین سے پہلے وہاں پہنچ گئے، پھر مشرک بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا: ''جب تک میں آگے نہ بڑھوں تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کی طرف آگے نہ بڑھے۔'' جب مشرکین نزدیک آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس جنت کی طرف لپکو جس کی پہنائیاں آسمانوں اور زمین کے برابر ہیں۔'' (آپ کی یہ بات سن کر) عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے کہا، اے اللہ کے رسول! جنت کی پہنائیاں زمین و آسمان کے برابر؟ آپ نے جواب دیا: ''ہاں!'' انھوں نے کہا، بہت خوب، بہت خوب! رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم بہت خوب، بہت خوب کیوں کہہ رہے ہو؟'' انھوں نے کہا، اللہ کی قسم! اے اللہ کے رسول! کوئی بات نہیں سوائے اس کے کہ مجھے توقع ہے میں بھی اس جنت والوں میں سے ہوں گا۔ آپ نے فرمایا: ''تم بھی اس جنت والوں میں سے ہو۔'' اس کے بعد وہ اپنے توشہ دان سے کچھ کھجوریں نکال کر کھانے لگے، پھر بولے، اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا کہ اپنی یہ کھجوریں کھا لوں تو یہ زندگی لمبی ہو جائے گی، چنانچہ انھوں نے اپنے پاس جو کھجوریں تھیں انھیں پھینک دیا، پھر مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید : ۱۹۰۱]

وَ لَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ۝۲۵۰

''اور جب وہ جالوت اور اس کے لشکروں کے سامنے ہوئے تو کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور ان کافر لوگوں کے خلاف ہماری مدد فرما۔''

یعنی انھوں نے دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہم پر پورا صبر انڈیل دے اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافروں پر ہماری مدد فرما۔ یہ بڑی جامع اور حسن ترتیب سے آراستہ دعا ہے۔ کیونکہ صبر آتا ہے تو ثابت قدمی ملتی ہے، ثابت قدمی ہو تو نصرت الٰہی ملتی ہے۔ معلوم ہوا کہ مومن کے لیے میدانِ جنگ میں بھی تیاری کے باوجود سب سے بڑا ہتھیار اللہ پر اعتماد اور اس سے دعا ہے، لہٰذا مادی اسباب کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ نصرت الٰہی کے لیے ایسے موقعوں پر بطور خاص طلب گار رہیں، قرآن و حدیث میں میدانِ معرکہ میں نصرتِ الٰہی طلب کرنے کی بہت سی دعائیں وارد ہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ﴾ [آل عمران : ۱۴۷] ''اور ان کی بات اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہماری زیادتی کو بھی اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافر لوگوں پر ہماری مدد فرما۔'' اور فرمایا: ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَ اعْفُ عَنَّا ۥ وَ اغْفِرْ لَنَا ۥ وَ ارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ﴾ [البقرۃ : ۲۸۶] ''اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں، اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔''

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کفار کے خلاف غزوۂ احزاب کے دن یوں بددعا کی: «اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ ! سَرِيْعَ الْحِسَابِ! اَللّٰهُمَّ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ، اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ» ''اے

اللہ! کتاب نازل کرنے والے! جلد حساب لینے والے! اے اللہ! ان لشکروں کو شکست دے دے، اے اللہ! دشمن کو شکست دے اور ان کے قدم اکھیڑ دے۔" [بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الدعاء علی المشرکین بالهزیمة والزلزلة : ۲۹۳۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے: « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَعَزَّ جُنْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَغَلَبَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ » "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنے لشکر کو عزت دی اور اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی اور کافروں کی فوجوں پر وہ اکیلا غالب آیا، اس کے بعد کوئی چیز اس کے مدمقابل نہیں ہو سکتی۔" [بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهی الأحزاب : ٤١١٤]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ » "اللہ! میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ اپنا وعدہ اور اقرار پورا کر۔ یا اللہ! اگر تیری مرضی یہی ہے (کہ یہ کافر غالب ہوں) تو پھر زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔" ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھام لیا اور عرض کی، یا رسول اللہ! بس کیجیے! تو اس وقت آپ یہ آیت پڑھتے ہوئے باہر نکلے: ﴿ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴾ [القمر : ٤٥] "عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھیں پھیر کر بھاگیں گے۔" [بخاری، کتاب المغازی، باب قول اللہ تعالی: ﴿ إذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم أنی ممدکم بألف من الملائکة مردفین ﴾ : ۳۹۵۳]

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ۫ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

"تو انھوں نے اللہ کے حکم سے انھیں شکست دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اسے بادشاہی اور دانائی عطا کی اور جتنا کچھ چاہتا تھا سکھا دیا۔ اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ساتھ ہٹانا نہ ہوتا تو یقیناً زمین برباد ہو جاتی اور لیکن اللہ جہانوں پر بڑے فضل والا ہے۔"

سیدنا داؤد علیہ السلام جو لشکر طالوت میں ایک سپاہی کے طور پر شامل تھے، ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جالوت کا خاتمہ کیا اور ان تھوڑے سے اہل ایمان کے ذریعے سے ایک بڑی قوم کو شکست فاش دلوائی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو بادشاہت بھی عطا فرمائی اور نبوت بھی اور جو چاہا سکھایا، جس میں سے قرآن میں ان کے اسلحہ سازی کے علم، پرندوں کی بولی کے علم اور حکم یعنی قوت فیصلہ کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ ان کی خوش الحانی، پرندوں اور پہاڑوں کا ان کے ساتھ تسبیح کرنا بھی شامل ہے۔

وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ :اس حصے میں اللہ کی ایک سنت الٰہی کا بیان ہے کہ وہ انسانوں ہی کے ایک گروہ کے ذریعے سے دوسرے انسانی گروہ کے ظلم اور اقتدار کا خاتمہ فرماتا رہتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا اور کسی ایک ہی گروہ کو ہمیشہ قوت و اختیار سے بہرہ ور کیے رکھتا تو یہ زمین ظلم و فساد سے بھر جاتی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴾ [الحج : ٤٠] ''اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹانا نہ ہوتا تو ضرور ڈھا دیے جاتے (راہبوں کے) جھونپڑے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں، جن میں اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے۔''

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

''یہ اللہ کی آیات ہیں، جو ہم تجھ پر حق کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بلاشبہ تو یقیناً رسولوں میں سے ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ پچھلی امتوں کے یہ واقعات اور نشانیاں جو ہم آپ کے لیے بیان کر رہے ہیں جو سچی ہیں اور آپ کے رسول ہونے کی واضح اور صریح دلیل ہیں۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر گزشتہ امتوں کے واقعات کے بیان کو آپ ﷺ کی صداقت کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ : ارشاد فرمایا: ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ﴾ [آل عمران: ١٠٨] ''یہ اللہ کی آیات ہیں، ہم انھیں حق کے ساتھ تجھ پر پڑھتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴾ [آل عمران : ٥٨] ''یہ ہے جسے ہم آیات اور پر حکمت نصیحت میں سے تجھ پر پڑھتے ہیں۔''

وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ : ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴾ [النساء : ٧٩] ''اور ہم نے تجھے لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی گواہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴾ [الفتح : ٢٨] ''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے اور اللہ گواہ کے طور پر کافی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰسٓ ۚ وَ الْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [يٰس : ١ تا ٣] ''یٰسٓ۔ اس حکمت سے بھرے ہوئے قرآن کی قسم! بلاشبہ تو یقیناً بھیجے ہوئے لوگوں میں سے ہے۔''
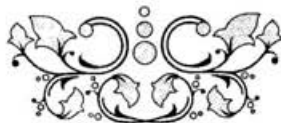
تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۫ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾

’’یہ رسول، ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور ان کے بعض کو اس نے درجوں میں بلند کیا اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور اسے پاک روح کے ساتھ قوت بخشی اور اگر اللہ چاہتا تو جو لوگ ان کے بعد تھے آپس میں نہ لڑتے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکیں اور لیکن انھوں نے اختلاف کیا تو ان میں سے کوئی تو وہ تھا جو ایمان لایا اور ان میں سے کوئی وہ تھا جس نے کفر کیا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے اور لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ خبر دی ہے کہ انبیاء و رسل کے درمیان گونا گوں فضائل و صفات میں تفاوت رہا ہے۔ بعض انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی فضیلت دی جو دوسروں کو نہیں ملی۔ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا، موسیٰ علیہ السلام سے بغیر کسی واسطے کے بات کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام بنی نوعِ انسان سے رفیع المرتبت بنایا، قرآن جیسا عظیم معجزہ عطا فرمایا، جو تنہا تمام انبیاء پر فوقیت حاصل کرنے کے لیے کافی تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کو کئی معجزات دیے، جن کے ذریعے اللہ کے حکم سے اندھے کو بینائی اور برص والے کو شفا ملتی تھی، وہ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور جب ابھی گود میں تھے تو لوگوں سے بات کی اور اللہ نے روح القدس کے ذریعے ان کی تائید کی۔ آگے فرمایا کہ انبیائے کرام کے ساتھ بھیجی گئی نشانیوں کا تقاضا یہ تھا کہ سارے انسان ان پر ایمان لے آتے، لیکن ایسا نہ ہوا اور اکثر و بیشتر لوگ سیدھی راہ سے برگشتہ ہو گئے اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے، حالانکہ اللہ چاہتا تو سب کو راہِ ہدایت پر ڈال دیتا لیکن اللہ کی حکمت اس کی مقتضی ہوئی کہ نظامِ عالم کو اسباب سے جوڑ دیا جائے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ : یہ عقیدہ کہ انبیاء درجات میں مختلف ہیں اور ان میں تفاضل پایا جاتا ہے اور پھر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں، بالکل صحیح اور امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۵۵] ’’اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت بخشی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ﴾ [سبا : ۲۸] ’’اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ

اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ﴾ [الأحزاب : ٤٠] ’’اور لیکن وہ اللہ کا رسول اور تمام نبیوں کا ختم کرنے والا ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ [ألم نشرح : ٤] ’’اور ہم نے تیرے لیے تیرا ذکر بلند کر دیا۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٧٩] ’’قریب ہے کہ تیرا رب تجھے مقام محمود پر کھڑا کرے۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں قیامت کے دن بنی آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری ہی قبر کھولی جائے گی، سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی۔‘‘ [مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا ﷺ علی جمیع الخلائق : ۲۲۷۸]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔‘‘
[مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قول النبی ﷺ : أنا أول الناس یشفع فی الجنة ...... الخ : ۱۹۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا۔‘‘
[مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنی أهل الجنة منزلة فیها : ۱۹٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی نے باہم گالی گلوچ کی، مسلمان نے کہا، اس ذات کی قسم، جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جہان والوں کے لیے منتخب کر لیا! اور یہودی نے کہا کہ اس ذات کی قسم، جس نے موسیٰ (علیہ السلام) کو تمام جہانوں میں سے منتخب کر لیا! اس پر مسلمان نے یہودی کے منہ پر تھپڑ دے مارا، یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مسلمان کی شکایت کی، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہوں گے، چنانچہ سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کی ایک جانب کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ نہیں معلوم کہ موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے ہوش میں آ جائیں گے، یا ان میں سے ہوں گے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اس بے ہوشی سے مستثنیٰ کر رکھا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب نفخ الصور : ٦٥١٧۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسٰی علیه السلام : ۲۳۷۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’انبیائے کرام علیہم السلام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔‘‘
[مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسٰی علیه السلام : ۲۳۷۳۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب قول اللہ تعالٰی : ﴿ وإن یونس لمن المرسلین ﴾ : ۳٤۱٤]

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ : یعنی بعض رسول ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور یہ کلام کرنا بھی وجۂ فضیلت بن گیا، جیسے موسیٰ علیہ السلام، ارشاد فرمایا: ﴿ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴾ [النساء : ١٦٤] ’’اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا، خود کلام کرنا۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (شفاعت کی مفصل حدیث میں) ارشاد فرمایا: ’’لوگ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے، اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ نے اپنی رسالت اور

آپ سے ہم کلام ہو کر آپ کو سارے لوگوں پر فضیلت دی، آپ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کر دیجیے، آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ ہماری کیا حالت ہو رہی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کہیں گے، آج میرا رب اس قدر غصے میں ہے کہ نہ اس سے پہلے اتنے غصے میں آیا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غصے میں آئے گا، (دنیا میں) میں نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا جسے قتل کرنے کا مجھے کوئی حکم نہ تھا، اب اس کی وجہ سے، مجھے اپنی جان کی فکر ہے، ہائے میری جان، ہائے میری جان!'' [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ ذرية من حملنا مع نوح ...... الخ ﴾ : ٤٧١٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدم اور موسیٰ علیہما السلام میں بحث ہو گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے آدم! آپ ہمارے والد ہیں، آپ نے ہمیں بہت گھاٹا دیا اور جنت سے نکلوا دیا۔ آدم نے کہا، تم موسیٰ ہو، اللہ نے تمھیں اپنے ساتھ ہم کلام ہونے کا شرف بخشا اور تمھارے لیے اپنے ہاتھ سے تورات لکھی، تم مجھے ایک ایسی بات (تقدیر) پر ملامت کر رہے ہو۔ جو اس نے میرے پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے ہی میرے لیے مقدر کر دی تھی۔ چنانچہ آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔'' [بخاری، کتاب القدر، باب تحاج آدم و موسى عند الله : ٦٦١٤۔ مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰى عليهما السلام : ٢٦٥٢۔ أبو داوٗد، کتاب السنة، باب في القدر : ٤٧٠١]

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! سب سے پہلے نبی کون تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدم علیہ السلام۔'' میں نے پھر پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا وہ نبی تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! وہ ایسے نبی تھے جن سے کلام کیا گیا تھا۔'' [مسند أحمد : ١٧٨/٥، ح : ٢١٦٠١]

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ : یہ بات اسی آیت میں پہلے بھی گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی۔ اب پھر فرمایا کہ ان میں سے بعض کو درجات میں بلند کیا۔ اس سے ایک خاص شخصیت کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے جسے سب جانتے ہیں، اس لیے نام لینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ فضیلت دو طرح کی ہے، ایک مجموعی اور کلی فضیلت اور دوسری جزوی فضیلت، یعنی کسی ایک چیز میں دوسروں سے بڑھ کر ہونا، مثلاً یوسف علیہ السلام کہ وہ خود، ان کے والد، دادا اور پردادا نبی تھے، یہ فضیلت کسی اور رسول کو حاصل نہیں۔ چنانچہ اس لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ''أَكْرَمُ النَّاسِ'' یعنی سب لوگوں سے زیادہ معزز فرمایا۔ [بخاری، کتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله: ﴿واتخذ الله ابراهيم خليلا ﴾ : ٣٣٥٣]

آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ساٹھ ہاتھ قد عطا کیا۔ کلی اور مجموعی طور پر ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ یہی صحیح عقیدہ ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے لیے قرآن مجید ہی کافی ہے۔ دوسرے تمام انبیاء کے معجزے ان کے ساتھ ہی ختم ہو گئے، جب کہ قرآن قیامت تک باقی ہے۔

وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ : یہاں ''الْبَيِّنٰتِ'' سے مراد وہ واضح دلائل اور معجزات

ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام کو دیے گئے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴾ [آل عمران : ٤٨تا٥٠] ”اور وہ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔ اور بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا کہ بے شک میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں کہ بے شک میں تمھارے لیے مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتی ہے اور میں اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھے اور برص والے کو تندرست کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور تمھیں بتا دیتا ہوں جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور جو ذخیرہ کرتے ہو، بے شک اس میں تمھارے لیے ایک نشانی ہے، اگر تم مومن ہو۔ اور اس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے تورات سے ہے اور تاکہ میں تمھارے لیے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں، جو تم پر حرام کی گئی تھیں اور میں تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں، سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔“ اور فرمایا: ﴿ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴾ [المائدۃ : ١١٠، ١١١] ”جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میری نعمت یاد کر، جب میں نے روح پاک سے تیری مدد کی، تو گود میں اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائی اور جب تو مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند میرے حکم سے بناتا تھا، پھر تو اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے ایک پرندہ بن جاتی تھی اور تو پیدائشی اندھے اور برص والے کو میرے حکم سے تندرست کرتا تھا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتا تھا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا، جب تو ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو ان میں سے ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔ اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، انھوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔“

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ : یعنی انبیاء کے متبعین میں یہ سب دلائل دیکھنے کے بعد ضد وعناد کی وجہ سے اختلاف اور پھر اس اختلاف کی بنا پر آپس کی لڑائی اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت سے ہے۔ یہاں ''ایسا کیوں ہوا'' کا جواب ہمارے فہم سے بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک حد تک جو اختیار دیا ہے، پھر اسے بھی اپنے اختیار کے تحت رکھا ہے، اس کی حکمت وہی جانتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقدیر اللہ تعالیٰ کا ایک بھید ہے جو ہم سے مخفی رکھا گیا ہے، لہٰذا اسے معلوم کرنے کی کوشش کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ مان لینا چاہیے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی ہے کہ کفر و ایمان میں لوگوں کا اختلاف تو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ کوئی نبی ایسا نہیں جس کی ساری امت ایمان لے آئی ہو، لہٰذا آپ ان کے انکار سے رنجیدہ نہ ہوں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ ؕ وَ الْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾

''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔''

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ : اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ اس نے انھیں جو رزق دیا ہے اس میں سے اس کے راستے میں خرچ کریں، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ [المنافقون : ۱۰] ''اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمھیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے، پھر وہ کہے اے میرے رب! تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! (میرے راستے میں) خرچ کر، تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔'' [بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل ...... الخ : ۵۳۵۲]

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''خرچ کرتی رہو اور گن گن کر نہ رکھو، ورنہ اللہ بھی تمھیں گن گن کر دے گا اور (مال کو) روک کر نہ رکھو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے (ہاتھ) روک لے گا۔'' [مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث على الإنفاق : ۱۰۲۹۔ بخاری، کتاب الزکاۃ، باب التحريض على الصدقة : ۱۴۳۳]

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ وَّ لَا شَفَاعَةٌ : یعنی قیامت کے دن خرید و فروخت نہیں ہوگی، اس دن کوئی روپیا پیسا سے نہ جنت خرید سکتا ہے اور نہ دوزخ سے بچ سکتا ہے۔ اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آئے گا۔ نیز اس دن اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کی گئی سفارش بھی کام نہیں آئے گی۔ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خِلٰلٌ ﴾ [إبراهيم: ۳۱] ''میرے بندوں سے جو ایمان لائے ہیں، کہہ دے کہ وہ نماز قائم کریں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا ہے، پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّ لَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [آل عمران: ۹۱] ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے، سو ان کے کسی ایک سے زمین بھرنے کے برابر سونا ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، خواہ وہ اسے فدیے میں دے۔ یہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین عملوں کے، صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، یا صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔'' [مسلم، كتاب الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته : ۱٦۳۱]

وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ : کافروں نے کفر و شرک کر کے اتنا بڑا ظلم کیا کہ اس سے بڑا کوئی ظلم یا گناہ نہیں، انھوں نے کفر کر کے اللہ تعالیٰ کے دائمی عذاب کو مول لیا۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ان لوگوں کو (جہنم میں سے) نکال لو جن کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو، چنانچہ وہ لوگ دوزخ سے نکال لیے جائیں گے۔'' [بخاری، كتاب الإيمان، باب تفاضل أهل الإيمان في الأعمال : ۲۲]

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زکوۃ کا منکر کافر ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوۃ سے جہاد کیا، جس طرح کفار سے جہاد کیا جاتا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ وَ لَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

''اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے، نہ اسے کچھ اونگھ پکڑتی ہے اور نہ کوئی نیند، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے، جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرتے مگر

جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سمائے ہوئے ہے اور اسے ان دونوں کی حفاظت نہیں تھکاتی اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔''

یہ آیت الکرسی ہے جو قرآن مجید کی تمام آیات سے عظیم آیت ہے اور جس کی بڑی فضیلت صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات جلال، اس کی علو شان اور اس کی قدرت و عظمت پر مبنی نہایت جامع آیت ہے۔ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ''اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے پاس کتاب اللہ کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟'' کہتے ہیں میں نے جواب دیا، اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوبارہ) پوچھا: ''اے ابومنذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمھارے پاس کتاب اللہ کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟'' میں نے کہا: ﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴾ (یعنی آیت الکرسی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''اللہ کی قسم! (تو نے درست کہا) اے ابومنذر! تمھیں علم مبارک ہو۔'' [مسلم، کتاب الصلوة، باب فضل سورة الکھف و آیة الکرسی : ۸۱۰]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ (صدقۂ فطر) کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا تو رات کو ایک آنے والا آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے والی چیزیں بھرنا شروع کر دیں، میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو، میں محتاج، عیال دار اور سخت حاجت مند ہوں۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوہریرہ! اپنے رات کے قیدی کا حال تو سناؤ؟'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! جب اس نے کہا کہ وہ سخت حاجت مند اور عیال دار ہے تو میں نے رحم کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔'' اب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ واقعی دوبارہ آئے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دے دی تھی کہ وہ دوبارہ آئے گا، سو میں چوکنا رہا، چنانچہ وہ آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) خوراک ڈالنا شروع کر دی۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔ کہنے لگا، مجھے چھوڑ دو، میں بہت محتاج ہوں اور مجھ پر اہل و عیال کی ذمہ داری کا بوجھ ہے، اب میں آئندہ نہیں آؤں گا۔ میں نے رحم کھاتے ہوئے اسے پھر چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوہریرہ! اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس نے سخت حاجت اور اہل و عیال کی ذمہ داری کے بوجھ کا ذکر کیا تو میں نے ترس کھاتے ہوئے اسے پھر چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: ''اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے، وہ پھر آئے گا۔'' میں نے تیسری بار اس کی گھات لگائی تو وہ پھر آیا اور اس نے (اپنے کپڑے میں) کھانے کی اشیاء ڈالنا شروع کر دیں۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا، اب میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔ بس یہ تیسری اور آخری دفعہ ہے، تو روز کہتا ہے کہ اب نہیں آئے گا لیکن وعدہ کرنے کے باوجود پھر

آ جاتا ہے۔ اس نے کہا، مجھے چھوڑ دو، میں تمھیں کچھ ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ تمھیں نفع دے گا۔ میں نے کہا، وہ کیا کلمات ہیں؟ کہنے لگا، جب بستر پر آؤ تو آیت الکرسی ﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴾ سے لے کر آیت کے آخر تک پڑھ لیا کرو تو ساری رات اللہ کی طرف سے ایک محافظ تمھاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمھارے قریب نہ آ سکے گا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے رات کے قیدی کا حال سناؤ؟'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے کچھ ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے گا تو (یہ سن کر) میں نے اسے پھر چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: ''وہ کلمات کیا ہیں؟'' میں نے عرض کی، اس نے مجھ سے کہا کہ جب بستر پر آؤ تو اول سے آخر تک مکمل آیت الکرسی پڑھ لیا کرو تو اس سے ساری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ تمھاری حفاظت کرے گا اور صبح تک کوئی شیطان تمھارے قریب نہ آ سکے گا۔ اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر و بھلائی کے سیکھنے کے حد درجہ شائق تھے۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس نے تم سے بات تو سچی کی ہے، حالانکہ وہ خود جھوٹا ہے، اے ابو ہریرہ! کیا تمھیں معلوم ہے کہ تم تین راتیں کس سے باتیں کرتے رہے ہو؟'' میں نے عرض کی، نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتایا: ''وہ شیطان تھا۔'' [بخاری، کتاب الوکالة، باب إذا وکل رجلاً فترك الوکیل شیئًا...... الخ : ۲۳۱۱، ۵۰۱۰]

اس حدیث سے آیت الکرسی کی فضیلت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کا نام آیت الکرسی ہونے کی تصدیق بھی معلوم ہوئی۔

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے اسے جنت میں داخلے سے سوائے موت کے کوئی چیز نہیں روکتی۔'' مطلب یہ ہے کہ آیت الکرسی پڑھنے والا موت کے بعد سیدھا جنت میں جائے گا۔ [عمل الیوم واللیلة للنسائی : ۱۰۰]

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ : اللہ تعالیٰ نے الوہیت کو صرف اپنے ساتھ مخصوص کر لیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴾ [البقرة : ۱۶۳] ''اور تمھارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۚ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴾ [الأنعام : ۱۹] ''کیا بے شک تم واقعی گواہی دیتے ہو کہ بے شک اللہ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں؟ کہہ دے میں (یہ) گواہی نہیں دیتا، کہہ دے وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک ٹھہراتے ہو۔''

اَلْحَيُّ : وہ ''اَلْحَيُّ'' ہے، یعنی وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، نہ اس کی کوئی ابتدا ہے اور نہ کوئی انتہا۔ اس کے سوا

کسی ہستی میں یہ خوبی نہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ [المؤمن : ٦٥] ''وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب ﴿ وكان عرشه على الماء ﴾ ...... الخ : ٧٤١٨]

اس کے سوا جس کی عبادت بھی کی جاتی ہے وہ نہ ہمیشہ سے ہے نہ ہمیشہ رہے گا۔ یعنی اللہ رب العزت کے سوا ہر چیز کو فنا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوْتُوْنَ)) ''(اے اللہ!) میں تیری عزت کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں، تو وہ ہے کہ جس کو موت نہیں اور جن و انس فنا ہو جائیں گے۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ وهو العزيز الحكيم ﴾ ...... الخ : ٧٣٨٣]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے: ((اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِيْ اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوْتُوْنَ)) ''اے اللہ! میں تیرے ہی لیے اسلام لاتا ہوں، تجھی پر ایمان لاتا ہوں، تجھی پر بھروسا کرتا ہوں، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے لڑتا ہوں، اے اللہ! تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں، میں تیری عزت کی پناہ طلب کرتا ہوں، اس بات سے کہ تو مجھے گمراہ کر دے، تو ہی 'حی' ہے یعنی جس کو موت نہیں آتی، جبکہ جنات اور انسان مرتے ہیں۔'' [مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی الأدعية : ٢٧١٧]

اَلْقَيُّوْمُ : ''الْقَيُّوْمُ'' یعنی وہ کسی سہارے کے بغیر خود قائم ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والا تھامنے والا ہے۔ انسان جو ﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴾ کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے، ایک لحہ اللہ تعالیٰ کے تھامنے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ خود اس کے دل کی دھڑکن، سانس کی آمد و رفت، پیشاب پاخانے کا نظام، خون کی گردش، نیند اور بیداری حتیٰ کہ زندگی اور موت کچھ بھی اس کے ہاتھ میں نہیں۔ دوسروں کو وہ کیا تھامے گا؟ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، آپ پر آنے والی تکلیفیں، زخمی ہونا، گھوڑے سے گر کر موچ آنا، بیمار ہونا، بھوک پیاس، غرض پوری زندگی اس کی شاہد ہے۔ پھر اتنی وسیع کائنات اور لاتعداد مخلوق کو اللہ کے سوا کون ہے جو تھامے ہوئے ہے کہ اسے مشکل کشا، داتا اور دستگیر یا جھولی بھرنے والا سمجھا جائے؟

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ : یعنی اللہ تعالیٰ کو ذرا برابر اونگھ یا نیند اپنی گرفت میں نہیں لے سکتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عیوب سے تقدیس ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اونگھ یا نیند آ جائے تو نظام کائنات کیسے چل سکتا ہے۔ اونگھ یا نیند ایک قسم کی غفلت ہے۔ اللہ تعالیٰ غفلت سے پاک ہے، وہ ہر وقت نگران ہے، کسی وقت غافل نہیں ہوتا۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر پانچ باتیں بیان فرمائیں: ''اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور نہ اس کے شایانِ شان

ہے کہ سوئے، وہ میزان کو جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے، رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے اس کے پاس پہنچا دیا جاتا ہے، اس کا حجاب نور ہے (ابوبکر کی روایت کے مطابق نار ہے)، اگر وہ اپنے حجاب کو دور ہٹا دے تو اس کے چہرے کے انوار و تجلیات سے مخلوق میں سے ہر وہ چیز جل کر راکھ ہو جائے جس پر اس کی نظر پڑے۔''

[مسلم، كتاب الإيمان، باب في قوله: ﷺ أن الله لا ينام ...... الخ : ۱۷۹]

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ : آسمانوں اور زمین کی تمام اشیا کا وہ واحد مالک ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؕ لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا ؕ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴾ [مريم : ۹۳ تا ۹۵] ''آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ رحمان کے پاس غلام بن کر آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انھیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ﴾ [البقرة : ۲۸٤] ''اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔''

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ : یعنی بغیر اجازت کے کوئی سفارش نہیں کر سکتا، ارشاد فرمایا: ﴿ وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى ﴾ [النجم : ۲٦] ''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے جس کے لیے چاہے اور (جسے) پسند کرے۔'' اور فرمایا: ﴿ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ﴾ [يونس : ۳] ''کوئی سفارش کرنے والا نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں عرش کے نیچے آ کر سجدہ ریز ہو جاؤں گا، جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، مجھے حالت سجدہ میں رکھے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو، تمھاری بات سنی جائے گی، سوال کرو، تمھیں عطا کیا جائے گا، سفارش کرو، تمھاری سفارش قبول ہو گی۔ چنانچہ میں سفارش کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی اور میں اس کے مطابق لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔''

[بخاري، كتاب التفسير، باب ذرية من حملنا مع نوح : ٤٧١٢۔ مسلم، كتاب الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها : ١٩٤]

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ : وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ سامنے سے مراد حاضر چیزیں اور پیچھے سے مراد غائب چیزیں ہیں۔ اس میں ماضی، حال اور استقبال سب کا علم آ گیا۔ اس کے سوا کسی ہستی میں یہ صفت موجود نہیں، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ [النمل : ٦٥] ''کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے غیب نہیں جانتا اور وہ شعور نہیں

رکھتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔“

جب اللہ تعالیٰ ہمارے اور پوری کائنات کے تمام گزشتہ، موجودہ اور آئندہ حالات سے واقف ہے، تو عبادت بھی اسی کا حق ہے۔

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ : یعنی کوئی شخص اللہ کے علم یعنی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتا مگر جتنا وہ چاہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴾ [الجن : ۲۶ تا ۲۸] ”(وہ) غیب کو جاننے والا ہے، پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر کوئی رسول، جسے وہ پسند کرلے تو بے شک وہ اس کے آگے اور اس کے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔ تا کہ جان لے کہ بے شک انھوں نے واقعی اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے ہیں اور اس نے ان تمام چیزوں کا احاطہ کر رکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور ہر چیز کو گن کر شمار کر رکھا ہے۔“

سیدنا موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ ایک چڑیا نے سمندر میں ایک یا دو ٹھونگے مارے، تو خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرے علم اور آپ کے علم نے اللہ کے علم سے کم نہیں کیا مگر جتنا اس چڑیا کے ٹھونگے نے سمندر سے کیا ہے۔ [بخاری، کتاب العلم : باب ما یستحب للعالم،......الخ : ۱۲۲]

اب خود سوچ لو کہ عبادت کے لائق اللہ تعالیٰ ہے یا یہ بے بس مخلوق۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ : کرسی کا معنی سب لوگوں کے ہاں معروف ہے، یعنی وہ چیز جس پر بیٹھا جائے۔ سلف صالحین کے نزدیک اس کا معنی کرسی ہی ہے۔ ان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی کرسی موجود ہے۔ ہمارا اس کے وجود پر ایمان ہے، اگرچہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کیسی ہے؟ کیونکہ یہ انسان کے بس کی بات نہیں، البتہ قرآن میں جو آیا ہے اس کے مطابق اللہ عزوجل کی کرسی آسمان و زمین سے زیادہ وسیع ہے۔ اس پر ہمارا ایمان ہے اور آیت میں یہ جملہ توحید کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کرسی کی وسعت اس کے ایک معبود ہونے کی دلیل ہے۔

وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا : آسمان و زمین اور ان دونوں میں پائی جانے والی تمام مخلوقات و موجودات کی حفاظت اور ان کی دیکھ بھال اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں، ہر چیز اس کے سامنے حقیر و ذلیل ہے۔ ہر چیز اس کی محتاج ہے اور وہ بے نیاز ہے۔

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ : بلندی اور عظمت اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، مخلوق اللہ تعالیٰ کی بلندی اور عظمت کے مقابلے میں کچھ حیثیت ہی نہیں رکھتی، اس لیے عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾

''دین میں کوئی زبردستی نہیں، بلاشبہ ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی، پھر جو کوئی باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جسے کسی صورت ٹوٹنا نہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

یہ آیت کریمہ دین اسلام کے کامل ہونے کی دلیل ہے اور اس میں اس بات کا بیان ہے کہ دین اسلام کی صداقت کے دلائل و براہین واضح ہیں، اس لیے ضرورت ہی نہیں کہ کسی کو اس میں داخل ہونے پر مجبور کیا جائے۔ اگر کوئی شخص اس میں داخل ہوتا ہے تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے اسے حق قبول کرنے کی توفیق دی اور اگر وہ کفر کی راہ اختیار کرتا ہے تو گویا اللہ نے اس کے دل کی روشنی چھین لی اور اس کی آنکھ اور کان پر مہر لگا دی۔ اب اگر ایسے آدمی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور بھی کیا جائے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ حق قبول کرنے کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ آگے فرمایا کہ دین اسلام آنے کے بعد لوگ دو جماعتوں میں بٹ گئے۔ ایک جماعت نے اسلام قبول کیا اور طاغوت کا انکار کیا تو اس نے دین کی اصل اور بنیاد کو مضبوطی سے تھام لیا اور دوسرے لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور طاغوتی طاقتوں سے رشتہ استوار کیا تو وہ ہلاک ہو گئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ مجاہدین اسلام نے جب بھی کوئی شہر یا علاقہ فتح کیا تو وہاں کے لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ انھیں اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے دین پر رہیں اور جزیہ دیں، اسلامی حکومت ان کی حفاظت کرے گی۔ جہاد سے متعلق آیات کا تتبع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ اسلامی حکومت کو دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے محفوظ کر دیا جائے، اللہ کا دین غالب ہو، شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہو اور کسی دشمن کی طرف سے خطرہ ہو تو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے دفاع میں پیش قدمی کی جائے۔ اس لیے بعض لوگوں کا یہ خیال کہ یہ آیت آیاتِ جہاد کے ذریعے منسوخ ہے، صحیح نہیں۔

اسی طرح مرتد کا قتل بھی اس آیت کے خلاف نہیں ہے، اس لیے کہ اسلام میں داخل ہونے پر کسی کو مجبور نہیں کیا جاتا، لیکن جب ایک شخص اپنی مرضی سے اس میں داخل ہو گیا تو اگر وہ چوری کرے گا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اگر شادی شدہ ہو کر زنا کرے گا تو اسے رجم کر دیا جائے گا، تاکہ مسلم معاشرہ کو اس کی اور اس جیسوں کی انارکیوں اور شر و فساد سے بچایا جائے۔ اسی طرح حاکم وقت کا یہ فرض ہے کہ اگر کوئی شخص دوبارہ کفر کو قبول کر لے تو اسے قتل کر دے، تاکہ مسلم معاشرہ کو مذہبی انتشار سے بچایا جائے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں (اسلام قبول کرنے سے پہلے انصار میں سے) اگر کسی عورت کے بچے زندہ نہ رہتے تو وہ یہ نذر مان لیتی تھی کہ اگر اس کا بچہ زندہ رہا تو وہ اس کو یہودی بنا دے گی۔ پھر جب بنونضیر (کے یہود) کو جلاوطن کیا گیا تو ان میں انصار کے کئی لڑکے بھی تھے۔ انصار نے کہا، ہم ان کو نہیں چھوڑیں گے (ہم ان کو زبردستی مسلمان بنائیں گے) اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب في الأسير يكره على الإسلام : ٢٦٨٢]

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ : ''طاغوت'' سے مراد کسی چیز کا اپنی حد سے آگے بڑھ جانا ہے۔ تمام باطل معبود طاغوت ہیں، کیونکہ انھیں حد سے بڑھا کر اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیا گیا۔ شیطان کو بھی اسی لیے طاغوت کہتے ہیں۔ جو شخص لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنی بندگی اور اطاعت کرواتا ہے وہ بھی طاغوت ہے۔

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى : سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک باغ میں ہوں، باغ کے وسط میں ایک ستون ہے اور اس ستون کے اوپر والے حصہ پر ایک حلقہ ہے۔ کسی نے مجھ سے کہا اس پر چڑھو۔ میں نے کہا، میں نہیں چڑھ سکتا۔ اتنے میں ایک خادم آیا، اس نے میرے کپڑے اٹھائے تو میں اس ستون پر چڑھ گیا اور اس حلقہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ جب میں جاگا تو اس وقت تک میں اس حلقہ کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: ''وہ باغ اسلام ہے، وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ حلقہ ''العروۃ الوثقی'' یعنی مضبوط کڑا ہے اور اے عبد اللہ! تم اسلام کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے یہاں تک کہ تمھیں موت آ جائے۔'' [بخاري، كتاب التعبير، باب التعليق بالعروة والحلقة : ٧٠١٤]

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۬ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

''اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لاتے ہیں۔ یہ لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''

''ظلمات'' سے گمراہیاں اور ''نور'' سے ہدایت مراد ہے۔ قرآن مجید میں ''ظلمات'' ہر جگہ جمع کے صیغہ میں استعمال ہوا ہے اور ''نور'' ہر جگہ واحد کے صیغہ میں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ گمراہی تو کئی قسم کی ہو سکتی ہے لیکن ہدایت کئی قسم کی نہیں ہو سکتی، وہ ایک ہی ہوتی ہے اور وہ صرف وحی ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ شیطانی راستے تو

بہت سے ہو سکتے ہیں لیکن اللہ کا راستہ صرف ایک ہے اور وہ صراط مستقیم ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [الأنعام : ١٥٣] ”اور یہ کہ بے شک یہی میرا راستہ ہے سیدھا، پس اس پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ تمھیں اس کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا تاکیدی حکم اس نے تمھیں دیا ہے، تاکہ تم بچ جاؤ۔“ اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ [المائدة: ١٥، ١٦] ”اے اہل کتاب! بے شک تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے، جو تمھارے لیے ان میں سے بہت سی باتیں کھول کر بیان کرتا ہے، جو تم کتاب میں سے چھپایا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آئی ہے۔ جس کے ساتھ اللہ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلیں، سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے اور انھیں اپنے حکم سے اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انھیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ﴿۲۵۸﴾

”کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، اس لیے کہ اللہ نے اسے حکومت دی تھی، جب ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے، اس نے کہا میں زندگی بخشتا اور موت دیتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا پھر اللہ تو سورج کو مشرق سے لاتا ہے، پس تو اسے مغرب سے لے آ، تو وہ جس نے کفر کیا تھا حیرت زدہ رہ گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

یہ شخص جس نے ابراہیم علیہ السلام سے رب تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا کیا تھا، بابل کا بادشاہ نمرود بن کنعان تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب اس بادشاہ کے رب ہونے سے انکار کیا تو اس نے پوچھا، تمھارا رب کون ہے؟ آپ نے فرمایا، میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اس نے کہا، میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں اتنی قوت ہے کہ سب کو پیدا تمھی کرتے اور تمھی مارتے ہو تو اس کے مقابلے میں ایک معمولی سا کام کر کے دکھاؤ کہ اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے، جب سارا اختیار تمھارے پاس ہے تو سورج کو مغرب سے طلوع کر کے دکھا دو۔ اس

پر وہ بے ایمان حیرت زدہ ہو کر بالکل لا جواب ہو گیا۔

اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ : یعنی اس بادشاہ کو جو سلطنت دی تھی وہ اللہ نے دی تھی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جس کو بادشاہت ملتی ہے اس کا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ٘ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [آل عمران : ۲۶] ”کہہ دے! اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہی ہاتھ میں ہر بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾

”یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر گزرا اور وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی، اس نے کہا اللہ اس کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اسے سو (۱۰۰) سال تک موت دے دی، پھر اسے زندہ کیا، فرمایا تو کتنی دیر رہا ہے؟ اس نے کہا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہا ہوں۔ فرمایا بلکہ تو سو (۱۰۰) سال رہا ہے، سو اپنے کھانے اور اپنے پینے کی چیزیں دیکھ کہ بگڑی نہیں اور اپنے گدھے کو دیکھ اور تا کہ ہم تجھے لوگوں کے لیے ایک نشانی بنائیں اور ہڈیوں کو دیکھ ہم انھیں کیسے اٹھا کر جوڑتے ہیں، پھر ان کو گوشت پہناتے ہیں۔ پھر جب اس کے لیے خوب واضح ہو گیا تو اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

پہلے قصے سے کائنات کو بنانے والے کا ایک ہونا (توحید) مقصود تھا۔ اس قصے اور اس کے بعد والے قصے سے حشر و نشر ثابت کرنا مقصود ہے۔ اس آیت میں مذکور بزرگ کے متعلق رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح سند کے ساتھ کوئی ذکر نہیں ملتا کہ وہ کون تھا۔ البتہ یہ بات یقینی ہے کہ وہ اللہ کے نبی تھے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ان سے پوچھنا اور پھر اصل مدت بتانا ہے، تفصیل اس واقعے کی اس طرح ہے کہ یہ بزرگ اپنے گدھے پر اپنے کھانے پینے کے سامان کے ساتھ کہیں چلے جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں وہ کسی ویران و تباہ شدہ بستی کے پاس سے گزرے۔ اس نے بستی کے

مکانات کو دیکھا کہ تمام مکانات الٹے پڑے ہیں اور بستی میں کہیں زندگی کے آثار نہیں پائے جاتے۔ یہ دیکھ کر اسے تعجب ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کے لوگوں کو کس طرح زندہ کرے گا، لوگوں کے جسموں کا نام ونشان باقی نہیں رہا، مٹی میں مل کر سب مٹی ہو گئے ہیں، آخر جب پیدا کیے جائیں گے تو اس کا طریقہ کار کیا ہوگا، ان کی پیدائش کن کن مراحل سے گزرے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کو موت دے دی، پھر سو سال کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ تم کتنا عرصہ مردہ رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں تم سو سال مردہ رہے ہو۔ اچھا اب ہماری قدرت کی نشانیاں دیکھو، ایک تو یہ کہ سو سال گزرنے کے بعد بھی تمھارے کھانے اور پینے کی چیزیں بدستور ویسی ہی ہیں، گلی سڑی نہیں۔ دوسرے یہ کہ تمھارا گدھا تمھارے سامنے زندہ ہوگا۔ تم دیکھتے رہو کہ کس طرح ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیوں کو اٹھا کر ایک دوسرے پر رکھتے ہیں، پھر کس طرح ان کو جوڑتے ہیں اور کس طرح ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، پھر جب یہ سب کچھ ان کے سامنے ہوا اور انھوں نے زندہ ہونے کے طریق کار کا مشاہدہ کر لیا تو کہنے لگے، میں جانتا ہوں یعنی مجھے پہلے بھی علم تھا، لیکن اب عین الیقین ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے لیے مردہ بستی کو دوبارہ زندہ کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾

''اور جب ابراہیم نے کہا، اے میرے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا اور کیا تو نے یقین نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں اور لیکن اس لیے کہ میرا دل پوری تسلی حاصل کر لے۔ فرمایا پھر چار پرندے پکڑ اور انھیں اپنے ساتھ مانوس کر لے، پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک حصہ رکھ دے، پھر انھیں بلا، دوڑتے ہوئے تیرے پاس آ جائیں گے اور جان لے کہ بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

مرنے کے بعد زندہ ہونے کے متعلق ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے اللہ! میں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کیا اس حقیقت پر تمھارا ایمان نہیں ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے رب! میرا ایمان ہے کہ تو مردوں کو زندہ کرے گا اور انھیں نیکی اور بدی کا بدلہ دے گا، لیکن اس حقیقت کے بارے میں عین الیقین کا درجہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ چار پرندوں کو پکڑ کر انھیں اپنے ساتھ مانوس کرو، پھر انھیں ذبح کر کے ان کے مختلف اعضا کو مختلف پہاڑوں پر رکھ دو، پھر انھیں بلاؤ اور وہ تمھارے پاس اڑتے چلے آئیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور وہ سب اڑتے ہوئے ان کے پاس آ گئے۔

اکثر اہل علم کا خیال ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس کے بارے میں شبہ نہیں تھا کہ اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے، بلکہ ان کا مقصود یہ تھا کہ قدرتِ الٰہیہ کا مظاہرہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر مزید سکونِ قلب اور عین الیقین حاصل کریں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنی آنکھوں سے معاملہ دیکھنے والا اور صرف خبر سننے والا (بلحاظ اطمینان) برابر نہیں ہوتے۔'' [ابن حبان : ٦٢١٣، ٦٢١٤۔ مستدرك حاكم : ٣٢١/٢، ح : ٣٢٥٠۔ مسند أحمد : ٢٧١/١، ح : ٢٤٤٧]

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ابراہیم علیہ السلام شک میں مبتلا ہوتے تو ہم لوگ اس کے زیادہ قریب تھے اور جب ہم شبہ نہیں کرتے ہیں تو ابراہیم علیہ السلام کیسے شبہ کر سکتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم ابراہیم علیہ السلام کی نسبت شک کے زیادہ حق دار ہیں۔ جب انھوں نے کہا: ﴿ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ﴾ [البقرة : ٢٦٠] ''اے میرے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ فرمایا اور کیا تو نے یقین نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں اور لیکن اس لیے کہ میرا دل پوری تسلی حاصل کر لے۔'' [بخاري، كتاب التفسير، باب ﴿ وإذ قال إبراهيم رب أرني كيف تحي الموتى ﴾ : ٤٥٣٧]

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾

''ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، ایک دانے کی مثال کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اس مثال کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھانا چاہا ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے میں اس کی رضا کے حصول کے لیے خرچ کرے تو اسے دوگنا چوگنا اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے، کیونکہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک عطا کیا جاتا ہے۔ جس طرح ایک دانہ بونے سے سات سو دانے پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک چیز دینے سے سات سو چیزوں کے دینے کا ثواب ملتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ ثواب کو کئی گنا کر دیتا ہے۔

ارشاد فرمایا: ﴿ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ﴾ [البقرة : ٢٤٥] ''کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، پس وہ اسے اس کے لیے بہت زیادہ گنا بڑھا دے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴾ [الحديد : ١٨] ''بلاشبہ صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو اچھا قرض دیا، انھیں کئی گنا دیا جائے گا اور ان کے لیے باعزت اجر ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے اللہ کے راستے میں کسی چیز کا جوڑا خرچ کیا تو اسے جنت کے دروازے سے بلایا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! ادھر آ، یہ دروازہ بہتر ہے۔ پس جو نمازی ہوا تو اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو مجاہد ہوا تو اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا، جو صدقہ دینے والوں میں سے ہوا تو اسے صدقہ کے باب سے بلایا جائے گا، جو روزہ داروں سے ہوا اسے باب الریان سے پکارا جائے گا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! اگر کوئی ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے بھی بلایا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں، لیکن کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہوگا کہ جسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ فرمایا: ”ہاں، اور مجھے امید ہے کہ اے ابوبکر! تو انھی میں سے ہوگا۔“ [بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، بابٌ : ٣٦٦٦۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل من ضم إلى الصدقة غيرها من أنواع البر : ١٠٢٧]

سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کی راہ (جہاد) میں کوئی نفقہ دے تو اس کا اجر سات سو گنا (تک) لکھا جائے گا۔“ [ترمذی، كتاب فضائل الجهاد، باب ما جاء في فضل النفقة في سبيل الله : ١٦٢٥۔ نسائی، كتاب الجهاد، باب النفقة في سبيل الله : ٣١٨٨۔ مستدرك حاكم : ٨٧/٢، ح : ٢٤٤١]

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”افضل دینار جسے کوئی آدمی خرچ کرتا ہے، وہ ہے جو وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور وہ دینار جو اللہ کے راستے میں اپنی سواری پر خرچ کرے اور وہ جو اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔“ [مسلم، كتاب الزكوة، باب فضل النفقة على العيال والمملوك : ٩٩٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ صرف پاک مال قبول فرماتا ہے، تو جس نے پاک کمائی میں سے ایک کھجور کے برابر صدقہ دیا تو اللہ اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اس کی اس طرح نشوونما کرتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ چیز پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔“ [بخاری، كتاب الزكوة ، باب لا يقبل الله صدقة من غلول : ١٤١٠۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب : ١٠١٤]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک شخص ایک اونٹنی لے کر آیا جس کو لگام ڈالی ہوئی تھی، اس نے کہا یہ اللہ کے راستہ میں صدقہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم کو اس کے بدلے میں سات سو اونٹنیاں ملیں گی، جن میں سے ہر ایک لگام ڈالی ہوئی ہوگی۔“ [مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل الصدقة في سبيل الله وتضعيفها : ١٨٩٢]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ابن آدم کے ہر عمل کو اس طرح بڑھا دیا جاتا ہے کہ ایک نیکی کا دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ثواب ملتا ہے۔“ [مسلم، كتاب الصيام، باب فضل الصيام : ١١٥١]

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَاۤ اَذًى ؕ وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾

’’جو لوگ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، پھر انھوں نے جو خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلانا لگاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچانا، ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات اور معاف کر دینا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کا تکلیف پہنچانا ہو اور اللہ بہت بے پروا، بے حد بردبار ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اپنے اموال اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور صدقہ و خیرات کرنے کے بعد اس شخص پر کوئی احسان نہیں جتلاتے جسے انھوں نے دیا ہو۔ الغرض وہ کسی بھی قول یا فعل کے ساتھ احسان نہیں جتلاتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اجر خاص عطا فرمائے گا اور نہ انھیں مستقبل کا خوف لاحق ہوگا اور نہ ماضی کا غم۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ اگر صدقہ نہیں کر سکتا تو اچھے الفاظ کے ساتھ معذرت کر لے اور سائل کے اصرار اور بدتمیزی پر غصے ہونے کی بجائے معافی اور درگزر سے کام لے اور سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ کتنا غنی ہے، پھر بھی کتنا بردبار ہے جو ہماری خطاؤں کے باوجود حلم سے کام لیتا ہے۔ ہمیں بھی اسی طرح حلم سے کام لینا چاہیے۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَاۤ اَذًى : نرمی سے بات کہنے کے سلسلہ میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ۲۸] ’’اور اگر کبھی تو ان سے بے توجہی کر ہی لے، اپنے رب کی کسی رحمت کی تلاش کی وجہ سے، جس کی تو امید رکھتا ہو تو ان سے وہ بات کہہ جس میں آسانی ہو۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴾ [النساء : ۸] ’’اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انھیں اس میں سے کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔‘‘

صدقہ کر کے احسان جتلانے کی ممانعت کے بارے میں کئی احادیث آئی ہیں، سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روز قیامت نہ کلام فرمائے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا، ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا...... ایک اپنے تہ بند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، دوسرا صدقہ دے کر احسان جتلانے والا اور تیسرا اپنے سودے کو جھوٹی قسم کے ساتھ بیچنے والا۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار ...... الخ : ۱۰۶]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’انسانوں پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں دو

فرشتے نہ اترتے ہوں، ان میں سے ایک فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! جس نے تیری راہ میں خرچ کیا تو اسے اچھا بدلہ عطا کر اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے کا مال تلف کر۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ تعالی : ﴿ فأما من أعطى و اتقى ﴾ : ١٤٤٢۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فی المنفق و الممسك : ١٠١٠]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم کسی بھی معروف (نیکی) کو حقیر مت سمجھو، اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب استحباب طلاقة الوجه عند اللقاء : ٢٦٢٦]

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ : سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! اگر تمھارے اگلے اور پچھلے، جن و انس ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں، پھر مجھ سے مانگنا شروع کر دیں اور میں ہر انسان (اور جن) کو اس کی مانگی ہوئی چیز دے دوں تو جو خزانے میرے پاس ہیں ان میں کوئی کمی نہیں آئے گی، مگر اتنی جتنی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے (سمندر کے پانی میں) کمی آتی ہے۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ٢٥٧٧]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦٤﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقے احسان رکھنے اور تکلیف پہنچانے سے برباد مت کرو، اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر ایک زور دار بارش برسے، پس اسے ایک سخت چٹان کی صورت چھوڑ جائے۔ وہ اس میں سے کسی چیز پر دسترس نہیں پائیں گے جو انھوں نے کمایا اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

یعنی کسی کو صدقہ دینے کے بعد اس پر احسان جتلا کر یا اسے تکلیف دے کر اس منافق کی طرح اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو جو صرف ریاکاری کے جذبہ کے تحت اپنا مال خرچ کرتا ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں ہے۔ یہ ریاکار بظاہر اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا نظر آتا ہے، جبکہ حقیقت میں وہ صدقہ اس مٹی کی طرح ہے جو کسی صاف چٹان پر جمی ہوئی ہو اور دیکھنے والا اسے قابل کاشت خیال کرے، لیکن جونہی بارش ہو اس سے تمام مٹی ڈھل جائے اور وہ صاف چٹان کی چٹان رہ جائے۔ اسی طرح ریاکاروں کے عمل ان کے صحیفۂ اعمال سے مٹ جائیں گے اور وہ ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں گے اور نہ انھیں ان کا کوئی اجر ملے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى : سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمیوں سے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ نہ کلام کرے گا، نہ (رحمت کی نظر سے) انھیں دیکھے گا اور نہ

انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔‘‘ راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے، نامراد ہوئے اور گھاٹے میں رہے، یا رسول اللہ ! یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا، احسان کر کے احسان جتلانے والا اور اپنا سامان جھوٹی قسم کے ذریعے بیچنے والا۔‘‘ [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم إسبال الإزار والمن ...... الخ : ١٠٦]

كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ : یعنی اپنے صدقات کو احسان اور ایذا سے اس طرح ضائع نہ کرو جس طرح ریاکاری اور دکھاوے سے صدقہ ضائع ہو جاتا ہے، سیدنا جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص سنانے کے لیے عمل کرے گا، اللہ اس کے بدلہ میں (قیامت کے روز اس کی ذلت) سنائے گا اور جو شخص دکھانے کے لیے عمل کرے گا اللہ (قیامت کے روز) اس کے بدلہ میں (اس کی ذلت کو) آشکار کرے گا۔‘‘ [بخاری، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعۃ : ٦٤٩٩۔ مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء : ٢٩٨٦]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شرکا سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں، جو شخص ایسا عمل کرے جس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کسی اور کو شریک کرے تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔‘‘ [مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء : ٢٩٨٥]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت کے دن جس شخص کا سب سے پہلے فیصلہ ہوگا وہ ایسا شخص ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کا مال دیا ہوگا، وہ اللہ کے پاس لایا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنی تمام نعمتیں دکھائے گا، وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے یہ مال کہاں خرچ کیا؟ وہ کہے گا، ایسی کوئی مد جس میں خرچ کرنا تجھے پسند تھا، میں نے نہیں چھوڑی کہ اس میں تیری رضا کے لیے خرچ نہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے تو اس لیے خرچ کیا کہ تجھے سخی کہا جائے، سو تجھے سخی کہا گیا (تجھے بدلہ مل گیا) پھر حکم دیا جائے گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔‘‘ [مسلم، کتاب الإمارۃ، باب من قاتل للریاء والسمعۃ : ١٩٠٥]

وَ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَ تَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾

’’اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے دلوں کو ثابت رکھتے ہوئے خرچ کرتے ہیں، اس باغ کی مثال جیسی ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو، جس پر ایک زور دار بارش برسے تو وہ اپنا پھل دوگنا دے، پس اگر اس پر زور کی بارش نہ برسے تو کچھ شبنم۔ اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘

یہ ریا کاروں کے مقابلہ میں مخلص مومنوں کی دوسری مثال ہے، یعنی جو لوگ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتے ہیں اور دل کے اس اطمینان کے ساتھ خرچ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں اس کا وافر اجر عطا فرمائے گا اور ان کا عمل ضائع نہیں ہوگا، ان کے خرچ کرنے کی مثال اس باغ کی سی ہے جو کسی پر فضا اور بلند مقام پر ہو، اگر اس پر زور کی بارش ہو تو دوسرے باغوں سے دگنا پھل دے اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو تو ہلکی بارش، یا پھر شبنم ہی کافی رہے۔ اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو باغ سے، خلوص نیت کو باغ کے محل وقوع اور زرخیزی سے اور مال کی زیادتی اور کمی کو بارش اور شبنم سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح باغ کے محل وقوع اور زرخیزی کی وجہ سے بارش کی زیادتی اور کمی کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا ہر حال میں پھل پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح انسان کے خلوص نیت کی وجہ سے مال کی کثرت وقلت کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، مال کی کثرت ہو یا قلت انسان ثواب سے کسی حالت میں بھی محروم نہیں رہتا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [التوبة : ۱۲۱] ”اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی چھوٹا خرچ اور نہ کوئی بڑا اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں، مگر وہ ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے، تاکہ اللہ انھیں اس عمل کی بہترین جزا دے جو وہ کیا کرتے تھے۔“

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آگ سے بچو! اگرچہ آدھی کھجور ہی کا صدقہ دے کر۔“ [بخاری، کتاب الزکوة، باب اتقوا النار ولو بشق تمرة ...... الخ : ١٤١٧۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب الحث على الصدقة ولو بشق تمرة : ١٠١٦]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہر شخص قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا، یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے۔“ [مسند أحمد : ١٤٧/٤، ١٤٨، ح : ١٧٤٦٦۔ ابن حبان : ٣٣١٠]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ اس روز انھیں اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا، جس دن اس کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا: ① انصاف کرنے والے حکمران۔ ② ایسا نوجوان جس نے اپنے رب کی عبادت میں نشو ونما پائی۔ ③ ایسا آدمی کہ اس کا دل مسجدوں میں اٹکا رہتا ہے۔ ④ ایسے دو آدمی جو آپس میں محض اللہ کی خوشنودی کے لیے محبت کرتے ہیں، اسی پر ملتے اور اسی پر جدا ہوتے ہیں۔ ⑤ ایسا آدمی کہ اسے کسی عزت دار اور خوبصورت وحسین عورت نے بدکاری کی دعوت دی، مگر اس نے (دعوت رد کرتے ہوئے) کہا کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ ⑥ ایسا آدمی کہ اس نے صدقہ اس قدر چھپا کر کیا کہ اس کا بایاں ہاتھ بھی بے خبر رہا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ⑦ اور ایسا آدمی کہ جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ پڑے۔“ [بخاری، کتاب الزکوة، باب الصدقة باليمين : ١٤٢٣۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب فضل إخفاء الصدقة : ١٠٣١]

اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَ اَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚۖ فَاَصَابَهَاۤ اِعْصَارٌ فِیْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾

’’کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو، جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں، اس کے لیے اس میں ہر قسم کے کچھ نہ کچھ پھل ہوں اور اسے بڑھاپا آ پہنچے اور اس کے کمزور بچے ہوں، پھر اسے ایک بگولا آ پہنچے، جس میں ایک آگ ہو تو وہ بالکل جل جائے۔ اسی طرح اللہ تمھارے لیے کھول کر آیات بیان کرتا ہے، تاکہ تم سوچو۔‘‘

ریاکاری کے نقصانات کو واضح کرنے اور اس سے بچنے کے لیے مزید مثال دی جا رہی ہے کہ جس طرح ایک شخص کا باغ ہو، اس میں ہر طرح کے پھل ہوں (یعنی اس سے بھرپور آمدنی کی امید ہو) وہ شخص بوڑھا ہو جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں (یعنی وہ خود بھی ضعف پیری کی وجہ سے محنت و مشقت سے عاجز آ چکا ہو اور اولاد بھی اس کے بڑھاپے کا سہارا تو کیا، خود اپنے بوجھ اٹھانے کے قابل بھی نہ ہو)، اس حالت میں تیز و تند ہوائیں چلیں اور اس کا سارا باغ جل جائے۔ اب نہ وہ خود دوبارہ اس باغ کو آباد کرنے کے قابل رہا نہ اس کی اولاد۔ یہی حال ان ریاکار خرچ کرنے والوں کا قیامت کے دن ہو گا کہ نفاق و ریاکاری کی وجہ سے ان کے سارے اعمال اکارت چلے جائیں گے، جب کہ وہاں نیکیوں کی شدید ضرورت ہو گی اور دوبارہ اعمال خیر کرنے کی مہلت و فرصت نہیں ہو گی۔ اللہ فرماتا ہے کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمھارا یہی حال ہو؟

سیدنا عبداللہ بن عباس اور عبید بن عمیر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تمھاری رائے میں یہ آیت: ﴿ اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ﴾ ’’کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو‘‘ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ تو انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس جواب سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے اور انھوں نے فرمایا کہ یہ کہو کہ ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے، امیر المومنین! اس کے بارے میں میرے دل میں ایک بات ہے۔ آپ نے فرمایا، کہو اے بھتیجے! اور اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، یہ ایک عمل کی مثال بیان کی گئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیسے عمل کی؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کسی بھی (نیک) عمل کی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ مثال اس دولت مند شخص کے عمل کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق عمل کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس شیطان کو بھیج دیتا ہے تو وہ گناہ اور برے کام کرنے لگ جاتا ہے، حتیٰ کہ اپنے سارے اعمال ضائع کر بیٹھتا ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله: ﴿ أیود أحدكم أن تكون له جنة ...... الخ ﴾ : ۴۵۳۸]

سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بندہ لوگوں کی نگاہ میں جنتیوں کے سے عمل کرتا ہے، حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے اور بعض دفعہ بندہ لوگوں کی نگاہ میں دوزخیوں کے سے عمل کرتا ہے، حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے، اعمال کا دارومدار آخری وقت کے اعمال پر ہے۔'' [بخاری، کتاب الرقاق، باب الأعمال بالخواتیم وما یخاف منها : ٦٤٩٣۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم قتل الإنسان نفسه : ١١٢]

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ١۪ وَ لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ١ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ۠ ﴿۲۶۷﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالی ہیں اور اس میں سے گندی چیز کا ارادہ نہ کرو، جسے تم خرچ کرتے ہو، حالانکہ تم اسے کسی صورت لینے والے نہیں، مگر یہ کہ اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو اور جان لو کہ بے شک اللہ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔''

صدقہ کی قبولیت کے لیے جس طرح ضروری ہے کہ اس کے بعد احسان نہ جتلایا جائے، تکلیف نہ دی جائے اور وہ ریا کاری جیسی بیماری سے بھی پاک ہو، اسی طرح اس آیت میں قبولیت صدقہ کے لیے ایک اور شرط بیان کی جا رہی ہے کہ صدقہ میں دی جانے والی چیز کا عمدہ اور طیب ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے مال میں سے ردی و نکمی چیز صدقہ میں دے گا اور اچھی چیز اپنے پاس رکھے گا تو اس کا یہ عمل ٹھیک نہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خراب مال اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو، حالانکہ خود تمھارا حال یہ ہے کہ اگر کوئی تمھارا قرض چکانے کے لیے خراب مال دے تو تم اسے بطیب خاطر قبول نہیں کرو گے، آنکھیں بند کر کے بصورت جبر و اکراہ ہی قبول کرو گے۔

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت: ﴿ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ ﴾ ہم گروہ انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے، ہم کھجوروں والے تھے، (ہم میں سے) لوگ اپنی کھجوروں میں سے کثرت اور قلت کے موافق کھجوریں لے کر آتے تھے، کوئی ایک خوشہ یا دو خوشے لے کر آتا تھا اور اس کو مسجد میں لٹکا دیا کرتا تھا اور اہل صفہ کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تھا۔ ان میں سے جب کوئی آتا تو خوشے کے پاس آ کر اس کو عصا سے ضرب لگاتا، تو اس میں سے تر اور خشک کھجوریں گر پڑتی، جنھیں وہ کھا لیا کرتا تھا اور جن کو نیکی کرنے کی کوئی رغبت نہیں تھی، ان میں سے بعض لوگ نکمے اور ردی خوشے لے کر آتے، جو ٹوٹے پھوٹے ہوتے تھے، وہ بھی ان خوشوں کو لٹکا دیا کرتے تھے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ

وَ لَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴾ ”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالی ہیں اور اس میں سے گندی چیز کا ارادہ نہ کرو، جسے تم خرچ کرتے ہو، حالانکہ تم اسے کسی صورت لینے والے نہیں، مگر یہ کہ اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو اور جان لو کہ بے شک اللہ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔“ سیدنا براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہم میں سے ہر ایک اچھی کھجور لاتا جو اس کے پاس موجود ہوتی۔ [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة البقرة : ۲۹۸۷۔ مستدرك حاكم : ۲۸۵/۲، ح : ۳۱۲۷]

طَيِّبٰتِ : لفظ ”طیب“ جس طرح عمدہ مال کے معنی میں آتا ہے، اسی طرح اس میں وہ مال بھی آجاتا ہے جو حلال طریقے سے کمایا ہوا ہو۔ پس معنی یہ ہوں گے کہ اللہ کی راہ میں پاکیزہ اور حلال طریقے سے کمایا ہوا مال خرچ کرو۔ خبیث یعنی حرام مال سے صدقہ قبول نہیں ہوتا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال ہی قبول کرتا ہے۔“ [بخاری، کتاب الزکوة، باب الصدقة من کسب طیب : ۱۴۱۰۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب : ۱۰۱۴]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے لوگو! اللہ پاک ہے اور وہ کوئی مال قبول نہیں کرتا سوائے اس مال کے جو پاک ہو۔“ [مسلم، کتاب الزکوة، باب قبول الصدقة من الکسب الطیب : ۱۰۱۵]

مَا كَسَبْتُمْ : انسان کی کمائی کے بڑے ذرائع چار ہیں، زراعت، صنعت، تجارت اور ملازمت۔ کمائی جس ذریعے سے بھی ہو اگر وہ نصاب کو پہنچ جائے جو ستر گرام سونا یا چار سو ساٹھ گرام چاندی ہے، یا کسی کے پاس اتنی قیمت کا مال ہو اور اس پر سال گزر جائے تو زکوة دینا پڑے گی۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پانچ وسق سے کم میں زکوة نہیں۔“ [بخاری، کتاب الزکوة، باب ما أدی زکاته فلیس بکنز : ۱۴۰۵۔ مسلم، کتاب الزکوة، بابٌ : لیس فیما دون خمسة أوسق صدقة : ۹۷۹]

بعض لوگ کہتے ہیں مال تجارت میں زکوة نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ”باب الصدقة الکسب والتجارة“ میں اس آیت سے استدلال کر کے ان کا رد کیا ہے۔ البتہ زمین سے حاصل ہونے والی فصل کا عشر فصل اٹھاتے ہی ادا کرنا ہوگا۔

وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ : اس سے مراد فصل پر عشر یا نصف عشر ہے۔ اگر زمین سے کھینچ کر پانی لگایا جائے تو نصف عشر اور اگر بارانی یا نہری ہو تو عشر۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس زمین کو بارش اور چشموں نے سیراب کیا ہو، یا وہ جو خود بخود نمی سے سیراب ہو جاتی ہو، اس میں دسواں حصہ ہے اور جس کو کنویں (وغیرہ) سے پانی کھینچ کر سیراب کیا جاتا ہو، اس میں بیسواں حصہ ہے۔“ [بخاری، کتاب الزکوة، باب العشر فیما یسقی من ماء السماء والماء الجاری : ۱۴۸۳]

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَ يَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَ اللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾

''شیطان تمھیں فقر کا ڈراوا دیتا ہے اور تمھیں شرمناک بخل کا حکم دیتا ہے اور اللہ تمھیں اپنی طرف سے بڑی بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

یہاں شیطان کے وسوسہ سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ ''شیطان تمھیں فقر کا ڈراوا دیتا ہے'' یعنی انسان کے دل میں وہم اور وسوسے پیدا کرتا رہتا ہے کہ اگر نیک کام میں خرچ کرو گے تو فقیر ہو جاؤ گے اور ''فحشاء'' یعنی بخل کی ترغیب دیتا ہے اور اس پر اکساتا رہتا ہے اور بدکاری اور بے حیائی کے کاموں میں مال صرف کرنے کی ترغیب دیتا ہے، مگر اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ ہے کہ صدقہ تمھارے گناہوں کا کفارہ بھی ہوگا اور اس پر کئی گنا اجر بھی ملے گا اور مال میں برکت بھی ہوگی۔

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ : اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو شیطان کی دشمنی سے آگاہ فرمایا، ارشاد فرمایا: ﴿ يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [النساء : ۱۲۰] ''وہ انھیں وعدے دیتا ہے اور انھیں آرزوئیں دلاتا ہے اور شیطان انھیں دھوکے کے سوا کچھ وعدہ نہیں دیتا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴾ [بنی إسرائیل : ٦٤] ''اور شیطان دھوکا دینے کے سوا انھیں وعدہ نہیں دیتا۔''

وَ اللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا : یعنی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر تم اللہ کے راستہ میں دو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنی مغفرت سے بھی سرفراز فرمائے گا اور تم پر اپنا فضل و کرم بھی کرے گا، ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴾ [سبا : ۳۹] ''کہہ دے بے شک میرا رب رزق فراخ کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے اور اس کے لیے تنگ کر دیتا ہے اور تم جو بھی چیز خرچ کرتے ہو تو وہ اس کی جگہ اور دیتا ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔''

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر روز جب بندے صبح کرتے ہیں تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور زیادہ دے اور دوسرا بددعا کرتا ہے کہ اے اللہ! (ہاتھ) روکنے والے کے مال کو تلف کر دے۔'' [بخاري، كتاب الزكوة، باب قول الله تعالى: ﴿ فأما من أعطى واتقى...... الخ ﴾ : ١٤٤٢۔ مسلم، كتاب الزكوة، باب في المنفق و الممسك : ١٠١٠]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ظلم سے بچو، ظلم قیامت کے دن تہ بہ تہ تاریکیاں بن جائے گا اور بخل سے بچو، بخل نے تم سے پہلی قوموں کو برباد کر دیا اور ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ناحق خون بہائیں اور

محرمات کو حلال ٹھہرائیں۔'' [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم : ٢٥٧٨]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات اور دن خرچ کرنا اسے کم نہیں کرتا، کیا تم نے دیکھا نہیں جو کچھ اس نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے اب تک خرچ کیا ہے؟ تو اس نے جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے اسے کم نہیں کیا۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالٰی : ﴿ لما خلقت بیدی ﴾ : ٧٤١١۔ مسلم، کتاب الزکٰوة ، باب الحث علی النفقة : ٩٩٣]

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾

''دانائی عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور جسے دانائی عطا کی جائے تو بلاشبہ اسے بہت زیادہ بھلائی دے دی گئی اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر جو عقلوں والے ہیں۔''

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا : یہاں ''الْحِكْمَةَ'' سے مراد دین کا صحیح فہم، علم و فقہ میں صحیح بصیرت اور خشیتِ الٰہی سب چیزیں ہوسکتی ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''صرف دو آدمیوں پر رشک کیا جا سکتا ہے، ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہو، پھر اسے راہِ حق میں خوب خرچ کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائی ہو اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت و دانش اور علم سے نواز رکھا ہو اور وہ اسی کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور اسے لوگوں کو سکھاتا بھی ہو۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمة : ٧٣۔ مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمه : ٨١٦]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو اللہ خیر دینا چاہتا ہے اسے دین میں سمجھ بوجھ عطا فرما دیتا ہے۔'' [بخاری، کتاب العلم، باب من یرد الله به خیرًا ...... الخ : ٧١۔ مسلم، کتاب الزکوة، باب النهی عن المسألة : ١٠٣٧]

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ : یعنی جو لوگ دانش مندی اور دینی سمجھ بوجھ کے ساتھ اخروی فلاح و بہبود کا فکر کرتے ہیں اور اس فکر کے تقاضوں کو بھی پورا کرتے رہتے ہیں تو یہی لوگ ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں، ارشاد فرمایا: ﴿ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [ص : ٢٩] ''یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے، بہت بابرکت ہے، تاکہ وہ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور تاکہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔''

﴿وَ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۝۲۷۰﴾

’’اور تم جو بھی خرچ کرو، کوئی خرچ، یا نذر مانو، کوئی نذر تو بے شک اللہ اسے جانتا ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مدد کرنے والے نہیں۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ ہر حال میں تمھاری نیت اور عمل سے واقف ہے۔ اس میں ایک طرف مخلصین کے لیے وعدہ ہے اور دوسری طرف ریا کار اور غیر اللہ کی نذریں ماننے والوں کے لیے وعید بھی ہے کہ ایسے لوگ ظالم ہیں اور انھیں اللہ کے عذاب سے کسی صورت رہائی نصیب نہیں ہو سکے گی۔

ارشاد فرمایا: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ [الحج : ۳۷] ’’اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمھاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا۔‘‘

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک اللہ تمھارے چہروں اور تمھارے مالوں کو نہیں دیکھتا، وہ تو تمھارے دلوں اور تمھارے عملوں کو دیکھتا ہے۔‘‘ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ’’تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم المسلم : ۲۵٦٤/۳۳،۳۲]

﴿اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ﴾ : نذر یہ ہے کہ انسان اپنی مراد کے پورا ہو جانے کی صورت میں اپنے اوپر کسی ایسے نفقہ یا کام کو لازم قرار دے لے جو اس پر لازم نہ ہو۔ پھر اگر یہ مراد کسی جائز کام کی ہو اور اللہ تعالیٰ سے مانگی گئی ہو اور جس کام یا خرچ کی نذر مانی گئی ہے وہ بھی جائز ہو تو ایسی نذر کا پورا کرنا واجب ہے، ورنہ اس کا ماننا اور پورا کرنا لازم نہیں ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’نذر نہ مانا کرو، اس لیے کہ نذر تقدیری امور میں کچھ بھی نفع بخش نہیں، بس اس سے اتنا ہوتا ہے کہ بخیل کا مال نکل جاتا ہے۔‘‘ [مسلم، کتاب النذر، باب النهی عن النذر : ۱٦٤٠]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمایا، آپ نے فرمایا: ’’نذر (تقدیری امور میں سے) کسی بھی چیز کو ٹال نہیں سکتی، البتہ اس کے ذریعے بخیل کا مال نکل جاتا ہے۔‘‘ [بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب الوفاء بالنذر : ٦٦۹۳۔ مسلم، کتاب النذر، باب النهی عن النذر : ۱٦۳۹]

صدقات و خیرات ہوں یا نذر و نیاز، اللہ تعالیٰ کو نیتوں کا علم ہوتا ہے۔ اگر نیت خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے نہ ہو تو یہ تمام صدقات و خیرات اور نذریں رائگاں ہو جاتی ہیں، بلکہ ایک قسم کا شرک لازم آتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شرکا سے زیادہ شرک سے بے زار ہوں، جس نے

ایسا کوئی عمل کیا کہ اس نے اس میں میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کر لیا تو میں اس کو بھی چھوڑ دیتا ہوں اور اس کے شرک کو بھی چھوڑ دیتا ہوں۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب تحریم الریاء : ۲۹۸۵]

اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَ اِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَ تُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ؕ وَ يُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۲۷۱﴾

''اگر تم صدقے ظاہر کرو تو یہ اچھی بات ہے اور اگر انھیں چھپاؤ اور انھیں محتاجوں کو دے دو تو یہ تمھارے لیے زیادہ اچھا ہے اور یہ تم سے تمھارے کچھ گناہ دور کرے گا اور اللہ اس سے جو تم کر رہے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صدقہ دینے کے دو طریقے بتائے ہیں، علانیہ صدقہ دینا اور چھپا کر صدقہ دینا۔ ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اچھا قرار دیا، لیکن چھپا کر دینے کو بہتر کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علانیہ اور چھپا کر خرچ کرنے کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ کیا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَتۡلُوۡنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرۡجُوۡنَ تِجَارَةً لَّنۡ تَبُوۡرَ ﴾ [فاطر : ۲۹] ''بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے انھوں نے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی برباد نہ ہوگی۔''

وَ اِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَ تُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ : یعنی صدقہ علانیہ دینا بھی گو اچھا ہے، مگر پوشیدہ طور پر دینا زیادہ فضیلت رکھتا ہے، کیونکہ یہ ریا سے بعید ہے۔ متعدد احادیث میں نفلی صدقات کو پوشیدہ طور پر دینے کی فضیلت آئی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن سوائے اس کے سایہ کے کہیں سایہ نہیں ہوگا...... (ان میں سے) ایک وہ شخص ہے کہ جب وہ کوئی صدقہ دیتا ہے تو اس کو اتنا چھپا کر دیتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ بالیمین : ۱۴۲۳۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل إخفاء الصدقۃ : ۱۰۳۱]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک آدمی نے کہا، میں ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ صدقہ لے کر نکلا مگر اس نے اسے چور کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ چور کو صدقہ دیا گیا ہے۔ اس نے کہا، اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا، وہ صدقہ لے کر نکلا اور اس نے اسے ایک زانیہ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ رات زانیہ پر صدقہ کیا گیا ہے۔ اس نے کہا، اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے، میں زانیہ کو صدقہ دے آیا (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ وہ صدقہ لے کر نکلا اور اس نے اسے ایک دولت مند کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ

رات دولت مند کو بھی صدقہ دے دیا گیا ہے۔ اس نے کہا، اے اللہ! تعریف صرف تیرے لیے ہے، میں (لاعلمی میں) چور، زانیہ اور مال دار کو صدقہ دے آیا، تو اسے (خواب میں) کوئی شخص ملا جس نے اسے کہا، تو نے جو چور پر صدقہ کیا ہے، ممکن ہے چور آئندہ چوری سے باز آ جائے اور (تو نے) جو زانیہ (پر صدقہ کیا) ہے، ممکن ہے کہ وہ زنا سے باز آ جائے اور (تو نے) جو دولت مند (پر صدقہ کیا) ہے، ممکن ہے وہ عبرت حاصل کرے اور اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرنے لگ جائے۔'' [بخاري، كتاب الزكاة ، باب إذا تصدق على غني وهو لا يعلم : ١٤٢١۔ مسلم، كتاب الزكاة ، باب ثبوت الأجر المتصدق : ١٠٢٢]

اس شخص کے واقعہ سے بھی خفیہ صدقے کی فضیلت اور برکت معلوم ہوتی ہے۔

سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ظاہری طور پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا ظاہری طور پر صدقہ کرنے والے کی طرح ہے اور پوشیدہ طور پر تلاوت کرنے والا پوشیدہ صدقہ کرنے والے کی طرح ہے۔'' [أبو داؤد، كتاب التطوع، باب رفع الصوت بالقراءة في صلاة الليل : ١٣٣٣]

وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ : چھپا کر فقرا کو دینے میں ان کی پردہ پوشی ہوتی ہے اور ان کی عزت نفس مجروح نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے فقراء کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ﴾ [البقرة: ٢٧٣] ''(یہ صدقات) ان محتاجوں کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں روکے گئے ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، ناواقف انھیں سوال سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے۔''

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٢﴾

''تیرے ذمے انھیں ہدایت دینا نہیں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے سو تمھارے اپنے ہی لیے ہے اور تم خرچ نہیں کرتے مگر اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا ادا کیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ : اس سے مقصود مومنوں کو اللہ کے اوامر کی اطاعت پر ابھارنا اور انھیں یہ بتانا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو راہ راست پر چلانے کے مکلف نہیں ہیں، یہ تو اللہ کا کام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تو لوگوں کو صرف راستہ بتا دینا ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ صلہ رحمی جائز ہے اور اگر وہ محتاج ہو تو نفلی صدقات سے اس کی مدد کرنا بھی جائز ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صحابہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وہ اپنے مشرک رشتہ داروں کو تھوڑا سا عطیہ بھی دیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے تھوڑا سا خرچ کرنے کی اجازت دے دی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴾ ''تیرے ذمے انھیں ہدایت دینا نہیں اور لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے سو تمھارے اپنے ہی لیے ہے اور تم خرچ نہیں کرتے مگر اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے اور تم خیر میں سے جو بھی خرچ کرو گے وہ تمھیں پورا ادا کیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں پر مال خرچ کرنے کی اجازت دے دی۔'' [السنن الكبرىٰ للنسائي، كتاب التفسير، باب قوله تعالى : ﴿ ليس عليك هدٰهم ﴾ : ١١٠٥٢]

صلح حدیبیہ کی مدت میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی والدہ جو مشرکہ تھیں، ان کے پاس آئیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، میری والدہ آئی ہے کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں؟ فرمایا: ''ہاں، اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو۔'' [بخاري، كتاب الأدب، باب صلة المرأة أمها : ٥٩٧٩]

اسلام کی رحمت عام کو دیکھیے کہ مشرک پر خرچ کرنا بھی باعث ثواب ہے بشرطیکہ وہ حالت جنگ میں نہ ہو۔ بلکہ کسی جانور پر خرچ کرنا بھی باعث ثواب ہے، جیسا کہ پیاسے کتے کو پانی پلانے والے شخص کی اس عمل کی وجہ سے بخشش ہو گئی۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک آدمی راستے میں سفر کر رہا تھا کہ اسے سخت پیاس محسوس ہوئی۔ اسے راستے میں ایک کنواں ملا، وہ آدمی کنویں میں اترا اور اس نے پانی پیا۔ پھر باہر نکلا تو اچانک ایک کتے کو دیکھا جو ہانپ رہا تھا اور پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس آدمی نے (دل میں) کہا، اس کتے کو بھی ویسی ہی پیاس لگی ہو گی جیسی مجھے لگی تھی۔ (یہ سوچ کر) وہ (دوبارہ) کنویں میں اترا، اپنا موزہ پانی سے بھر کر لایا اور کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اسے بخش دیا۔'' [بخاري، كتاب المظالم، باب الآبار التي على الطرق...... الخ : ٢٤٦٦]

لیکن یاد رہے کہ کفار پر صرف نفلی صدقہ جائز ہے فرض زکوۃ نہیں، اس پر امت کا اجماع ہے۔ کیونکہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ مسلمانوں کے اغنیا سے لی جاتی ہے اور انھی کے فقرا پر لوٹائی جاتی ہے۔'' [بخاري، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة : ١٣٩٥]

صدقہ فطر چونکہ فرض ہے اس لیے اس کا بھی یہی حکم ہے، لیکن بطور تالیف قلب صدقہ فطر اور زکوۃ دی جا سکتی ہے۔

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ : عام طور پر اس کا ترجمہ اللہ کی رضا کیا جاتا ہے، مگر جو لطف ''اللہ کا چہرہ طلب کرنے کے لیے'' میں ہے وہ دوسرے لفظ میں کبھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ''وجہ'' کا اصل معنی چہرہ ہے اور حقیقی معنی مراد

لینے میں کوئی خرابی بھی نہیں، اس لیے کہ مومن کی سب سے بڑی طلب اور تمنا اللہ تعالیٰ کے چہرے کا دیدار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ نعمت عطا فرمائے۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾

’’ (یہ صدقات) ان محتاجوں کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں روکے گئے ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، ناواقف انھیں سوال سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے، تو انھیں ان کی علامت سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے اور تم خیر میں سے جو خرچ کرو گے سو یقیناً اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔‘‘

اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی ترغیب کے بعد اب خاص طور پر ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو سب سے زیادہ مدد اور مالی تعاون کے حق دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کچھ صفات بیان فرمائی ہیں۔ یہ ساری صفات اصحابِ صفہ میں پائی جاتی تھیں، اس لیے اس آیت کے سب سے پہلے مصداق وہی ہیں۔ پھر قیامت تک جو لوگ بھی ان صفات کے حامل ہوں گے وہ سب سے زیادہ مالی تعاون کے حق دار ہوں گے۔

لِلْفُقَرَآءِ : یہاں ان کے فقر کا سبب بیان نہیں فرمایا، سورۂ حشر میں ارشاد فرمایا: ﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ ﴾ [الحشر : ۸] ’’ (یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔‘‘ اب وہ خالی ہاتھ تھے، نہ ان کے پاس مال تھا نہ گھر، ان کے لیے مسجد نبوی میں ایک صفہ بنا دیا گیا۔ ان کی تعداد چار سو تھی جو غزوات اور مہمات پر بھیجنے کی وجہ سے کم یا زیادہ ہوتی رہتی تھی۔

الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ : یعنی یہ لوگ اللہ کی راہ میں روکے گئے ہیں، یعنی جہاد اور طلب علم نے انھیں کمائی کرنے سے روک دیا ہے، وہ منتظر ہیں کہ کب حکم ہو اور وہ جہاد کے لیے نکلیں، یہ لوگ اللہ کی خاطر گھر سے نکلے، اللہ کی خاطر مال مویشی چھوڑے، فقر اختیار کیا اور اب اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں وقف کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ : یعنی ان کے معاملے اور حال سے ناواقف شخص ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے اور ان کے لباس، حال اور گفتگو کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ یہ غنی ہیں، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’مسکین وہ نہیں ہے جو چکر لگاتا رہتا ہے اور لوگ اسے ایک نوالہ یا دو نوالے اور ایک یا دو کھجوریں دے دیتے ہیں۔‘‘ صحابہ نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! پھر مسکین کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ’’مسکین وہ ہے جس کے پاس اس قدر مال نہ ہو جو اس کی ضرورت پوری کر دے اور نہ اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہو کہ یہ فقیر ہے، تاکہ اس پر

صدقہ کیا جائے اور نہ وہ لوگوں سے کچھ مانگے۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قول اللہ عزوجل: ﴿ لا یسئلون الناس إلحافًا﴾ : ۱۴۷۹۔ مسلم، کتاب الزکاۃ، باب المسکین الذی لا یجد غنی : ۱۰۳۹]

تَعۡرِفُهُم بِسِيمَٰهُمۡ : تو انھیں ان کی علامت سے پہچان لے گا۔ اس کا مطلب چہرے کا نور اور وہ رونق ہے جو ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے ان کے چہرے پر نمایاں تھی، جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ سِيمَاهُمۡ فِي وُجُوهِهِم مِّنۡ أَثَرِ ٱلسُّجُودِ ﴾ [الفتح : ۲۹] ''ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔''

لَا يَسۡـَٔلُونَ ٱلنَّاسَ إِلۡحَافًا : یعنی لوگوں سے لپٹ کر نہ سوال کرتے ہیں اور نہ لوگوں کو غیر ضروری سوال سے مشکل میں ڈالتے ہیں۔ جو شخص سوال کرے، حالانکہ اس کے پاس وہ چیز موجود ہو جو اسے سوال سے بے نیاز کر دینے والی ہو تو اس نے بھی گویا لپٹ کر سوال کیا۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ مانگنے کے لیے بھیجا۔ میں آ کر آپ کے پاس بیٹھ گیا، آپ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا: ''جو شخص بے نیازی اختیار کرے اللہ تعالیٰ اسے غنی کر دیتا ہے، جو عفت و پاک دامنی اختیار کرنا چاہے اللہ تعالیٰ اسے پاکباز بنا دیتا ہے، جو کفایت شعاری اپنانا چاہے اللہ تعالیٰ اسے کفایت شعار بنا دیتا ہے اور جو شخص سوال کرے اور اس کے پاس ایک اوقیہ (چالیس درہم) کی قیمت (کی کوئی چیز) موجود ہو تو اس نے بھی لپٹ کر سوال کیا۔'' ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے جی میں کہا کہ میری یاقوتہ اونٹنی تو ایک اوقیہ سے زیادہ قیمت والی ہے، لہٰذا میں واپس آ گیا اور میں نے آپ سے سوال نہ کیا۔ [مسند أحمد : ۳/ ۹، ح : ۱۱۰۶۶۔ أبو داوٗد، کتاب الزکاۃ، باب من یعطی من الصدقۃ و حد الغنی : ۱۶۲۸۔ نسائی، کتاب الزکاۃ، باب من الملحف ؟ : ۲۵۹۶]

اسلام نے سخت ضرورت کے وقت سوال کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور بغیر ضرورت سوال کرنے کی بڑی مذمت کی ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہو گی۔'' [بخاری، کتاب الزکوۃ، باب من سأل الناس تکثرًا : ۱۴۷۴۔ مسلم، کتاب الزکوۃ، باب کراھۃ المسئلۃ للناس : ۱۰۴۰]

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ سے خاص طور پر اس بات کی بیعت لی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور پانچ نمازیں پڑھیں گے اور اطاعت کریں گے اور ایک خفیہ بات چھپا کر کہی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال مت کرنا۔ عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے ان آدمیوں میں سے بعض کو دیکھا کہ اس کا کوڑا اگر پڑتا تو وہ کسی سے سوال نہ کرتا کہ اسے پکڑا دے۔ [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب کراھۃ المسئلۃ للناس : ۱۰۴۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے مانگتا ہے وہ گویا کہ جہنم کی آگ مانگتا ہے۔'' [مسلم، کتاب الزکوۃ، باب کراھۃ المسئلۃ للناس : ۱۰۴۱]

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

”وہ لوگ جو اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں، سو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

اللہ کی رضا کی خاطر مال خرچ کرنے والوں کی تعریف کی گئی ہے۔ جو اس کی راہ میں رات اور دن کے تمام اوقات میں اور پوشیدہ و ظاہر تمام حالات میں اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴾ [الرعد : ٢٢] ”اور وہ جنھوں نے اپنے رب کا چہرہ طلب کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا اور برائی کو نیکی کے ساتھ ہٹاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴾ [إبراهيم : ٣١] ”میرے بندوں سے جو ایمان لائے ہیں، کہہ دے کہ وہ نماز قائم کریں اور اس میں سے جو ہم نے انھیں دیا ہے، پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی۔“

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اللہ کی رضا کے لیے جو بھی خرچ کرو گے اس سے تمھیں اجر دیا جائے گا، حتیٰ کہ اس لقمے سے بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو...... اس سے تمھارے درجے اور رفعت میں اضافہ ہوگا۔“ [بخاری، کتاب الوصايا، باب أن يترك ورثته أغنياء : ٢٧٤٢۔ مسلم، كتاب الوصية، باب الوصية بالثلث : ١٦٢٨]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان جب اپنے اہل و عیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لیے صدقہ ہے۔“ [بخاری، كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل : ٥٣٥١۔ مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقة والصدقة : ١٠٠٢]

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾

”وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر خبطی بنا دیا ہو۔ یہ

اس لیے کہ انھوں نے کہا بیع تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا، پھر جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آئے پس وہ باز آ جائے تو جو پہلے ہو چکا وہ اسی کا ہے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور جو دوبارہ ایسا کرے تو وہی آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے احوال وکوائف، ان کے لیے اجر عظیم کے وعدوں اور ان کے گناہوں کی معافی کا ذکر ہو چکا، تو اب سود لینے والوں اور لوگوں کا مال حرام طریقوں سے کھانے والوں کا ذکر ہو رہا ہے اور اس انجام ہائے بد کا بیان ہو رہا ہے جن کا سامنا انھیں روزِ قیامت قبر سے نکلتے وقت کرنا پڑے گا۔ جس طرح وہ لوگ دنیا میں مالِ حرام کے حصول میں پاگل بن گئے تھے، برزخ میں اور روزِ قیامت اپنی قبروں سے اس طرح اٹھیں گے جیسے انھیں شیطان کے چھونے کی وجہ سے جنون اور مرگی لاحق ہو گئی ہو، اور یہ سزا انھیں اس لیے ملے گی کہ وہ کہتے تھے کہ بیع یعنی تجارت ربا کی مانند ہے اور اس طرح حلال و حرام کو ایک جیسا بناتے تھے اور سود کو حلال قرار دیتے تھے۔ تحریم ربا سے قبل جو مال سود کھانے والے نے لیا تھا، اسے لوٹانا ضروری قرار نہیں دیا گیا، لیکن جو شخص اس کے بعد سود کو حلال قرار دے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا، ا لیے کہ اس نے نصِ قرآنی کا انکار کیا اور اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال بنایا۔

ربا کا لفظی معنی بڑھنا، زیادہ ہونا ہے اور شریعت کی اصطلاح میں قرض دے کر اصل مال سے جو زیادہ لیا جاتا ہے، اسے ربا کہتے ہیں۔ یعنی کسی قرض پر بغیر کسی مالی معاوضہ کے محض مہلت بڑھا دینے کی بنا پر زیادتی حاصل کی جائے۔

موجودہ بینکنگ کا نظام بھی واضح سود پر مبنی ہے۔ سیونگ اکاؤنٹ اور پی ایل ایس تو واضح سود ہیں۔ کرنٹ اکاؤنٹ میں اگرچہ سود نہیں دیا جاتا مگر بنک وہ رقم آگے سود ہی پر چلاتا ہے۔ آج کل اسلامی بینکنگ کا بہت شور ہے، مگر علماء نے اسے سودی حیلہ پر مبنی قرار دیا ہے۔ بیمہ (انشورنس) اور انعامی بانڈز بھی سود اور جوئے کا مرکب ہیں۔ سود کی ایک صورت نقد اور ادھار کی قیمتوں کا فرق ہے۔ قسطوں کا کاروبار اسی طرح چل رہا ہے، حالانکہ یہ بھی سود ہے، مثلاً ایک شخص کہے کہ میں تمھیں ایک ہزار روپے ادھار قرض دیتا ہوں مگر میں تم سے گیارہ سو روپے لوں گا، تو اس کے سود ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اسی طرح ایک چیز جس کی قیمت سب جانتے ہیں کہ ایک ہزار ہے، بیچنے والے اور لینے والے کو بھی علم ہے، پھر وہ اسے قسطوں پر گیارہ سو روپے میں دیتا ہے تو یہ کیوں سود نہیں۔

سود خواہ کوئی ذاتی ضرورت کے لیے لے یا تجارت کے لیے، جب اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا تو ہر طرح کا سود حرام ہے۔ اگر کوئی بچنا چاہے تو اسے واضح سود کے ساتھ ساتھ سود کے حیلے اور سود کے شک والے معاملات سے بھی بچنا ہو گا۔

سود کی مذمت اور اس کے دینی اور دنیوی مفاسد کے بیان میں بہت ساری احادیث آئی ہیں، سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب والی طویل حدیث میں بیان فرمایا: ”پھر ہم ایک نہر پر آئے، وہ

نہر خون کی طرح سرخ تھی اور اس نہر میں ایک آدمی تیر رہا تھا، نہر کے کنارے پر بھی ایک آدمی تھا، جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے۔ یہ تیرنے والا شخص تیرتا رہتا اور جب اس شخص کے پاس آتا جس نے اپنے پاس پتھر جمع کر رکھے تھے تو وہ اس کے منہ کو کھولتا اور اس میں ایک پتھر داخل کر دیتا۔" پھر اس کی تعبیر میں آپ ﷺ نے بتایا: "اس سے مراد سود کھانے والا ہے۔" [بخاری، کتاب التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاة الصبح : ٧٠٤٧]

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گودنے والی اور گدوانے والی، سود کھانے والے اور سود دینے والے اور مصور پر لعنت فرمائی ہے۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب ثمن الکلب : ٢٢٣٨]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا تھا: "بے شک زمانہ جاہلیت کا سود میرے دونوں پاؤں کے نیچے پامال ہے اور میں سب سے پہلے (اپنے چچا) عباس کا سود معاف کرتا ہوں۔" [ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ : ٣٠٨٧۔ ابن حبان : ٣٩٤٤۔ مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ : ١٢١٨]

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت آیتِ ربا ہے۔ [بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿ واتقوا یومًا ترجعون فیه إلی الله ﴾ : ٤٥٤٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سود کے ستر درجے ہیں، ان میں سب سے کم درجے کا گناہ اس قدر ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے نکاح (یعنی زنا) کرے۔" [ابن ماجه، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا : ٢٢٧٤]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سات ہلاک کر دینے والے گناہوں سے بچو۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اللہ نے جس جان کو قتل کرنا حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیرنا اور پاک دامن، مومن و غافل عورتوں پر تہمت لگانا۔" [بخاری، کتاب الحدود، باب رمی المحصنات : ٦٨٥٧۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر : ٨٩]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود دینے والے، سود تحریر کرنے والے اور سودی لین دین کے گواہوں پر لعنت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: "(گناہ میں) وہ سب برابر ہیں۔" [مسلم، کتاب المساقاۃ، باب لعن آکل الربا و موکله : ١٥٩٨]

يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ : شیطان کا آدمی کو نقصان پہنچانا خصوصاً اس کے دماغ پر حملہ آور ہونا کئی آیات و احادیث سے ثابت ہے، مثلاً چوکے مارنا، غصہ دلانا، بہکا کر حیران چھوڑ دینا، تکلیف یا بیماری میں مبتلا کر دینا، بھلا دینا اور وسوسے ڈالنا وغیرہ۔

سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اعتکاف کیے ہوئے تھے، ایک رات میں آپ کی زیارت

کرنے کے لیے حاضر ہوئی، میں نے آپ سے باتیں کیں، پھر جب میں واپس جانے کے لیے اٹھی تو آپ بھی میرے ساتھ مجھے چھوڑنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش ان دنوں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے محلے میں تھی۔ راستے میں دو انصاری گزرے، جونہی انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیز تیز قدموں سے چلنے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ٹھہرو، یہ صفیہ بنت حیی ہے۔'' وہ دونوں بولے، یا رسول اللہ! سبحان اللہ! آپ نے فرمایا: ''یقیناً شیطان انسان کے اندر اس طرح گردش کرتا ہے، جس طرح خون گردش کرتا ہے، مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ تمھارے دلوں میں کوئی برا خیال'' یا آپ نے یہ فرمایا: ''کوئی چیز نہ ڈال دے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس و جنوده : ۳۲۸۱۔ مسلم، کتاب السلام، باب بیان أنه یستحب لمن رؤی بامرأة ...... الخ : ۲۱۷۵]

الغرض شیطان کے انسان کو چھو کر خبطی بنا دینے سے انکار قرآن و حدیث سے انکار ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا : یعنی ان کی یہ حالت اس لیے ہو گی کہ انھوں نے بیع یعنی خرید و فروخت کو بھی سود جیسا قرار دیا اور سود کو اتنا حلال قرار دیا کہ بیع کی حلت کا سبب بھی سود کے ساتھ مشابہت کو قرار دیا۔ ان ظالموں کے نزدیک بیع اور سود میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ دونوں میں نفع آتا ہے۔ حالانکہ دونوں میں واضح کئی فرق ہیں۔ جن میں سب سے بڑا اور بنیادی فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ علاوہ ازیں ایک فرق یہ ہے کہ تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے نقصان بھی، جب کہ سودی قرض لینے والے کو نفع ہو یا نقصان سود خور نے (خواہ ایک شخص ہو یا بینک) ہر حال میں پوری رقم مع سود وصول کرنی ہے، جو آئندہ بڑھتی ہی جائے گی۔ اس لیے سود ظلم اور مفت خوری کی بدترین شکل ہے۔

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ : یعنی سود کی حرمت کا حکم آنے کے بعد جو سود سے باز آ جائے، تو پہلے جو وہ سود لے چکا ہے اس کا مطالبہ اس سے نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ وہ اس کے آئندہ طرزِ عمل، ندامت اور توبہ کو دیکھ کر فیصلہ فرمائے گا۔ یاد رہے یہ اس وقت کی بات ہے جب سود کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اب سود کی حرمت کو جانتے ہوئے کوئی شخص ساری عمر سود کھا کر آخر میں چھوڑ دے تو وہ سودی مال اس کے لیے حلال نہیں ہو گا بلکہ اس کو حتی الامکان اس کے مالکوں کو لوٹانا ہو گا، جو نہ لوٹا سکے اس پر بہت توبہ اور استغفار کرنا ہو گا۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾

''اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ایسے شخص سے محبت نہیں رکھتا جو سخت ناشکرا، سخت گنہگار ہو۔''

اللہ تعالیٰ سود کے مال سے برکت چھین لیتا ہے اور صدقات کو بڑھاوا دیتا ہے، اس لیے کہ روزی کا مالک تو اللہ ہے اور اس کے پاس جو کچھ ہے وہ صرف اس کی اطاعت کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے اور یہ امر شاہد ہے کہ سود خور کا مال بظاہر

تو بڑھتا ہے لیکن اس کی برکت اس سے چھین لی جاتی ہے۔ دنیا میں اس کا سکون چھن جاتا ہے، اولاد نالائق ہو جاتی ہے اور قسم قسم کی پریشانیوں میں وہ گھرا رہتا ہے اور آخرت میں تو عذابِ نار اس کا انتظار کر ہی رہا ہے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا : اللہ تعالیٰ اپنے احکام کے ذریعے سودی لین دین کو ختم کر رہا ہے اور صدقات کو بڑھا رہا ہے، ارشاد فرمایا: ﴿ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [الروم : ۳۹] ”اور جو کوئی سودی قرض تم اس لیے دیتے ہو کہ لوگوں کے اموال میں بڑھ جائے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا۔“

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص سود کے ذریعے سے مال میں اضافہ کرے گا اس کا انجام مال کی قلت ہوگا۔“ [مسند أحمد : ۱/ ۳۹۵، ح : ۳۷۵۳۔ ابن ماجه، كتاب التجارات، باب التغليظ في الربا : ۲۲۷۹۔ مستدرك حاكم : ۲/ ۳۷، ح : ۲۲۶۲]

وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سودی مال میں خیر و برکت عطا نہیں فرماتا۔ چنانچہ سود خور پر دنیا بھی لعنت بھیجتی ہے اور آخرت میں بھی اسے وہ سزا ملے گی جو کسی دوسرے مجرم کو نہ ملے گی۔

وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ : یعنی انھیں پروان چڑھاتا ہے، یا انھیں پالتا پوستا ہے، جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص پاک کمائی میں سے ایک کھجور بھی صدقہ کرے، اور اللہ تعالیٰ پاک مال ہی کو قبول فرماتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرما لیتا ہے، پھر اسے صدقہ کرنے والے کے لیے اس طرح پالتا پوستا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ صدقہ (بڑھ کر) پہاڑ کی طرح ہو جاتا ہے۔“ [بخاری، كتاب الزكوة، باب الصدقة من كسب طيب : ۱۴۱۰۔ مسلم كتاب الزكوة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها : ۱۰۱۴]

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

ربا یعنی سود کی آیتوں کے درمیان اس آیت کو لانے کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ سودی کاروبار سے بچاؤ کا اہم سبب ایمان باللہ اور اس کے حقوق کی ادائیگی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو باقی ہے چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو۔“

اس آیت میں مسلمانوں کو حتمی طور پر حکم دے دیا گیا کہ قرض داروں پر سود کی جو رقم رہ گئی ہے اب نہ لی جائے،

ایمان کا یہی تقاضا ہے، کیونکہ سود اور ایمان دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے وہ تمام سود باطل قرار دے دیے جو قریش، ثقیف اور دوسرے عرب قبائل میں سے بعض تاجروں کے اپنے قرض داروں کے ذمہ باقی تھے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''خبردار ہو جاؤ، جاہلیت کی تمام باتیں میرے دونوں قدموں کے نیچے پامال کر دی گئیں، جاہلیت کے زمانہ کے تمام خون (میرے دونوں قدموں کے نیچے) پامال کر دیے گئے ہیں، (اب کوئی کسی سے بدلہ نہیں لے سکتا) اور سب سے پہلا خون جو میں اپنے خونوں سے معاف کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن الحارث کا خون ہے، جس کو قبیلہ ہذیل نے اس وقت قتل کر دیا تھا جب وہ قبیلہ بنو سعد میں ابھی دودھ پیتا بچہ تھا اور جاہلیت کے زمانے کے تمام سود (میرے دونوں قدموں کے نیچے) پامال کر دیے گئے ہیں اور سب سے پہلا سود جو میں باطل قرار دیتا ہوں وہ ہمارے سودوں میں سے عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے، وہ پورے کا پورا چھوڑ دیا گیا ہے (اب کوئی کسی سے سود نہیں لے سکتا)۔'' [مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ : ۱۲۱۸]

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾

''پھر اگر تم نے یہ نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو اور اگر توبہ کر لو تو تمھارے لیے تمھارے اصل مال ہیں، نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔''

سود لینا اللہ اور رسول کے خلاف کھلی جنگ ہے اور جس کی جنگ اللہ اور اس کے رسول سے ٹھن جائے وہ کب فلاح پائے گا۔ سودی کاروبار سے توبہ کرنے کے بعد صرف اصل مال لینا جائز ہوگا۔ آخر میں فرمایا کہ اگر تم اصل مال سے زائد وصول کرو تو یہ تمھارا لوگوں پر ظلم ہوگا اور اگر تمھیں اصل مال بھی نہ ملے تو یہ لوگوں کا تم پر ظلم ہوگا اور یہ دونوں چیزیں ہی انصاف کے خلاف ہیں۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾

''اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو آسانی تک مہلت دینا لازم ہے اور یہ بات کہ صدقہ کر دو تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔''

زمانۂ جاہلیت میں قرض کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں سود در سود، اصل رقم میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا تھا، جس سے تھوڑی سی رقم ایک پہاڑ بن جاتی اور اس کی ادائیگی ناممکن ہو جاتی، اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کوئی تنگ دست ہو تو (سود کی بجائے) آسانی تک اسے مہلت دے دو اور اگر قرض بالکل معاف کر دو تو زیادہ بہتر ہے۔

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اسے ہر دن اس قرض کے برابر صدقے کا ثواب ملے گا۔'' پھر میں نے آپ کو یہ

فرماتے ہوئے بھی سنا: ''جس نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اسے ہر دن اس قرض سے دوگنا صدقے کا ثواب ملے گا۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے تو اسے ہر دن اس قرض کے برابر صدقے کا ثواب ملے گا۔'' لیکن پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: ''جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دے تو اسے ہر دن اس قرض سے دوگنا صدقے کے برابر ثواب ملے گا؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''قرض چکانے کی مدت تک اسے قرض کے برابر صدقے کا ثواب ملے گا اور اگر قرض چکانے کی مدت کے آنے پر مہلت دے تو اسے قرض سے دوگنا صدقے کے برابر ثواب ملے گا۔'' [مسند أحمد : ۵/ ۳۶۰، ح : ۲۳۱۱۰۔ ابن ماجه كتاب الصدقات ، باب إنظار المعسر : ۲۴۱۸۔ مستدرك حاكم : ۲/ ۲۹، ح : ۲۲۲۵]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے ایک دوسرے شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے، اس نے کہا گواہ لاؤ، تاکہ میں انھیں گواہ بنا لوں۔ اس نے کہا، گواہ اللہ ہی کافی ہے۔ اس نے کہا کوئی ضامن پیش کرو۔ اس نے کہا، اللہ تعالیٰ ضمانت دینے کے لیے کافی ہے۔ اس نے کہا تم نے سچ کہا، پھر اس نے قرض مانگنے والے کو وہ رقم ایک مقررہ وقت تک کے لیے دے دی۔ چنانچہ قرض دار رقم لے کر بحری سفر کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس نے اپنی ضرورت پوری کی، پھر سواری کو تلاش کیا، تاکہ اس پر سوار ہو کر قرض خواہ کے پاس وقت مقررہ پر پہنچ جائے، لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ اب اس نے ایک لکڑی لی، اسے کھوکھلا کیا، اس میں ایک ہزار دینار اور ایک خط لکھ کر رکھ دیا اور اس کے منہ کو مضبوطی سے بند کر دیا۔ اب وہ اس لکڑی کو لے کر سمندر کے کنارے آیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگا، اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لیا تھا، اس نے مجھ سے ضامن مانگا، میں نے کہا تھا اللہ ضامن کافی ہے۔ اس نے گواہ مانگا تو میں نے کہا گواہ بھی اللہ کافی ہے اور وہ راضی ہو گیا تھا۔ اب میں نے سواری کے لیے کوشش کی ہے لیکن سواری نہیں مل سکی۔ چنانچہ میں یہ لکڑی تیرے سپرد کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے لکڑی کو سمندر کے سپرد کر دیا اور خود واپس آ گیا۔ وہ دوبارہ سواری تلاش کرنے لگا۔ ادھر وہ شخص جس نے قرض دیا تھا، سمندر کے کنارے پر یہ دیکھنے آیا کہ شاید کوئی سوار اس کا مال لے کر آیا ہو، تو اسے وہ لکڑی مل گئی۔ وہ اسے اپنے ایندھن کے لیے گھر لے آیا۔ جب اس نے اسے چیرا تو اس کو اس کی رقم مل گئی اور خط بھی مل گیا۔ پھر وہ قرض دار بھی ایک ہزار دینار لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ قرض دار نے کہا، اللہ کی قسم! میں سواری کے لیے برابر کوشش کرتا رہا، تاکہ تمھارا روپیہ تمھیں آ کر ادا کروں، لیکن کوئی سواری نہیں ملی۔ قرض خواہ نے کہا، کیا تم نے مجھے کوئی چیز بھیجی تھی؟ اس نے کہا، میں نے تمھیں بتایا ہے کہ مجھے اس سے قبل کوئی سواری نہیں مل سکی۔ قرض خواہ نے کہا، بے شک اللہ نے تمھاری طرف سے رقم ادا کر دی جو تم نے لکڑی میں رکھ کر بھیجی تھی، اب تم یہ ایک ہزار دینار لے کر خوشی خوشی واپس جاؤ۔'' [بخاری، کتاب الکفالة، باب الکفالة فی القرض : ۲۲۹۱]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص کی وفات ہوئی تو اس سے پوچھا گیا کہ تو کیا کیا کرتا تھا؟ اس نے کہا، میں جب لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا تو خوش حال کو مہلت دے دیا کرتا تھا اور تنگ دست پر تخفیف کر دیا کرتا تھا، تو اس کو بخش دیا گیا۔'' [بخاری، کتاب الاستقراض، باب حسن التقاضی : ۲۳۹۱۔ مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل إنظار المعسر : ۱۵٦۰]

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عہد نبوت میں ایک شخص کو پھلوں کی تجارت میں کافی نقصان ہوا، جس کی وجہ سے اس پر قرض کا بوجھ بہت زیادہ ہو گیا، حتیٰ کہ وہ کنگال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس پر صدقہ کرو۔'' لوگوں نے اس پر صدقہ کیا مگر وہ صدقہ اتنا نہیں تھا کہ قرض پورا ادا ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قرض خواہوں سے کہا: '' (اس کے پاس تو یہی ہے) جو کچھ ملتا ہے لے لو، اس کے علاوہ تمھارے لیے کچھ نہیں ہے۔'' [مسلم، کتاب المساقاۃ، باب استحباب الوضع من الدین : ۱۵۵٦]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک تاجر لوگوں سے لین دین کا معاملہ کرتا تھا، جب وہ کسی تنگ دست کو دیکھتا تو اپنے غلاموں سے کہتا کہ اس کو معاف کر دو، شاید اللہ بھی ہمیں معاف فرما دے۔ (جب وہ فوت ہوا) تو اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔'' [مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل إنظار المعسر :۱۵٦۲.]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر دو جھگڑنے والوں کی آوازیں سنیں، دونوں اونچی آواز میں بول رہے تھے، ایک ان میں سے دوسرے سے کچھ معاف کرانا چاہتا تھا اور چاہتا تھا کہ قرض خواہ اس کے ساتھ نرمی کرے۔ دوسرا یہ کہہ رہا تھا اللہ کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر ان کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ نے فرمایا: ''کہاں ہے وہ اللہ کی قسم کھا کر کہنے والا کہ وہ نیکی نہیں کرے گا؟'' اس نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں یہاں ہوں، (مگر اب) اس کو اختیار ہے، یہ جو چاہے کرے۔ [مسلم، کتاب المساقاۃ، باب استحباب الوضع من الدین : ۱۵۵۷]

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اللہ قیامت کی سختیوں سے اسے نجات دے تو اسے چاہیے کہ تنگ دست کو مہلت دے، یا (بالکل) معاف ہی کر دے۔'' [مسلم، کتاب المساقاۃ، باب فضل إنظار المعسر : ۱۵٦۳]

سیدنا ابو الیسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دے یا (قرضہ) معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔'' [مسلم، کتاب الزھد، باب حدیث جابر رضی اللہ عنہ : ۳۰۰٦]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (روزِ قیامت) ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا جسے اللہ نے مال عطا کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا، تو نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ اور (اس روز) وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی نہیں چھپا سکتے۔ بندہ کہے گا، یا اللہ! تو نے دنیا میں مجھے بہت مال دے رکھا تھا اور میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا اور میری

عادت تھی کہ میں درگزر سے کام لیتا تھا، خوش حال سے آسان معاملہ کرتا اور تنگ دست کو مہلت دے دیا کرتا تھا۔ تو اللہ عزوجل فرمائے گا، میں اس بات کا تجھ سے زیادہ حق دار ہوں، (اے فرشتو!) میرے اس بندے سے تم بھی درگزر کرو۔ چنانچہ اسے معاف کر دیا جائے گا۔ [مسلم، کتاب المساقاة ، باب فضل إنظار المعسر : ۲۹ / ۱۵۶۰۔ بخاری، کتاب البیوع، باب من أنظر موسرًا : ۲۰۷۷]

وَ اتَّقُوۡا یَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِیۡہِ اِلَی اللّٰہِ ٭۟ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفۡسٍ مَّا کَسَبَتۡ وَ ہُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۸۱﴾

''اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نصیحت کی اور انھیں یاد دلایا ہے کہ یہ دنیا زوال پذیر ہے اور یہاں کے اموال اور دیگر سب نعمتیں ختم ہو جانے والی ہیں، آخرت آنے والی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی مخلوق کے اعمال کا محاسبہ کرے گا اور اچھے اور برے اعمال کی جزا یا سزا دے گا۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکۡتُبُوۡہُ ؕ وَ لۡیَکۡتُبۡ بَّیۡنَکُمۡ کَاتِبٌۢ بِالۡعَدۡلِ ۪ وَ لَا یَاۡبَ کَاتِبٌ اَنۡ یَّکۡتُبَ کَمَا عَلَّمَہُ اللّٰہُ فَلۡیَکۡتُبۡ ۚ وَ لۡیُمۡلِلِ الَّذِیۡ عَلَیۡہِ الۡحَقُّ وَ لۡیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ وَ لَا یَبۡخَسۡ مِنۡہُ شَیۡئًا ؕ فَاِنۡ کَانَ الَّذِیۡ عَلَیۡہِ الۡحَقُّ سَفِیۡہًا اَوۡ ضَعِیۡفًا اَوۡ لَا یَسۡتَطِیۡعُ اَنۡ یُّمِلَّ ہُوَ فَلۡیُمۡلِلۡ وَلِیُّہٗ بِالۡعَدۡلِ ؕ وَ اسۡتَشۡہِدُوۡا شَہِیۡدَیۡنِ مِنۡ رِّجَالِکُمۡ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ یَکُوۡنَا رَجُلَیۡنِ فَرَجُلٌ وَّ امۡرَاَتٰنِ مِمَّنۡ تَرۡضَوۡنَ مِنَ الشُّہَدَآءِ اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰىہُمَا فَتُذَکِّرَ اِحۡدٰىہُمَا الۡاُخۡرٰی ؕ وَ لَا یَاۡبَ الشُّہَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوۡا ؕ وَ لَا تَسۡـَٔمُوۡۤا اَنۡ تَکۡتُبُوۡہُ صَغِیۡرًا اَوۡ کَبِیۡرًا اِلٰۤی اَجَلِہٖ ؕ ذٰلِکُمۡ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰہِ وَ اَقۡوَمُ لِلشَّہَادَۃِ وَ اَدۡنٰۤی اَلَّا تَرۡتَابُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ تَکُوۡنَ تِجَارَۃً حَاضِرَۃً تُدِیۡرُوۡنَہَا بَیۡنَکُمۡ فَلَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَلَّا تَکۡتُبُوۡہَا ؕ وَ اَشۡہِدُوۡۤا اِذَا تَبَایَعۡتُمۡ ۪ وَ لَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّ لَا شَہِیۡدٌ ۬ؕ وَ اِنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاِنَّہٗ فُسُوۡقٌۢ بِکُمۡ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ وَ یُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ ؕ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۲۸۲﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب آپس میں ایک مقرر مدت تک قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور ایک لکھنے والا

تمھارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے اور کوئی لکھنے والا اس سے انکار نہ کرے کہ لکھے جیسے اللہ نے اسے سکھایا ہے، سو اسے لازم ہے کہ لکھ دے اور وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق (قرض) ہو، اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے۔ پھر اگر وہ شخص جس کے ذمے حق (قرض) ہے، بے سمجھ یا کمزور ہے، یا وہ طاقت نہیں رکھتا کہ خود لکھوائے تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوا دے، اور اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کو گواہ بنا لو، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں، ان لوگوں میں سے جنھیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو، (اس لیے) کہ دونوں سے ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے۔ اور گواہ جب بھی بلائے جائیں انکار نہ کریں اور اس سے مت اکتاؤ وہ چھوٹا (معاملہ) ہو یا بڑا کہ اسے اس کی مدت تک لکھو۔ یہ کام اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والا اور شہادت کو زیادہ درست رکھنے والا ہے اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو، مگر یہ کہ نقد سودا ہو، جسے تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اسے نہ لکھو۔ اور جب آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لو، اور نہ کسی لکھنے والے کو تکلیف دی جائے اور نہ کسی گواہ کو اور اگر ایسا کرو گے تو بلاشبہ یہ تم میں بڑی نافرمانی ہے اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمھیں سکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

اس آیت کو "آیة الدّین" کہا جاتا ہے اور یہ قرآن کی سب سے لمبی آیت ہے۔ اس میں ادھار یا قرض کے معاملہ کے احکام بیان ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو تعلیم دی ہے کہ جب وہ بذریعہ قرض لین دین کریں تو اسے لکھ لیا کریں، اس لیے کہ قرض کی مقدار، اس کی ادائیگی کا وقت اور گواہیوں کو ریکارڈ میں لانے کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ قرض کے لین دین کو لکھنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ کوئی اس کا انکار نہ کر سکے یا بھول نہ جائے۔ اس آیت کریمہ سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں: ① قرض کے ذریعے لین دین جائز ہے۔ ② قرضوں کے تمام لین دین میں مدتوں کی تحدید بہتر ہے۔ ③ قرض دیتے یا لیتے وقت لکھ لینا بہتر ہے۔ ④ لکھنے والا عدل و انصاف کے ساتھ لکھے اور قرابت یا عداوت سے متاثر نہ ہو۔ ⑤ یہ ضروری ہے کہ لکھنے والا انصاف کے تقاضوں کو جانتا ہو اور خود بھی صفتِ عدل سے متصف ہو۔ ⑥ کاتب کی تحریر قرض دار کا اعتراف ہوتا ہے اور اگر وہ صغرسنی، کم عقلی، جنون، گونگا پن، عدم قدرت کی وجہ سے اپنے اوپر لوگوں کے حقوق کی تعبیر اچھی طرح نہیں کر سکتا تو اس کے ولی کی تعبیر اس کی تعبیر کے قائم مقام ہو گی۔ ⑦ قرض دار جب لوگوں کے حقوق کاتب کو لکھائے تو اللہ سے ڈرے اور ان کے حقوق اور شروط و قیود میں کمی و زیادتی نہ کرے۔ ⑧ خرید و فروخت اور لین دین میں گواہ مقرر کرنا بہتر ہے۔ ⑨ گواہ دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں گی۔ ⑩ گواہی یقینی بات پر ہو، شک پر نہیں۔ ⑪ جب گواہ کی ضرورت پڑے تو اسے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ ⑫ کاتب و شاہد کو کسی کے نقصان کا سبب نہیں بننا چاہیے، اسی طرح اصحابِ معاملہ کو بھی کاتب و شاہد کے نقصان کا سبب نہیں بننا چاہیے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى : سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً (کوئی چیز) ادھار دینا نصف صدقہ کے برابر ہے۔'' [مسند أحمد : ۴۱۲/۱، ح : ۳۹۱۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کے اموال ادائیگی کے ارادے سے لے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا فرما دیں گے اور جو ہلاک کرنے کے ارادے سے (لوگوں سے) اموال لے تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیں گے۔'' [بخاري، كتاب الاستقراض و إداء الديون ، باب من أخذ أموال الناس يريد أداء ها : ۲۳۸۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تب بھی مجھے یہ پسند نہیں کہ تین دن گزر جائیں اور اس سونے کا کوئی بھی حصہ میرے پاس رہ جائے، سوائے اس کے جو میں کسی قرض کے دینے کے لیے رکھ چھوڑوں۔'' [بخاري، كتاب الاستقراض و إداء الديون ، باب إداء الديون : ۲۳۸۹]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک شخص کا ایک خاص عمر کا اونٹ قرض تھا، وہ شخص تقاضا کرنے آیا تو آپ نے (اپنے صحابہ سے) فرمایا: ''ادا کر دو۔'' صحابہ نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا لیکن انھیں نہیں ملا، البتہ اس سے زیادہ عمر کا (یعنی اس سے بہتر) مل گیا۔ آپ نے فرمایا: ''یہی اسے دے دو۔'' اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے پورا پورا حق دے دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو بھی پورا بدلہ دے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض ادا کرنے میں اچھے ہوں۔'' [بخاري، كتاب الوكالة، باب وكالة الشاهد والغائب جائزة : ۲۳۰۵]

ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا : یہ بات (یعنی لکھ لینا) اللہ کے نزدیک نہایت قرینِ انصاف ہے اور شہادت کے لیے بھی یہ بہت درست طریقہ ہے، اس سے تم کو کسی قسم کا شک و شبہ بھی نہیں پڑے گا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ پھلوں کی دو یا تین سال کے لیے ادھار بیع کیا کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ادھار کی بیع کرے تو وہ معلوم ماپ، معلوم تول اور معلوم مدت کے لیے کرے۔'' [بخاري، كتاب السلم، باب السلم في وزن معلوم : ۲۲۴۰۔ مسلم، كتاب المساقاة، باب السلم : ۱۶۰۴]

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول نہیں فرماتے، ایک وہ آدمی جس کی بیوی برے اخلاق والی (یعنی بے حیا) ہو اور وہ اسے طلاق نہ دے، دوسرا وہ شخص جس نے کسی کو قرض دیا اور اس پر کسی کو گواہ نہ بنایا (یعنی اگر فتنہ و فساد کا خطرہ ہو تو گواہ بنانا ضروری ہے) اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی بے وقوف و بے سمجھ آدمی کو اس کا مال دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ ﴾ [النساء : ۵] ''اور بے سمجھ کو اپنا مال نہ دو۔'' [السنن الكبرىٰ للبيهقي : ۱۴۶/۱۰، ح : ۲۰۵۱۷۔ مستدرك الحاكم : ۳۰۲/۲، ح : ۳۱۸۱]

وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ : یعنی جو شخص لکھنا جانتا ہے تو لوگ جب اس سے لکھنے کے لیے کہیں تو وہ لکھنے سے انکار نہ کرے، بلکہ اسے چاہیے کہ جو لکھنا نہیں جانتا اس پر صدقہ کرے اور لکھ دے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(یہ بھی صدقہ ہے) کہ تم کسی کام کرنے والے کی مدد کر دو، یا جو کام کرنا نہیں جانتا اسے کام کر دو۔'' [بخاري، كتاب العتق، باب أي الرقاب أفضل؟ : ٢٥١٨ـ مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون الإيمان أفضل الأعمال : ٨٤]

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ : یہ مالی معاملات میں گواہی کا نصاب ہے۔ عورت کی عقل کی کمی کی وجہ سے دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار بھی کیا کرو۔ میں نے دیکھا کہ جہنم میں اکثریت عورتوں کی تھی۔'' ایک عقل مند عورت نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! وجہ کیا ہے، جہنم میں ہماری اکثریت کیوں تھی؟ فرمایا: ''اس لیے کہ تم بہت لعنت بھیجتی ہو اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔ میں نے نہیں دیکھا کہ عقل و دین میں ناقص ہونے کے باوجود کوئی عقل مند آدمی پر تم سے زیادہ غالب ہو۔'' اس نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! عقل اور دین میں کمی سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: ''عقل کی کمی یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر رکھی گئی ہے تو یہ ہے عقل کی کمی اور کچھ دنوں تک یہ نماز نہیں پڑھ سکتی اور نہ رمضان کے روزے رکھ سکتی ہے تو یہ دین کی کمی ہے۔'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بنقص الطاعات : ٧٩]

وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ : عمارہ بن خزیمہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے، ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی سے ایک گھوڑا خریدا۔ آپ نے قیمت ادا کرنے کے لیے اسے اپنے ساتھ لے لیا۔ آپ نے رفتار تیز کر دی اور وہ پیچھے رہ گیا۔ لوگ اس دیہاتی سے اس گھوڑے کا سودا کرنے لگے۔ انھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے خرید چکے ہیں، یہاں تک کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اس کی قیمت لگا دی۔ دیہاتی نے پکار کر کہا کہ اگر آپ کو خریدنا ہو تو خرید لو، ورنہ میں کسی اور کو بیچ دوں گا۔ یہ آواز سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے۔ آپ نے دیہاتی سے فرمایا: ''کیا میں نے تم سے یہ گھوڑا نہیں خریدا؟'' اس نے کہا، اللہ کی قسم! میں نے آپ کو نہیں بیچا۔ بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ وہ دیہاتی کہنے لگا، کوئی گواہ پیش کرو کہ میں نے یہ گھوڑا آپ کو بیچ دیا ہے۔ جو مسلمان وہاں آتا وہ دیہاتی سے کہتا، تیری بربادی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوائے حق کے کوئی بات نہیں کہتے۔ اتنے میں سیدنا خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے، انھوں نے دونوں کی گفتگو سنی، وہ کہنے لگے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''تم کس بنیاد پر گواہی دے رہے ہو؟'' انھوں

نے کہا کہ آپ کی نبوت کی تصدیق کی بنیاد پر۔ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے ان کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دیا۔ [مسند أحمد : ۲۱۵/۵، ۲۱۶، ح : ۲۱۹۴۲۔ أبو داؤد، کتاب القضاء، باب إذا علم الحاکم صدق شهادة الواحد : ۳۶۰۷۔ نسائی، کتاب البیوع، باب التسهیل فی ترك الأشهاد علی البیع : ۴۶۵۱]

وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَ لْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَ لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَ مَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾

"اور اگر تم کسی سفر پر ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو ایسی گروی لازم ہے جو قبضے میں لے لی گئی ہو، پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر اعتبار کرے تو جس پر اعتبار کیا گیا ہے وہ اپنی امانت ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور شہادت مت چھپاؤ اور جو اسے چھپائے تو بے شک وہ، اس کا دل گناہ گار ہے اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو اسے خوب جاننے والا ہے۔"

اگر آدمی سفر میں ہو اور خرید و فروخت کی نوبت آ جائے اور کاتب میسر نہ ہو تو ایسی صورت میں حقوق کی توثیق رہن کے ذریعے کر دینی چاہیے، تاکہ رہن (گروی) اس بات کا ثبوت ہو کہ رہن رکھنے والے کے ذمہ اس آدمی کا حق ہے جس کے پاس رہن موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ اشیائے رہن اور ضمانتوں کے ذریعے لوگوں کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے اور لڑائی جھگڑے کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رہن ہمیشہ صاحب حق کے قبضے میں رہنا چاہیے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپس میں اعتماد ہونے کی صورت میں بغیر وثیقہ اور بغیر گواہ بنائے بھی خرید و فروخت اور قرض کا لین دین کیا جا سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ گواہ کے لیے اپنی گواہی چھپانا حرام ہے۔

فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ : رہن رکھنے کی یہ رعایت حالت سفر کے علاوہ حالت اقامت میں بھی ہے، مثلاً اگر حالت اقامت میں فوری طور پر کاتب میسر نہ ہو تو قرض دار اپنی کوئی چیز بطور امانت قرض خواہ کے پاس رہن رکھ کر قرض حاصل کر سکتا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھی اور اس سے اپنے اہل کے لیے کچھ "جو" خریدے۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئة : ۲۰۶۹]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے ایک وقت مقررہ پر قیمت ادا کرنے کی شرط پر کچھ غلہ خریدا اور لوہے کی ایک زرہ اس کے پاس رہن رکھی۔ [بخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئة : ۲۰۶۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "گروی رکھی ہوئی سواری (یعنی اونٹ اور گھوڑے وغیرہ) پر اس کے خرچ کے عوض سواری کی جا سکتی ہے اور گروی رکھے ہوئے دودھ والے جانور کا دودھ اس کے خرچ کے عوض پیا جا سکتا ہے، لہٰذا جو شخص سواری کرے اور جو شخص دودھ پیے، خرچ اسی کے ذمہ ہے۔" [بخاری، کتاب فی الرهن فی الحضر، باب الرهن مرکوب و محلوب : ۲۵۱۲]

﴿فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ﴾ : یعنی قرض دار کا قرض ادا کر دے، مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص قرض لینے والے کا اعتبار کرے اور اس کی کوئی چیز رہن رکھے بغیر اسے قرض دے دے، تو اسے بھی چاہیے کہ اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کا قرض ادا کر دے۔ ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ [النساء : ٥٨] ''بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کرو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص کو امانت واپس کرو جس نے تمھارے پاس امانت رکھی ہے اور جس نے تم سے خیانت کی ہے اس سے خیانت نہ کرو۔'' [أبو داوٗد، كتاب البيوع، باب في الرجل يأخذ حقهٗ من تحت يده : ٣٥٣٥]

﴿وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ﴾ : یعنی اللہ سے ڈرے، امانت میں خیانت نہ کرے، خیانت کرنا بہت بڑا گناہ ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ [آل عمران : ١٦١] ''اور جو خیانت کرے گا قیامت کے دن لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کی، پھر ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ [الأنفال : ٢٧] ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو، جبکہ تم جانتے ہو۔''

﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ﴾ : گواہی کا چھپانا کبیرہ گناہ ہے۔ اسی لیے اس پر قرآن و حدیث میں سخت وعید بیان کی گئی ہے اور اسی لیے صحیح گواہی کی فضیلت بھی بڑی ہے، ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الْآثِمِينَ﴾ [المائدة : ١٠٦] ''اور نہ ہم اللہ کی شہادت چھپائیں گے، بے شک ہم اس وقت یقیناً گنہگاروں سے ہوں گے۔''

وہ آدمی بہترین گواہ ہے جو بن بلائے کسی مظلوم کے حق میں سچی گواہی دینے کے لیے حاضر ہو جاتا ہے، سیدنا زید ابن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم کو بتلاؤں کہ سب سے بہتر گواہ کون ہے؟ جو گواہی کے لیے بلائے جانے سے پہلے اپنی گواہی ادا کر دے۔'' [مسلم، كتاب الأقضية، باب بيان خير الشهود : ١٧١٩]

اور وہ آدمی بدترین گواہ ہے جو ظالم کا ساتھ دیتے ہوئے، جھوٹی گواہی دینے لیے خود بخود حاضر ہو جاتا ہے، سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون کے بعد والے زمانے کے برے لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو گواہی طلب کرنے سے قبل ہی گواہی دیں گے۔'' [بخاري، كتاب الرقاق، باب ما يحذر من زهرة الدنيا والتنافس فيها : ٦٤٢٨۔ مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة ...... الخ : ٢٥٣٣ تا ٢٥٣٥]

﴿ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ﴾ : آیت میں دل کا خاص ذکر کیا گیا ہے، اس لیے کہ کسی بات کا چھپانا دل کا فعل ہے۔ علاوہ ازیں دل تمام اعضا کا سردار ہے اور یہ گوشت کا ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر یہ صحیح رہے تو سارا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر اس میں فساد آ جائے تو سارا جسم فساد کا شکار ہو جاتا ہے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خبردار ہو جاؤ کہ بدن میں ایک ٹکڑا گوشت کا ایسا ہے کہ جب وہ سنور جاتا ہے تو تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ (خوب) سن لو! وہ ٹکڑا دل ہے۔“ [بخاري، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه : ٥٢]

﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۸۴ ﴾

”اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور اگر تم اسے ظاہر کرو جو تمھارے دلوں میں ہے، یا اسے چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا، پھر جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، وہ ان سب کا بادشاہ ہے، ان سب کی اسے اطلاع ہے، اس سے نہ ظاہر باتیں مخفی ہیں اور نہ پوشیدہ اور نہ کوئی چھوٹی بات مخفی ہے اور نہ بڑی۔ وہ ان سب کا محاسبہ بھی کرے گا، جسے چاہے گا معاف کر دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔

ارشاد فرمایا: ﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [آل عمران : ٢٩] ”کہہ دے اگر تم اسے چھپاؤ جو تمھارے سینوں میں ہے، یا اسے ظاہر کرو اللہ اسے جان لے گا اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [البقرة : ٢٨٤] تو صحابہ رضی اللہ عنہم پر بہت گراں گزری، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دوزانو بیٹھ کر عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہمیں نماز، روزہ، جہاد اور صدقے جیسے اعمال کا حکم دیا گیا، جن کی ہم میں طاقت تھی اور اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور ہم میں اس کی طاقت نہیں ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس طرح کہو جس طرح پہلے دونوں کتابوں (تورات و انجیل) والوں نے کہا تھا: « سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا » ”ہم نے سنا اور نافرمانی کی“ بلکہ یہ کہو: « سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ » ”ہم نے سنا

اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا اقرار کر لیا اور یہ الفاظ ان کی زبانوں پر رواں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ١ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ١۫ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ١۫ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا١ٞۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾ [البقرة : ۲۸۵] ''رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' جب صحابہ نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پہلی آیت کو منسوخ کر کے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا١ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ﴾ [البقرة : ۲۸٦] ''اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے (گناہ) کمایا۔'' [مسند أحمد : ۲/ ٤١٢، ح : ۹۳٦۳]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں آنے والے خیالات کو معاف فرما دیا ہے، جب تک وہ عمل نہ کریں یا کلام نہ کریں۔'' [بخاری، کتاب الطلاق، باب الطلاق فی الإغلاق والکره …… الخ : ۵۲٦۹۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب تجاوز اللہ تعالی عن حديث النفس : ۱۲۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا بندہ جب کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے اس کے نامۂ اعمال میں نہ لکھو اور اگر وہ اس کے مطابق عمل کر لے تو (پھر صرف) ایک برائی لکھ لو اور جب وہ نیکی کا محض ارادہ کرے اور ابھی اسے نہ کرے تو پھر بھی ایک نیکی لکھ لو اور اگر اس نیکی کو کر لے تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دو۔'' [بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی: ﴿ يريدون أن يبدلوا كلم الله ﴾ : ۷۵۰۱۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب إذا هم العبد بحسنة كتبت : ۱۲۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے چند اصحاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ سے دریافت کیا کہ ہمارے دلوں میں ایسے ایسے خیالات آتے ہیں جن کو زبان پر لانا ہم میں سے ہر ایک بہت بڑا (گناہ) سمجھتا ہے (کیا ان خیالات کا آنا بھی گناہ ہے)؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا واقعی تم اپنے دل میں ان خیالات کو برا سمجھتے ہو؟'' انھوں نے کہا، ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تو عین ایمان ہے۔'' [مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان الوسوسة في الإيمان : ۱۳۲]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آتا ہے اور

اس سے کہتا ہے فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ حتیٰ کہ پھر وہ یہ کہتا ہے کہ تمھارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ تو جب یہ سوال اس کے دل میں آئے تو اسے چاہیے کہ اللہ کی پناہ طلب کرے اور اس خیال سے باز رہے۔'' [بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبليس : ۳۲۷۶۔ مسلم، کتاب الإيمان، باب بيان الوسوسة في الإيمان : ۱۳٤/۲۱٤]

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٚ وَ اغْفِرْ لَنَا ٚ وَ ارْحَمْنَا ٚ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع ۸

''رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے (گناہ) کمایا، اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں، اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [البقرۃ : ۲۸٤] تو صحابہ پر بہت گراں گزری، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دو زانو بیٹھ کر عرض کرنے لگے، اے اللہ کے رسول! ہمیں نماز، روزہ، جہاد اور صدقے جیسے اعمال کا حکم دیا گیا جن کی ہمیں طاقت تھی اور اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور ہمیں اس کی طاقت نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس طرح کہو جس طرح تم سے پہلے دونوں کتابوں (تورات و انجیل) والوں نے کہا تھا: ((سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا)) ''ہم

نے سنا اور نافرمانی کی" بلکہ یہ کہو : « سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ » "ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" تو انھوں نے کہا: « سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ » تو جب صحابہ نے اس کا اقرار کر لیا اور یہ الفاظ ان کی زبانوں پر رواں ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس موقع پر یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴾ [البقرة : ٢٨٥] "رسول اس پر ایمان لایا جو اس کے رب کی جانب سے اس کی طرف نازل کیا گیا اور سب مومن بھی، ہر ایک اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کرتے اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش مانگتے ہیں اے ہمارے رب! اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" جب صحابہ نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو منسوخ کر کے یہ آیت نازل فرما دی: ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ﴾ [البقرة : ٢٨٦] "اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی گنجائش کے مطابق، اسی کے لیے ہے جو اس نے (نیکی) کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے (گناہ) کمایا، اے ہمارے رب! ہم سے مؤاخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر جائیں۔" تب اللہ نے فرمایا، ہاں! (میں نے قبول فرمایا، پھر ہے) ﴿ رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ﴾ "اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی بھاری بوجھ نہ ڈال، جیسے تو نے اسے ان لوگوں پر ڈالا جو ہم سے پہلے تھے۔" اللہ نے فرمایا، ہاں! (میں نے قبول فرما لیا، پھر ہے) ﴿ رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ﴾ "اے ہمارے رب! اور ہم سے وہ چیز نہ اٹھوا جس (کے اٹھانے) کی ہم میں طاقت نہ ہو۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! ﴿ وَ اعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ "اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر، تو ہی ہمارا مالک ہے، سو کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔" اللہ نے فرمایا، ہاں! (میں نے قبول فرما لیا)۔" [مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان تجاوز اللہ عن حدیث النفس : ١٢٥]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس لے جایا گیا، جو چھٹے آسمان میں ہے (یعنی اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے) اور زمین سے اوپر جانے والی چیزیں یہیں پہنچتی ہیں، پھر ان کو قبضے میں لے لیا جاتا ہے اور اوپر سے جو کچھ زمین پر آتا ہے وہ بھی یہاں تک پہنچتا ہے، پھر اس کو وہاں سے لے لیا جاتا ہے۔ فرمایا: ﴿ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴾ [النجم : ١٦] "جب اس بیری کو ڈھانپ رہا تھا جو ڈھانپ رہا تھا۔" فرمایا، اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں عطا فرمائی گئیں، پانچ نمازیں عطا کی گئیں، سورۃ البقرۃ

کی آخری دو آیات عطا فرمائی گئیں اور تیسری چیز کہ آپ کی امت میں سے جو شخص شرک نہ کرے اس کے ہلاک کرنے والے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔[مسلم، کتاب الإیمان، باب فی ذکر سدرة المنتھٰی : ۱۷۳]

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لے تو وہ اس کے لیے کافی ہوں گی۔'' [بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورة البقرة : ۵۰۰۹۔ مسلم، کتاب صلٰوة المسافرین، باب فضل الفاتحة وخواتیم سورة البقرة : ۸۰۸]

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، (ایک روز) سیدنا جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انھوں نے اپنے اوپر سے ایک زوردار آواز سنی، انھوں نے سر اٹھایا، پھر فرمایا: ''یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج کھولا گیا ہے، آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔'' پھر اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ جبریل علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ ایک فرشتہ ہے جو آج زمین کی طرف نازل ہوا ہے اور آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا۔'' پھر اس فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور کہا: ''دو نوروں کی خوشخبری سنیے! یہ دو نور صرف آپ کو عطا کیے گئے ہیں، آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کیے گئے، ایک نور سورۂ فاتحہ ہے اور دوسرا نور سورۂ بقرہ کی آخری آیات ہیں، آپ (جب کبھی) ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے تو آپ کو مانگی ہوئی چیز مل جائے گی۔'' [مسلم، کتاب صلاة المسافرین، باب فضل الفاتحة : ۸۰۶]